

جلد چہارم



فتاوی دیوبند پاکستان

المعروف بہ

فتاوی فریدیہ (جلد چہارم)



محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید دامت برکاتہم

جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک



مفتی محمد وہاب منگلوری (سوات)

اہتمام واشاعت

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

نام کتاب:——— فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد چہارم)

افادات: ——— محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید مجددی زروبوی
دامت برکاتہم شیخ الحدیث وصدر دارالافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ترتیب وتخریج:——— مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری نقشبندی دارالافتاء دارالعلوم صدیقیہ

کمپوزنگ: ——— حافظ ولی الرحمٰن صدیقی......(لوندخوڑ)

پروف ریڈنگ: ——— سلطان فریدی

ضخامت: ——— ۵۲۸/صفحات

طبع باردوم:———مارچ ۲۰۰۹ء ،ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

تعداد باردوم:——— تیرہ سو......(۱۳۰۰)

قیمت:———

نگرانی: ——— مولانا مفتی سیف اللہ حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اہتمام واشاعت:——— مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی
مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی (پاکستان)

فون وفیکس دارالعلوم:0938-480534 رہائش:480156

موبائل:0300-5681986

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین جلد چہارم

صفحہ	عنوانات
	کتاب الصوم
	باب رؤیة الهلال واختلاف المطالع

صفحہ	عنوانات
۵۰	افغانستان اور پاکستان کے درمیانی علاقہ کے لوگ اہل فتویٰ کے فیصلہ کا اتباع کریں
۵۱	عید و روزہ میں مقامی علماء کے فیصلہ کی پابندی اور باضابطہ ریڈیو اعلان
۵۱	رمضان اور عید ہمارے ہاں رویت ہلال شرعی پر ہوا ہے
۵۲	عید و روزہ کے ثبوت کیلئے ٹیلیفون کی خبر کا حکم
۵۳	ریڈیو وغیرہ پر اعلان صوم وعید معتبر اور وحدت صوم وعید غیر مطلوب ہے
۵۵	ریڈیو پر عید کا اعلان خبر مستفیض میں داخل ہے یا نہیں؟
۵۶	ریڈیو پر ہلال کمیٹی کے اعلان کی شرعی حیثیت
۵۸	صوم وعید کیلئے سعودی اعلان پر اعتماد علماء کا منصب ہے نہ کہ عوام کا
۵۹	روزہ باعلان پاکستان اور عید باعلان سعودیہ عربیہ جائز نہیں ہے
۶۰	حکومت کی جانب سے رویت ہلال کمیٹی کا قیام قابل تحسین ہے
۶۱	چاند دیکھنے کے ثبوت شرعی کے بعد ہلال کمیٹی کے اعلان نہ کرنے کا حکم وغیرہ
۶۲	صبح کو مشرق اور شام کو مغرب کی طرف چاند دیکھنا ممکن ہے
۶۲	مملکۂ سعودیہ کے ریڈیو کی تفصیلی خبر پر (در بارۂ روزہ وغیرہ) اعتماد درست ہے
۶۴	صوم وفطر میں اختلاف نہ امر مستبعد ہے اور نہ امر منکر
۶۶	مسئلہ لاعبرۃ لاختلاف المطالع فقہاء کے درمیان میں اختلافی ہے اجماعی نہیں
۶۸	اختلاف مطالع اور ریڈیو اعلان کے بارے میں تفصیلی استفسار اور مختصر جواب
۷۵	تکمیل ثلاثین کے بعد عید کا حکم دیا جائے گا جبکہ دو گواہوں سے ثبوت رمضان ہوا ہو

صفحہ	عنوانات

عنوانات	صفحہ

صفحہ	عنوانات

عنوانات	صفحہ

باب العوارض
المبیحۃ للفطر

عنوانات	صفحہ

باب الفدية

باب الاعتكاف

کتاب الحج

باب تفسیر الحج وشرائطه وارکانه

صفحہ	عنوانات

صفحہ	عنوانات
۲۲۷	دفاعی فنڈ میں رقم دینے سے فریضہ حج سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا
۲۲۸	بلوغت کے بعد دوبارہ حج کی فرضیت کا مسئلہ
۲۲۹	فریضہ حج کی تاخیر کیلئے اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا شرعی عذر نہیں ہے
۲۳۰	پہلے بیٹے کی شادی کرائے یا حج ادا کرے؟
۲۳۰	محرم کے بغیر حج کیلئے جانے کی کراہت میں عرب وعجم برابر ہیں
۲۳۱	بوڑھی عورت غیر محرم کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی
۲۳۱	کسی اجنبی شخص کو دینی بھائی بنا کر اس کے ساتھ حج کیلئے جانا جائز نہیں
۲۳۲	ائیرپورٹ پر محرم موجود ہے تب بھی سفر بغیر محرم کے جائز نہیں
۲۳۳	حج کیلئے بغیر محرم کے سفر معصیت ہے
۲۳۴	حاجیہ کیلئے دیور یا شوہر کا چچا محارم نہیں ہیں
۲۳۵	بلا محرم سفر ناجائز لیکن صحت حج اور فراغت ذمہ کیلئے مانع نہیں ہے
۲۳۵	کثیر حق مہر سے حج کی فرضیت اور ہبہ کی صورت میں فرضیت حج کا مسئلہ
۲۳۶	فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں
۲۳۷	کمپنی سے اجازت لئے بغیر نفلی حج ادا کرنا
۲۳۷	صحت کی امید کی صورت میں حج بدل درست نہیں ہوتا ہے
۲۳۸	عمرہ کی ادائیگی سے فریضہ حج ادا نہیں ہوتا
۲۳۸	زمین حل کے رہنے والوں کیلئے طواف قدوم کا مسئلہ

صفحہ	عنوانات

مسائل منثورہ

فصل فی الاحرام

عنوانات	صفحہ

| **باب القران والتمتع** | |

عنوانات	صفحہ

باب العمرة

باب الجنايات

عنوانات	صفحہ
حائضہ کا طواف زیارت اور طواف وداع ترک کرنا	۳۵۳
حج میں حاملہ عورت کیلئے واجبات ترک کرنے کے مسائل	۳۵۴
قبل از ادائیگی طواف زیارت زوجہ سے جماع کا حکم	۳۵۵

باب زیارۃ

قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عنوانات	صفحہ

کتاب النکاح

باب رسم النکاح وشرائطہ وآدابہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

باب مایجوز تزویجها

ومالا یجوز (المحرمات)

عنوانات	صفحہ

مسائل شتیٰ

عنوانات	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد چہارم)

الحمد لله القديم المنعم العظيم وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد عبده الحليم ورسوله الكريم وعلىٰ آله وأصحابه أجمعين، امابعد!

ارباب علم وفضل، فقہاء ومشائخ، علماء وطلباء اور عام مسلمانوں کی خدمت میں فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ کی جلد چہارم پیش کی جارہی ہے، فقیر مرتب اللہ کریم کا شاکر بلانہایت ہے کہ مجھ جیسے بے مایہ اور سیاہ کار کو اس علمی اور دینی خدمت کی توفیق بخشی، **الحمد لله حمداً كثيراً على ذلك.**

فتاویٰ کی ابتدائی جلدوں میں سے جلد دوم اور سوم کے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں جبکہ جلد اول کی ابھی تک چہار ایڈیشن نکلے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے خواص وعوام میں اس سلسلہ کو مقبولیت سے نوازا ہے اور امت مسلمہ برابر اس سے استفادہ فرمارہی ہے، یقیناً یہ سب کچھ خانوادہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی دینی، علمی اور اصلاحی خدمات جلیلہ اور دارالعلوم حقانیہ کے فیضان کا نتیجہ ہے، اس جلد (چہارم) میں **کتاب الصوم، کتاب الحج (کامل)** اور **کتاب النکاح** کے بعض ابواب شامل کئے گئے ہیں حسب سابق اس جلد کی ترتیب وتخریج اور بحث وتزئین میں بھی ان شرائط اور لوازمات کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے جو پہلی جلدوں میں ہم نے اختیار کئے تھے، بلکہ اس میں اس سے بھی زیادہ محنت اور لگن سے کام لیا گیا ہے، کامیابی اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے۔

ہر باب اور فصل تیار ہوتے ہی رئیس دارالافتاء (جامعہ حقانیہ) حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی مدظلہ العالی کی خدمت میں پیش کیا جاتا، آپ انتہائی جانفشانی کے ساتھ اس پر نظر ثانی فرماتے اور بعض مقامات پر جہاں آپ وضاحتی کلمات کا اضافہ محسوس کرتے آپ ہی کے حوالہ سے اس میں درج کئے گئے ہیں تاکہ کسی کا یہ خدشہ باقی نہ رہے کہ شاید اس میں حک واضافہ کیا گیا ہے، ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے فتاویٰ اپنی اصل شکل میں نقل ہوں اور حضرت مفتی صاحب کے ہزاروں شاگرد اور مریدین ومتعلقین یہ فیصلہ خود بھی کرسکتے ہیں کہ یقیناً یہ فتاویٰ اپنی اصل شکل میں منقول ہیں۔

اللہ کریم کا اس پر بھی بندہ شاکر بلانہایت ہے کہ سابقہ جلدوں کی طرح یہ جلد بھی ایک ایک باب حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں پیش کی گئی اور شدید ضعف ونقاہت اور کمزوری وعلالت کے باوجود ملاحظہ فرماکر خوشی کا اظہار کیا، اللہ کریم سے دست بدعا ہوں کہ آنے والی جلدیں بھی اسی طرح آپ کی تصدیق وتصویب کے ساتھ شائع ہوں۔

ترتیب، حذف مکررات، تخریج وتحقیق میں تلاش وجستجو، کمپوزنگ کی نگرانی اور پروف میں فقیر نے کوئی کوتاہی نہیں ہونے دی، بہر حال سولہ مہینے کی شبانہ روز محنت اور مسلسل کاوش کے بعد ہم اس سے سبکدوش ہورہے ہیں محدود وسائل اور بے مایہ صلاحیتوں کے ساتھ اس عظیم علمی وفقہی ذخیرہ کیلئے ہم جتنا کچھ بھی اپنی طالب علمانہ بساط کی حد تک اپنی کاوشوں کو بروئے کار لاسکتے تھے اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے: ؎ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

فقیر کو کم مائیگی، تقصیر اور تہی دامنی کا پورا اعتراف ہے لیکن اپنے شیخ ومربی زینۃ المحدثین فقیہ النفس زبدۃ العارفین حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم اور اساتذہ کرام ووالدین کی دعاؤں سے یہ فقیر اس علمی خدمت گرامی کے لائق ہوسکا ہے، اللہ کریم ان تمام کا سایہ عاطفت ہم پر تادیر قائم رکھے اور علمی اور دینی کاموں میں اخلاص اور پورے سکون کے ساتھ منہمک رکھے، فقیر مرتب ایک ادنیٰ طالب علم اور اپنے اکابر ومشائخ اور علماء اسلام کا خادم ہے، اسلئے کہیں بھی ٹھوکر کھانے اور غلطی کرنے سے کسی انسان کو مفر نہیں اسلئے ناظرین اور علماء کی خدمت میں عرض ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی غلطی نظر آئے بلاتأمل اطلاع سے نوازیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کردی جائے۔

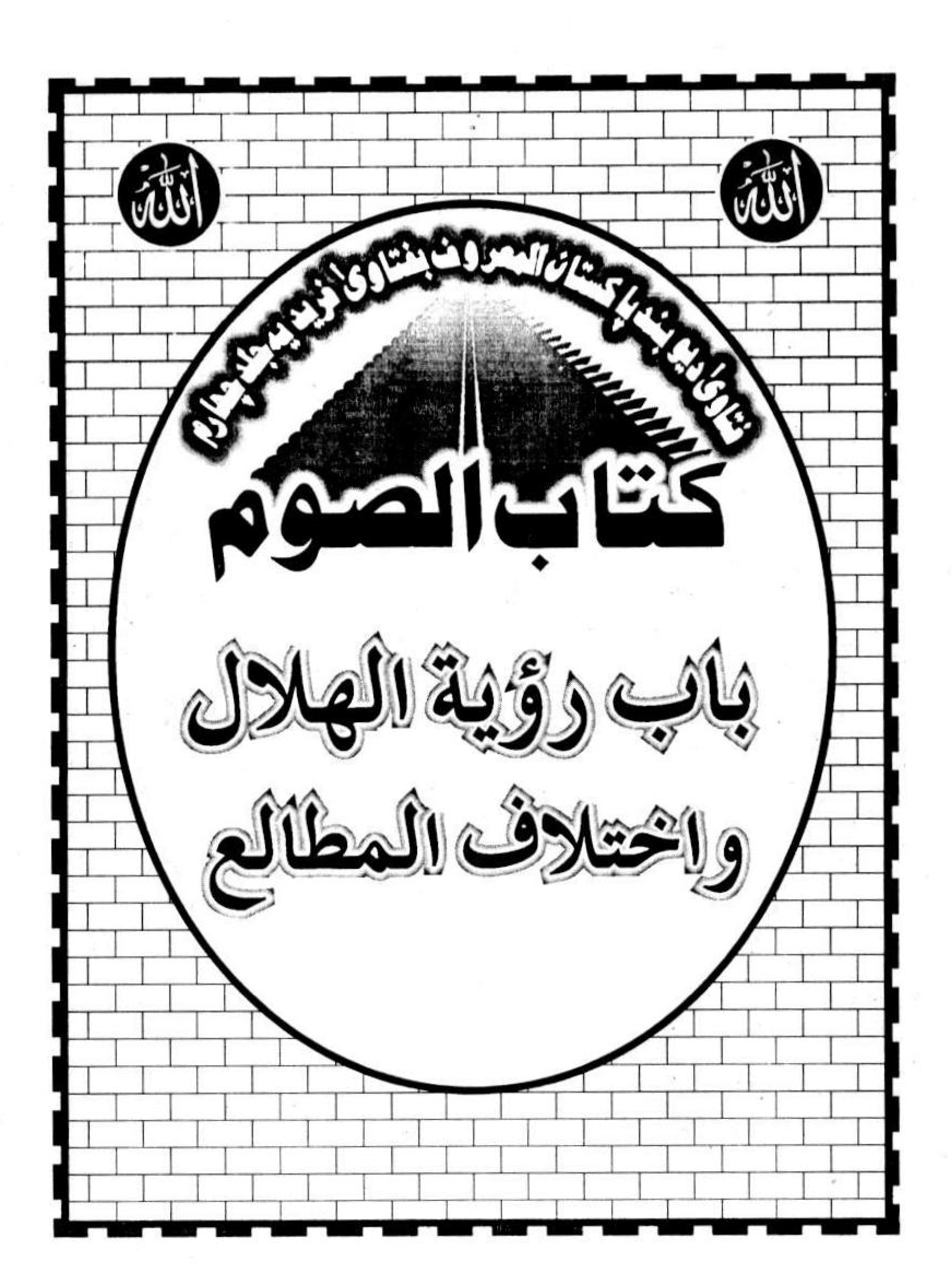
آخر میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں (**من لم یشکر الناس لم یشکر الله**) جو کسی بھی درجہ میں اس کام میں ہمارے ساتھ شریک ہوئے ہیں، خواہ صرف دعائیں کرنا اور حوصلہ افزا کلمات کہنا کیوں نہ ہو بالخصوص مولانا محمد اسحاق حقانی جو تخصص فی الفقہ کا طالب علم ہے نے تخریج میں پوری معاونت کی اسی طرح حافظ ولی الرحمن صدیقی (لوندخوڑ) جنہوں نے کمپوزنگ کا کام بہت چابکدستی کے ساتھ سرانجام دیا اور ساتھ جناب سلطان فریدی صاحب کہ آپ نے پروف اور اردو محاورہ کی تصحیح میں کامل جہد ومشقت سے کام لیا، اللہ کریم ہم سب کی ان محنتوں کو قبولیت سے نوازے اور دنیا وآخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے متمتع فرمائے، قارئین وناظرین سے استدعا والتجاء ہے کہ ہمیں دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

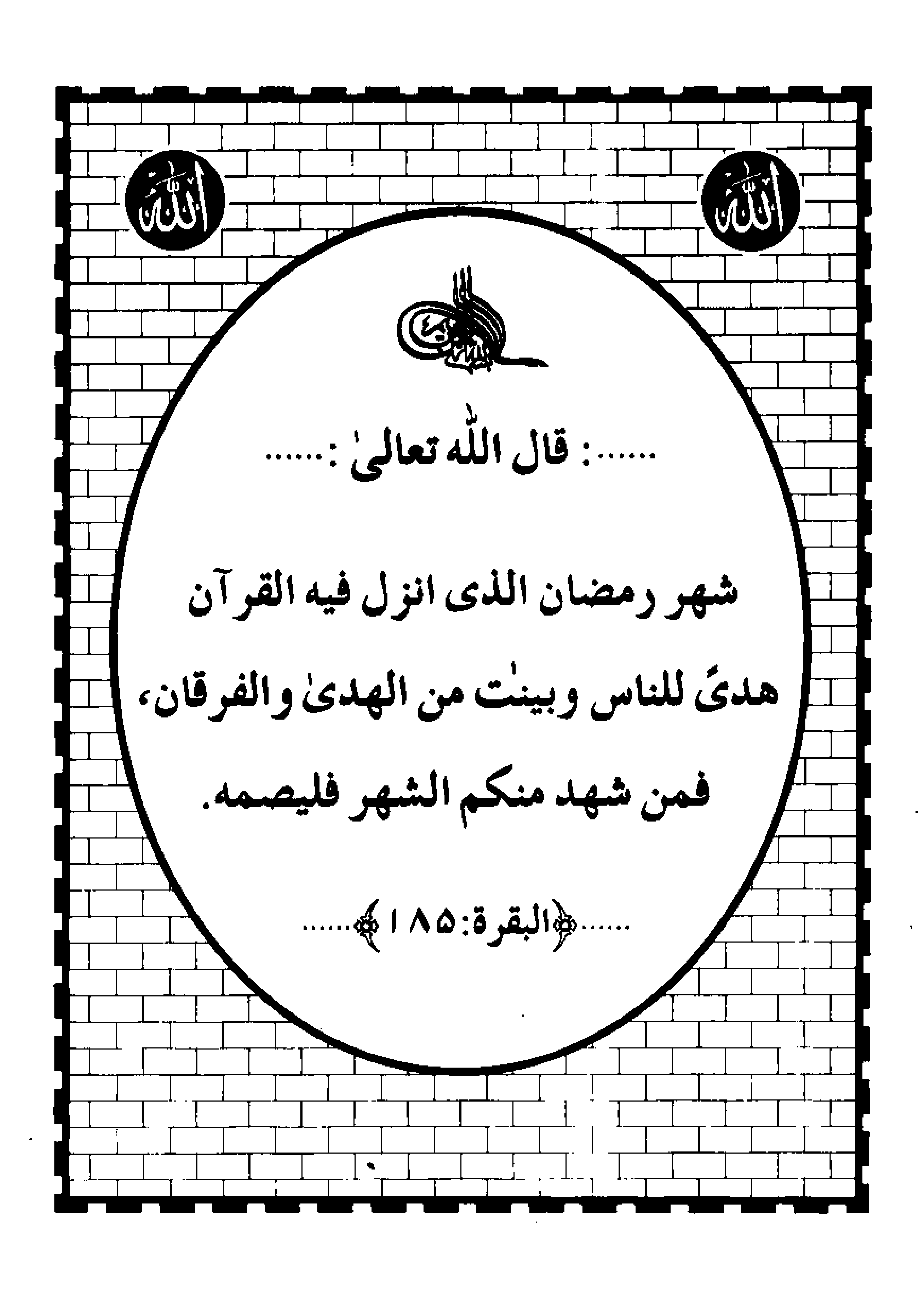
ولله الحمد اولاً وآخراً وبه التوفيق وهو المستعان وعليه التكلان ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علينا اصرا كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا. آمين يارب العالمين

طالب دعا۔

فقیر محمد وہاب منگلوری عفی عنہ

۲۰/۰۷/۲۰۰۷ء


الله
الله
فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد دوم
كتاب الصوم
باب رؤية الهلال
واختلاف المطالع



......: قال اللّٰه تعالىٰ :......
شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن
هدىً للناس وبينٰت من الهدىٰ والفرقان،
فمن شهد منكم الشهر فليصمه.
......﴿البقرة: ١٨٥﴾......

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الصوم

باب رؤیة الهلال و اختلاف المطالع

صوم و عید ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ مفروضوں پر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اہلیان مردان ہر سال دو تین دن پہلے محض مفروضوں اور حساب کتاب پر روزہ رکھتے ہیں، اسی طرح عید بھی کرتے ہیں جبکہ دوسرے علاقوں اور حکومتی کمیٹی کا اعلان بعد میں ہوتا ہے، اسی بنا پر بندہ نے ایک مسجد کی امامت سے استعفیٰ بھی دے دیا ہے اور میرے خلاف پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا ہے اب کیا کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل الرحمٰن مردان

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ ثبوت شرعی کے بغیر نہ روزہ رکھیں اور نہ عید منائیں ﴿۱﴾ اگر آپ امامت کرنے پر مجبور ہوں تو ظاہری طور پر عید منائیں اور افطار نہ کریں، حقیقت یہ

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: وبيان ما يعرف به وقته فان كانت السماء مصحية يعرف برؤية الهلال وان كانت متغيمة يعرف باكمال شعبان ثلاثين يوماً...... وكذلك ان غم على الناس هلال شوال اكملوا عدة رمضان ثلاثين يوما لان الاصل بقاء الشهر وكماله فلا يترك هذا الاصل الا بيقين على الاصل المعهود ان ما ثبت بيقين لا يزول الا بيقين مثله فان كانت السماء مصحية ورأى الناس الهلال صاموا وان شهد واحد برؤية الهلال لا تقبل شهادته مالم تشهد جماعة يقع العلم للقاضي بشهادتهم في ظاهر الرواية ولم يقدر في ذلك تقديراً.
(بدائع الصنائع ۲: ۲۲۰ قبيل اختلاف المطالع)

ہے کہ مردان کے لوگ احتیاط نہیں کرتے اللہ کریم ان کو توفیق دے۔ وھو الموفق

عیدو رمضان کا حکم ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ حساب وشمار پر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال دنوں کے حساب سے عید جمعہ کے دن آتی ہے، رات گیارہ بجے ریڈیو نے بھی اعلان عید کر دیا اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزے مکمل ہو گئے اور بعض کہتے ہیں کہ روزے پورے نہیں ہوئے ڈائری میں بھی ایک دن کم ہے کیونکہ اس میں تیس روزے حساب کئے گئے ہیں لہٰذا اس ایک روزہ کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل حق کلکوٹ ضلع دیر......۲/ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: آپ کے روزے مکمل ہیں کیونکہ یہ رمضان انتیس دن کا تھا رؤیت ہلال کی بنا پر رمضان کا حکم دیا گیا تھا اور اسی طرح شوال کا بھی، ڈائری اور جنتری کے حسابات پر کوئی اہل علم اعتماد نہیں کرتا لہٰذا شک وشبہ نہ کریں اور آپ پر یا کسی اور کے ذمہ قضا نہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی مہینوں کا حساب غیر ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے حساب سے مہینہ معلوم کر کے روزہ اور عید کا حکم بغیر رؤیت ہلال اور شہادت دے دیں تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور سند بن سکتی ہے یا نہیں؟ یہ حساب کتاب فتاویٰ نور الہدیٰ جامع الفوائد ۴۳۶ میں درج ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبد الحیٔ اکبر پورہ......۱۹۷۵ء/۱۰/۱۲

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ان الاستقصاء فی معرفه الشهر لا الی الکتاب والحساب کما علیه اهل النجامة فالمعنی ان العمل علی ما یعتاده المنجمون لیس من هدینا وسنتنا بل علمنا یتعلق برؤیة الهلال فانا نراه مرة تسعا وعشرین ومرة ثلاثین.

(مرقاۃ المفاتیح شرح المشکواۃ ۴: ۲۴۴ باب رؤیة الهلال الفصل الاول)

الجواب: یہ حساب روایۃً اور درایۃً مردود ہے، اما الاول فلانه لم یرو عن اصحابنا لا فی الظواهر ولا فی النوادر ولا فی الفتاویٰ المعتبرة﴿۱﴾ واما درایة فلانه معارض بالحدیث وتعامل السلف ﴿۲﴾ وایضا لم یرو عن علی رضی الله عنه بسند صحیح ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قوله ولا عبرة بقول الموقتین ای فی وجوب الصوم علی الناس بل فی المعراج لا یعتبر قولهم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسه...... ووجه ما قلناه ان الشارع لم یعتمد الحساب بل الغاه بالکلیة بقوله نحن امة امیة لا نکتب ولا نحسب الشهر هکذا وهکذا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۰ مطلب لا عبرة بقول المؤقتین فی الصوم)

﴿۲﴾عن ابن عمر قال قال رسول اللهﷺ لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاقدروا له متفق علیه،وقال رسول اللهﷺ صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین متفق علیه، وقال رسول اللهﷺ انا امة امیة لا نکتب ولا نحسب الشهر هکذا وهکذا و عقد الابهام فی الثالثة ثم قال الشهر هکذا هکذا وهکذا یعنی تمام الثلاثین یعنی مرة تسعا وعشرین ومرة ثلاثین متفق علیه .

(مشکواة المصابیح ۱: ۱۹۰ باب رؤیة الهلال)

﴿۳﴾ یہ توقیت اور اندازے بعض سلف سے منقول ہیں لیکن ان کی حیثیت محض لطائف سے زیادہ نہیں شریعت میں مشاہدہ کو اعتبار ہے مثلاً علامہ محمد مغربی نے لکھا ہے کہ قمری کیلنڈر میں چار مہینوں تک مسلسل تیس کا چاند ہوسکتا ہے مگر اس کے بعد نہیں اور انتیس کا چاند مسلسل تین ماہ تک ہوسکتا ہے اس کے بعد نہیں (الیواقیت العصریہ ۱۴۹) اور حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ کسی رمضان کی پانچ تاریخ جس دن ہو اگلے رمضان کا پہلا روزہ لازماً اسی دن ہوتا ہے علامہ مغربی کہتے ہیں کہ اس قاعدہ کو پچاس سال آزمایا گیا ہمیشہ صحیح نکلا (الیواقیت ۳۴۲) ابن عبدالبر نے تصریح کی ہے کہ مہینہ چار مہینوں تک مسلسل ناقص رہ سکتا ہے اور پانچواں پورا تیس رہے گا، اور علامہ نووی نے کہا ہے،قالوا وقد یقع النقص متوالیا فی شهرین وثلاثة واربعة ولا یقع فی اکثر من اربعة.

(نووی شرح مسلم ۱: ۳۴۷ باب رؤیة الهلال) ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جب چاند نظر نہ آئے تو رؤیت ہلال کمیٹی پر اعتماد کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دفعہ رؤیت ہلال کمیٹی کی جانب سے عید الفطر کا جو اعلان ہوا تھا کہ کمیٹی والوں نے چاند خود دیکھا ہے یہاں ایک مولوی صاحب نے کہا کہ رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلان ہمارے لئے حجت نہیں جب تک میرے پاس خود شواہد نہیں آئیں گے، میں عید کا اعلان نہیں کروں گا، کیا مولوی صاحب مذکور کا یہ طریقہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد فاروق احمد، احمد پور شرقیہ بہاولپور.....۱۹۸۳ء/ ۸/ ۱۰

الجواب: ریڈیو اور دیگر آلات اطلاعات ونشریات جب چاند کے متعلق اعلان کرتے ہیں تو

(بقیہ حاشیہ) لیکن علامہ نووی اور ابن عبد البر نے اس میں استقراء پر اعتماد کیا ہے اور دلیل استقرائی مفید یقین نہیں ہوتی، قال ابو عبد الله قطب الدين الرازی: الاستقراء هو الحكم على كلى لوجوده فی اكثر جزئياته..... لان مقدماته لا تحصل الا بتتبع الجزئيات وهو لا يفيد اليقين لجواز وجود جزئ آخر لم يستقر ويكون حكمه مخالفا لما استقرئ، (القطبی ۳۴۸ بیان الاستقراء) لہذا یہ محض لطیفہ ہوسکتا ہے کلی حکم نہیں ہے، قال الملا علی قاری: فان النووی و ابن عبد البر صرحا بان الشهر قد ينقص اربعة اشهر متوالية لا خمسة قال ابن حجر وكانهما اعتمدا فی ذلک على الاستقراء ومع ذلک الظاهر انه لو وقع خلاف ذلک عمل به (مرقاة المفاتيح ۴: ۲۴۴ باب رؤية الهلال) اور یہ حدیث جو ہے شهرا عيد لا ينقصان رمضان و ذو الحجة متفق عليه، تو اس سے مراد حسی اور عددی نقصان نہیں ہے بلکہ ثواب مراد ہے، قال القاری: لا ينقصان ای غالبا عن الثلاثين او ثوابا ولو نقصا عددا او لا ينقصان معا فی سنة واحدة او فی سنة معينة اراها ﷺ وليس المراد انهما لا ينقصان حسا كما اجمعوا عليه ولا عبرة بمخالفة بعض الشيعة لانه مخالف للمشاهدة ..... قال بعض الحفاظ صام رسول الله ﷺ تسع رمضانات منها رمضانان فقط ثلاثون كذا فی شرح ابن حجر.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكواة المصابيح ۴: ۲۴۵ باب رؤية الهلال)......از مرتب

اعتمادی ادارہ (رؤیت ہلال کمیٹی) کی طرف سے اعلان کرتے ہیں جس سے اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے لہٰذا اس پر اعتماد کر کے عید اور روزہ رکھنا جائز ہے ﴿۱﴾ ہر ایک امام (مسجد) کے سامنے ثبوت رؤیت ضروری نہیں ہے بلکہ ایک جگہ رؤیت ثابت ہونے پر تمام لوگوں کو روزہ رکھنا ضروری ہے (لما فی الهندية ۱:۱۹۸) ﴿۲﴾. وهو الموفق

قمری سال کا حساب وکتاب بہت آسان اور مشاہد ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شمسی اور عیسوی سال تقریباً تین سو پینسٹھ دن کا مانا گیا ہے لیکن اس کے برعکس قمری سال میں ایک مہینہ تیس دن کا اور ایک انتیس اور کبھی دو تیس اور دو انتیس دن کے، لیکن میرے خیال میں کسی کو بھی صحیح علم نہیں کہ کونسا مہینہ قمری کا انتیس کا ہے اور کونسا تیس کا ہے اگر واقعی کوئی صحیح حساب موجود ہے تو اس کو مکمل طور پر تحریر کیجئے تاکہ ہم بخوبی واقف ہوسکیں، یا اس کا صحیح علم صرف خداوند کریم کو ہے، اور اگر یہ کوئی مشکوک چیز ہے تو کیا دین میں بھی شک جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جمعہ خان خٹک نظام پور نوشہرہ......۱۹۶۹ء/۱۱/۲۶

الجواب: شمسی سال کا شروع اور اختتام اسی طرح مہینوں کی ابتدا اور انتہا ہمیں صرف تقلید اور

﴿۱﴾قال ابن عابدين: وقد يقال ان المدفع فی زماننا يفيدغلبة الظن وان كان ضاربه فاسقا لان العادة ان المؤقت يذهب الى دارالحكم آخر النهار فيعين له وقت ضربه ويعينه ايضا للوزير وغيره واذا ضربه يكون ذلک بمراقبة الوزير واعوانه فيغلب على الظن بهذه القرائن عدم الخطا وعدم قصد الافساد.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۱۵ مطلب فی جواز الافطار بالتحری)

﴿۲﴾وفی الهندية: وان لم يكن بالسماء علة لم تقبل الاشهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم وهو مفوض الى رأى الامام من غير تقدير هو الصحيح كذا فی الاختيارشرح المختار.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۹۸ الباب الثانی فی رؤية الهلال)

حساب سے معلوم ہوتا ہے ﴿۱﴾ ورنہ ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ سورج فلاں نقطہ سے فلاں تاریخ کو روانہ ہوا اور اسی نقطہ کو فلاں تاریخ کو پہنچا، اور اسی طرح مہینے کی ابتدا اور انتہا کا حال ہے بلکہ جو لوگ شمس کو ساکن خیال کرتے ہیں تو ان کیلئے سال شمسی کی بجائے سال ارضی نام رکھنا چاہئے، اور ان کیلئے ضروری ہے کہ زمین کے ایک خاص نقطہ سے حرکت کی ابتدا اور انتہا مقرر کریں بخلاف قمری سال اور مہینہ کے کہ اس کی ابتدا اور انتہا کا دار مدار شریعت مقدسہ میں ہمارے ثبوت پر رکھا گیا ہے جو کہ بہت آسان ہے اور اسی ثبوت کی بنا پر مہینے بعض

﴿۱﴾ زمین سورج کے گرد ایک چکر تین سو پینسٹھ دن پانچ گھنٹے اڑتالیس منٹ چھیالیس سیکنڈ میں مکمل کرتی ہے اگر ہر سال کو ۳۶۵ دن کا شمار کیا جاتا تو کیلنڈر پانچ گھنٹے اڑتالیس منٹ ۴۶ سیکنڈ سالانہ کے حساب سے مسلسل تیز چلتا جاتا جس سے مندرہ ذیل کیفیت جنم لیتی۔

چار سالوں میں تیئس گھنٹے پندرہ منٹ اور چار سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

سو سالوں میں چوبیس دن پانچ گھنٹے سولہ منٹ چالیس سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

چار سو سالوں میں ۹۶/ دن ۲۱/ گھنٹے ۶/ منٹ ۴۰/ سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

چار ہزار سالوں میں ۹۶۸/ دن انیس گھنٹے چھ منٹ چالیس سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

اس فرق کو دور کرنے کیلئے عیسوی شمسی تقویم میں مندرجہ ذیل ضابطے وضع کئے گئے ہیں۔

(۱)...... چار سال میں کیلنڈر سورج کے گرد زمین کی سالانہ گردش کے اعتبار سے تقریباً ایک دن آگے ہو جاتا ہے جسے اصل مقام پر لانے کیلئے ہر چوتھے سال ماہ فروری میں ایک دن کا اضافہ کر دیا جاتا ہے یوں جس سال کے اعداد چار پر پورا تقسیم ہو جائیں وہ لیپ کا سال کہلاتا ہے اس اضافہ کے باعث لیپ کا سال ۳۶۶/ دن کا ہو جاتا ہے۔

(۲)...... اگر مذکورہ بالا ضابطہ پر مکمل عمل کیا جائے تو ۱۰۰/ سال میں ۲۵/ دن کا اضافہ ہو جائے گا جبکہ اس عرصہ میں اصل فرق تقریباً چوبیس دن ہوتا ہے لہٰذا ۲۵ ویں دن کے فالتو اضافہ کو روکنے کیلئے صدی کا آخری سال یعنی وہ سال جس کے اعداد ۱۰۰/ پر پورا تقسیم ہو جائیں، لیپ شمار نہیں کیا جاتا، اس طرح ایک عام صدی میں لیپ کے کل چوبیس سال بنتے ہیں۔

(۳)...... اگر ہر صدی میں چوبیس دن بڑھائے جائیں تو چار سو سال میں ۹۶/ دن کا اضافہ ہوگا، جبکہ اس عرصہ میں اصل فرق تقریباً ۹۷/ دن ہوتا ہے لہٰذا اس ایک دن کی کمی کو پورا کرنے کیلئے .... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تیس دن کے ہوں گے اور بعض انتیس دن کے، **فافهم وتدبر** ﴿۲﴾. لہٰذا اس کا یقین نہ کرنا شریعت سے ناواقفیت کا ثبوت ہے اور اللہ تعالیٰ کی معلومات میں کوئی شک ممکن نہیں ہے لیکن ہماری معلومات میں شک واقع ہوتا ہے مثلاً یوم الشک جو کہا جاتا ہے تو خدا کے علم میں کوئی شک نہیں ہوتا ہے خدا کو یہ معلوم ہے کہ یہ دن رمضان کا ہے یا شعبان کا، شک ہم کو عارض ہے کہ ہم سے مکمل تحقیق نہ ہوسکی۔ **وهو الموفق**

(بقیہ حاشیہ) چار صدیوں کا آخری سال یعنی وہ سال جس کے اعداد ۴۰۰/ پر پورا تقسیم ہو جائیں لیپ شمار کیا جاتا ہے۔
(۴)...... اگر ہر چار صدیوں میں ۹۷/ دن بڑھائے جائیں تو چار ہزار سال میں ۹۷۰/ دن کا اضافہ ہو جائے گا جب کہ اس عرصہ میں اصل فرق تقریباً ۹۶۹/ دن کا ہوتا ہے، لہٰذا ایک دن کے فالتو اضافہ کو روکنے کیلئے ہر چار ہزار سال بعد وہ سال جن کے اعداد ۴۰۰۰/ پر پورا تقسیم ہو جائیں لیپ شمار نہیں کیا جاتا، اس عرصہ کے بعد جو چند گھنٹوں کا فرق رہ جاتا ہے اسے چوبیس گھنٹے یا ایک مکمل دن بننے کیلئے تقریباً بیس ہزار سال چاہئیں۔

مذکورہ بالا سارا اہتمام جدید گریگورین کیلنڈر میں کیا گیا ہے قدیم جیولین کیلنڈر میں ہر صدی کا آخری سال لیپ شمار کیا جاتا تھا، لہٰذا جب پوپ گریگوری نے ۱۵۸۲ء میں ایک فرمان کے ذریعے جدید کیلنڈر کے ضوابط جاری کئے اس وقت عیسوی کیلنڈر اصل سے تقریباً ڈیڑھ ہفتہ پیچھے چل رہا تھا، اس فرق کو یوں دور کیا گیا کہ جمعرات چار اکتوبر ۱۵۸۲ء کے بعد دس دن حذف کر دیئے گئے یعنی اس سے اگلا روز جمعہ بجائے پانچ اکتوبر کے پندرہ اکتوبر قرار پایا، پروٹسٹنٹ ممالک نے پوپ سے اپنے مذہبی اختلافات کے پس منظر میں اس ترمیم کو جلد قبول نہ کیا تاہم مختلف ممالک اسے مختلف وقفوں سے اپناتے رہے، مصر اور جاپان نے اسے انیسویں صدی کے تیسرے ربع کے آخر میں قبول کیا، چین، ترکی، روس اور یونان نے اسے اپنے ہاں بیسویں صدی میں جاری کیا اس وقت تک یہ فرق تیرہ دن ہو چکا تھا۔

اٹھارویں صدی کے وسط ۱۷۵۲ء میں جب گریگورین کیلنڈر انگلستان میں نافذ کیا گیا، مذکورہ بالا فرق گیارہ دن تھا، لہٰذا اس سال بدھ دو ستمبر کے بعد یہ دن تو نہیں بلکہ اس سے اگلے روز جمعرات کو تین ستمبر کی بجائے چودہ ستمبر قرار دیا گیا، علاوہ ازیں انگلستان میں اسی سال سے سال نو کا اول دن یکم جنوری قرار پایا، جبکہ اس سے پیشتر وہاں دو قسم کے کیلنڈر رائج تھے، سول **Civil** یا قانونی **Legal** سال کا آغاز پچیس مارچ سے ہوتا تھا اس طرح اگر مثال کے طور پر ۱۵۵۰ء کا آخری روز چوبیس مارچ تھا تو اس سے اگلا روز پچیس مارچ [illegible]

۱۵۵۱ء کا پہلا دن، اس کے برعکس تواریخی Historical سال یکم جنوری ہی سے شروع کیا جاتا تھا، اس طرح اگر ایک ہی دن قانونی سال کے اعتبار سے چوبیس مارچ ۱۵۵۰ء تھا تو تواریخی سال کے اعتبار سے چوبیس مارچ ۱۵۵۱ء ہر سال یکم جنوری سے چوبیس مارچ تک تمام دنوں کی یہی کیفیت تھی، اس سے قبل ساتویں صدی سے تیرھویں صدی تک سال نو کرسمس کے دن سے شمار کیا جاتا رہا، اس کے علاوہ بھی عیسوی تقویم میں چھوٹی موٹی تبدیلیاں ہوتی رہیں مگر موجودہ تقویمی حسابوں میں یکسانیت اور سہولت کی خاطر تمام عرصے کے سالوں کا آغاز یکم جنوری ہی سے کیا جاتا ہے (ماخوذ از جوہر تقویم)......(از مرتب)

﴿۲﴾ واضح رہے کہ قمری مہینے نئے چاند سے شروع ہوتے ہیں اور حسابی قواعد صرف حساب میں اختصار اور آسانی کی خاطر ترتیب دیئے گئے ہیں علوم فلکیات کی رو سے رویت ہلال کے مشاہداتی معیار کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ جس طرح ہم ہفتے کے ایام اور شمسی تاریخیں مشرق کے ایک مخصوص مقام (۱۸۰/ درجہ طول بلد کے ساتھ گزرنے والی بین الاقوامی ڈیٹ لائن) سے ایک مخصوص وقت پر (رات بارہ بجے) شروع کرتے ہیں اور آئندہ چوبیس گھنٹوں کیلئے اس سے مغرب کی طرف واقع مقامات پر ان جگہوں کے معیاری اوقات کے مطابق ان کی یکساں مطابقت کرتے جاتے ہیں قمری اعتبار سے ایسا ہونا ہرگز ممکن نہیں، کیونکہ چاند کی غیر یکساں ماہانہ گردش کے باعث رویت ہلال کا آغاز ہمیشہ کسی ایک مخصوص مقام پر نہیں ہوتا، نیا چاند کرۂ ارض کے وسطی یا مغربی حصوں میں مشرقی مقامات سے پہلے نظر آ سکتا ہے دوسرے الفاظ میں ہر مہینے کی قمری ڈیٹ لائن مختلف مقامات سے شروع ہوتی ہے اور خاص بات یہ ہے کہ شمسی ڈیٹ لائن کی مانند یہ تقریبا ایک سیدھ میں نہیں بلکہ خمیدہ بیضوی قوس کی صورت میں ہوتی ہے اور یوں ایک ہی طول بلد پر واقع تمام مقامات سے نہیں گزرتی بلکہ مشرق سے مغرب کی جانب قوس کے صرف اندرونی درجوں کو گھیرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اسلامی ممالک میں چاند دیکھے جانے کے باقاعدہ انتظامات کے باوجود کئی مرتبہ ان کی رویت ہلال میں دوسرے ممالک سے ایک روز کی تاخیر ہو جاتی ہے ان وجوہات کی بنا پر رویت ہلال کے مطابق ایک حتمی بین الاقوامی قمری تقویم تیار کرنا قطعا ممکن نہیں لہٰذا مذکورہ بالا حسابی قاعدوں کو ہم حرف آخر نہیں بلکہ قریب ترین درست تاریخ معلوم کرنے کا ایک آسان طریقہ کہہ سکتے ہیں، جس میں رویت ہلال سے ایک آدھ روز کا اختلاف بسا اوقات ہو جاتا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قمری مہینوں کی اصل مدت ۲۹/ دن چھ گھنٹے اور ۲۹/ دن ۲۰/ گھنٹے کے درمیان مختلف مہینوں میں...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس زمانے میں فسق عام ہے اس لئے رؤیت کے مسئلے میں قاضی تحری کرے گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو یا دو آدمیوں سے زیادہ نے گواہی دی کہ ہم نے عید کا چاند دیکھ لیا ہے اور ساتھ آسمان گرد آلود اور ابر آلود بھی ہو اور یہ لوگ عام لوگوں میں متہم بالفسق ہوں کیونکہ یہ لوگ بعض دفعہ بغیر کسی عذر کے نماز چھوڑتے ہیں اور پھر بھی رویت ہلال فطر کی گواہی دیتے ہیں تو کیا ان کا قول اور شہادت قبول کی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملا شیر محمد لورآلائی بلوچستان......۲۱/۱۰/۱۹۷۸ء

الجواب: اس باب میں ظن غالب کو دیکھا جاتا ہے اگر قاضی کی تشفی ان کے بیان پر ہو جائے تو پھر صحیح ہے اس زمانے میں تو فسق عام ہے اس وجہ سے قاضی تحری کرے گا، **والفاسق اهل للقضاء حتى لو قلد يصح الا انه لا ينبغي ان يقلد كما في حكم الشهادة فانه لا ينبغي ان يقبل القاضي شهادته ولو قبل جاز عندنا (هدايه ۲: ۱۲۲)** ﴿۱﴾. جب قاضی کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ اگر چہ

(بقیہ حاشیہ) مختلف ہوتی ہے مگر حسابی تقویم میں ان کی اوسط مدت (۲۹/ دن پونے تیرہ گھنٹے تقریباً) کو مدنظر رکھا جاتا ہے اس کے علاوہ حساب میں سہولت کی خاطر ہر قمری سال کے مہینے ایک ہی ترتیب سے ۳۰/ اور ۲۹/ دنوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں جبکہ عملی طور پر قطعاً ایسا نہیں ہوتا، اس معمولی سے سقم کے باوجود ان قاعدوں کی افادیت بہر حال مسلم ہے جو تحقیقی امور میں کافی ممد ثابت ہو سکتی ہے۔

(ماخوذ از جوہر تقویم لضیاء الدین لاہوری)۔

خلاصہ:......ان دونوں نظاموں کی تفصیلی تقویم سے معلوم ہوا کہ شمسی نظام تقویم مفروضوں اور انسانوں کے تعین و تخصیص کے ساتھ قائم ہے، اور اس لئے طویل میعاد گزرنے کے بعد اس میں کمی بیشی کی جاتی ہے، جبکہ قمری حساب میں ایسا نہیں ہے اور اسلئے شریعت نے چاند کے ثبوت اور عدم ثبوت پر معیار رکھا ہے جو کہ انتہائی آسان اور سہل ترین طریقہ ہے۔......(از مرتب)

﴿۱﴾ **(هداية على صدر فتح القدير ۲: ۳۵۸ كتاب ادب القاضي)**

فساق ہیں لیکن جھوٹ نہیں بولتے ہیں تو پھر ان کی شہادت قبول کی جائے گی ﴿۱﴾ آج کل عادلین کہاں ہیں،لان قوله فی الدیانات غیر مقبول ای فی التی یتیسر تلقیها من العدول (ردالمحتار ۲: ۱۲۲)﴿۲﴾. وهو الموفق

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی تفصیلی خبر پر اعتماد درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایسے مقام یا علاقہ میں لوگ رہتے ہیں جن کو عموماً اول رات کا چاند نظر آتا ہو اگر کسی وجہ سے ان کو چاند نظر نہ آئے تو اس قسم کے لوگ ریڈیو کے اعلان پر اعتماد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: (شیخ الحدیث) مولانا مغفور اللہ صاحب دار العلوم حقانیہ ۱۹۷۸ء/۱/۳۰

الجواب: وہ امارات جو ظن غالب کا افادہ کریں ان پر اعتماد بلاتقید جائز ہے تو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بطریق اولیٰ جائز ہوگا، بشرطیکہ خبر تفصیلی ہو اور حکم دہندہ اور منشأ حکم پر مشتمل ہو، اما الاول فلما فی منحة الخالق علی هامش البحر ۲: ۲۷۰ لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاهل القریٰ ونحوها الخ ﴿۳﴾. واما الثانی فلکونها

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: قال فی جامع الفتاویٰ واما شهادة الفاسق فان تحری القاضی الصدق فی شهادته تقبل والا لا، وفی الفتاویٰ القاعدیة هذا اذا غلب علی ظنه صدقه وهو مما یحفظ درد اول کتاب القضاء وظاهر قوله وهو مما یحفظ اعتماده.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۴: ۴۱۴ کتاب الشهادات)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۹ قبیل مطلب لا عبرة بقول المؤقتین فی الصوم)

﴿۳﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبیل باب مایفسد الصوم وما لایفسده)

واضحة الدلالة لعدم احتمال التخلف بضرب المدافع وغيرها ﴿۱﴾. واما الثالث فلحصول اليقين على الظن مالم يعتمدوا على قول الطاعنين. وهو الموفق

سوال میں پیش کردہ تجویز اصولی نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستان میں ہمیشہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ اور اسی طرح رمضان کے متعلق اختلاف آ رہا ہے لہٰذا اگر ہم سعودی عرب کے ساتھ صرف ایک دن کافرق رکھ کر صوم وغیرہ کا اعلان کرتے رہیں تو یہ تجویز عندالشرع جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک عجب خان آفریدی درہ آدم خیل ۲۲/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ صوم وفطر کا دار مدار ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ نفس الامر اور اصل حقیقت پر لہٰذا اس میں اختلاف سلفا وخلفا آ رہا ہے اس کو منکر سمجھنا منکر ہے ﴿۲﴾ اور جو تجویز آپ نے پیش کی ہے وہ غیر اصولی ہے، نیز اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے میں خطرہ ہے کہ عوام کالانعام بلالگام پاکستانی رویت پر روزہ رکھیں گے اور ۲۷/ یا ۲۸/ دن بعد سعودی ریڈیو پر افطار کریں گے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن عابدين: وقد يقال ان المدفع في زماننا يفيد غلبة الظن وان كان ضاربه فاسقا لان العادة ان الموقت يذهب الى دارالحكم آخر النهار فيعين له وقت ضربه ويعينه ايضا للوزير وغيره واذا ضربه يكون ذلك بمراقبة الوزير واعوانه للوقت المعين فيغلب على الظن بهذه القرائن عدم الخطا وعدم قصد الافساد والا لزم تاثيم الناس وايجاب قضاء الشهر بتمامه عليهم فان غالبهم يفطر بمجرد سماع المدفع من غير تحر ولا غلبة ظن والله تعالىٰ اعلم. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۱۵ مطلب في جواز الافطار بالتحرى)

﴿۲﴾ قال الامام ولي الله الدهلوي: قال النبي ﷺ لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاقدروا له وفي رواية فاكملوا العدة ثلاثين اقول لما كان وقت الصوم مضبوطا بالشهر القمرى باعتبار روية الهلال (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

افغانستان اور پاکستان کے درمیانی علاقہ کے لوگ اہل فتویٰ کے فیصلہ کا اتباع کریں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں پہلی رات کا چاند نظر نہیں آتا خواہ آسمان صاف ہو یا گرد آلود ہو کیونکہ یہاں اونچے اونچے پہاڑ ہیں چونکہ ہمارا علاقہ قبائلی ہے جو افغانستان اور پاکستان کے درمیان واقع ہے تو ہم عید اور صوم پاکستان کے ساتھ کریں یا افغانستان کے ساتھ، حالانکہ اکثر پاکستان اور افغانستان کے درمیان ایک دو دن کا فرق ضرور ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبید اللہ افغانی مقام تیراہ کرم ایجنسی.....شوال ۱۳۸۹ھ

الجواب: ایسے درمیانی علاقہ کے اہل کیلئے اہل علم وفتویٰ کے فیصلہ کے رو سے دونوں ملکوں کے ساتھ موافقت جائز ہے﴿۱﴾ لیکن بہتر یہ ہے کہ جس وطن کی خبر پر رمضان کا حکم دیوے تو فطر میں بھی اس کی موافقت کریں۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وهو تارة ثلاثون يوما وتارة تسعة وعشرون وجب في صورة الاشتباه ان يرجع الى هذا الاصل وايضا مبنى الشرائع على الامور الظاهرة عند الاميين دون التعمق والمحاسبات النومية، بل الشريعة واردة باخمال ذكرها وهو قولهﷺ انا امة امية لا نكتب ولا نحسب..... واعلم ان من المقاصد المهمة في باب الصوم سد ذرائع التعمق ورد ما احدثه فيه المتعمقون فان هذه الطاعة كانت شائعة في اليهود والنصارىٰ ومتحنثي العرب ولما رأوا ان اصل الصوم هو قهر النفس تعمقوا وابتدعوا اشياء فيها زيادة القهر وفي ذلك تحريف دين الله وهو اما بزيادة الكم اوالكيف ..... واصل التعمق ان يؤخذ موضع الاحتياط لازما ومنه يوم الشك ومن الكيف النهي عن الوصال والترغيب في السحور ... ثم الهلال يثبت بشهادة مسلم عدل او مستور انه رآه وقد سن رسول اللهﷺ في كلتا الصورتين ... وكذلك الحكم في كل ماكان من امور الملة فانه يشبه الرواية.

(حجة الله البالغة ۲: ۵۱ احكام الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ولو كانوا ببلدة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عیدوروزہ میں مقامی علماء کے فیصلہ کی پابندی اور باضابطہ ریڈیو اعلان......

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ تیراہ میں ہمیشہ آسمان غبار آلود ہوتا ہے ہمیشہ رمضان المبارک میں کمی آتی ہے لہٰذا اگر آپ کے پاس شعبان المعظم کی شہادت آئی ہو اور کسی دن کا ثبوت ہو تو ہمیں ارسال فرما کر مشکور فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم محمد الیاس بزوٹ خیل تیراہ کوہاٹ......۶ ۱۹۷ء/ ۸/ ۳

الجواب: ہمارے ہاں ماہ شعبان المعظم کی رویت لیلۃ الاربعاء (بدھ کی رات) کو ہوئی تھی، نیز ماہ رمضان المبارک (۱۳۹۶ھ) کی رؤیت شب جمعہ کو ہوئی تھی اور اس پر شہادت بھی قائم کی گئی تھی اور قبول کی گئی تھی، باقی آپ کے علاقہ کے لوگ مقامی علماء کے فیصلہ کی پابندی کریں اور ریڈیو کی تفصیلی خبر پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

رمضان اور عید ہمارے ہاں رؤیت ہلال شرعی پر ہوا ہے

سوال: بخدمت اقدس مخدومی وسیدی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدکم؛

(بقیہ حاشیہ) لا حاکم فیها صاموا بقول ثقة) وفی السراج ولو تفرد واحد برؤیته فی قریة لیس فیهاوال ولم یأت مصرا یشهد وهو ثقة یصومون بقوله قلت والظاهر انه یلزم اهل القریٰ الصوم بسماع المدافع او رؤیة القنادیل من المصر لانه علامة ظاهرة تفید غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صرحوا به واحتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید اذ لا یفعل مثل ذلک عادة فی لیلة الشک الا لثبوت رمضان.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۹ کتاب الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئی اللکنوی: المراد الجمع الذی یحصل بخبرهم غلبة الظن وهو مفوض الیٰ رای الامام من غیر تقدیر عدد وهو الصحیح والعالم الثقة فی بلدة لا حاکم فیه قائم مقامه. (عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایة ۱: ۳۰۹ بیان رویة هلال صوم)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! معروض اینکہ ہمارے علاقہ میں مطلع صاف ہونے کی وجہ سے رمضان شریف کے ابتدائی روزہ میں بہت اختلاف ہے بعض نے ریڈیو کی خبر پر جمعہ کو روزہ رکھا اور بعض نے ہفتہ کو، لہٰذا عرض ہے کہ آپ اپنے علاقہ کے حالات سے آگاہ فرمادیں، تاکہ عید پر ہم چاند کا صحیح جائزہ لے سکیں اور یہ فتویٰ عوام الناس کے سامنے بطور حجت پیش کرسکیں۔ والسلام

المستفتی: مولانا عبداللطیف مدرسہ عربیہ حمیدیہ نعمانیہ اظہار الاسلام ڈیرہ غازی خان...... ۱۹۶۸ء/۱۲/۳۱

الجواب: ہمارے ہاں رؤیت ہلال شرعی کی بناپر صوم اور افطار کا حکم دیا گیا ہے ہمارا جمعہ کے دن یکم رمضان تھا اور ہفتہ کے دن یکم شوال تھا﴿۱﴾ آپ کا خط سات شوال کو موصول ہوا اسلئے یہی وجہ تاخیر کی ہے۔ وهو الموفق

عیدوروزہ کے ثبوت کیلئے ٹیلیفون کی خبر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدوروزہ کے ثبوت کیلئے ٹیلیفون کی خبر پر اعتماد کیا جاوے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمر محمد ولایت زابل افغانستان...... ۱۹۸۶ء/۷/۲۳

الجواب: ٹیلیفون غیر محفوظ آلہ ہے البتہ اگر محفوظ ہو اور آواز کا امتیاز ہوسکتا ہے تو اس پر اعتماد

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: (قال رسول اللہﷺ لا تصوموا حتی تروا الهلال) ای حتی یثبت عندکم رویة هلال رمضان بشهادة عدلین او اکثر ویثبت بعدل واحد عند ابی حنیفة ایضا اذا کان فی السماء غیم وعند الشافعی ایضا فی اصح قولیه وعند احمد سواء کان فی السماء غیم ام لا وعند مالک لا تثبت اصلا قاله ابن الملک وقال القاضی ای لا تصوموا علی قصد رمضان الا ان یثبت وهو ان یری هو او من یثق علیه والمنفرد بالرؤیة اذا لم یحکم بشهادته یجب علیه عندنا ان یصوم الخ.

(مرقاة المفاتیح شرح مشکواة ۴: ۲۴۱ باب رؤیة الهلال)

جائز ہے،لانہ لا فرق بین التلفون و التیلی غراف و الرادیو عند افادة الظن الغالب الا اذا کان غیر محفوظة مثل التلفون العوامی، فافهم ﴿۱﴾. وهو الموفق

ریڈیو وغیرہ پراعلان صوم وعید معتبر اور وحدت صوم وعید غیر مطلوب ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو، ٹیلی فون اورتار کے ذریعے صوم وفطر کے اعلان کا اعتبار ہے یانہیں؟ اورایک ہی دن تمام عالم اسلام میں عیدین منانے اورصوم رکھنے کی کوششیں کس حد تک صحیح ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقہار دارالعلوم عربیہ ٹل......۱۹۷۶ء/۳/۲۵

الجواب: وحدت صوم وفطر مطلوب شرعی نہیں ہے اوراختلاف میں کوئی ضررنہیں ہے، ولم

﴿۱﴾ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ شهادت من وراء الحجاب معتبر نہیں ،اورفون کے ذریعہ خبرایک قسم کی غائبانہ اطلاع ہوتی ہے نہ کہ شہادت،شہادت میں مجلس قضا میں شاہد کا سامنے آکر بیان کرنا شرط ہوتا ہے، پس یہ شہادت نہیں بلکہ خبر ہوتی ہے، لہٰذا حدود شرعیہ کے ساتھ مطابقت کی صورت میں یہ خبر معتبر ومقبول ہوسکتی ہے مطلقاً اور ہر حال میں مقبول ومعتبرنہیں ہوگی جب غلبہ ظن کیلئے مفید ہواور دھوکہ وفریب کا اندیشہ نہ ہوتو اس خبر کا اعتبار صحیح ہے۔

قال ابن الهمام: ولو سمع من وراء حجاب كثيف لا يشف من ورائه لا يجوز له ان يشهد ولو شهد وفسره للقاضي بان قال سمعته باع ولم ارشخصه حين تكلم لا يقبله لان النغمة تشبه النغمة الا اذا احاط بعلم ذلک لان المسوغ هو العلم غير ان رؤيته متكلما بالعقد طريق العلم به فاذا فرض تحقق طريق آخر جاز.

(فتح القدير ۶: ۴۶۳ فصل كيفية الشهادة).

اورعلامہ حصکفی درمختار میں لکھتے ہیں: وقبل بلا دعوى وبلا لفظ اشهد وبلا حكم ومجلس قضاء لانه خبر لا شهادة للصوم مع علة كغيم وغبار.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۹۸ كتاب الصوم)

اورملاعلی قاری مرقاۃ شرح مشکواۃ میں فرماتے ہیں: بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

يبال به الصحابة رضى الله عنهم كما فى حديث رواه مسلم وابو داؤد ﴿۱﴾ حيث صرح فيه باختلاف اهل المدينة باهل الشام فى الصوم والفطر ﴿۲﴾. اورآلات وعلامات پراعتماد جائز ہے عند افادة الظن الغالب كما فى منحة الخالق على هامش البحر ۲: ۲۷۰ لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع

(بقيه حاشيه) (وعن ابن عباس قال جاء اعرابى) اى واحد من الاعراب وهم سكان البادية (الى النبى ﷺ فقال انى رأيت الهلال) يعنى وكان غيما وفيه دليل على ان الاخبار كاف ولا يحتاج الى لفظ الشهادة ولا الى الدعوىٰ. (مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۴: ۲۴۸ هل يقبل شهادة المستور فى الهلال) ..... (ازمرتب)

﴿۱﴾ عن كريب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الى معاوية بالشام قال فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل على رمضان وانا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فى آخر الشهر فسألنى عبد الله بن عباس ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال فقلت رأيناه ليلة الجمعة فقال انت رأيته فقلت نعم ورواه الناس وصاموا وصام معاوية فقال لكنا رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلثين او نراه فقلت اولا تكتفى برؤية معاوية وصيامه فقال لا هكذا امرنا رسول الله ﷺ. (مسلم ۱: ۳۴۸ باب ان لكل بلد رؤيتهم ، وابو داؤد ۱: ۳۲۶ باب اذا رأى الهلال فى بلد قبل الآخرين بليلة، ورواه الجماعة الا البخارى وابن ماجه (نيل الاوطار ۴: ۱۹۴)

﴿۲﴾وفى المنهاج: (قوله قال الصوم يوم تصومون)..... ولا يبعد ان يكون معناه انكم اذا صمتم او افطرتم او اضحيتم او وقفتم عرفات وفقا لقواعد رؤية الهلال ولم يكن الامر الواقع كذلك فلا ضير فيه لان المعتبر فى هذه الامور الثبوت الشرعى دون الموافقة بنفس الامر، ففى هذا الحديث دليل واضح على ان تعدد الاعياد والصيامات غير منكر، وتوحيدها ليس بمطلوب، لان المدار على الثبوت الشرعى وهو ربما يختلف دون نفس الامر وهو لا يختلف، قلت وكذا وقوع هذا الاختلاف فى عهد ... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاهل القریٰ ونحوها الخ ﴿۱﴾ قلت والرادیو آلة محفوظ جدا فجاز الاعتماد بخبرها عند بیان منشأ الحکم واسم الحاکم خاصة لا یصل الیها کل احد اذا عرف السامع الصوت وصاحبه فافهم. وھو الموفق

ریڈیو پر عید کا اعلان خبر مستفیض میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خبر مستفیض میں ریڈیو اعلان برائے عید داخل ہے یا نہیں اور ہمارے قبائلی علاقے اس اعلان کی حدود میں آسکتے ہیں یا نہیں؟ بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ روزہ رکھنے کیلئے اگر یقین آجائے تو گنجائش ہوسکتی ہے لیکن عید کیلئے رؤیت یا شہادت یا خبر مستفیض کی ضرورت ہے اور ریڈیو کی خبر شرعی لحاظ سے ان میں داخل نہیں ہے رؤیت اور شہادت تو ظاہر ہے اور خبر مستفیض تو کتب فقہ میں استفاضہ کا یہ معنی لکھا ہے، قال الرحمتی: معنی الاستفاضة ان تأتی عن تلک البلدة جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدة

(بقیہ حاشیہ)معاویة رضی اللہ عنہ من غیر نکیر یدل علی انہ غیر منکر. (منھاج السنن شرح جامع السنن ۴:۱۶ باب ان الفطر یوم تفطرون الخ) قال العلامة مفتی محمد شفیع الدیوبندی: تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانا نہ مسلمانوں پر لازم ہے نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت یا شرعی اجر ہے اور نہ عادةً ایسا ہوسکتا ہے کیونکہ مغربی اور مشرقی ممالک میں مسافت طویلہ کے بعد اختلاف مطالع کا وجود یقینی اور اس کا اعتبار جمہور کے نزدیک ثابت ہے اسلئے عہد صحابہ میں رمضان وعید مدینہ میں کسی اور مکہ میں کسی روز، شام میں کسی دن، عراق ومصر میں کسی دن ہوتی تھی، ان سب شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانے کا جو اہتمام اس زمانہ میں ممکن تھا حضرات صحابہ وتابعین نے اس کا بھی اہتمام نہیں فرمایا الخ۔ (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۷۵ وحدت صوم وعید کا کوئی شرعی اجر نہیں)

﴿۱﴾ (منحة الخالق علی ھامش بحر الرائق ۲:۲۷۰ قبیل باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ)

انهم صاموا عن رويته لا مجرد الشيوع من غير علم من اشاعه (شامی مصری ۱ : ۱۲۹) نیز احسن الفتاوی ۳۴۹ اور بہشتی زیور حصہ ششم اور جدید آلات کا شرعی حکم مصنفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب میں عدم جواز کا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالمستعان مہندا یجنسی ۱۹۷۳ء/ ۷/ ۱۷

الجواب: وفی منحة الخالق بعد ذکر عدم اختلاف المطالع وبعد تعریف الاستفاضة: لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاهل القریٰ ونحوها الخ (هامش البحر ۲ : ۲۷۰)﴿۱﴾ قلت الآلة المسمادة بالرادیو محفوظة جدا فکما جاز الاعتماد علیها لمن تحت ولایة الحاکم لافادة الظن الغالب فکذلک جاز الاعتماد لغیرهم ایضا للعلة السابقة مع ان اهل القریٰ ونحوها اعم ممن یکون تحت الولایة ولان ضرب المدافع وانارة القنادیل لا یختصان بالحکم فافهم وتدبر. وقلت اخبار الجماعات قد یتحقق فیه الغلط والتلبیس فلما جاز الاکتفاء علیه فجواز الاکتفاء بالاخبار الذی یوجد بتوسط هذه الآلة یکون مشروعا بطریق اولیٰ لعدم مظنة الغلط والتلبیس کما هو مشاهد ومجرب. وهو الموفق

ریڈیو پر ہلال کمیٹی کے اعلان کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو پر ہلال کمیٹی جو اعلان عید

﴿۱﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲ : ۲۷۰ قبیل باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

وصوم کرتی ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ نیز موجودہ ہلال کمیٹی کے جوممبر ہیں یہ عادل ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان کے اعلان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالسلام.....۱۹۷۴ء/۹/۱۷

الجواب: ہلال کمیٹی کا اعلان اور اخبار بذریعہ ریڈیو وغیرہ واجب الاعتماد ہوگا جبکہ خبر تفصیلی ہو، اس میں حکم دہندہ اور سبب حکم مذکور ہوتا کہ ظن غالب حاصل ہو اور توہمات یعنی سائنسی اصول پر مبنی ہونا، دوربینوں سے دیکھنا، ہوائی جہازوں وغیرہ سے دیکھنا وغیرہ سے قطع اور زائل ہو، **فليتفكر في ما حرره العلامة الشامي في منحة الخالق على هامش البحر (۲: ۲۷۰) لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرىٰ ونحوها كما يجب العمل بها على اهل المصر الذين لم يروا الحاكم اه ﴿۱﴾ قلت: الراديو وغيرها اشد حفاظة واوضح دلالة كما لا يخفىٰ بخلاف ضرب المدافع او روية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به ﴿۲﴾ قلت هذا يقتضى كون غلبة الظن مقصودة ومطلوبة ايضا.** چونکہ قاضی اور محکم اور سلطانی منادی میں عدالت شرط نہیں ہے لہٰذا ان

﴿۱﴾ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله وقبل بلاعلة يقع العلم الشرعي وهو غلبة الظن) لانه العلم الموجب للعمل لا العلم بمعنى اليقين نص عليه في المنافع وغاية البيان ابن كمال ومثله في البحر عن الفتح وكذا في المعراج.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۰ كتاب الصوم)

ممبران کی عدالت کی تحقیق ضروری نہیں ہے،وفی الھندیة ۵ : ۳۴۲ خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا کذا فی جوھر الاخلاطی ﴿۱﴾.

ملاحظہ:...... کمیٹی کا یہ اعلان کہ رؤیت نہیں ہوئی ہے اس سے دیگر مسلمانوں کی رؤیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وھو الموفق

صوم وعید کیلئے سعودی اعلان پر اعتماد علماء کا منصب ہے نہ کہ عوام کا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو سعودیہ عربیہ کا اعلان برائے صوم وعید پاکستانیوں کیلئے حجت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں اور کسی نے افطار کیا تو اس پر کفارہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: تحریک طلباء اسلام برمل وزیرستان... ۱۹۸۶ء/۷/۸

الجواب: بنا بر ظاہر الروایت اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے اور ریڈیو بنسبت امارات کے واضح الدلالت ہے لعدم احتمال الغلط فیه بخلاف المدافع ﴿۲﴾، پس سعودی عرب کی تفصیلی خبر پر اعتماد کرنا قابل اعتراض نہیں ہے البتہ یہ اعتماد علماء کا منصب ہے نہ کہ عوام کا ﴿۳﴾۔ عوام کالانعام بلا لگام سے بعید نہیں کہ پاکستانی رؤیت پر روزہ رکھیں گے اور عرب کی رؤیت پر افطار کریں گے اور ستائیس اٹھائیس

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۵ : ۳۰۹ کتاب الكراهية باب فی العمل بخبر الواحد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر الخ.
(منحة الخالق على بحر الرائق ۲ : ۲۷۰ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الحئی اللكنوی: المراد الجمع الذی يحصل بخبرهم غلبة الظن وهو مفوض الى رای الامام من غير تقدير عدد وهو الصحيح والعالم الثقة فی بلدة لا حاكم فيه قائم مقامه.
(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ۱ : ۳۰۹ بيان رؤية هلال صوم)

روزے رکھیں گے جوکہ امر اجماعی اور منصوص کے خلاف ہے اور جس نے اس پر اعتماد کیا اور نصف النہار میں افطار کیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا لوجود الشبهة فافهم ﴿۱﴾. وهو الموفق

روزہ باعلان پاکستان اور عید باعلان سعودیہ عربیہ جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ روزہ رمضان پاکستان کے اعلان پر رکھتے ہیں اور آخر میں عید سعودی اعلان پر کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا حاجی محمد بنوں......۱۹۸۷ء/۲/۲

الجواب: چونکہ قمری مہینہ انتیس دن سے کم نہیں ہوتا، اور روبیہ مذکورہ اس حکم منصوص اور اجماعی کا خلاف ہے ﴿۲﴾ لہذا یہ ناجائز ہے اور علاوہ ازیں عوام قضاء کرنے پر بھی تیار نہیں ہوتے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: وانما لم تجب الكفارة فيما اذا رأى هلال رمضان ولم يصم لان القاضي رد شهادته بدليل شرعي وهو تهمة الغلط فاورث شبهة وهذه الكفارة تندرئ بالشبهات لانها الحقت بالعقوبات الخ.

(البحر الرائق ۲: ۲۶۵ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالي: يثبت رمضان برؤية هلاله لقوله ﷺ صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان غم عليكم فاكملوا عدة شعبان ثلاثين فلذا قال او بعد شعبان ثلاثين يوما ان غم الهلال فلم ير لغيم ونحوه لما روينا وهذا بالاجماع.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۲۶۲ فصل فيما يثبت به الهلال)

﴿۳﴾...... ☆ قال العلامةابن عابدين: لو صام راىٔ هلال رمضان واكمل العدة لم يفطر الامع الامام لقوله عليه الصلاة والسلام صومكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون رواه الترمذی وغيره والناس لم يفطروا فی مثل هذا اليوم فوجب ان لا يفطر. ...

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حکومت کی جانب سے رؤیت ہلال کمیٹی کا قیام قابل تحسین ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت پاکستان نے موجودہ صورت حال میں رؤیت ہلال کمیٹی مقرر کی ہے وہ روزہ افطار وغیرہ کا حکم لگا کر ریڈیوٹی وی پر اعلان کرتے ہیں اور لوگ ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ یہ کمیٹی کوئی شرعی حیثیت رکھتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری اشرف گل ڈھب سنگینی کرک.....۱۹۸۹ء/۵/۱۸

الجواب: حکومت پاکستان کی طرف سے رؤیت ہلال کمیٹی کا قیام قابل تحسین ہے، لیکن پاکستان کے مغربی صوبوں میں یہ کمیٹی ناکام ہے نہ حکومت نے علت سے خالی فضاؤں میں رؤیت کنندہ گان مقرر کئے ہیں اور نہ عوام الناس کی اس کمیٹی یا حکومت سے کوئی ہمدردی ہے، نیز یہ کمیٹی آزاد (بااختیار) بھی نہیں ہے جب مشرقی صوبوں کے لوگوں کے روزے اٹھائیس ہوں یا جمعہ کو عید ہونے والی ہو تو یہ کمیٹی شریعت پر مصلحت کو ترجیح دیتی ہے بہرحال ضرورت رؤیت کنندگان کی تقرری کا ہے، عید وفطر کا حکم ایک معتمد عالم بھی دے سکتا ہے﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیه حاشیه) (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۹۸ مبحث فی صوم یوم الشک)

......☆وفی المنهاج: لا نفطر براديو العرب فی باكستان لان العوام يصومون برؤية باكستان ويفطرون برؤية العرب ثم لا يقضون عند نقصان الشهر ويقومون ليلة العيد دون ليلة رمضان بالتلوم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴:۱۵ قبيل باب ما يستحب عليه الافطار)

﴿۱﴾ قال عبد الرحمن الجزيری: لا يشترط فی ثبوت الهلال ووجوب الصوم بمقتضاه علی الناس حكم الحاكم ولكن لو حكم بثبوت الهلال بناء علی ای طريق فی مذهبه وجب الصوم علی عموم المسلمين ولو خالف مذهب البعض منهم لان .....(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

چاند دیکھنے کے ثبوت شرعی کے بعد ہلال کمیٹی کے اعلان نہ کرنے کا حکم وغیرہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ!

(۱) اگر شرعی ثبوت کے ہوتے ہوئے عید کا اعلان مقامی طور پر علماء کریں تو عام لوگ عید مناتے ہیں لیکن فوجی لوگ جو وہاں رہائش پذیر ہیں ان کیلئے مخالفت کرنا کیسا ہے؟ (۲) شرعی رؤیت اور اعلان قاضی کے بعد رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلان نہ کرنا مانع حکم شرعی ہے؟ (۳) اگر ثبوت کے باوجود ہلال کمیٹی اعلان نہ کرے تو اس اعلان نہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا اشرف الدین خطیب فوج نوشہرہ.....۱۹۷۸ء/۱۱/۲۴

الجواب: (۱) ثبوت شرعی کے بعد کوئی شخص خواہ آرمی کا آدمی ہو یا سول، مخالفت کرنے کا مجاز نہیں ہے﴿۱﴾۔(۲) ہلال کمیٹی کا اعلان نہ کرنا حکم شرعی کیلئے مانع نہیں ہے (بشرط صدق وثبوت) ﴿۲﴾۔ (۳) ثبوت شرعی کے باوجود کمیٹی کا اعلان نہ کرنا مصلحت پر مبنی ہوسکتا ہے خدا پرستی نہیں ہے۔ وهو الموفق

(بقیه حاشیه) حكم الحاكم يرفع الخلاف وهذا متفق عليه. (الفقه على المذاهب الاربعة ۱: ۴۸۲ كتاب الصيام)

﴿۱﴾ وقال في الهندية: ولا يشترط في هذه الشهادة لفظ الشهادة ولا الدعوىٰ ولا حكم الحاكم حتى انه لو شهد عند الحاكم وسمع رجل شهادته عند الحاكم وظاهره العدالة وجب على السامع ان يصوم ولا يحتاج الى حكم الحاكم.

(فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۹۷ الباب الثاني في رؤية الهلال)

﴿۲﴾ قال عبد الرحمن الجزيري: لا يشترط في ثبوت الهلال ووجوب الصوم بمقتضاه على الناس حكم الحاكم ولكن لو حكم بثبوت الهلال بناء على اى طريق في مذهبه وجب الصوم على عموم المسلمين.

(الفقه على المذاهب الاربعة ۱: ۴۸۳ هل يشترط حكم الحاكم في الصوم)

صبح کومشرق اور شام کومغرب کی طرف چاند دیکھناممکن ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جید عالم دین نے اعلان کیا کہ کل عید ہوگی لیکن اس سے کم تر علم رکھنے والے نے یہ لکھ دیا کہ یہ عید نا جائز ہے چنانچہ خود بھی روزہ رکھا ہوا تھا اور متعلقین کو بھی تلقین کرتا رہا، دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ اس دن میں نے چاند مشرق کی جانب دیکھا ہے لہٰذا اسی روز مغرب کی جانب چاند نہیں دیکھا جا سکتا، اب ان میں کون غلطی پر ہے اور کون صحیح؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد ابراہیم طوطی آبادکی مروت.....۲۴/شوال ۱۴۰۶ھ

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ ردالمحتار ۲: ۱۳۱ میں مسطور ہے کہ صباحا اور مساء رؤیت ممکن ہے وعبارته هذا: **وشمل قولهم لا عبرة برويته نهارا ما اذا رؤى يوم التاسع والعشرين قبل الشمس ثم رؤى ليلة الثلاثين بعد الغروب وشهدت بينة شرعية بذلك فان الحاكم يحكم برؤيته ليلا كما هو نص الحديث ولا يلتفت الى قول المنجمين انه لا تمكن رؤيته صباحا ثم مساءً في يوم واحد كما قدمناه**﴿۱﴾ پس بہر حال اس مخالفت کنندہ کا منشأ فاسد ہے۔وهو الموفق

مملکۃ سعودیہ کے ریڈیو کی تفصیلی خبر پر (دربارۂ روزہ وغیرہ) اعتماد درست ہے

سوال: ما ذا يقول العلماء في المسائل الآتية: (۱) ما حكم الاخبار والعمل براديو الرياض من السعودية او غيره من الممالك الاسلامية العربية والحال ان في الافغانستان ليس بسلطان ولا امير الا امراء المجاهدين والعلماء؟ (۲) وما حكم التلفون والراديو من الآلات الاستخبارية في القوة والضعف والظن واليقين؟ (۳) فاذا

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۴ مطلب في اختلاف المطالع)

لـم يوجد السلطان و الامير فكيف حكم العالم بالعمل بهذا الاخبار مع وجود الاختلاف الشـديـد بيـن الـعـلـمـاء فـبـعـضـهـم يـعـمل بهذا الاخبار وبعضهم لا يعمل به فما حكم الفريقين؟ بينوا توجروا

المستفتی: ہیئت علماء حرکت انقلاب اسلامی افغانستان ١٩٨٧ء/١/٣

الجواب: (١) جاز الاعتماد باخبار راديو الرياض اذا كان مفصلا ذكر فيه الحاكم وسبب الحكم (ماخوذ من منحة الخالق على هامش البحر) (٢: ٢٧٠)﴿١﴾. (٢)التلفون آلة غير محفوظة فلا بد من التحرى فى الاخبار الموصولة بها. (٣) العلماء اتفقوا على ان لا يتفقوا و لاضير فى الاختلاف لوجوده سلفاً وخلفاً ﴿٢﴾. وهو الموفق

﴿١﴾ قال العلامة ابن عابدين الشامي: واذا كانت الاستفاضة فى حكم الثبوت لزم العمل بها ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت الى البلدة التى لم يثبت بها لا مجرد الاستفاضة لانها قد تكون مبنية على اخبار رجل واحد ...... ولم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع فى زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرىٰ ونحوها الخ.

(منحة الخالق على هامش البحر الرائق ٢: ٢٧٠ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿٢﴾ وفى المنهاج: ان تعدد الاعياد والصيامات غير منكر وتوحيدها ليس بمطلوب لان المدار على الثبوت الشرعى وهو ربما يختلف دون نفس الامر وهو لا يختلف ، قلت وكذا وقوع هذا الاختلاف فى عهد معاوية رضى الله عنه من غير نكير يدل على انه غير منكر. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى ٣: ١٦ باب ان الفطر يوم تفطرون) وقال الحصكفى: ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلين.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ٢: ٩٩ مطلب لا عبرة بقول الموقتين)

صوم وفطر میں اختلاف نہ امر مستبعد ہے اور نہ امر منکر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں آس پاس دیہاتی علاقوں میں عیدالفطر منانے پر اختلاف کی وجہ سے دو عیدیں منائی گئی ہیں، ایک طبقہ نے پورے شعبان کے تیس دن پوری کر کے روزہ شروع کیا تھا اور انتیس روزے رکھے اور دوسرے طبقہ نے بھی اسی دن سے روزے شروع کر کے تیس روزے رکھے، لہٰذا ہر دو فریق ایک دوسرے پر لعنت اور کفارت کی پکار لگاتے ہیں ایک طبقہ کہتا ہے کہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ آپ نے روزہ کھا کر کفارہ ادا کرنا ہے، اور یاد رہے کہ طبقہ اولی نے ٹیلیفون کر کے عید منائی ہے اب جانبین آپ صاحبان کے حکم کے منتظر ہیں، لہٰذا آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جان خطیب جامع مسجد دارورہ ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: واضح رہے کہ حدیث صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته سے معلوم ہے کہ صوم وفطر کا دارومدار ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ نفس الامر پر ﴿۱﴾ پس اس بنا پر صوم وفطر میں اختلاف نہ امر مستبعد ہے

﴿۱﴾ یؤخذ من هذا الحدیث (۱) وجوب صیام شهر رمضان اذا ثبتت رؤیة هلال ووجوب الفطر اذا ثبتت رؤیةهلال شوال. (۲) استحباب اشاعة خبر دخول شهر رمضان وخروجه بأوسع وسیلة واسرعها. (۳) ان الحکم بالصوم والفطر معلق برؤیة الهلال فلا یصام ولا یفطر الا بالرؤیة. (۴) اذا حال دون مغیب الهلال ما یمنع الرؤیة من سحاب او غبار او نحوهما لیلة الثلاثین من شعبان فتکمل عدة شعبان ثلاثین یوما ولا یصام یوم تلک اللیلة. (۵) الرؤیة هی المستند الشرعی فی احکام الصیام والافطار ولا عبرة بالحساب ولا یصح الاعتماد علیه بحال من الاحوال لان الرؤیة لا تنضبط بامر حسابی فانها تختلف باختلاف ارتفاع المکان وانخفاضه وغیر ذلک.

واختلف العلماء فیما اذا رؤی الهلال ببلد من (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اور نہ امر منکر ہے، صحیح مسلم شریف وغیرہ کی روایات کی بنا پر خیر القرون میں بھی یہ اختلاف وقوع پذیر ہوا ہے پس صورت مسئولہ میں فریقین کا ایک دوسرے پر لعن وطعن کرنا ایک عوامی اور جاہلانہ رویہ ہے عوام کیلئے ضروری ہے کہ اپنے مقامی ارباب علم وفتویٰ پر اعتماد کیا کریں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقيه حاشيه) البلدان فهل يجب الصيام او الافطار على عموم المسلمين او ان كل قطر له حكمه في الصيام والافطار حسب مطلع قطره الذى هو فيه؟ فذهب جمهور العلماء ومنهم الامامان ابوحنيفة واحمد الى انه اذا رؤى في بلد لزم حكمه جميع الناس عملا بهذا الحديث والخطاب للمسلمين عامة ولا عبرة باتفاق المطالع واختلافها ، وذهب الشافعي وجماعة من السلف الى القول بالحكم باختلاف المطالع وقالوا ان الخطاب في الحديث نسبى فان الامر بالصوم والفطر موجه الى من وجد عندهم الهلال. فمسألة اعتبار اختلاف المطالع من عدمه من المسائل النظرية التي للاجتهاد فيها مجال والاختلاف فيها واقع ممن لهم الشأن في العلم والدين وهو من الاختلاف السائغ وقد اختلف اهل العلم في هذه المسألة على قولين فمنهم من رأى اعتبار اختلاف المطالع ومنهم لم يراعتباره واستدل كل فريق بادلته وقد مضىٰ على ظهور هذا الدين مدة اربعة عشر قرناً ولا نعلم فيها فترة جرى فيها توحد اعياد اسلامية على رؤية واحدة، فيجب صوم رمضان على رؤية الهلال او الشهادة على الرؤية والاخبار بها او اكمال عدة شعبان ثلاثين يوما فخلاصة الاقوال في الصوم والفطر ثلاثة الاول انه اذا رؤى في بلد لزم الناس كلهم الصوم نظرا الى ان الخطاب لكل المسلمين بقوله اذا رأيتموه ، الثاني اعتبار اختلاف المطالع وتحديده بالكيلات مع الاختلاف وهذا ملاحظ فيه ان الخطاب خاص لمن يمكن رؤيته في قطرهم، الثالث لزوم الصوم والفطر اذا كانوا تحت ولاية واحدة اى بلاد متقاربة، فالصحيح من حيث الدليل الاول وعمل اليوم على الثالث. (ملخص ماقرر مجلس هيئة كبار العلماء في المملكة السعودية على هامش على بلوغ المرام ٢٠٧ كتاب الصيام)..... ازمرتب

﴿ ا ﴾ قال العلامة عبد الحئى اللكنوى: والعالم الثقة في بلدة لا حاكم فيه قائم مقامه.

(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ١ : ٣٠٩ بيان رؤية هلال صوم او فطر)

مسئلہ لاعبرۃ لاختلاف المطالع فقہاء کے درمیان میں اختلافی ہے اجماعی نہیں

سوال: فضيلة الشيخ المحترم مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک: بعد از سلام (۱) **لا عبرة لاختلاف المطالع** مسئلہ متون است وظاہر المذہب آنست **وظاهر الرواية وهو الاصح وعليه الفتوىٰ على ما فى المستخلص ونور الايضاح وغيره**، پس قول زیلعی کہ از اہل اجتہاد نیست بلکہ قول مقلد وناقل است بکدام دلیل شرعی نزد او ثانی معمول شد ومذہب احناف ومالکیہ وحنابلہ راشما علماء کرام پاکستان ترک کردہ اند دلیل شرعی آن را نوشتہ کنید۔ (۲) سپیکر ورادیو تعامل الناس وجمیع العلماء معمول است پس شمار درخصوص صوم چرا آنرا اعتبار نمیدہید وآں مثل مشافہہ ہم میباشد، اعلانات علی العموم خبر نیست حتی کہ شرائط بخواہد بلکہ انشاء است استفاضہ آں شرط نیست، پس اعلان قضائی وسلطنت عربستان رابکدام دلیل شرعی شما اعتبار نمیدہید، دلیل منع نوشتہ مع حوالہ کتب معتبرہ؟ **واجركم على الله**

المستفتی: افغان مہاجرین اکوڑہ خٹک کیمپ......۱۹۸۹ء/۵/۲۰

الجواب: واضح باد کہ ظاہر الروایت اگر چہ عدم اعتبار اختلاف مطالع است لیکن مراد ازیں عدم اعتبار در بلاد قریبہ ست نہ در بلاد قریبہ ونائیہ ہر دو ﴿۱﴾۔

پس اہل پاکستان واہل کیمپہا را برؤیت عربستان اعتماد کردن خلاف فقہ حنفی ست، **اما اولا فلما فى البدائع ٢: ١٩١ فى مبحث رؤية الهلال وشهوده فاما اذا كانت بعيدة فلا يلزم احد البلدين حكم الآخر لان المطالع عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر، انتهىٰ مافى البدائع ﴿٢﴾ واما ثانيا، فلان مسئلة اختلاف المطالع وعدمه مسئلة اجتهاديه، وعدم كون الشهر اقل من تسع وعشرين امر**

﴿۱﴾ قال الفقيه نصربن محمد السمرقندى: اهل بلدة صاموا ثلاثين يوما بالرؤية واهل بلدة اخرىٰ صاموا تسعة وعشرين يوما بالرؤية ايضا فعليهم قضاء يوم اذا لم تختلف المطالع بينهما اما اذا اختلفت المطالع لا يجب القضاء. (فتاوىٰ النوازل ٨٣٦ كتاب الصوم)

﴿٢﴾ (بدائع الصنائع ٢: ٢٢٣ مبحث اثبات الاهلة)

منصوصي اجماعي فاذا صام اهل باكستان برؤيتهم و افطروا برؤية العرب كما هو المظنون من العوام فيلزم خلاف الامر الاجماعي والمنصوصي وهو واضح. واما ثالثا: فلان اهل البلد النائيي كاميريكة اذا رؤا الهلال واخبر بها مسلم بالآلات الجديدة الى اهالي باكستان فيصل اليهم الخبر عند طلوع الشمس لان وقت الغروب عليهم وقت الشروق علينا فيلزم الحرمان من صلاة التراويح وصيام اليوم الاول حتما دائماً.

واما ما قالوا فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب فالمراد منه المشرق والمغرب للبلد القريب مثلا اذا رآها الناس فئ مغرب باكستان فيلزم اهل المشرق من الهند والباكستان برؤية اهل المغرب﴿١﴾.

ملاحظه:...... كتبت المسئلة بالعربية لئلا تقع عند غير اهل العلم. وهو الموفق

﴿١﴾قال العلامة عبد الحئي اللكهنوي: نزد طائفہ از محققین حنفیہ ایں است کہ بلادے کہ بحسب قواعد علم ہیئت اختلاف مطالع دارند ومقدارش نزد ایشاں مسافت یک ماہ است دراں اختلاف مطالع معتبر شدہ حکم یک بلدہ ببلدہ دیگر ملزوم نہ خواہد شد، ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از کم یک ماہ دارند ثبوت رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر ملزم خواہد شدہ، درمراقی الفلاح مے نویسد،اذا ثبت الهلال في بلدة ومطلع قطرها لزم سائر الناس في ظاهر الرواية وعليه الفتوىٰ وهو قول اكثر المشائخ فيلزم قضاء يوم على اهل بلدة صاموا تسعة وعشرين يوما لعموم الخطاب صوموا لرؤيته وقيل يختلف ثبوته باختلاف المطالع واختاره صاحب التجريد كما اذا زالت الشمس عند قوم وغربت عند غيرهم فالظهر على الاولين لا للغرب لعدم انعقاد السبب في حقهم. وطحطاوی درحواشی مراقی الفلاح مے نویسد :قوله كما ذهب اليه صاحب التجريد وهو الاشبه لان انفصال الهلال من شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار كما في دخول الوقت وخروجه وهذا مثبت في علم الا فلاك والهيئة واقل ما اختلف المطالع مسيرة شهر كما في الجواهر ،ودرفتاوی تاتارخانیہ مے آرد :اهل بلدة اذا رأوا الهلال هل يلزم في حق كل بلدة اختلف فيه فمنهم من قال... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اختلاف مطالع اور ریڈیو اعلان کے بارے میں تفصیلی استفسار اور مختصر جواب

سوال: موجودہ رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے جو طریقہ کار منظر عام پر آچکا ہے وہ شرعی لحاظ سے بہت تشویشناک ہے بنابریں مناسب معلوم ہوا کہ اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود جو نقائص شرعی لحاظ سے ہمیں

(بقیہ حاشیہ) لا یلزم فانما المعتبر فی حق اهل بلدة رؤیتهم وفی الخانیة لا عبرة باختلاف المطالع فی ظاهر الروایة وفی القدوری ان کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف به المطالع یلزمه وذکر شمس الائمة الحلوانی انه الصحیح من مذهب اصحابنا، وصاحب ہدایہ در مختارات النوازل مے آرد: اهل بلدة صاموا تسعة وعشرین یوما بالرؤیة واهل بلدة اخریٰ صاموا ثلاثین بالرؤیة فعلی الاولین قضاء یوم اذا لم یختلف المطالع بینهما واما اذا اختلف لا یجب القضاء، ...... وزیلعی در تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مے طراز د: ولا عبرة باختلاف المطالع ومعناه اذا رأی الهلال اهل بلدة ولم یره اهل بلدة اخریٰ یجب ان یصوموا برؤیة اولئک کیف ما کان علی قول من قال لا عبرة باختلاف المطالع وعلی قول من اعتبره ینظر فان کان فیهما تقارب بحیث لا یختلف المطالع یجب وان کان بحیث یختلف لا یجب واکثر المشائخ علی انه لا یعتبر حتی اذا صام اهل بلدة ثلاثین یوما واهل بلدة اخریٰ تسعة وعشرین یوما یجب علیهم قضاء یوم، والاشبه ان یعتبر لان کل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف المطالع کما فی دخول وقت الصلاة وخروجه یختلف باختلاف الاقطار ...... خلاصہ کلام این است کہ مذہب اعتبار اختلاف مطالع مطلقا وعدم لزوم حکم رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر اگر چہ متقارب باشد غیر معتبر است ومذہب عدم اعتبار اختلاف مطالع مطلقا ولزوم حکم رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر اگر چہ متباعد باشد بغایت بعد مخالف حدیث ابن عباس است واصح المذاہب عقلا ونقلا ہمیں است کہ ہر دو بلدۂ کہ فیما بین آنہا مسافتی باشد کہ دراں اختلاف مطالع مے شود وتقدیرش مسافت یک ماہ است دریں صورت حکم رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر نخواہد شد ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ داشتہ باشند حکم رؤیت یک بلدۃ ببلدۂ دیگر لازم خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آن بطریق موجب شدہ باشد۔

(مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاویٰ ۱: ۲۵۵ کتاب الصوم)

معلوم ہوئے ہیں بزرگوں کے سامنے رکھ کر اطمینان حاصل کریں۔ (۱) تمام مملکت کیلئے بیک وقت روزہ، افطار اور عید کو ضروری قرار دینے کی نظیر خیر القرون میں نہیں ملتی اور غیر ضروری قرار دینے کی بھی۔ (۲) کئی ہزار مربع میل مملکت میں یہ بات اعتبار اختلاف مطالع کے خلاف ہے کیونکہ اختلاف مطالع کا مقدار ایک ماہ کی مسافت فقہاء کرام تحریر فرما چکے ہیں جو کہ میلوں کے حساب سے تقریباً چار سو اسی میل مسافت بنتی ہے جبکہ کراچی لکی مروت سے آٹھ سو میل سے زیادہ فاصلہ پر واقع ہے، اور محققین فقہاء کرام کے نزدیک اعتبار اختلاف مطالع کا قول صحیح اور راجح ہے جس کی تحقیق کیلئے مولانا عبدالحیٔ رحمہ اللہ کی مختصر مگر جامع بحث درجہ ذیل ہے:

در باب اختلاف مطالع فقہاء حنفیہ بر چند اقوال مختلف اند، بعضے برآنند کہ اختلاف مطالع معتبر است، و اعتبار رؤیت یک بلدہ ببلدہ دیگر نیست، بلکہ برائے اہل ہر بلدہ رؤیت ہماں بلدہ معتبر است ونزد اکثر مشائخ حنفیہ موافق ظاہر الروایۃ اختلاف مطالع را مطلقاً اعتبار نیست، پس رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر اگرچہ فیما بین ہر دو فاصلہ کثیر باشد، بعد ثبوت آن بطریق شرعی ملزم و معتبر خواہد شد، ونزد طائفہ از محققین حنفیہ ایں است کہ بلادی کہ بحسب قواعد علم ہیأۃ اختلاف مطالع دارند و مقدارش نزد ایشاں مسافت یک ماہ است دران اختلاف مطالع معتبر شدہ حکم یک بلدہ ببلدۂ دیگر ملزوم نخواہد شد و در بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ دارند ثبوت رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر ملزم خواہد شدہ، در مراقی الفلاح می نویسد اذا ثبت الهلال في بلدة ومطلع قطرها لزم سائر الناس في ظاهر الرواية وعليه الفتوىٰ وهو قول اكثر المشائخ فيلزم قضاء يوم على اهل بلدة صاموا تسعة وعشرين يوما لعموم الخطاب صوموا لرؤيته وقيل يختلف ثبوته باختلاف المطالع واختاره صاحب التجريد كما اذا زالت الشمس عند قوم وغربت عند غيرهم فالظهر على الاولين لا المغرب لعدم انعقاد السبب في حقهم انتهىٰ، وطحطاوی در حواشی مراقی الفلاح می نویسد قوله كما ذهب اليه صاحب التجريد وهو الاشبه لان انفصال الهلال من شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار

کمـا فـی دخول الوقت و خروجه وهذا مثبت فی علم الافلاک و الهیأة و اقل ما اختلف المطالع مسیرة شهر کما فی الجواهر انتهیٰ ،وورفتاویٰ تا تارخانیہ سے آرو اهل بلدة اذا رأوا الهلال هل یلزم فی حق کل بلدة اختلف فیه فمنهم من قال لا یلزم فانما المعتبر فی حق اهـل بـلـدة رویتهـم وفـی الـخـانیة لا عبـرة بـاختلاف المطالع فی ظاهر الروایة، وفی الـقـدوری ان کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف به المطالع یلزمه و ذکر شمس الائمة الـحـلـوانـی انه الصحیح من مذهب اصحابنا انتهیٰ صاحب ہدایہ درمختارات النوازل سے آرو، اهـل بـلـدة صاموا تسعة وعشرین یوما بالرؤیة و اهل بلدة اخریٰ صاموا ثلاثین بالرؤیة فعلـی الاولین قضاء یوم اذا لم یختلف المطالع بینهما و اما اذا اختلف لا یجب القضاء انتهیٰ، وزیلعی درتبیین الحقائق شرح کنز الدقائق می طرازد، و لا عبرة باختلاف المطالع و معناه اذا رأی الهـلال اهـل بـلدة و لم یره اهل بلدة اخریٰ یجب ان یصوموا برؤیة اولئک کیف مـا کـان علی قول من قال لا عبرة باختلاف المطالع و علی قول من اعتبره ینظر فان کان فیهـمـا تـقارب بحیث لا یختلف المطالع یجب و ان کان بحیث یختلف لا یجب و اکثر الـمشـائـخ عـلـی انه لا یعتبر حتی اذا صام اهل بلدة ثلاثین یوما و اهل بلدة اخریٰ تسعة وعشـریـن یـومـا یـجـب عـلیهـم قـضـاء یوم و الاشبه ان یعتبر لان کل قوم مخاطبون بما عـنـدهـم و انفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف المطالع کما فی دخول وقـت الـصلوٰة و خروجه یختلف باختلاف الاقطار حتی اذا زالت الشمس فی المشرق لا یـلـزم ان تـزول فی المغرب و کذا طلوع الفجر و غروب الشمس بل کلما تحرکت الشـمـس درجة فتـلـک طـلـوع الـفجر لقوم و طلوع الشمس لبعضهم و غروب لبعض و نـصـف لیـل لـغیـرهم و الدلیل علی اختلاف المطالع ما روی کریب ان ام الفضل بعثته

الی معاویة بالشام قال فقدمت الشام وقضیت حاجتها واستهل علی شهر رمضان وانا بالشام فرأیت الهلال لیلة الجمعة ثم قدمت المدینة فی آخر الشهر فسألنی عبدالله ابن عباس ثم ذکر الهلال متی رایتم الهلال فقلت رایناه لیلة الجمعةفقال انت رأیته فقلت نعم وراه الناس وصاموا وصام معاویة فقال لکنا رایناه لیلة السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین اونراه فقلت اولاتکتفی برویة معاویة وصیامه قال لاھکذا امرنا رسول ﷺ قال فی المنتقی رواه الجماعة الا البخاری وابن ماجة انتهی خلاصہ کلام این است کہ مذہب اعتبار اختلاف مطالع مطلقا وعدم لزوم حکم رویت یک بلدہ ببلدۂ دیگر اگر چہ متقارب باشد غیر معتبر است ومذہب عدم اعتبار اختلاف مطالع مطلقا ولزوم حکم رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر اگر چہ متباعد باشد بغایت بعد مخالف حدیث ابن عباس است واصح المذاہب عقلا ونقلا ہمین است کہ ہر دو بلدہ کہ فیما بین آنہا مسافتی باشد کہ دران اختلاف مطالع میشود وتقدیرش مسافت یک ماہ است درین صورت حکم رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر نخواہد شد، ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ داشتہ باشند حکم رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر لازم خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آن بطریق موجب شدہ باشد انتھیٰ (ما فی مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاویٰ ۱: ۲۵۴،۲۵۵).

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے عرف الشذی ۳۵۳ (مطبع قاسمیہ دیوبند) میں علامہ زیلعی شارح کنز کا مذکورہ بالا مسلک نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے، وکنت قطعت بما قال الزیلعی ثم رأیت فی قواعد ابن رشد اجماعا علی اعتبار اختلاف المطالع فی البلدان النائیة، رمضان کا مسئلہ تو نسبتاً کچھ ضعیف سا ہے کیونکہ اس میں تو شہادت نہیں صرف اخبار ہے مگر مشکل مسئلہ آگے عید کا آرہا ہے جس کیلئے شہادت ضروری ہے، اور شہادت میں تو شرعا اور عقلا گواہوں کی حاضری ضروری ہے اور اگر نقل حکم قاضی ہو تو اس کیلئے بھی دو گواہ ضروری ہیں حالانکہ یہاں حکومت نے اس جگہ کے علاوہ جہاں رؤیت

ہوئی ہو، دیگر تمام جگہوں کیلئے ٹیلی فون اور ریڈیو پر حکم پہنچانے کا انتظام کیا ہے، حالانکہ ہمارے ناقص خیال میں یہ قواعد فقہیہ کی رو سے قطعاً غلط معلوم ہو رہے ہیں صاحب بحر لکھتے ہیں، **واعلم ان ما كان من باب الديانات فانه يكتفى فيه بخبر الواحد العدل كهلال رمضان وما كان من حقوق العباد وفيه الزام محض كالبيوع والاملاك فشرطه العدد والعدالة ولفظ الشهادة مع باقى شروطها ومنه الفطر انتهىٰ** (بحر ۲: ۲٦۷) اور مجموعۃ الفتاویٰ ۱: ۲۷۵ میں ہے، بحسب ضوابط فقہیہ مجرد اخبارات تار وغیرہ در باب صوم و افطار معتبر نہیں۔

درمختار میں ہے: **فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم روية اولئك بطريق موجب** جس پر علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں **قوله بطريق موجب كان يتحمل اثنان الشهادة ويشهدا على حكم القاضى او ليستفيض الخبر**، اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں، **قال الرحمتى معنى الاستفاضة ان تأتى من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية لا مجرد الشيوع من غير علم بمن اشاعه انتهىٰ.**

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ رؤیت ہلال رمضان کے بارے میں ریڈیو، ٹیلی فون اور تار کے ذریعہ اطلاعات ان صورتوں میں شامل نہیں ہو سکتیں جن کو فقہاء امت شرعی لحاظ سے قابل اعتبار قرار دیتے ہیں چہ جائیکہ اس پر عید کی بنا کر سکے، کیونکہ صاحب بحر وغیرہ تمام فقہاء کرام نے بالاتفاق رویت ہلال عید کے اثبات شرعی لحاظ سے شہادت کو شرط قرار دیا ہے اور شہادت میں تو شرعاً اور عقلاً دونوں لحاظ سے گواہوں کی حاضری شرط اول ہے شرعی لحاظ سے کتب فقہیہ میں ثبوت موجود ہے اور عقلاً اس لئے کہ آج تک تمام ذی عقل اور اہل تعلیم فاضل جج صاحبان نے چاہے وہ کافر کیوں نہ ہوں ریڈیو، ٹیلی فون اور تار پر شہادت لیکر فیصلہ دینا جائز قرار نہیں دیا ہے۔

پس اگر ہم قول مرجوح پر عمل کریں اور اعتبار اختلاف مطالع کا نہ کریں تو ایک مجرب جھوٹی منادی (ریڈیو) پر کیسا اعتماد کیا جائے جبکہ مجرب جھوٹا پن کے ساتھ ساتھ اعلان کنندہ بھی فاسق ہو اور اگر ہم ان سارے نقائص کو نظر انداز کر سکتے ہیں تو پھر سعودیہ عربیہ کے اعلان پر لبیک کیوں نہ کہیں تا کہ ساری امت کا روزہ اور عید ایک ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عزیز الرحمن بنوں تحصیل لکی مروت......۱۹۷۵ء/۳/۶

الجواب: واضح رہے کہ خیر القرون میں صوم وعید کی وحدت کے ضروری یا غیر ضروری ہونے دونوں کی نظیر نہیں ملتی، البتہ وحدت کے مشروع ہونے کی دلیل ملتی ہے وھو قولہ علیہ الصلاۃ والسلام صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته ﴿۱﴾ وجه الدلالة ان الخطاب فيه عام لجميع المسلمين، والمراد من الرؤية ثبوت الرؤية بالمشاهدة او الشهادة وغيرها لا الرؤية المحضة اجماعا وهو واضح فاذا ثبتت عند اهل المشرق رؤية اهل المغرب ثبوتا شرعيا فيلزم عليهم الصوم والافطار وهو ظاهر الرواية كما صرحوا به، وخصص ابن عباس الخطاب باهل البلد حيث قال هكذا امرنا رسول الله ﷺ فيكون عدم حكمه بناء على رأيه المستنبط من الحديث دون منطوق الحديث والاصل فى الخطاب هو العموم فيكون ظاهر الرواية قويا من حيث الدليل وهو الراجح عند المحققين كذا صرحوا به﴿۲﴾، واما ما اختاره الزيلعى فهو غير ظاهر الرواية والمراد من الاجماع فى

﴿۱﴾اخرجه احمد فى المسند (۲: ۴۵۴) والبخارى فى الصوم باب قول النبى ﷺ اذا رأيتم الهلال فصوموا، ومسلم فى الصيام باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال والفطر لرؤية الهلال وغيرهم من حديث ابى هريرة رضى الله عنه مرفوعاً.

﴿۲﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلى: ان الجمهور استدلوا بالسنة والقياس اما السنة فهو حديث ابى هريرة وغيره صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کلام ابن رشد اجماع المالکیۃ، نیز واضح رہے کہ ریڈیو نہایت ایک محفوظ آلہ ہے اس کے ذریعہ سے جو خبر نشر کی جاتی ہے وہ واضح الدلالت ہوتی ہے بخلاف مدافع وغیرہ کے جن میں غیر کا احتمال بھی موجود ہوتا ہے، پس جب مدافع پر اعتماد درست اور مشروع ہے تو اس آلہ پر اعتماد بہ طریق اول درست ہوگا، **کما فی منحۃ الخالق علی ھامش البحر ۲: ۲۷۰ لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاھرۃ الدالۃ علی ثبوت الشھر کضرب المدافع فی زماننا والظاھر وجوب العمل بھا علی من**

(بقیہ حاشیہ) فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین فھو یدل علی ان ایجاب الصوم علی کل المسلمین معلق بمطلق الرؤیۃ والمطلق یجری علی اطلاقہ فتکفی رؤیۃ الجماعۃ اوالفرد المقبول الشھادۃ ، واما القیاس فانھم قاسوا البلدان البعیدۃ علی المدن القریبۃ من بلد الرؤیۃ اذلا فرق والتفرقۃ تحکم لا تعتمد علی دلیل ھذا وقد ذکر ابن حجر فی الفتح ستۃ اقوال فی الموضوع، وقال الصنعانی: والاقرب لزوم اھل بلد الرؤیۃ وما یتصل بھا من الجھات التی علی سمتھا ای علی خط من خطوط الطول وھی ما بین الشمال الی الجنوب اذ بذلک تتحد المطالع وتختلف المطالع بعدم التساوی فی طول البلدین او باختلاف درجات خطوط العرض.

وقال الشوکانی ان الحجۃ انما ھی فی المرفوع من روایۃ ابن عباس لا فی اجتھادہ الذی فھم عنہ الناس، والمشار الیہ بقولہ ھکذا امرنا رسول اللہ ﷺ وقولہ فلا نزال نصوم حتی نکمل الثلاثین والامر الوارد فی حدیث ابن عمر، لا یختص باھل ناحیۃ علی جھۃ الانفراد بل ھو خطاب لکل من یصلح لہ من المسلمین فالاستدلال بہ علی لزوم رؤیۃ اھل بلد لغیرھم من اھل البلاد اظھر من الاستدلال بہ علی عدم اللزوم لانہ اذا رآہ اھل بلد فقد رآہ المسلمون فیلزم غیرھم ما لزمھم ...... وھذا الرأی (رأی الجمھور) ھو الراجح لدی توحیدا للعبادۃ بین المسلمین .

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳: ۱۶۶۲ المطلب فی اختلاف المطالع)

سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرىٰ ونحوها الخ ﴿۱﴾. نیز واضح رہے کہ منادی سلطان میں عدالت کی شرط نہیں ہے کما فی الهندية ۵: ۳۴۲ وخبر منادى السلطان مقبول عدلا كان او فاسقا كذا فى الجواهر الاخلاطى ﴿۲﴾ اور جب ریڈیو کے ذریعہ سے تفصیلی خبر جس میں فیصلہ کنندہ اور منشأ (رؤیت وغیرہا) مذکور ہو کوئی خدشہ نہیں ہے۔ وهو الموفق

تکمیل ثلاثین کے بعد عید کا حکم دیا جائے گا جبکہ دو گواہوں سے ثبوت رمضان ہوا ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بشب پیر تیسویں رمضان کو چاند دیکھنے پر شہادت شرعی پیش ہوئی اور عید فطر کا اعلان کیا گیا اس کے بعد بشب منگل یعنی یکم شوال کو آئندہ رات چاند نہیں دیکھا گیا، آیا یہ دوسرے دن کا چاند نہ دیکھنا شہادت مذکورہ کی تکذیب کی دلیل نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل محمد واہلیان خویشکی نوشہرہ......۱۹۷۷ء/۱۰/۲۶

الجواب: چونکہ دوسری رات کا چاند بنسبت پہلی رات کے بلند اور بڑا ہوتا ہے لہٰذا دوسری رات کو نظر نہ آنا دروغ بیانی یا غلطی کی دلیل ہے البتہ تیس دن پورے ہونے کی وجہ سے باوجود عدم رؤیت کے عید کا حکم دیا جائے گا، کما فی الهندية ۱: ۲۱۱ واذا شهد على هلال رمضان شاهدان والسماء متغيمة وقبل القاضي شهادتهما وصاموا ثلثين يوما فلم يروا الهلال شوال ان كانت السماء متغيمة يفطرون من الغد بالاتفاق وان كانت مصحية يفطرون ايضا على الصحيح كذا في المحيط ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (منحة الخالق على هامش البحر ۲: ۲۷۰ قبيل باب ما يفسد الصوم وما لايفسده)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ۵: ۳۰۹ كتاب الكراهية)

﴿۳﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۹۸ الباب الثاني في رؤية الهلال)

اثبات ماہ رمضان کیلئے تین افراد کی گواہی اور خبر مستفیض کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں رمضان شریف کا چاند دیکھا گیا اور اس میں روزہ کا اعلان کیا گیا، اب جب دوسرے گاؤں والے یہ خبر لے کر جائیں تو اس کے موجب طریقہ کونسا ہے اگر تین عام آدمی اس گاؤں سے آجائیں اور یہ کہہ دیں کہ اس دوسرے گاؤں میں چاند دیکھا گیا ہے اور فرضیت رمضان کا اعلان کریں کیا یہ شہادت کافی ہے یا خبر مستفیض ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالرحمٰن وانڈہ شہاب خیل لکی مروت

الجواب: واضح رہے کہ ثبوت علی طریق موجب تین قسم کا ہے کما فی ردالمحتار ۲: ۱۳۲ قوله بطريق موجب كان يتحمل اثنان الشهادة او يشهدا على حكم القاضى او يستفيض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اهل بلدة كذا رء وه لانه حكاية ﴿۱﴾ پس اس بنا پر یہ خبر جو کہ استفتاء میں مسطور ہے خبر مستفیض نہیں ہے اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے لیکن چونکہ ظن غالب بھی موجبات سے شمار کیا گیا ہے، كما فی ردالمحتار ۲: ۱۲۵ وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به﴿۲﴾ قلت والخبر المستفيض يوجب من حيث انه يفيد الظن الغالب فلا يلزم الزيادة على الثلاثة فافهم، پس اگر یہ اشخاص معتمد ہوں تو ان کی خبر پر اعتماد کرنا غلط نہ ہوگا، لان خبرهم ليس مادون من صوت المدافع فافهم. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۵ كتاب الصوم مطلب فى اختلاف المطالع)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: والظاهر انه يلزم اهل القرىٰ الصوم بسماع المدافع او رؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۹ كتاب الصوم مطلب لا عبرة بقول المؤقتين)

افواہیں خبر مستفیض نہیں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جگہ چند آدمی قاضی یا امام کو خبر دیں کہ مثلاً فلاں جگہ میں شہادت دی گئی ہے کہ چاند نظر آیا ہے اور ساتھ یہ بھی کہدے کہ وہاں کے مولوی صاحب نے عید کا اعلان کیا ہے اور مولوی صاحب کا تعین نہیں ہے اور نہ گواہوں کے بارے میں کچھ علم ہے تو کیا وہ قاضی یا امام عید کا اعلان کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی یحیٰ مہمند ایجنسی متعلم حقانیہ......یکم ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

الجواب: اس قسم کی خبروں سے عید یا صوم کا حکم دینا بے قاعدہ امر ہے، یہ افواہیں ہیں خبر مستفیض نہیں ہے، **فی ردالمحتار ۲: ۱۲۹ قال الرحمتی معنی الاستفاضة انه تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رؤیة لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه کما قد تشیع اخبار یتحدث بها سائر اهل البلدة ولا یعلم من اشاعها الخ ﴿۱﴾ . وهو الموفق**

ریڈیو وغیرہ کے اعلان روزہ وفطر پر اعتماد کی شرائط

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ زمانے میں حکومت ریڈیو اور دیگر ذرائع ابلاغ پر صوم وفطر کا اعلان کرتی ہے کیا عندالشرع ان کا اعتبار کیا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا احمد زمان منگوری پارہ چنار......۱۹۸۶ء/۱/۱۸

الجواب: جبکہ مدافع وغیرہ پر اعتماد جائز ہے، کما فی ردالمحتار ۲: ۱۲۵ ﴿۲﴾

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۲ قبیل مطلب فی رؤیة الهلال نهاراً)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: قلت والظاهر انه یلزم اهل القری الصوم بسماع المدافع ورؤیة القنادیل من المصر لانه علامة ظاهرة تفید غلبة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ومنحة الخالق علی هامش البحر ۲: ۲۷۰ ﴿۱﴾ پس ریڈیو وغیرہ پر اعتماد بطریق اولیٰ جائز ہے، لکونها ادل علی المرام لان اصوات المدافع قد تکون لغیر دخول الشهر، البتہ جواز اعتماد میں شرط یہ ہے کہ اعلان کرنے والا مسلم ہو اور خبر تفصیلی ہو ﴿۲﴾ کیونکہ موجودہ دور میں یہ خطرہ ہے کہ انہوں نے ماہرین فلکیات کے مفروضوں پر اعتماد نہ کیا ہو اور چونکہ شریعت میں مہینہ انتیس دنوں سے کم نہیں ہوتا تو

(بقیہ حاشیہ) الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صرحوا به واحتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید اذ لا یفعل مثل ذلک عادة فی لیلة الشک الا لثبوت رمضان. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۹ کتاب الصوم مطلب لا عبرة بقول الموقتین فی الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین الشهیر بابن عابدین: لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها فمن کان غائبا عن المصر کاهل القریٰ ونحوها کما یجب العمل بها علی اهل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شهادة الشهود.

(منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبیل باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

﴿۲﴾ ریڈیو اعلان برائے صوم وعید اس حد تک معتبر ہے کہ اس سے غلبہ ظن جو موجب حجت ہو حاصل ہو سکتا ہو۔

(۱) رؤیت ہلال کمیٹی متدین علماء مفتیوں اور اہل لوگوں پر مشتمل ہو۔

(۲) ریڈیو حکومتی کنٹرول میں ہو اور اس ملک میں حکومتی ریڈیو سٹیشن خبروں کے لحاظ سے محفوظ ہو اور عوام میں وہ مشہور ومعروف ہو ورنہ عوامی ایف ایم اینٹینوں سے خطرہ رہے گا۔

(۳) اعلان تفصیلی ہو محض ادھر ادھر کی خبروں پر مشتمل نہ ہو مثلاً یہاں عید ہے فلاں جگہ چاند دیکھا گیا ہے ہمارے یہاں بھی آج عید ہے یا رمضان ہے وغیرہ یہ خبر محض ہے اعلان شہادت وغیرہ نہیں۔

(۴) ہلال کمیٹی کے شرعی فیصلے کے رو سے سرکاری اعلان ہو۔

(۵) کمیٹی اور اعلان کنندہ پر اطلاعاتی وزراء یا اور کسی شخص یا حکومتی مفاد اثر انداز نہ ہو۔

(۶) حکومتی ذرائع اس کے اہتمام میں مشہور ومعروف ہو، وغیرہ۔

(ماخوذ از فتاویٰ شیخ الاسلام، نظام الفتاویٰ، جدید فقہی مسائل، جواہر الفقہ وغیرہ)۔۔۔۔۔۔ (از مرتب)

وہ اعتماد غیر معتمد ہوگا جو اس کیلئے مستلزم ہو ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

دن کے وقت چاند کا نظر آنا آئندہ رات کا شمار ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کا چاند جب دن میں نظر آجائے تو کس وقت افطار کرنا چاہئے بعض کہتے ہیں کہ دیکھنے کے وقت اور بعض کہتے ہیں کہ شام کو اذان کے وقت افطار کرنا چاہئے صحیح قول کونسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صلاح الدین ایبٹ آباد...... ۱۸/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: جب دن کو چاند نظر آجائے تو یہ چاند آئندہ رات کا شمار ہوگا، اور غروب سے قبل افطار نا جائز ہوگا، كما في شرح التنوير ورؤيته بالنهار لليلة الآتية مطلقا على المذهب ذكره الحدادي وفي ردالمحتار ۲: ۱۳۰ قوله مطلقا اى سواء رؤى قبل الزوال او بعده﴿۲﴾. وهو الموفق

ثبوت عید ورمضان اور بقر عید میں اختلاف مطالع کا اعتبار وعدم اعتبار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پاکستانی مسلمان ہوں اور امریکہ میں مقیم ہوں یہاں ہر سال عید کے دنوں میں مسئلہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ عید کا چاند امریکہ میں نظر آجائے تو عید منائی جائے اور رمضان کا چاند یہاں نظر آجائے تو روزے شروع کئے جائیں یا اگر چاند مصر،

﴿۱﴾ قال العلامة شبير احمد العثماني: فينبغي ان يعتبر اختلافها ان لزم منه التفاوت بين البلدتين باكثر من يوم واحد لان النصوص مصرحة بكون الشهر تسعة وعشرين او ثلاثين فلا تقبل الشهادة ولا يعمل بهما فيما دون اقل العدد ولا ازيد من اكثره.
(فتح الملهم بشرح مسلم ۳: ۱۱۳)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۳ كتاب الصوم مطلب فى رؤية الهلال نهارا)

عرب وغیرہ میں نظر آ گیا ہو تو امریکہ میں بھی عید منائی جا سکتی ہے حالانکہ امریکہ اور عرب کے اوقات میں آٹھ گھنٹے کا فرق ہے اور بعض جگہوں میں تو بارہ گھنٹے کا فرق ہے اسلئے جس روز چاند وہاں نظر آئے یہاں نظر نہیں آتا، لہٰذا ہم عید وروزہ میں کیا موقف اختیار کریں، نیز یہ کہ بقرعید کے موقع پر ایک طرف وہ مسلمان ہیں جو کہتے ہیں کہ حج چونکہ سعودی عرب میں ہوتا ہے لہٰذا جس روز سعودیہ میں عید ہو یہاں بھی ہونی چاہئے، دوسری طرف وہ مسلمان ہیں جو کہتے ہیں کہ ایسا صحیح نہیں ہے لہٰذا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: کوکب صدیقی یو ایس اے......۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: محترم المقام سلمہ الرحمٰن السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ ظاہر الروایت کی بنا پر اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے پس اہالیان امریکہ عرب کی ثابت شدہ رؤیت پر صوم وعید کر سکتے ہیں، لما في شرح التنوير: **واختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ و عليه الفتوىٰ، فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب انتهىٰ بحذف،** (هامش ردالمحتار ۲: ۱۳۱) ﴿۱﴾ البتہ قربانی اپنے مطلع پر کرنی ضروری ہے کما في ردالمحتار ۲: ۱۳۲ **وهل يقال كذلك في حق الاضحية لغير الحجاج لم اره والظاهر نعم لان اختلاف المطالع انما لم يعتبر في الصوم لتعلقه بمطلق الرؤية وهذا بخلاف الاضحية، فالظاهر انها كاوقات الصلوات يلزم كل قوم العمل بما عندهم فتجزئ الاضحية في اليوم الثالث عشر وان كان على رؤيا غيرهم هو الرابع عشر** ﴿۲﴾. وهو الموفق

بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا مسئلہ اور سعودی اعلان پر صوم وعید کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ مہندایجنسی

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۰۴ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۵ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

کے اس خطہ میں واقع ہے کہ جہاں نہ پاکستانی حکومت ہے اور نہ افغانی بلکہ مکمل طور پر آزاد علاقہ ہے ہم سعودی عرب کے اعلان پر عیدین وصوم کرتے رہتے ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو سعودی اعلان پر عمل نہیں کرتے ،اب سوال یہ ہے کہ سعودی اعلان پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس دوسرے طبقہ کا کیا حکم ہے کہ وہ سعودی اعلان پر عمل نہیں کرتے ؟بینوا توجروا

المستفتی :مولانا فضل اللہ آزاد قبائل مہمند ایجنسی......۱۹۸۹ء/۱۰/۸

الجواب: واضح رہے کہ بنا بر ظاہر الروایت اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے پس اہل مشرق اہل مغرب کی رؤیت پر اکتفا کر سکتے ہیں **کما فی شرح التنویر قبیل باب مایفسد الصوم ومالا یفسده** ﴿۱﴾ اور بعض اہل علم اسی روایت پر عمل کرتے ہیں اور بعض علماء اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ عدم اعتبار بلاد قریبہ میں ہے نہ کہ بلاد بعیدہ میں، **کما یشیر الیه کلام البدائع ۲ : ۸۳ هذا اذا کانت المسافة بین البلدتین قریبة لا تختلف فیه المطالع فاما اذا کانت بعیدة فلا یلزم احد البلدین حکم الآخر لان مطالع البلاد عن المسافة الفاحشة تختلف فیعتبر فی اهل کل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر، انتهیٰ مافی البدائع** ﴿۲﴾ اور ہر چہ سعودیہ عربیہ ہے وہ بلا شک وشبہ بلاد بعیدہ میں سے ہے۔

(ا)......اور یہ کہ جس طرح ہلال شب اول افق انتہائی سے بلند ہو جائے اور بعد از غروب شمس اکیاون منٹ گزر جائے پس یہ چاند مغربی بلاد میں اسی بلندی کے وقت میں سات سو پچاس میل تقریباً افق پر

﴿۱﴾ **قال العلامة الحصکفی: واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذهب وعلیه اکثر المشائخ وعلیه الفتویٰ فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیة اولئک بطریق موجب.**

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲ :۱۰۴ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ **(بدائع الصنائع ۲ :۲۲۴ کتاب الصوم الباب الاهلة)**

دیکھا جاسکتا ہے اور یہ بلاد بلاد قریبہ ہیں اور اسی مسافت سے بعید بلاد بلاد بعیدہ ہیں۔

(۲)...... نیز یہ منصوصی اور اجماعی حکم ہے کہ مہینہ کا انتیس روز سے کم ہونا قیاس اور رائے سے متغیر کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ظاہر الروایت کو اپنے اطلاق پر چھوڑا جائے تو اس سے یہ تغیر لازم آتا ہے کہ اہل پاکستان (عوام) روزے کو پاکستانی رؤیت پر رکھیں گے اور فطر کو سعودی ریڈیو پر کریں گے، پس رمضان بعض اوقات میں اٹھائیس دن کا رہے گا خلاصہ کلام یہ کہ اگر ظاہر الروایت براطلاق خود حمل شود پس عوام بے لگام صوم بہ رؤیت پاکستان وفطر برراد یو عرب خواہند کرد واز قضاء یک یا دو روز گریز خواہند کرد، پس براہل علم انسداد ایں مفسدہ ضروری است ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

اختلاف مطالع اور ریڈیو وغیرہ پر اعلان کا حکم

سوال: ما يقول العلماء في هذه المسئلة اى في خبر الآلات الجديدة كالتار والتلفون وغيرهما اذا اخبرمن العرب وغير ذلك من الممالك الاسلامية هل يصح لنا الصوم والافطاربه ام لا؟ وهل يثبت حكم الشرعي بهذه ام لا؟ وهل يختلف المطالع باختلاف الاقطار ام لا؟ نرجوا منكم ان ترشدنا الى طريق الصواب بالبراهين.

المستفتی: مولانا غلام رسول......۱۹۷۶ء/۵/۷

﴿۱﴾ قال الشيخ محمد يوسف البنوری: ولا بد من تسليم قول الزيلعي والا لزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين والثامن والعشرين اوالحادى والثلاثين والثاني والثلاثين اذا كان بين البلدتين مسافة بعيدة كالهند والقسطنطينية فربما يتقدم طلوع الهلال في بلاد القسطنطينية يومين فاذا رؤى الهلال في بلاد الهند بعد رؤية الهلال هناک بليلتين ثم بلغتنا رؤيتهم فان لزمتنا رؤيتهم لزم تقدم العيد وان رآى رجل الهلال في القسطنطينية ثم جاء نا قبل العيد فهل يعمل برؤيته او برؤية اهل بلدنا؟ لم اجد هذه الصورة في كتبنا والظاهر انه يتبع اهل بلدنا الخ.

(معارف السنن ۵:۳۳۷ مسئلة اختلاف المطالع)

الجواب: ليعلم ان ههنا مسائل: الاولیٰ فی اعتبار اختلاف المطالع، فالراجح فيه عدم الاعتبار الا اذا يستلزم التغير لامر متقرر فی الشرع كما اذا استلزم كون الشهر ثمانية وعشرين يوما يدل عليه ما فی الدر المختار، واختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتویٰ﴿۱﴾ واما حديث ابن عباس فيمكن ان يقال أن رده مبنی علی فوات المحل فكانها شهادة الفرد علی الافطار، او يقال ان الظاهر عدم بناء الرد علی اعتبار اختلاف المطالع عنده بل الرد بناء علی اعتبار الرؤية ای كل قوم مخاطب بما ثبت عندهم دون غيرهم قربوا او ابعدوا ولم يذهب اليه احد من الحنفية، او يقال انه فهم من حديث صوموا لرؤيته (الحديث) والحق انه حجة لعدم اعتبار اختلاف المطالع والحجة هی الرواية دون رأی الراوی (هامش الرد ۲: ۱۳۱).

والثانية: فی الاعتماد علی الآلات والامارات فالمحقق هو الاعتماد عند افادة الظن الغالب لما فی منحة الخالق علی هامش البحر ۲: ۲۷۰ لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر كضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القریٰ وغيرها كما يجب العمل بها علی اهل المصر الذين لم يروا الحاكم قبل شهادة الشهود ﴿۲﴾.

والثالثة: ان حكم الحاكم خارج ولايته لايلزم العمل به نعم يجب التحری فان غلب علی ظنه الصدق فيقبل كما صرحوا به ﴿۳﴾ ولا شک ان الراديو آلة محفوظة

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۰۳ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: الصحيح من مذهب...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جدا فاذا نشر به الحكم المفصل بحيث ذكر فيه الحاكم والحكم ومنشأ الحكم فلا شك في افادته الظن. وهو الموفق

بلاد بعیدہ میں سعودی اعلان پر روزہ اور عید کا عوامی رواج

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے مہمند ایجنسی میں کئی سالوں سے یہ رواج ہے کہ لوگ روزہ اور عید سعودی عرب کے اعلان پر کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر حبیب الرحمٰن چنارے پایاں مہمند ایجنسی

الجواب: اگر آپ کے علاقہ کے معتمد علماء کے فتویٰ اور فیصلہ سے یہ رواج جاری ہو تو قابل اعتراض نہیں ہے﴿۱﴾ البتہ عید الاضحیٰ میں اس رواج کا جاری نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ عوام اور جرگہ کا فیصلہ ہے۔ وھو الموفق

(بقیه حاشیه) اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فيما بين اهل البلدة الاخرىٰ يلزمهم حكم هذه البلدة قلت ووجه الاستدراك ان هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان البلدة لا تخلو عن حاكم شرعي عادة فلا بد من ان يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعي فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور وهي اقوىٰ من الشهادة بان اهل تلك البلدة رأوا الهلال وصاموا لانها لا تفيد اليقين فلذا لم تقبل الا اذا كانت على الحكم او على شهادة غيرهم لتكون شهادة معتبرة والا فهي مجرد اخبار بخلاف الاستفاضة فانها تفيد اليقين فلا ينافي ما قبله.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۲ قبيل مطلب في رؤية الهلال نهارا)

﴿۱﴾قال الحصكفي: واختلاف المطالع غير معتبر على......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

(بقیہ حاشیہ) ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتوىٰ فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئک بطريق موجب (درمختار ۲:۴۰۱) .

اس پر بعض اہل علم کا عمل ہے اور بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ یہ عدم اعتبار بلاد قریبہ میں معتبر ہے نہ کہ بلاد بعیدہ میں کما يشير اليه كلام البدائع (۲:۲۲۴) هذا اذا كانت المسافة بين البلدتين قريبة لا تختلف فيه المطالع فاما اذا كانت بعيدة فلايلزم احد البلدين حكم الاخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر انتهىٰ.

اسی بنا پر معتمد علماء اور مفتیان علاقہ کا فیصلہ فقہاء کے اقوال اور علمی بنیادوں پر مضبوط ہوتا ہے جبکہ عوام اور جرگوں کا فیصلہ انتشار کا باعث بن سکتا ہے اور پھر یہ خطرہ رہتا ہے کہ عوام پاکستانی رؤیت پر روزہ رکھیں گے اور سعودی رؤیت پر عید کریں گے اور یوں روزے اٹھائیس رہیں گے وغیرہ۔

......(از مرتب)......

الفرائد اللوامع فی تحقیق اختلاف المطالع

چند سالوں سے یہ مسئلہ بڑے شدومد کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے، بعض علماء کی رائے ہے کہ تمام عالم اسلام میں عید وصوم ایک ہی دن ہونا چاہئے اور توحید الصوم والاعیاد کیلئے علمی بنیادوں پر کوشش کر رہے ہیں جبکہ فقہاء کے درمیان اختلاف اور عملی طور پر اس کی تنفیذ میں حائل رکاوٹوں کی وجہ سے بعض علماء اس سے اختلاف کر رہے ہیں، یہاں حضرت مفتی صاحب کا ایک مقالہ جو منہاج السنن میں موجود ہے حوالہ جات اور بعض جدید آراء کے ساتھ شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے اور یہی حضرت مفتی صاحب کا اختلاف مطالع میں موقف بھی ہے۔......(از مرتب)

واضح رہے کہ نفس اختلاف مطالع میں کوئی نزاع نہیں ہے اس معنی پر کہ کبھی دو شہروں میں اتنا فاصلہ ہوتا ہے کہ ایک میں چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں نظر نہیں آتا اور اسی طرح مطالع شمس بھی ہیں کیونکہ شعاع شمس سے چاند کا جدا ہونا اختلاف اقطار کی وجہ سے ہوتا ہے یہاں تک کہ جب سورج مشرق میں ڈوب جائے تو یہ لازم نہیں کہ مغرب میں بھی ڈوبا ہو، اسی طرح طلوع فجر اور غروب شمس بھی مختلف بلاد میں مختلف رہتا ہے بلکہ سورج جب ایک ایک درجہ حرکت کرتا ہے تو کسی قوم کیلئے طلوع فجر ہوتا ہے اور کسی کیلئے طلوع شمس، اسی طرح بعض بلاد میں غروب شمس اور بعض میں نصف رات ہوتی ہے

هکذا فی الزیلعی ﴿۱﴾ اور بعد کا اندازہ جس سے مطلع مختلف ہوجاتا ہے بعض نے مہینہ یا اس سے زیادہ کی مسافت بتائی ہے ذکرہ القھستانی عن الجواھر، اور تاج تبریزی نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اختلاف مطلع چوبیس فرسخ سے کم فاصلہ میں ممکن نہیں ہے ﴿۲﴾ اور معارف السنن میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے تحقیق تک یہ بات پہنچائی ہے کہ مطلع میں وقوع اختلاف تقریباً پانچ سو میل تک ہوتا ہے ﴿۳﴾۔اب اختلاف مطالع کو اعتبار دینے اور نہ دینے میں اختلاف ہے اور اس میں تین اقوال ہیں۔

(۱) ہر قوم کے لیے اپنے مطلع کا اعتبار واجب ہے اور دوسروں کیلئے ان کے مطلع پر عمل لازم نہیں،

﴿۱﴾ قال العلامة فخر الدین الزیلعی : وانفصال الھلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار کما ان دخول الوقت وخروجه یختلف باختلاف الاقطار حتی اذا زالت الشمس فی المشرق لایلزم منه ان تزول فی المغرب وکذا طلوع الفجر وغروب الشمس بل کلما تحرکت الشمس درجة فتلک طلوع فجر لقوم وطلوع شمس لآخرین وغروب لبعض ونصف لیل لغیرھم .

(تبین الحقائق شرح کنز الدقائق ۱ : ۳۲۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾قال العلامة ابن عابدین:وقدر البعد الذی تختلف فیه المطالع مسیرة شھر فاکثر علی مافی القھستانی عن الجواھر......وفی شرح المنھاج للرملی وقد نبه التاج التبریزی علیٰ ان اختلاف المطالع لا یمکن فی اقل من اربعة وعشرین فرسخا وافتیٰ به الوالد الخ. (ردالمختار ھامش الدر المختار ۲ :۱۰۵ اختلاف المطالع قبیل مایفسد الصوم وما لا یفسده)

﴿۳﴾ قال الشیخ محمد یوسف البنوری :وعلی کل حال بلاد الھند واسعة الأرجاء تختلف عروضھا من ست عشرة درجة الی اربع وثلاثین درجة والمسافة بینھا تبلغ الی نحو الفی میل وحققوا وقوع الاختلاف فی المطلع بنحو خمسمأة میل فکیف یتصور الجھد للتوحید فی مثله .

(معارف السنن ۵ : ۳۴۰ تحقیق اعتبار اختلاف المطالع)

واعتمده الزيلعي﴿۱﴾وهو الصحيح عندالشافعية﴿۲﴾.

(۲) اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ جہاں بھی چاند نظر آیا تو دوسرے لوگوں پر عمل واجب ہے وهو ظاهر الرواية عن ائمتنا وهو المعتمد عندنا و عندالمالكية والحنابلة واليه ذهب بعض الشا فعية ﴿۳﴾.

(۳) یہ عدم اعتبار بلاد متقاربہ میں ہے نہ کہ بلاد متباعدہ میں وهذا مختار عند بعض المشائخ قال الكاساني في البدائع :هذا اذا كانت المسا فة بين البلدتين قريبة لاتختلف منه المطالع فاما اذاكانت بعيد ة فلا يلزم احدالبلدين حكم الاخر لان مطالع البلاد عندالمسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في اهل كل بلد مطلع بلد هم دون البلدالاخر .انتهى ﴿۴﴾وقال العلامة ابن رشد :اجمعو ا على انه لا يراعى

﴿۱﴾ قال العلامة الزيلعي:والاشبه ان يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعا ع الشمس يختلف باختلاف الاقطار.

(تبين الحقائق شرح كنز الدقائق ۱ : ۳۲۱ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال عبدالرحمن الجزيري: الشافعية قالوا اذاثبتت رؤية الهلال في جهة وجب على اهل الجهة القريبة منها من كل ناحية ان يصوموا بناء على هذا للثبوت ' والقرب يحصل باتحاد المطلع بان يكون بينهما اقل من اربعة وعشرين فرسخا تحديدا اما اهل الجهة البعيدة فلا يجب عليهم الصوم بهذه الرؤية لاختلاف المطلع .

(الفقه على المذاهب الاربعة ۱ : ۱۳۸۱اذا ثبت الهلال بقطر من الاقطار)

﴿۳﴾ قال ابن عابدين :لكن المعتمد الراجح عندنا انه لا اعتبار به وهو ظاهر الرواية وعليه المتون كالكنز وغيره وهو الصحيح عندالحنابلة كما في الانصاف وكذا هو مذهب المالكية.(رسائل ابن عابدين ۱ : ۲۵۱ تنبيه الغافل والوسنان على احكام هلال رمضان)

﴿۴﴾ (بدائع الصنائع ۲ :۲۲۴ شروط صحة الاداء)

ذلک فی البلد ان النائیة .﴿۱﴾ وقاابن عبدالبر اجمعوا علی انه لاتراعی الرؤیة فیما بعدمن البلاد﴿۲﴾.

قول اول کی دلیل اجتہاد ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے عن کریب ان ام الفضل بنت الحارث بعثه الی معاویة بالشام قال فقدمت الشام فقضیت حاجتها واستهل علی هلال رمضان وانا بالشام فراینا الهلال لیلةالجمعة ثم قدمت المدینة فی آخر الشهر فسالنی ابن عباس ثم ذکر الهلال فقال متی رایتم الهلال فقلت رایناه لیلةالجمعة فقال انت رایته لیلة الجمعة فقلت راه الناس وصاموا وصام معاویة فقال لکن رایناه لیلة السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین یوما او نراه فقلت الا تکتفی برؤیة معاویة وصیامه قال لاهکذا امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم رواه الترمذی﴿۳﴾.

اس حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نہ نبی علیہ السلام کا کوئی لفظ ذکر کیا ہے اور نہ معنی لفظ بلکہ ایک مجمل صیغہ ذکر کیا ہے والحجة انما هی فی المرفوع لا فی اجتهاده الذی فهم عنه الناس. اور آپ کے اس قول کہ هکذا امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم کا مشار الیہ یہ قول ہے فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امر منقول ہے، شیخین وغیرہ نے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین هکذا قال الشوکانی فی النیل﴿۴﴾ یہ روایت

﴿۱﴾(بدایةالمجتهد ۱: ۲۱۰ کتاب الصیام قبیل الرکن الثانی وهو الامساک)

﴿۲﴾(فتح الباری بشرح صحیح البخاری۵: ۱۰۶ باب اذا رأیتم الهلال فصوموا)

﴿۳﴾ رواه الجماعة الاالبخاری وابن ماجه(نیل الاطار ۴/۱۹۴)

﴿۴﴾ قال الشوکانی:ان الحجة انما هی فی المرفوع ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اس پر دلالت کرتی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چاند دیکھا تھا اور مسلم کی روایت اس میں صریح ہے کہ کریب نے بھی چاند دیکھ لیا تھا۔

قول ثانی کی دلیل یہ حدیث ہے: صوموا لرؤيته و افطروا لرؤيته﴿۱﴾ کیونکہ یہ خطاب عام ہے جو مسلمان بھی خطاب کی صلاحیت رکھتا ہو جو کسی خاص علاقہ اور بلد کے ساتھ خاص نہیں ہے اور اسی طرح یہ حدیث بھی ہے انا امة امية لانكتب و لا نحسب متفق عليه ﴿۲﴾ کیونکہ اختلاف مطالع کو اعتبار دینا علم ہیئت اور علم حساب پر موقوف ہے جس کے ہم مکلف نہیں ہیں۔

قول ثالث کی دلیل یہ ہے کہ اگر بلاد بعیدہ جیسے عرب اور ہند میں اختلاف کو معتبر نہ مانا جائے تو اٹھائیسویں رمضان کو مثلاً عید ہو جائے گی ﴿۳﴾۔

ہمارے فقہاء احناف نے قول ثانی کو ترجیح دی ہے اور یہ ظاہر الروایت ہے۔ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ جواب کیا ہے: بان الحجة رواية الراوی لا رأيه ولم يذكر لفظ الحديث

(بقيه حاشيه) من رواية ابن عباس لا فی اجتهاده الذی فهم عنه الناس والمشار اليه بقوله هكذا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قوله فلا نزال نصوم حتی نكمل الثلاثين.

(نيل الاوطار ۱۹۵/ ج۴ باب الصوم)

﴿۱﴾رواه البخاری باب قول النبی صلى الله عليه وسلم اذا رأيتم الهلال فصوموا حديث رقم (۱۹۰۹)ومسلم باب وجوب صوم رمضان حديث رقم (۱۰۸۱) وابن ماجه باب ما جاء فی صوموا لرؤيته و افطروا لرؤيته حديث رقم (۱۶۵۵) واحمد فی المسند (۲: ۴۵۴) والطبرانی فی الصغير حديث رقم (۱۶۱)

﴿۲﴾اخرجه البخاری فی صحيحه باب قول النبی صلى الله عليه وسلم لا نكتب ولا نحسب برقم (۱۹۱۳) ومسلم باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال برقم(۱۰۸۰) من حديث عبد الله بن عمر رضی الله عنهما.

﴿۳﴾ قال الشيخ محمد يوسف البنوری: ولا بد من...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ولامعناه فلم نعلم انه بلغه الحدیث الصریح فی اعتبار مطلع کل بلد لاهله دون غیره او استنبطه من حدیث اخرجه الشیخان او لم یقبله لانه شهادة الواحد فی غیر غیم او لانه فات محل الشهادة وهو اول الشهر وباالجمله ان هذا واقعة الحال ولم ینکشف اجماله فلا یمکن الاستدلال به﴿ ا ﴾ اور یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ظاہر الروایت اگرچہ مطلق ہے لیکن حدیث صریح اور اجماع یہ ہے کہ مہینہ انتیس دن سے کم اور تیس دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اور یہ دونوں (حدیث، اجماع) ظاہر الروایت کے مقید ہونے کا تقاضا کرتی ہیں یعنی اذالم یستلزم عدم الاعتبار نقصان الشهر عن تسع وعشرین اورزیادته علی الثلاثین. پس ظاہر یہ ہے کہ ظاہر الروایت اور قول ثالث کا مآل ایک ہے۔ فافهم.

اور جو لوگ اس امر کے درپے ہیں کہ توحیدالصوم والاعیاد ہونی چاہئے تو یہ امر مطلوب نہیں ہے

(بقیہ حاشیہ) تسلیم قول الزیلعی والا لزم وقوع العید یوم السابع والعشرین والثامن والعشرین اوالحادی والثلاثین والثانی والثلاثین اذا کان بین البلدتین مسافة بعیدة کالهند والقسطنطینیة فربما یتقدم طلوع البلاد فی بلاد القسطنطینیة یومین فاذا رؤی الهلال فی بلادالهندبعدرؤیةالهلال هناک بلیلتین ثم بلغتنا رؤیتهم فان لزمتنا رؤیتهم لزم تقدم العید.

(معارف السنن ۵/۳۳۷ مسأله اختلاف المطالع وتحقیق عدم عبرتها)

﴿ ا ﴾قال العلامةابن الهام: وقد یقال ان الاشارة فی قوله هکذاالی نحو ماجری بینه وبین رسول ام الفضل وحینئذٍ لادلیل فیه لان مثل ما وقع من کلامه لووقع لنا لم نحکم به لانه لم یشهد علی شهادة غیره ولا علی حکم الحاکم فان قیل اخباره عن صوم معاویة یتضمنه لانه الامام یجاب بانه لم یأت بلفظة الشهادة ولو سلم فهو واحد لا یثبت بشهادته وجوب القضاء علی القاضی.

(فتح القدیر ۲/۲۴۳ فصل فی رؤیة

اور بلاد اسلامیہ میں جو یہ اختلاف بین الناس واقع ہوتا ہے اس میں کوئی ضرور نہیں ہے ﴿۱﴾، **عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون والاضحی يوم تضحون** ﴿۲﴾. بظاہر یہ کلام لغو معلوم ہوتا ہے لیکن ہم جواب میں کہتے ہیں کہ خطابی نے کہا ہے: **معناه ان الخطأ مرفوع عن الناس فی ما كان سبيله الاجتهاد فلو ان قوماً اجتهدوا فلم يروا الهلال الابعد ثلثين فلم يفطروا حتی استوفوا العدد ثم ثبت عندهم ان الشهر كان تسعا وعشرين فان صومهم وفطرهم ماضٍ لاشيئُ عليهم من وزرٍ اوعيب ،ولا يبعد ان يكون معناه انكم اذا صمتم او افطرتم او اضحيتم او وقفتم عرفات وفقا لقواعدرؤية الهلال ولم يكن الواقع كذلک فلا ضير فيه لان المعتبر فی هذه الامور الثبوت الشرعی دون**

﴿۱﴾ قال العلامةالبنوری: وقد دارت المسألة فی هذه الايام فی توحيد نظام الامة فی الصيام والعيد فی بلادالهند... وكل ذلک تنطع وتكلف ينبو عن مقاصد الشرع...... ثم كيف يتصور هذا التوحيد فی القری والجبال والبوادی التی لم تبلغ اليها هذه الوسائل المادية؟......وعلی كل حال بلاد الهند واسعة الارجاء تختلف عروضها من ست عشرة درجة الی اربع وثلاثين درجة والمسافة بينها تبلغ الی نحو الفی ميل وحققوا وقوع الاختلاف فی المطلع بنحو خمسمأة ميل فكيف يتصور الجهد للتوحيد فی مثله 'فكل ذالک نبوء وبعد عن السهلة السمحة البيضاء.

(معارف السنن ۳۴۰/ج۵ بحث اختلاف المطالع)

﴿۲﴾ اخرجه الترمذی فی الصيام باب ما جاء فی الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون حديث رقم (۶۹۷) وقال حديث حسن غريب 'واخرج بنحوه ابو داؤد فی الصيام باب اذا اخطأ القوم الهلال (۲۳۲۴) والبيهقی فی السنن الكبری (۴: ۲۵۲) من حديث ابی هريرة بلفظ صومكم يوم تصومون واضحاكم يوم تضحون .

الموافقة بنفس الامر ﴿۱﴾ . پس اس حدیث میں یہ اس بات پر واضح دلیل ہے۔ کہ تعدد اعیاد وصوم غیر منکر ہے اور اس میں اتحاد مطلوب نہیں ہے کیونکہ ان امور کا مدار ثبوت شرعی پر ہے اور ثبوت میں اختلاف واقع ہوسکتا ہے نہ کہ نفس الامر میں کہ اس میں اختلاف واقع نہیں ہوسکتا۔ قلت وكذا وقوع هذا الاختلاف

﴿۱﴾قال الشيخ عبدالله البسام السلفي :ان مجلس هيئة كبار العلماء في المملكة العربية السعودية فقرروا بقرارهم بالاجماع ما خلاصته بعد دراسة المجلس للموضوع وتداول الرأى فيه تقرر ما يلي اولاً:اختلاف مطالع الاهلة من الامور التي علمت بالضرورة حسا وعقلا ولم يختلف فيها احد وانما وقع الاختلاف بين العلماء في اعتبار المطالع من عدمه.ثانياً:مسألة اعتبار اختلاف المطالع من عدمه من المسائل النظرية التي للاجتهاد فيها مجال والاختلاف فيها واقع ممن لهم الشان في العلم والدين وهو من الاختلاف السائغ وقد اختلف اهل العلم في هذه المسألة فمنهم من رأى اعتبار اختلاف المطالع ومنهم لم يراعتباره.......وقد مضى على ظهور هذا الدين مدة اربعة عشرقرنا ولانعلم فيها فترة جرى فيها توحد اعياداسلامية على رؤية واحدة فان اعضاء الهيئة يقررون بقاء الامم على ما كان عليه وان يكون لكل بلد اسلامي حق اختيار ما تراه بواسطة علمائها من الرأيين المشار اليهاء واما مايتعلق باثبات الاهلة بالحساب فقد اجمع اعضاء الهيئة على عدم اعتباره ......واصل المسألة ان الله تعالى علق احكاماً شرعية بمسمى الهلال ،والشهر كالصوم والفطر والنحر ،فشرط كونه هلالا وشهرًافلوطلع في السماء ولم يعرفه الناس لم يكن هلالاً فلا يسمى هلالاً الابالظهوروالاشتهار كمادل عليه الكتاب والسنة .فخلاصة الاقوال في الصوم والفطر ثلاثة:الاول:انه اذا رؤى في بلد لزم الناس كلهم الصوم نظراً الى ان الخطاب لكل المسلمين بقوله:اذارأيتموه.الثاني:اعتبار اختلاف المطالع وتحديده بالكيلات الفان ومئتان وستة وعشرون (٢٢٢٦)كيلاً فاقل.وهذا ملاحظ فيه ان الخطاب خاص لمن يمكن رؤيته في قطرهم.الثالث:لزوم الصوم والفطر اذاكانوا تحت ولاية واحدة ....والعمل الآن على الثالث.(التعليق للشيخ البسام على بلوغ المرام ص ٢١٠ كتاب الصيام)

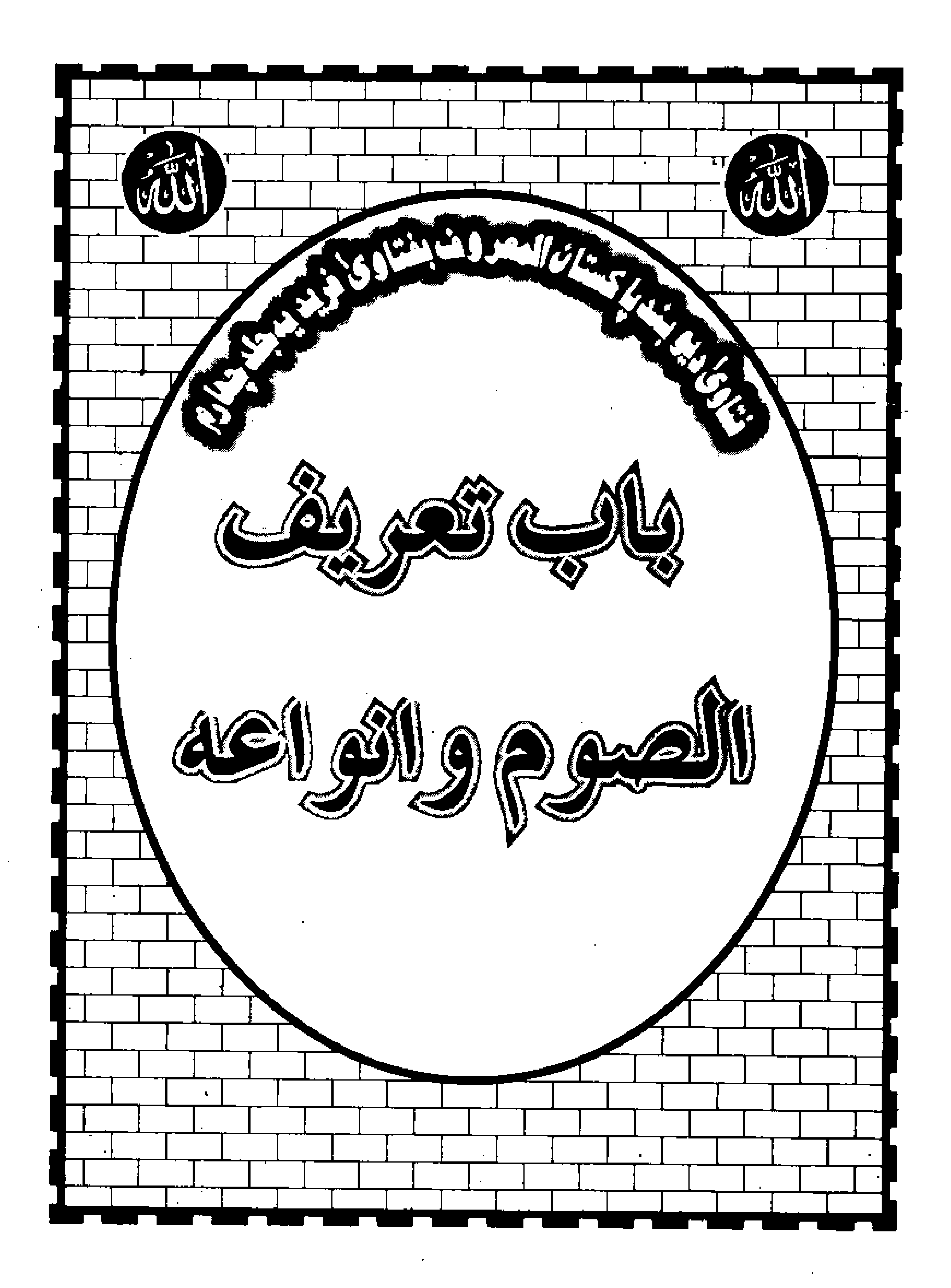
فـي عهد معاوية رضـي الله عنه من غير نكير يدل على انه غير منكر﴿ ١ ﴾ .ولذا لا نفطر بـراديو العرب في باكستان لان العوام يصومون برؤية باكستان ويفطرون برؤية العرب ثم لا يقضون عند نقصان الشهر يقومون ليلة العيد دون ليلة رمضان بالتلوم.

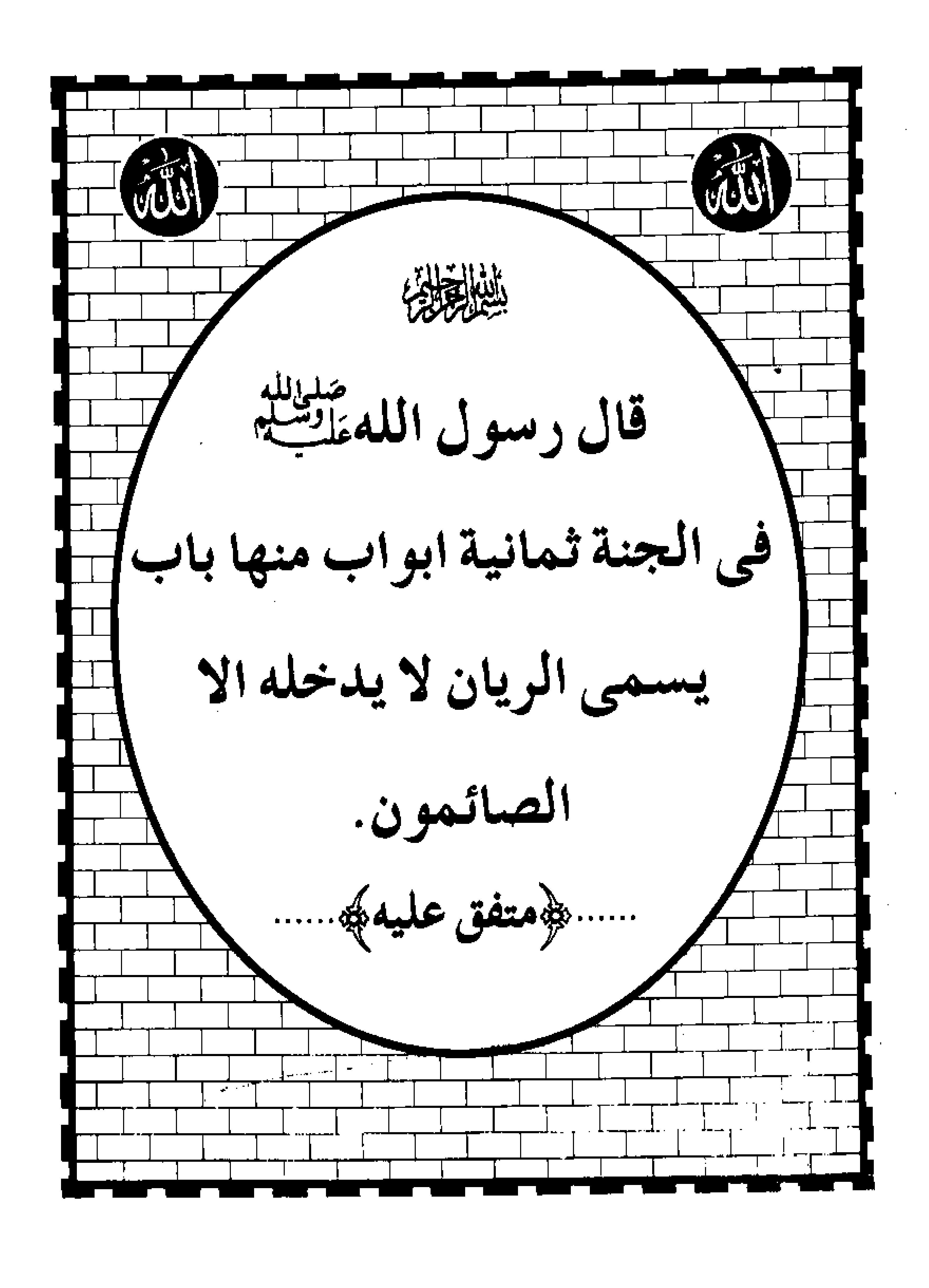
(ماخوذ از منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی)

﴿ ١ ﴾عـن كـريـب قـال قـدمـت الشـام......فـرأيـت الهـلال ليلة الجمعةثم قدمت المدينةفي اخـر الشهـر فسـالـنـي عبـدالله‌بن عباس ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال فقلت رأيناه ليلة الجمعةفقال انت رايته فقلت نعم وراه الناس وصاموا وصام معاويةفقال لكنا رايناه ليلةالسبت فـلانـزال نـصـوم حتـى نـكـمـل ثـلثيـن اونـراه فـقـلـت أولاتكتفي برؤية معاوية وصيامه فقال لاهكذاامرنارسول الله ﷺ.(صحيح مسلم ١ :٣٤٨ باب ان لكل بلد رؤيتهم)

وقـال الامـام ولـي الـلـه الـدهـلوی: قال النبیﷺ: لا تصوموا حتى تروالهلال ولا تـفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاقدروا له وفي رواية فاكملوا العدة ثلاثين، اقول: لما كان وقـت الـصـوم مضبوطا بالشهر القمرى باعتبار رؤية الهلال وهو تارة ثلاثون يوما وتارة تسعة وعشرون وجب في صورة الاشتباه ان يرجع الى هذا الاصل وايضا مبنى الشرائع على الامور الـظـاهـرة عـند الاميين دون التعمق والمحاسبات النومية بل الشريعة واردة باجمال ذكرها وهو قولهﷺ : انا امة امية لا نكتب ولا نحسب. (حجة الله البالغة ٢ : ٥١ احكام الصوم)

وقال الشیخ المفتی محمد شفیع الدیوبندی: تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانا نہ مسلمانوں پر لازم ہے نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت یا شرعی اجر ہے، اور نہ عادۃً ایسا ہوسکتا ہے کیونکہ مغربی اور مشرقی ممالک میں مسافت طویلہ کے بعد اختلاف مطالع کا وجود یقینی اور اس کا اعتبار جمہور کے نزدیک ثابت ہے اسلئے عہد صحابہ میں رمضان وعید مدینہ میں کسی روز مکہ میں کسی روز شام میں کسی دن عراق ومصر میں کسی دن ہوتی تھی ان سب شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانے کا جو اہتمام اس زمانہ میں ممکن تھا حضرات صحابہ وتابعین نے اس کا بھی اہتمام نہیں فرمایا الخ۔ (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۷۵ ہوائی رؤیت ہلال)


الله
الله
فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ جلد ۴
باب تعریف
الصوم وانواعه


الله
الله
بسم الله الرحمن الرحيم
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
فى الجنة ثمانية ابواب منها باب
يسمى الريان لا يدخله الا
الصائمون.
......﴿متفق عليه﴾......

باب تعریف الصوم وانواعہ

علامات بلوغت ظاہر نہ ہونے کی صورت میں روزہ کی فرضیت کیلئے عمر کی حد

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رمضان کے روزے کتنی عمر کے لڑکے یا لڑکی پر فرض ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۵ء/۱۱/۱۱

الجواب: اگر علامات بلوغت ظاہر نہ ہوئے ہوں تو پندرہ سال کی عمر تک پہنچنے پر روزہ رکھنا فرض ہوجاتا ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

جہاں اکیس گھنٹہ دن ہو وہاں اکیس گھنٹہ روزہ رکھا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سفر میں ہے اور ایسے علاقہ میں اس کا سفر شروع ہو رہا ہے جہاں ساڑھے تین بجے سورج طلوع ہوتا ہے اور بارہ بجے غروب ہو کر بھی اس سورج کی سرخی ختم نہیں ہوتی اس حساب سے رات صرف تین یا ساڑھے تین گھنٹہ رہ جاتی ہے باقی تمام وقت دن میں آجاتا ہے، یعنی تقریباً اکیس گھنٹے کا دن رہتا ہے اب ماہ رمضان میں سائل روزہ کس وقت رکھے اور کس وقت افطار کرے چونکہ مقامی لوگ اس مسئلہ سے بالکل ناآشنا اور بے خبر ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: آدم خان ساکن حال کنیڈا (امریکا)......۱۹۷۶ء/۸/۲۳

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: فان لم يوجد فيهما شيئ منها فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة وبه يفتى.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۵:۱۰۷ كتاب الحجر بلوغ الغلام)

الجواب: چونکہ اس علاقہ میں چوبیس گھنٹہ کے اندر باقاعدہ طلوع اور غروب ہوتا ہے لہٰذا یہاں باقاعدہ روزہ رکھا جائے گا کیونکہ جب چوبیس گھنٹہ کے اندر ایک دفعہ کھانا کھایا جائے تو روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہوتی، بہرحال غروب کے متصل افطار کیا جائے اور طلوع سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل روزہ بند کیا جائے گا ﴿۱﴾۔ **وھو الموفق**

﴿۱﴾ طویل النہار علاقوں میں روزے کے احکام:

(۱)......جن مقامات میں سورج کی عام گردش یومیہ کے اعتبار سے روزانہ طلوع وغروب نہ پایا جاتا ہو بلکہ کئی کئی دن یا کئی کئی ماہ تک مسلسل آفتاب طلوع ہی رہتا ہو یا غروب ہو کر زمین کے اوٹ میں غائب ہی رہتا ہو جیسا کہ ارض تسعین اور اس کی اطراف میں ایسا ہوسکتا ہے تو ان مقامات میں آفتاب کا ایک پورا دورہ (چوبیس گھنٹہ کا) جو ایک لیل ونہار کا مجموعہ شمار ہوتا ہے اور اس کے نصف آخر کو دن کا حصہ شمار کیا جاتا ہے اس میں روزہ رکھیں اور اس نصف کے شروع ہونے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ہی سحری کھانا بند کر کے روزہ کی نیت کرے، اور نصف اول جو رات کا حصہ شمار ہوتا ہے اس میں مغرب، عشاء، وتر، تراویح فجر سب نمازیں پڑھ لیا کریں اور پھر جب یہ مجموعہ لیل ونہار پورا ہو کر دوسرے دور کا آغاز ہو فوراً نماز مغرب پڑھنے کی طرح افطار بھی کر لیا کریں اور پھر اس دوسرے دور کی نصف اول میں کھانا پینا وغیرہ اور رات کی سب نمازوں سے فراغت پالیا کریں اور نصف ثانی کے شروع ہونے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے سحری کھالیا کریں اور روزہ کی نیت کرلیا کریں، **ذلک للدلیل الذی بینه فی ردالمحتار ۱: ۳۳۹ تحت التتمة.**

(۲)......جن مقامات میں طلوع وغروب شمس تو روزانہ پورے سال پایا جاتا ہو لیکن ہر موسم میں غروب شمس کے بعد سے فجر صادق طلوع ہونے سے قبل تک اتنا موقع نہ ملتا ہو کہ کھایا پیا جاسکے اور پھر اس کے بعد غروب تک روزہ پورا کیا جاسکے تو ان مقامات میں روزہ کی مقدار گھنٹوں سے یا نصف گردش شمس وغیرہ سے متعین نہ کریں بلکہ اس ماہ (رمضان) کے بعینہ یہی دن روزوں کے لئے متعین رہے لیکن چونکہ اس طرح بغیر آسودگی سے کھائے پیے پورے ماہ میں صوم پر عادۃً وعموماً قدرت نہیں ہوسکتی، اس لئے ناغہ دے کر حسب قدرت واستطاعت روزہ رکھا کریں اور جن دنوں میں افطار کریں ان دنوں کے روزوں کے عوض...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غروب شمس کے تحقق کیلئے مشرق کی جانب سرخی کا زوال شرط نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں افطار صوم اور نماز مغرب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آفتاب جب پہاڑ کے پیچھے ہو جائے اور جانب مشرق سے تاریکی نمودار ہو جائے تو نماز مغرب پڑھنا چاہئے اور یہی افطاری کا وقت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جانب مشرق میں جب سرخی زائل نہ ہو جائے اس وقت تک نماز یا افطاری جائز نہیں مسئلہ کا حل کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبید اللہ دکی لورآلائی ......۱۵/ رمضان ۱۴۰۷ھ

الجواب: مشرق کی سرخی کے زوال کا قید نہ قرآن اور احادیث سے ثابت ہے اور نہ آثار اور

(بقیہ حاشیہ) میں دوسرے مہینوں کے دنوں میں حسب قدرت ناغہ دے دے کر ادا کرتے رہیں۔

(۳)......جن مقامات میں غروب وطلوع شمس تو روزانہ پایا جاتا ہے لیکن سال کے صرف بعض مہینوں میں غروب شمس سے صبح صادق کے درمیان میں نماز ہائے مفروضہ واجبہ ادا کرنے کے بعد اطمینان سے کھا پی کر روزہ رکھنے کا وقت ملتا ہو اور بعض مہینوں میں نہ ملتا ہو تو جس وقت ماہ رمضان ان مہینوں میں واقع ہو جائے جس میں یہ موقع نہ ملتا ہو تو ناغہ دے دے کر حسب استطاعت روزہ رکھیں اور جن دنوں میں روزہ نہ رکھ سکیں ان دنوں کی قضا اسی سال کے دوسرے دنوں میں کرلیا کریں۔

(۴)......جن مقامات میں طلوع وغروب شمس روزانہ پایا جاتا ہو اور غروب کے بعد سے فجر صادق کے غروب ہونے کے پیشتر تک پورے سال اتنا کافی وقت ملتا ہو جس میں نماز ہائے مفروضہ وواجبہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اطمینان سے کھانے پینے اور کچھ آرام وسکون لینے کا وقت بھی مل جاتا ہو تو ان مقامات کے لوگوں پر ماہ رمضان میں ہی ہمیشہ ادائیگی صوم واجب وضروری ہوگی اور فجر صادق طلوع ہونے سے ہی روزہ شروع کر دینا لازم ہوگا اور وقت فجر کی مقدار طویل ہونے کی وجہ سے روزہ کی مقدار اگرچہ طویل ہو جائے لیکن یہ اتنی طوالت نہیں ہے کہ کوئی شخص روزہ پر قدرت نہ رکھتا ہو، البتہ اگر کسی کو وقتی وعارضی مجبوری یا...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معتبرات فقہ میں مسطور ہے بلکہ حدیث اذا اقبل اللیل من ھھنا و ادبر النھار من ھھنا و غربت الشمس ﴿۱﴾ سے متصادم ہے، البتہ جن علاقوں میں مغرب کی طرف بڑے بڑے پہاڑ ہوں تو اس میں کچھ گنجائش ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

ایک علاقے میں روزہ اور دوسرے میں عید ہو تو عید والے علاقے میں جا کر کیا کرنا چاہئے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان کے آخر میں کسی علاقہ میں عید الفطر نہ ہو اور وہاں کا باشندہ ایسے علاقے میں جائے جہاں عید الفطر کا اعلان ہوا ہو تو اس

(بقیہ حاشیہ) عذر شرعی مثلاً حمل، حیض، مرض، سفر وغیرہ پیش آ جائے تو ان کو رخصت ہے اور قضاء کریں گے، کمافی الھدایۃ.

(۵)......جن علاقوں میں طلوع وغروب شمس روزانہ پایا جاتا ہو لیکن شفق احمر غروب ہوتے ہی یا اس سے بھی قبل فجر کی سفیدی شروع ہو جاتی ہو جیسے (۶۰) عرض البلد کے بعد کے بعض مقامات میں ہوتا ہے اور کسی امام کے نزدیک بھی وقت عشاء متحقق نہ ہوتا ہو تو روزہ با قاعدہ رکھا جائے گا اور تینوں نمازیں (مغرب، عشاء، فجر) یکے بعد دیگرے بغیر لحاظ جمع بین الصلاتین ادا کی جائیں گی، اور جہاں تک ہو سکے صبح صادق کے طلوع سے قبل فرض عشاء و وتر سے فراغت کی کوشش کی جائے گی اور تراویح کا موقع نہ ملے اسی طرح سنن وواجب کا موقع نہ ملے تو نہ پڑھیں (کما حققہ الامام ابن الھمام فی فتح القدیر ۱:۱۵۶)۔

(ماخوذ از منتخبات نظام الفتاویٰ وغیرہ)......از مرتب

﴿۱﴾ (متفق علیہ (مشکواۃ المصابیح ۱:۱۷۵ قبیل باب تنزیہ الصوم)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: (اذا اقبل اللیل) ای ظلامہ (من ھھنا) ای جانب الشرق (وادبر النھار) ای ضیاؤہ (من ھھنا) ای جانب الغرب (وغربت) ای غابت (الشمس) ای کلھا قال الطیبی وانما قال وغربت الشمس مع الاستغناء عنہ لبیان کمال الغروب کیلا یظن انہ یجوز الافطار لغروب بعضھا.

(مرقاۃ المفاتیح شرح المشکواۃ ۴:۲۵۲ باب الفصل الاول) .

کیلئے اس دن روزہ پورا کرنا چاہئے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقیوم مدرس مڈل سکول مدہ خیلہ رفورٹ چارسدہ......۱۰/ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر اس دوسرے علاقہ میں ثبوت شرعی سے باقاعدہ عید کا حکم دیا گیا ہو تو وہاں روزہ پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ ان پر اعتماد صحیح ہے ﴿۱﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ ......☆: قال فی التاتارخانیة: اهل مصر صاموا رمضان بغیر رؤیة وفیهم رجل لم یصم حتی رأی الهلال من الغد فصام اهل المصر ثلاثین یوما وهذا الرجل تسعة وعشرین ثم افطروا جمیعا فان کان اهل المصر رأوالهلال شعبان وعدوا شعبان ثلاثین یوما کان علی هذا الرجل قضاء یوم الاول الخ.

(فتاویٰ تاتارخانیة ۲: ۳۵۴ الفصل الثانی فیما یتعلق برؤیة الهلال)

......☆ : وفی المنهاج: فاذا رأی الهلال فی العرب لیلة الجمعة وفی باکستان لیلة السبت وصام رجل فی باکستان ثمانیة وعشرین یوما وذهب الی العرب فی الطیارة وقد رأی هلال شوال هنا فیقضی یوما مثلاً ولا یعتذر بانی صمت بالرؤیة المعتبرة وافطرت بالرؤیة المعتبرة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۱۴ باب لکل بلد رؤیتهم)

......☆: وقال الدکتور وهبة الزحیلی: فسافر من بلد الرؤیة من صام به فالاصح انه یوافقهم وجوبا فی الصوم آخر، وان کان قد اتم ثلاثین، لانه بالانتقال الی بلدهم صار واحدا منهم فیلزمه حکمهم وروی ان ابن عباس امر کریبا بذلک ومن سافر من البلد الآخر الذی لم یرفیه الهلال الی بلد الرؤیة، عید معهم وجوباً لانه صار واحدا منهم سواء اصام ثمانیة وعشرین یوما ام تسعة وعشرین بان کان رمضان تاما عندهم وقضی یوما ان صام ثمانیة وعشرین لان الشهر لا یکون کذلک ومن اصبح معیدا، فسارت سفینته او طائرته الی بلدة بعیدة اهلها صیام فالاصح ان یمسک بقیة الیوم وجوبا لانه صار واحد منهم.

(الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۱۶۵۹ المطلب الثالث اختلاف المطالع)

......☆: قال العلامة محمد یوسف البنوری: وان ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

سحری کا آخری وقت اور دن میں یا رات سے نیت روزہ رمضان کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) الکلام الاول آیت ذیل: قولہ تعالیٰ: (کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر) (الآیۃ) میں تحدید وقت آیا ہے کیا کھانا پینا اس وقت بند کرنا چاہئے، جب طلوع فجر کے متعلق علم حقیقی حاصل ہو جائے ساتھ اس کے کہ رات کو نہ چاندنی ہو اور نہ بادل ہو کیا طلوع فجر ثانی کے ظہور تک کھانا پینا مباح ہے یا طلوع فجر ثانی سے گھنٹہ یا نصف گھنٹہ پہلے بند کرنا چاہئے۔

(۲) والکلام الثانی فی اول وقت الصوم وآخره أیبتدء من طلوع فجر الثانی المعترض فی الافق وآخره الی اللیل ام یبتدء من بعض اللیل وآخره الی بعض اللیل؟۔

(۳) والکلام الثالث فی نیة صوم رمضان أیصح من اللیل والنهار کلیهما ام یصح من اللیل فقط؟ بینوا توجروا

المستفتی: (مفتی) عبداللہ شاہ (دارالعلوم اسلامیہ) چارسدہ......۲۹/۱/۱۹۷۶ء

الجواب: (۱) المدار هو تیقن طلوع الفجر الثانی لکن الاستحباب هو الامتناع من الاکل وغیره فی السبع الآخیر مما بین غروب الشمس وبین الفجر الثانی کما فی امداد الفتاویٰ ﴿۱﴾.

(بقیہ حاشیہ) رأی رجل الهلال فی القسطنطینیة ثم جاء نا قبل العید فهل یعمل برؤیته او برؤیة اهل بلدنا؟ لم اجد هذه الصورة فی کتبنا، والظاهر انه یتبع اهل بلدنا نظیره ما یقوله الشافعیة فیمن صلی الظهر فی بلد ثم وصل من فوره الی بلد لم یدخل وقت انه یصلی معهم . والله اعلم (معارف السنن ۵: ۳۳۷ مسألة اختلاف المطالع)

﴿۱﴾ قال الشاه اشرف علی التهانوی: ہیئت کے قاعدہ سے......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) صرح جمیع الفقهاء فی اول کتاب الصوم ان مبدء ہ طلوع الفجر الثانی ومنتهاه الغروب الملازم باقبال اللیل ﴿۱﴾.

(۳) النیة افضل من اللیل وجاز قبل نصف النهار الشرعی کما فی الهدایة وغیرها ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) طلوع آفتاب کے وقت سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تک سحری کھا سکتے ہیں اور فقہاء نے احتیاط کی ہے کہ غروب سے طلوع تک کل وقت جتنا ہے اس کو سات پر تقسیم کریں چھ حصہ میں سحری کھا سکتے ہیں.

(امداد الفتاویٰ ۱: ۹۲ کتاب الصوم والاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة سید احمد الطحطاوی: النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الی غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة، الی الغروب، هو اول زمان بعد غیبوبة تمام جرم الشمس بحیث تظهر الظلمة فی جهة المشرق وفی البخاری عنه ﷺ اذا اقبل اللیل من ههنا فقد افطر الصائم ای اذا وجدت الظلمة حسا فی جهة المشرق فقد دخل وقت الفطر او صار مفطرا فی الحکم لان اللیل لیس ظرفا للصوم قهستانی ولذا ذکره الوصال منح.

(الطحطاوی علی المراقی ۱: ۶۳۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغینانی: وسبب الثانی النیة وجه قوله فی الخلافیة قوله علیه الصلاة والسلام لا صیام لمن لم ینو الصیام من اللیل ولانه لما فسد الجزء الاول لفقد النیة فسد الثانی ضرورة انه لا یتجزأ بخلاف النفل لانه متجزی عنده ولنا قوله ﷺ بعد ما شهد الاعرابی برؤیة الهلال الا من اکل فلا یأکلن بقیة یومه ومن لم یأکل فلیصم ومارواه محمول علی نفی الفضیلة والکمال او معناه لم ینوانه صوم من اللیل ولانه یوم صوم فیتوقف الامساک فی اوله علی النیة المتأخرة المقترنة باکثره کالنفل وهذا لان الصوم رکن واحد ممتد والنیة لتعیینه لله تعالیٰ.

(هدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۲۳۶ کتاب الصوم)

غروب شمس سے متصل افطار کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان یا غیر رمضان میں سورج غروب ہونے سے متصل اذان کرنا چاہئے یا احتیاط بھی کرنا چاہئے؟ اگر ایک شخص نے سورج غروب ہونے سے متصل افطار کیا تو اس کا روزہ ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: تقدیر اللہ ساکن زنڈ وباغڈہ

الجواب: غروب شمس اور طلوع لیل میں ملازمہ ہے، لہٰذا غروب کے ساتھ متصل اذان دینا جائز ہے ﴿۱﴾ البتہ اگر غبار یا پہاڑ وغیرہ کی حیلولت کی وجہ سے غروب میں شک ہو تو وہاں چند منٹ احتیاط ضروری ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

رمضان میں گندم کی کٹائی کیلئے روزہ چھوڑنا بے باکی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں گندم کی کٹائی

﴿۱﴾ قال العلامة سيد احمد الطحطاوى: النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الى غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة، الى الغروب هو اول زمان بعد غيبوبة تمام جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة فى جهة المشرق وفى البخارى عنه ﷺ اذا اقبل الليل من ههنا فقد افطر الصائم، اى اذا وجدت الظلمة حسا فى جهة المشرق فقد دخل وقت الفطر او صار مفطرا فى الحكم لان الليل ليس ظرفا للصوم قهستانى ولذا ذكره الوصال منح.

(الطحطاوى على مراقى الفلاح ۱: ۶۳۱ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة الطاهر البخارى: ويستحب للصائم تعجيل الافطار قبل طلوع النجوم وتاخير السحور وفى يوم الغيم لا يستحب التعجيل ولا يفطر مالم يغلب على ظنه غروب الشمس. (خلاصة الفتاوىٰ ۱: ۲۶۶ قبيل فصل فى الاعتكاف كتاب الصوم)

کاوقت رمضان میں آیا ہے اب اگر گندم کی کٹائی نہ کی جائے تو گندم خراب ہو جاتے ہیں اور روزہ کی حالت میں گندم کی کٹائی انتہائی مشکل کام ہے اسلئے بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ روزہ چھوڑ کر گندم کی کٹائی کرو، اور دلیل شامی جلد دوم کی عبارت پیش کرتے ہیں، وکذا لو خاف هلاک زرعه او سرقته ولم یجد من یعمل له باجر مثل الخ، آپ صاحبان اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جلات خان دکاندار دکی لورآ لائی.....۱۵/ رمضان ۱۴۰۷ھ

الجواب: چونکہ یہ کٹائی مراہق کر سکتے ہیں نیز رات کو بھی ہوسکتی ہے نیز سحری کھانے کے بعد دس بجے تک ہوسکتی ہے، لہٰذا اس کو مرخص قرار دینا بے باکی کا دروازہ کھولنا ہے۔ وھو الموفق

حالت حمل کا خون مانع صوم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسماۃ ہندہ حاملہ ہے اور یہ حمل کم وبیش تین ماہ کا ہے ہندہ نے رمضان میں روزے شروع کئے، غالباً دوسرے یا تیسرے روزے کے دوران کپڑوں پر دم (خون) کا داغ معلوم ہوا ممکن ہے کہ یہ داغ طبیعت کی گرمی کی وجہ سے ظاہر ہوا ہو، اب ہندہ کا روزہ رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبدالرحیم عزیز مولے پور ملتان.....۱۹۶۹ء/۳/۱۹

الجواب: حالت حمل میں دم دم حیض نہیں ہوتا ہے بلکہ دم استحاضہ ہوتا ہے ﴿۱﴾ جو کہ صوم کیلئے مانع نہیں ہے (ردالمحتار ۱: ۲۶۳، ۲۷۵) ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وما تراه صغيرة دون تسع..... وحامل ولو قبل خروج اكثر الولد استحاضة. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۱: ۲۰۹ قبيل مبحث في مسائل المتحيرة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ودم استحاضة حكمه كرعاف دائم وقتاً كاملا لا يمنع صوما وصلاة الخ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۱: ۲۱۸ قبيل مطلب في حكم وطء المستحاضة)

ایران میں ایرانی اعلان کے خلاف پاکستانی اعلان پر عید منانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں ایرانی حکومت نے اتوار کے دن عام عید منائی، اور اسی دن ہمارے تیس روزے بھی پورے ہوئے یہاں کچھ پاکستانیوں اور افغانیوں نے ہفتہ کے دن عید منائی اور دلیل یہ پیش کر رہے تھے کہ پاکستان میں چاند نظر آیا ہے کیا یہ عید درست ہے؟ یا قضا لازم ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: ضیاء الرحمٰن اصفہان جمہوری اسلامی ایران......۱۹۷۴ء/۶/۲۶

الجواب: اگر ان پاکستانیوں یا افغانیوں نے کسی معتمد مفتی اور عالم کے حکم کے بغیر یہ اقدام کیا ہو تو ان پر ایک روزہ کی قضا کرنا ضروری ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

کسی کو معلوم نہ ہو کہ عید ہے اور اپنے قیاس پر عید سمجھ کر روزہ افطار کیا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہفتہ کے دن مردان و پشاور اور مضافات میں عید منائی گئی یہاں اٹک میں عید کا اعلان نہیں ہوا تھا، زید نے قبل از غروب شمس چاند کو دیکھا تو خیال کیا کہ یہ چاند تو بڑا ہے آج کا دن عید معلوم ہوتی ہے تو اس نے افطار کیا اگر چہ اس کو عید ہونے کا باقاعدہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: رأى مكلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدليل شرعي صام مطلقا وجوبا وقيل ندبا فان افطر قضىٰ فقط فيهما لشبهة الرد واختلف المشائخ لعدم الرواية عن المتقدمين والراجح عدم وجوب الكفارة، وقال العلامة ابن عابدين: لو صام رأى هلال رمضان واكمل العدة لم يفطر الامع الامام لقوله عليه الصلاة والسلام صومكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون رواه الترمذى وغيره والناس لم يفطروا فى مثل هذا اليوم فوجب ان لا يفطر نهر.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۹۸ قبيل مطلب لا عبرة بقول الموقتين)

پتہ نہ تھا اب اس پر قضاء وکفارہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرؤف پرلی شادی خان مسجد ڈھوک اٹک......۱۹۶۹ء/۱/۲

الجواب: چونکہ ہفتہ کے دن باقاعدہ عید ہوئی لہٰذا اس شخص پر نہ قضا واجب ہے اور نہ کفارہ بیشک اس شخص کا افطار بے قاعدہ ہے لہٰذا افطار کرنے پر مجرم ہے۔ فقط

یوم الشک کا نفل روزہ باقاعدہ ثبوت رمضان کے بعد فرض شمار ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رمضان سے صرف ایک دن قبل میں نے نفل روزہ رکھا اس دن دوپہر کے وقت اطلاع آئی کہ آج رمضان کا دن ہے اور چاند نظر آیا ہے پس میں نے بغیر کسی ردوبدل کے روزہ جاری رکھا کیا یہ روزہ رمضانی حساب ہوگا یا قضا رکھنی ہوگی؟ کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شک کے دن سرے سے روزہ نہیں ہوتا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقیوم مٹہ مغل خیل چارسدہ......۱۰/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: یہ نفل روزہ رمضان کا شمار ہوگا تمام کے تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ رمضان کا روزہ نفل کی نیت سے ادا ہو سکتا ہے لہٰذا رمضان کے ثبوت کے بعد خواہ یہ ثبوت اسی دن میں ہو جائے یا بعد میں ہو جائے یہ روزہ رمضان میں شمار ہوگا، اس کی قضا نہیں کی جائے گی اور شک کے دن روزہ ہوتا ہے لیکن عوام کیلئے بہتر نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: قوله ولا يصومون يوم الشک الا تطوعا لقوله ﷺ لا يصام اليوم الذی يشک فيه انه من رمضان الا تطوعا...... ثم ان ظهر ان اليوم من رمضان يجزيه لانه شهد الشهر، قال ابن الهمام: فاما صوم ماقبله ففی التحفة قال والصوم قبل رمضان بيوم او يومين مكروه ای صوم كان لقوله عليه الصلاة والسلام لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين الا ان يوافق صوما كان يصومه احدكم قال وانما ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خواص کیلئے صوم یوم الشک کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں صوم یوم الشک کو بعض لوگ بہت اہمیت دیتے ہیں کہتے ہیں کہ اس کا بہت بڑا ثواب ہے اگر بالفرض رمضان ہوتو یہ رمضان میں شمار ہوگا اگر نہیں تو بھی ثواب ملے گا اس کے بارے میں آپ صاحبان کی رائے کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالرشید کوٹ ملاکنڈ ایجنسی......۱۷/ رمضان ۱۳۹۹ھ

الجواب: خواص کیلئے یوم الشک کا روزہ رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے کما فی شرح التنویر ﴿۱﴾ البتہ اس سے کون خواص مراد ہیں اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مفتیین مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو کہ اس کی نیت سے واقف ہوں یعنی صرف نفل کی نیت رکھتے ہوں اس کے علاوہ دیگر نیات سے اس روزہ کا رکھنا مکروہ ہے (شامی وغیرہ) ﴿۲﴾ والحدیث

(بقیہ حاشیہ) کره علیه السلام خوفا من ان یظن انه زیادة علی صوم رمضان اذا اعتادوا ذلک وعن هذا قال ابویوسف یکره وصل رمضان بست من شوال وذکر قبله باسطر عدم کراهة صوم یوم الشک تطوعا ثم قیده بکونه علی وجه لا یعلم العوام ذلک کی لا یعتادوا صومه فیظنه الجهال زیادة علی رمضان۔

(فتح القدیر فی ذیل الهدایة ۲: ۲۴۴ کتاب الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والا یصومه الخصوص ویفطر غیرهم بعد الزوال به یفتیٰ نفیا لتهمة النهی. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۹۷ مطلب فی صوم یوم الشک)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: الخواص کل من علم کیفیة صوم یوم الشک فهو من الخواص والا فمن العوام قال ابن عابدین: فعامة المشائخ علی انه ینبغی للقضاة والمفتین ان یصوموا تطوعا ویفتوا بذلک خاصتهم ویفتوا العامة بالافطار وهذا یفید ان التلوم افضل فی حق الکل کما فی النهر لکن فی الهدایة والمحیط...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

المشهور على الالسنة لم يثبت مرفوعا بل هو موقوف ﴿۱﴾. وهو الموفق

یوم الشک کا روزہ جب نفل کی نیت سے ہو مکروہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان سے پہلے یوم الشک کے

(بقیہ حاشیہ) والخانية وغيرها ان المختار ان يصوم المفتي بنفسه اخذا بالاحتياط ويفتي العامة بالتلوم الى وقت الزوال ثم بالافطار والتلوم الانتظار.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۹۷ مطلب في صوم يوم الشک)

﴿۱﴾ الحديث: "من صام يوم الشک فقد عصىٰ ابا القاسم" اخرجه البخارى باب قول النبي ﷺ اذا رأيتم الهلال فصوموا واذا رأيتموه فافطروا رقم (۱۹۰۶) وابوداؤد في سننه باب كراهية يوم الشک رقم (۲۳۳۴) والترمذى باب ماجاء في كراهية صوم يوم الشک رقم (۶۸۶) وقال حسن صحيح، والنسائى باب صيام يوم الشک رقم (۲۱۸۷) وابن ماجة باب ماجاء في صيام يوم الشک برقم (۱۶۴۵) والمزى في تحفة الاشراف رقم (۱۰۳۵۴) وصححه ابن حبان رقم (۳۵۸۵) والحاكم في المستدرک ۱:۴۲۳ ووافقه الذهبي في تلخيصه، وكلهم من قول عمار رضى الله عنه لا مرفوعا الى النبي ﷺ فانما هو موقوف ولا يصح رفعه.

وقال في منهاج السنن: واجيب عن هذا الحديث ان الصاغاني ذكره في الموضوعات وفيه انه ليس في سنده من يتهم بالوضع، واجيب عنه ايضا بانه موقوف وفيه ان مثله كالمرفوع (منهاج السنن ۴:۷).

وقال العلامة الحصكفي: واما حديث من صام يوم الشک فقد عصى ابا القاسم فلا اصل له، قال الشامي: كذا قال الزيلعي ثم قال ويروى موقوفا على عمار بن ياسر وهو في مثله كالمرفوع، قلت وينبغي حمل نفي الاصلية على الرفع كما حمل بعضهم قول النووي في حديث صلاة النهار عجماء انه لا اصل له على ان المراد لا اصل لرفعه والا فقد ورد موقوفا على مجاهد وابي عبيدة وكذا هذا اورده البخارى مطلقا بقوله وقال صلة عن عمار من صام الخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۹۶ باب صوم يوم الشک) ......از مرتب

موقع پر لوگوں کو نفلی روزہ رکھنے پر مجبور کرنا درست ہے یا نہیں؟ نیز مندرجہ ذیل حدیث کی وضاحت لکھ کر ارسال فرمائیں، عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا يتقدمن احدكم رمضان يوم او يومين الا ان يكون رجل يصوم صوما فليصم ذلك اليوم متفق عليه (مشكواة) وعن عمار بن ياسر قال من صام اليوم الذى يشك فيه فقد عصى ابا القاسم ﷺ رواه ابوداؤد والترمذى والنسائى وابن ماجة والدارمى (مشكواة). بينوا توجروا

المستفتی: مولانا محمود شبقدر فورٹ چارسدہ......۱۹۷۶ء/۹/۱۸

الجواب: یوم الشک کو روزہ رکھنا مکروہ ہے جبکہ فرض یا واجب کی نیت سے ہو اور مکروہ نہیں ہے جبکہ نفل کی نیت سے ہو، كما فى شرح التنوير: والتنفل فيه احب ان وافق يوم يعتاده. واما حديث من صام يوم الشك فقد عصى ابا القاسم فلا اصل له (اى لرفعه او محمول على نية رمضان) والا فيصومه الخواص ويفطر غيرهم بعد الزوال به يفتى نفيا لتهمة النهى. وكل من علم كيفية صوم يوم الشك فهو من الخواص والا فمن العوام. والنية المعتبرة هنا ان ينوى التطوع على سبيل الجزم من لا يعتاد صوم ذلك اليوم انتهىٰ بحذف يسير ﴿۱﴾ قلت: وعوام زماننا لا يقضون الصوم اصلا فالتنفل احوط وارعىٰ وهو الصواب ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۹۶، ۹۷ مبحث فى صوم يوم الشك)

﴿۲﴾ وفى المنهاج: قيل المختار التلوم فى حق الخواص ايضا لما ذكره صاحب النهر عن السراج، ولان العوام يقعون فى الفتنة ويقولون هل زمام الشريعة فى ايديهم حيث حرموا الصوم علينا واحلوه لانفسهم، قلت، لا ندع قول الاكثرين لقول البعض، ولانه لو روعيت فتنة العوام لكان الانسب الافتاء بصيام يوم الشك تطوعا وان كان من العوام لانه ربما يثبت كون يوم الشك من رمضان فى اثناء الشهر، وربما...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

یوم الشک کے بارے میں وارد احادیث اور مفتیٰ بہ قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صوم یوم الشک کے متعلق علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر ۲:۵۴،۵۵ میں چند احادیث نقل کی ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا رکھنا مستحب اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے اور بعض اس کو ناجائز کہتے ہیں اس کے بارے میں مفتی بہ حکم کونسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی فضل حق خان ضلع دیر بالا ۲۵ جولائی ۱۹۷۹

الجواب: دلائل کی رو سے صوم یوم الشک بذات خود مکروہ نہیں ہے، البتہ حدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین (رواہ الستة) ﴿۱﴾ سے مخالفت کی تہمت کی بناء پر خواص کیلئے اخفاء اور عوام کیلئے تلوم کا فتویٰ دیا جاتا ہے کما لا یخفیٰ علی من راجع الی کتب علمائنا

(بقیہ حاشیہ) یحکم بالفطر عند الرؤیةلیلةتسع وعشرین فیقول العوام اف لعلماء هذا الزمان امرنا بافطار یوم رمضان ولو امرنا بالصیام ما احتجنا الی القضاء فا رتکا ب ترک الا فضل اهون من ارتکاب الحرام لان الغالب من حال العوام انهم لا یقضون.

(منهاج السنن شرح ترمذی ۳:۷،۸ باب کراهیة صوم یوم الشک)

﴿۱﴾ رواه البخاری فی کتاب الصوم باب لا یتقدم رمضان بصوم یوم ولا یومین (۱۲۷:۳) ومسلم فی کتاب الصوم باب لا تتقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین (۲:۷۶۲) وابوداؤد فی کتاب الصوم باب فی من یصل شعبان برمضان (۲:۳۰۰) والترمذی فی کتاب الصوم باب ماجاء لا تقدموا الشهر بصوم (۳:۶۸،۶۹) والنسائی باب التقدم قبل شهر رمضان (۴:۱۴۹) وابن ماجة باب ماجاء فی النهی ان یتقدم رمضان بصوم (۱:۵۲۸) ومسند احمد (۲:۲۳۴،۲۸۱،۳۴۷) والدارمی باب النهی عن التقدم فی الصیام قبل الرؤیة (۲:۸).

کردالمحتار وغیره ﴿۱﴾. وهوالموفق

بھول کر کھانا پینا یا جماع کرنا روزے کیلئے نقصان دہ نہیں

سوال: حضرت شیخ الحدیث صاحب بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: اس مسئلہ میں بندکواشتباہ ہے کہ اگر کسی نے بھول کر روزہ مبارکہ میں بیوی کے ساتھ جماع کیا تو اس پر قضا یا کفارہ ہے یا نہیں مذہب حنفی مع دلائل اور حوالہ کتب کے ساتھ ارسال فرمائیں۔والسلام

المستفتی: عباس خان زانکی خیل ڈاگئی صوابی......۱۹۶۹ء/۵/۸

الجواب: احناف کے نزدیک نسیاناً خوردنوش اور جماع سے روزہ کونقصان نہیں پہنچتا ہے لہٰذا اس پر نہ قضا واجب ہے اور نہ کفارہ (وفی الهداية ۱:۱۹۶) واذا اكل الصائم او شرب او جامع نهارا ناسيا لم يفطر والقياس ان يفطر وهو قول مالك لوجود ما يضاد الصوم فصار

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين : قوله والا يصومه الخواص ای وان لم يوافق صوما يعتاده ولا صام من آخر شعبان ثلاثة فاكثر استحب صومه للخواص قال فی الفتح وقيده فی التحفة بكونه علی وجه لا يعلم العوام ذلک كی لا يعتادوا صومه فيظنه الجهال زيادة علی رمضان ويدل عليه قصة ابی يوسف المذكورة فی الامداد وغيره حاصلها ان اسد بن عمر وسأله هل انت مفطر فقال له فی اذنه انا صائم وفی قوله يصوم الخواص اشارة الی انهم يصبحون صائمين لا متلومين بخلاف العوام لكن فی الظهيرية الافضل ان يتلوم غير آكل ولا شارب مالم يتقارب انتصاب النهار فان تقارب فعامة المشائخ علی انه ينبغی للقضاة والمفتيين ان يصوموا تطوعا ويفتوا بذلک خاصتهم ويفتوا العامة بالإفطار وهذا يفيد ان التلوم افضل فی حق الكل كما فی النهر لكن فی الهداية والمحيط والخانية وغيرها انّ المختار ان يصوم المفتی بنفسه اخذا بالاحتياط ويفتی العامة بالتلوم الی وقت الزوال ثم بالافطار والتلوم الانتظار كما فی المغرب.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۹۷ مطلب فی صوم يوم الشک)

کالکلام ناسیا فی الصلوٰۃ وجه الاستحسان قوله علیه الصلاة والسلام للذی اکل وشرب ناسیا تم علی صومک فانما اطعمک الله وسقاک ﴿۱﴾ قال العینی رواه الستة فی کتبهم ﴿۲﴾. وهوالموفق

شام سے پہلے چاند دیکھ کر شبہ کی وجہ سے افطار کرنا موجب کفارہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امسال عید کے متعلق بڑا شبہ رہا بعض لوگوں نے جمعرات کو عید منائی اور بعض نے جمعہ کو، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جمعرات کے دن جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا ان میں سے بعض نے شام سے پہلے چاند دیکھ کر روزہ افطار کرلیا، اب سوال یہ ہے کہ شام سے پہلے جبکہ سورج غروب نہ ہوا ہو اور اسی طرح چاند دیکھ کر روزہ افطار کرے تو ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ گل داد خان چارخانہ پشاور.....۱۹۷۴/۱۱/۲۱

الجواب: ثبوت شرعی سے قبل افطار کرنا غلط اور بے قاعدہ امر ہے البتہ شبہ کی وجہ سے موجب کفارہ نہیں ہے، کما فی الدر المختار : ورؤیته بالنهار للیلة الآتیة مطلقا وفی ردالمحتار (۲ : ۱۳۰) ای سواء رء ی قبل الزوال او بعده وقوله علی المذهب ای الذی هو قول

﴿۱﴾ (هدایة علی صدر فتح القدیر ۲ : ۲۵۴ باب مایوجب القضاء والکفارة)

﴿۲﴾ اخرجه البخاری: (۱۹۳۳) ومسلم: (۱۱۵۵) وابوداؤد: (۲۳۹۸) والترمذی: (۷۲۱) وابن ماجة: (۱۶۷۳) کلهم من حدیث ابی هریرة: جاء رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله انی اکلت وشربت ناسیا وانا صائم فقال: الله اطعمک وسقاک، واللفظ لابی داؤد وروایة الجماعة "من نسی وهو صائم فاکل او شرب فلیتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه، وسیاق المصنف نسبه الزیلعی لابن حبان فی صحیحه وکذا هو فی سنن الدارقطنی (۲ : ۱۷۹) انظر نصب الرایة (۲ : ۴۴۵).

(تخریج احادیث اللباب ۱ : ۱۵۶ فصل ما لا یفطر به الصائم)

ابی حنیفة ومحمد، قال فی البدائع فلا یکون ذلک الیوم من رمضان عندهما وقال ابویوسف ان کان بعد الزوال فکذلک وان کان قبله فهو للیلة الماضیة ویکون الیوم من رمضان وعلی هذا الخلاف هلال شوال ﴿۱﴾. وهوالموفق

مقامی اورمرکزی رؤیت ہلال کمیٹی میں اختلاف کی صورت میں قضاء کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرحد میں جس دن روزہ تھا اس کے اگلے دن ہلال کمیٹی نے رمضان کا اعلان کیا تھا کیا ان پر قضا لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اورنگ زیب کھوسلکی بدین......۱۰/شوال ۱۴۰۰ھ

الجواب: جس نے ہلال کمیٹی کی خبر پر صوم وفطر بنا کئے ہیں اس پر قضا لازم نہیں ہے شاید کہ ہلال کمیٹی کو صوبہ سرحد سے با قاعدہ ثبوت نہ پہنچا ہو﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مختلف علاقوں میں اختلاف رمضان کی وجہ سے قضاء کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند سالوں سے ہم مرکزی رؤیت

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۳ مطلب فی رؤیة الهلال نهاراً)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: لان قضاء القاضی حجة وقد شهدوا به لا لو شهدوا برؤیة غیرهم لانه حکایة نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الاخریٰ لزمهم علی الصحیح من المذهب، قال ابن عابدین: لانه حکایة فانه لم یشهدوا بالرؤیة ولا علی شهادة غیرهم وانما حکوا رؤیة غیرهم کذا فی فتح القدیر ، قلت وکذا لو شهدوا برؤیة غیرهم وان قاضی تلک المصر امر الناس بصوم رمضان لانه حکایة لفعل القاضی ایضا ولیس بحجة بخلاف قضائه ولذا قید بقوله ووحد استجماع شرائط الدعویٰ الخ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۲ قبیل مطلب فی رؤیة الهلال نهارا)

ہلال کمیٹی کے اعلان پر رمضان اور عید کرتے ہیں حالانکہ چند سالوں سے رمضان کا مہینہ انتیس دن کا آرہا ہے کیا ہم پر قضا لازم آئے گا جب کسی اور علاقے سے مثلاً مردان وغیرہ سے یہ اطلاع پہنچے کہ وہاں تیس روزے پورے ہوئے یا وہاں ہم سے پہلے روزہ رکھا گیا تھا وغیرہ، اور یہ اطلاع بھی محض خبر ہوتی ہے شہادت نہیں ہوتی، اس اختلاف کی وجہ سے دوسرے علاقوں کے لوگ کیا کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر نذیر احمد ثمر باغ ضلع دیر......۱۹۸۶ء/۶/۲۶

الجواب: اگر آپ حکومت کے اعلان پر صوم وفطر کرتے رہتے ہوں تو فراغت ذمہ کیلئے یہی کافی ہے ہر اختلاف کی وجہ سے قضا کرنے کا حکم بے قاعدہ حکم ہے۔ وھو الموفق

انتہائے سحری یعنی طلوع فجر کے وقت کا تعین

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ سحری کے بعد جب اذان ہو جاتی ہے تو اس کے بعد پندرہ منٹ تک کھانا جائز ہے یہاں تقریباً تین بجکر ستائیس منٹ پر اذان ہو جاتی ہے صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسلم پی او ایف واہ کینٹ......۲۱/ رجب ۱۴۰۱ھ

الجواب: انتہائے سحری انتہائے لیل سے آتا ہے نہ کہ اذان سے ﴿۱﴾ اور مشاہدہ اور تجربہ سے معلوم ہے کہ صبح صادق طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل طلوع ہوتی ہے پس اس بنا پر ہمارے یہاں چار بجے تک اور واہ (کینٹ) میں تقریباً تین بجکر ۵۵/ منٹ تک یا احتیاطاً تین بجکر پچاس منٹ تک اکل وشرب

﴿۱﴾ قال الشرنبلالی: ومعناه شرعا هو الامساک نهارا، النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الی غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة، ولهذا قال صاحب دیوان الادب النهار ضد اللیل وینتهی اللیل بطلوع الصبح الصادق کذا فی الحاشیة. (امداد الفتاح شرح نور الایضاح ۶۵۰ کتاب الصوم)

روزہ کوضرر رساں نہیں ہے﴿۱﴾۔

ملاحظہ:..... ریاضی کے حساب سے اور بھی گنجائش ہے۔وھو الموفق

سحری کیلئے لاؤڈ سپیکر پرصلاۃ وسلام پڑھ کرلوگوں کو جگانا

سوال: کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں مؤذنین حضرات بوقت سحری لاؤڈ سپیکر پر الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا حبیب اللہ، یا آدم

﴿۱﴾ قال عبد الرحمن الجزيرى: ووقت الصبح من طلوع الفجر الصادق وهو ضوء الشمس السابق عليها الذى يظهر من جهة المشرق وينتشر حتى يعم الافق، ويصعد الى السماء منتشرا واما الفجر الكاذب فلا عبرة به وهو الضوء الذى لا ينتشر، ويخرج مستطيلا دقيقا يطلب السماء بجانبيه ظلمة ويشبه ذنب الذئب الاسود فان باطن ذنبه ابيض، بجانبيه سواد، ويمتد وقت الفجر الى طلوع الشمس.

(الفقه على المذاهب الاربعة ۱:۱۶۹ كتاب الصلاة وقت الصبح)

وقال الشيخ محمد فريد مدظله: وفى الشامية ان التفاوت بين الفجرين وكذا بين الشفقين الاحمر والابيض انما هو بثلاث درج انتهىٰ وفى التصريح اذ قد علم بالتجربة ان انحطاط الشمس اول الصبح الكاذب وآخر الشفق ثمانية عشر درجة وفى الحاشية ان المراد من الانحطاط في الجانبين انحطاط مركز الشمس من الافق الشرقى او الغربى وهو قدر ثمانية عشر درجة ويقطعه الفلك الاعظم فى ساعة وخمس ساعة وهذا مجموع الصبحين الكاذب والصادق ومن ذلك المجموع خمس ساعة حصة الصبح الكاذب والساعة الواحدة حصة الصبح الصادق انتهىٰ قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فى ديارنا قدر ساعة وربع ساعة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى ۲:۱۰۱ باب مواقيت الصلاة عن النبى ﷺ)

صفی اللہ یا نوح نبی اللہ، وغیرہ کے الفاظ کہہ کرلوگوں کو جگاتے ہیں کیا یہ الفاظ جائز ہیں؟اور سحری کیلئے یہ طریقہ جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالقیوم منگل زئی گلستان بلوچستان......۱۹۹۱ء/۶/۴

الجواب: سحری کیلئے لوگوں کو جگانا جائز ہے﴿۱﴾ یہ اعانت علی البر ہے البتہ ایسے کلمات سے بیدار کرنا جو کہ دائمی ناجائز ہوں یا موہم شرک ہوں ناجائز ہے البتہ شرک کا دارمدار عقیدہ پر ہے نہ کہ موہم شرک کلمات کے تلفظ پر، فافہم۔ وھو الموفق

روزے مکمل کرنے کیلئے حیض کی بندش کی گولیاں کھانا تکلف اور تعمق ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان کا مہینہ قریب آرہا ہے چونکہ رمضان کے روزے کا ثواب تمام عمر کے روزوں سے افضل ہے اب اگر عورتیں ماہواری بند کرنے کیلئے گولیاں کھالیں تاکہ اس افضلیت سے محروم نہ رہیں تو کیا یہ جائز ہے یا شرعاً ممنوع ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: محمد سیاب لکی مروت

الجواب: حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس شخص سے عذر کی وجہ سے کوئی عبادت رہ جائے تو اس کو باقاعدہ مکمل ثواب دیا جائے گا (رواہ ابوداؤد وغیرہ)﴿۲﴾ پس ان گولیوں کا استعمال تکلف اور تعمق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وعن الحسن لا بأس بالدف في العرس ليشتهر وفي السراجية هذا اذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب اقول وينبغي ان يكون طبل السحر في رمضان لا يقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام تأمل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵:۲۴۷ قبيل فصل في اللبس)

﴿۲﴾عن ابي انس ان رسول اللهﷺ قال لقد تركتم بالمدينة اقواما ما سرتم مسيرا ولا انفقتم من نفقة ولا قطعتم من واد الا وهم معكم فيه...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ہے﴿۱﴾ اگرچہ اس کا استعمال بذاتِ خود نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے لحدیث وما سکت عنہ فھو عفو﴿۲﴾۔ وھو الموفق

ملاحظہ:۔۔۔ لیکن فواتِ صوم سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے مفید ہے کیونکہ نساء کیلئے قضالانا مشکل ہوتا ہے۔۔۔(سیف اللہ حقانی)

خنزیر کا گوشت فروخت کرنا، عریان معاشرہ اور گندہ خوردنوش روزہ کیلئے مانع نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) ہمارے چند ساتھی مشینی ذبحہ گوشت کی فیکٹری میں کام کرتے ہیں جس میں خنزیر کا گوشت بھی

(بقیہ حاشیہ) قالوا یا رسول اللہ وکیف یکونون معناوھم بالمدینۃ قال حبسھم العذر. (رواہ ابوداؤد ۱: ۳۴۵ باب فی الرخصۃ فی القعود من العذر). وعن انس ان رسول اللہ ﷺ رجع من غزوۃ تبوک فدنا من المدینۃ فقال ان بالمدینۃ اقواما ما سرتم مسیرا ولا قطعتم وادیا الا کانوا معکم وفی روایۃ الا شرکوکم فی الاجر قالوا یا رسول اللہ وھم بالمدینۃ قال وھم بالمدینۃ حبسھم العذر رواہ البخاری ورواہ مسلم عن جابر. (مشکواۃ المصابیح ۲: ۳۳۱ کتاب الجھاد)

﴿۱﴾قال الامام ولی اللہ الدھلوی: فمن المقاصد الجلیلۃ فی التشریع ان یسد باب التعمق فی الدین لئلا یعضوا علیھا بنوا جذھم فیأتی من بعدھم قوم فیظنوا انھا من الطاعات السماویۃ المفروضۃ علیھم ثم تأتی طبقۃ اخری فیصیر الظن عندھم یقینا الخ.

(حجۃ اللہ البالغۃ ۲: ۲۲ الاقتصاد فی العمل)

﴿۲﴾ عن سلمان قال سئل رسول اللہ ﷺ عن السمن والجبن والفراء فقال الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ.

(سنن الترمذی ۱: ۲۰۶ باب ماجاء فی لبس الفرآء)

وعن ابن عباس قال کان اھل الجاھلیۃ یأکلون اشیاء ویترکون تقذرا فبعث اللہ نبیہ ﷺ وانزل کتابہ واحل حلالہ وحرم حرامہ فما احل فھو حلال وما حرم فھو حرام وما سکت عنہ فھو عفو وتلاقل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الی آخر الآیۃ.

(سنن ابی داؤد ۲: ۱۸۳ باب مالم یذکر تحریمہ)

شامل ہے کیا یہ مسلمان ساتھی روزہ رکھیں گے؟

(۲) یہاں اوقات کا رد س گھنٹے اور دن کا دورانیہ سترہ گھنٹے ہے لیکن یہاں عریانیت اور فحاشی بہت زیادہ اور آنکھوں کا زنا ہر وقت رہتا ہے اس صورت میں ہم روزہ رکھیں گے؟

(۳) یہاں خورد ونوش کا سامان ہر قسم کی گندگیوں سے اٹا پڑا ہے ان حالات میں ہم روزہ رکھیں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر عالم خان جرمنی

الجواب: (۱) خنزیر کا ذبحہ اور اس کا گوشت فروخت کرنا فسق اور حرام ہے کفر نہیں ہے ﴿۱﴾ پس ان کی نماز وروزہ درست ہے گناہ کی وجہ سے نیکی کو نقصان نہیں پہنچتا۔

(یعنی گناہ کی وجہ سے نیکی ساقط نہیں ہوتی ..... (سیف اللہ حقانی)

(۲) جہاں سترہ گھنٹے دن ہو وہاں روزہ رکھنے میں کوئی اشکال نہیں نیز (اندام مخصوص کے علاوہ) دیگر اعضاء کے زنا سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ثواب میں کمی آتی ہے ﴿۲﴾۔

(۳) خورد ونوش کا سامان گندہ ہونے کی وجہ سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا روزہ میں یہ شرط نہیں کہ خورد ونوش حلال ہو۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد: ولو استأجر مسلما ليرعى خنازير يجب ان يكون على الخلاف كما في الخمر ولو استأجره ليبيع له ميتة لا يجوز واذا استأجر الذمي من المسلم دارا ليسكنها فلا بأس به ... ولو استأجر من اهل الذمة مسلما ليضرب لهم الناقوس لا يجوز. (خلاصة الفتاوىٰ ۳: ۱۵۰ كتاب الاجارات)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: وفی حديث الحاكم الذی صححه ليس الصيام من الاكل والشرب فقط انما الصيام من اللغو والرفث ويؤخذ منه ان يتاكد اجتناب المعاصی على الصائم كما قيل في الحج لكن لا يبطل ثوابه من اصله بل كما له فله ثواب الصوم واثم المعصية. (مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۴: ۲۶۰ باب تنزيه الصوم)

۲۳/ رمضان کو سورۃ عنکبوت و سورۃ روم پڑھنے کے بارے میں ارشاد الطالبین کا حوالہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ۲۳/ رمضان کو سورۃ عنکبوت اور سورۃ روم پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟ ارشاد الطالبین ۲۲۳ میں لکھا ہے، در بیان شب کہ دراں شب گناہاں ہمہ بخشیدہ می شوند، و آں شب بست و سویم ماہ رمضان ست، و اگر در شب ۲۳/ رمضان سورۃ روم و عنکبوت بخواند خوانندہ و شنوائندہ را باآتش دوزخ کار نباشد، اس کی تفصیل سے مطلع فرمائیں؟ بینوا توجروا

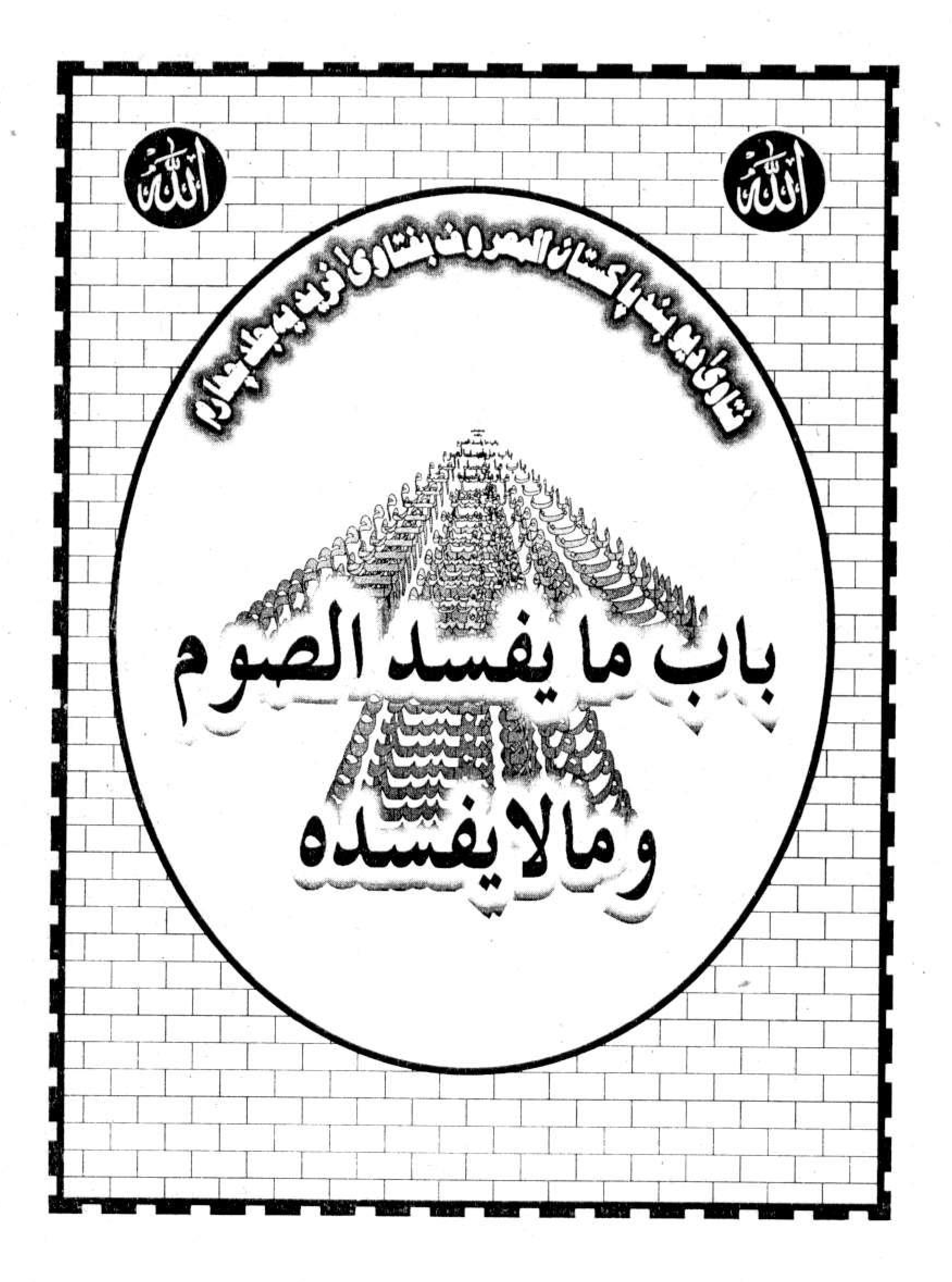
المستفتی: صالح الدین حقانی......۱۹۸۶/۷/۷

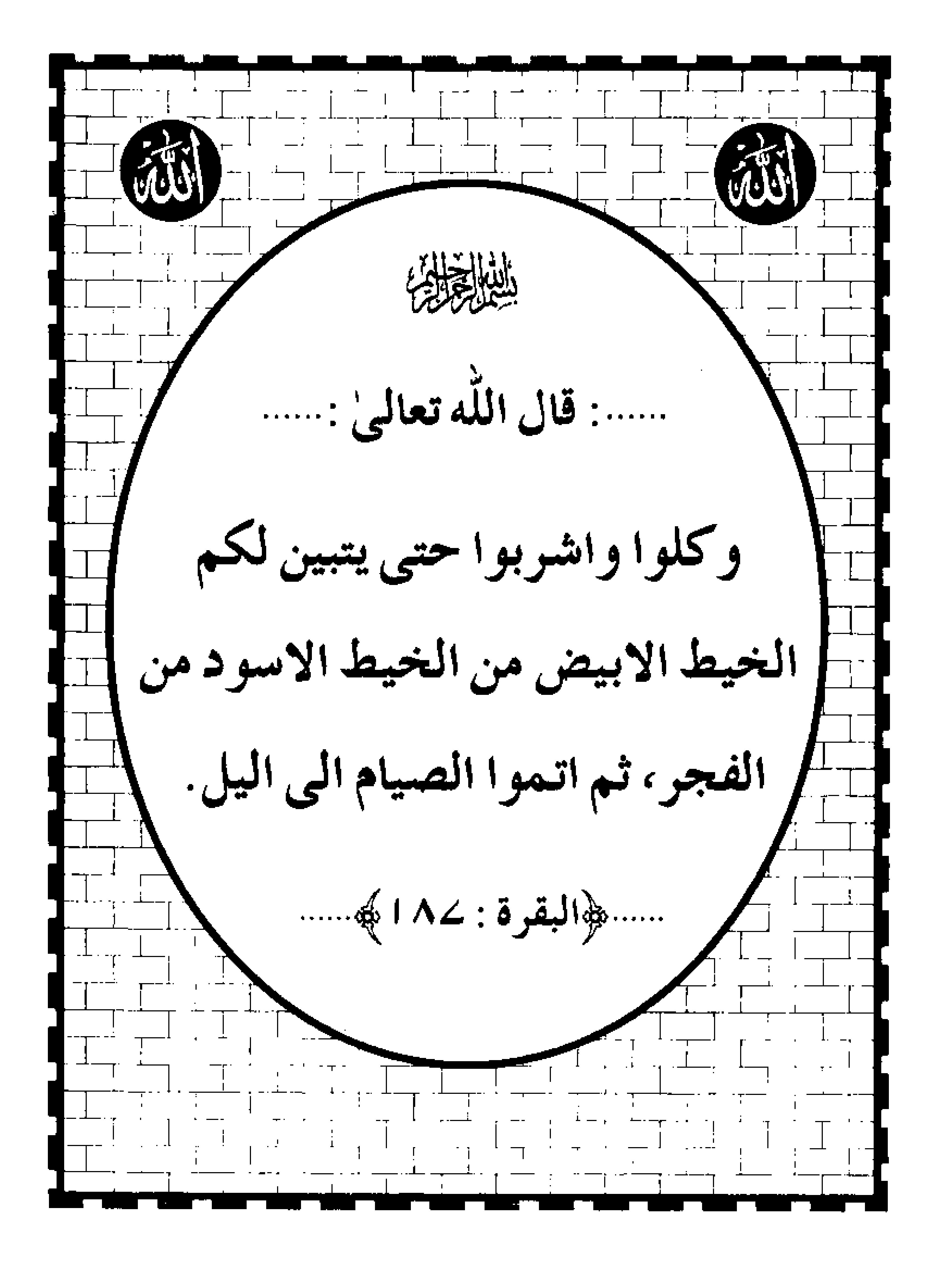
الجواب: تلاوت قرآن اور اس کی سماعت عظیم عبادت ہے البتہ اپنی طرف سے کسی سورت یا وقت کی تخصیص مکروہ ہے، کما اشار الیه صاحب البحر ۲: ۱۵۹ ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشیئ دون شیئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به ﴿۱﴾ عوام اس زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اس میں زیادہ ثواب ہے بہر حال یہ ابداع ہے نعم من قرء هما علی وجه دفع الاعداء دون قصد الثواب فیکون مباحا لا عبادة ﴿۲﴾. وهو الموفق

ملاحظہ:......اس متعلقہ حوالہ میں نہ دلائل موجود ہیں اور نہ فقہاء کی جزئیات، وقد صرح فی ارشاد الطالبین بجواز الزوجات فوق الاربع وجواز المطلقة ثلاثا بلا تحلیل وغیر ذلک.

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ کتاب العیدین)

﴿۲﴾ قال الشاه اشرف علی التهانوی: (قرآن شریف برائے کشائش رزق یا قضاء حاجت کیلئے قرأت کرنا) درست ہے جیسا کہ حدیث میں سورۃ واقعہ کی یہی خاصیت وارد ہوئی ہے جو صریح دلیل ہے جواز کی۔ (امداد الفتاویٰ ۴: ۸۹ باب تعویذات و اعمال)


الله
الله
فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ جلد سوم
باب ما يفسد الصوم
و مالا يفسده


الله
الله
بسم الله الرحمن الرحيم
...... : قال اللّٰه تعالىٰ : ......
وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم
الخيط الابيض من الخيط الاسود من
الفجر، ثم اتموا الصيام الى اليل.
......﴿البقرة : ١٨٧﴾......

باب مایفسد

الصوم ومالایفسده

روزہ کی حالت میں کان، ناک اور آنکھ میں دوائی ڈالنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح انسان دوائی کھالے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن آنکھ، ناک اور کان میں ڈالنے کا کیا حکم ہے؟ نیز انجکشن لگانے کا کیا حکم ہے؟ اور وجہ فرق کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عمر ضلع دیر......۱۹۷۸ء/۹/۱۰

الجواب: انجکشن خواہ رگ میں ہو یا گوشت میں مفسد صوم نہیں ہے کیونکہ اس عمل سے دوا باطن کو بذریعہ مسامات پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ کے کیونکہ ہاتھ پاؤں اور پیٹ کے درمیان کوئی سوراخ نہیں ہے، صرح بهذا الاصل فی الهندیة ۱: ۲۱٦ ﴿۱﴾، کان میں پچکاری کرنے سے جب دوا دماغ کو پہنچے تو روزہ فاسد ہوگا (شامی وغیرہ) ﴿۲﴾، آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے اگرچہ اس

﴿۱﴾ وفی الهندیة: وما یدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر هکذا فی شرح المجمع. (فتاوی عالمگیریة ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: او احتقن او استعط فی انفه شیا او اقطر فی اذنه دهنا او داوی جائفة او آمة فوصل الدواء حقیقة الی جوفه ودماغه قال ابن عابدین: (قوله الی جوفه ودماغه) قال فی البحر والتحقیق ان بین جوف الرأس وجوف...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

کا رنگ وغیرہ ناک یا حلق میں ظاہر ہو (عالمگیری، ﴿۱﴾ شامی ﴿۲﴾) اگر ناک میں دواڈالنے کے وقت دماغ یا بطن میں دوا داخل ہونا مظنون یا متیقن ہو تو روزہ فاسد ہوگا (شامی وغیرہ) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

روزہ کی حالت میں دوا سونگھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ کی حالت میں دوا سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: چونکہ یہ عمل شم ہے سعوط نہیں ہے (یعنی دوائی ذرات شم سے اندر نہ جاتے ہوں) لہٰذا مشک وغیرہ کی طرح اس کا سونگھنا مفطر نہ ہوگا، ....

(بقیه حاشیه) المعدة منفد اصليا فما وصل الى جوف الرأس يصل الى جوف البطن.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱۱ باب مایفسد الصوم وما لایفسده)

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولو اقطر شيئا من الدواء في عينه لا يفطر صومه عندنا وان وجد طعمه في حلقه واذا بزق اثر الكحل ولونه في بزاقه عامة المشائخ على انه لا يفسد صومه.
(فتاوى عالمگيرية ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فيما يفسد وما لايفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله او ادهن او اكتحل او احتجم وان وجد طعمه في حلقه) اى طعم الكحل او الدهن وكذا لو بزق فوجد لونه في الاصح لان الموجود في حلقه اثر داخل من المسام الذى هو خلل البدن والمفطر انما هو الداخل من المنافذ للاتفاق الخ.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۲ مطلب يكره السهر اذا خاف فوت الصبح)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله او استعط) والسعوط الدواء الذى صب في الانف...... وعدم وجوب الكفارة في ذلك هو الاصح لانها موجب الافطار صورة ومعنى والصورة الابتلاع كما في الكافي وهي منعدمة والنفع المجرد عنها يوجب القضاء فقط امداد.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱۱ باب مایفسد الصوم وما لایفسده)

فلیراجع الی ردالمحتار ۲: ۱۳۲) ﴿۱﴾﴿۲﴾. وھو الموفق

دمہ کے مریض کا انہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ضیق النفس (دمہ) کا مریض ہے جس کیلئے انہیلر گیس کا سپرے حلق میں کیا جاتا ہے یہ ایک سفید ہوا کی شکل میں دوائی کے ذرات ہوتے ہیں کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد احمد خان جہانگیرہ......

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدین: لا یکره للصائم شم رائحة المسک والورد ونحوه مما لا یکون جوهرا متصلا کالدخان فانهم قالوا لا یکره الاکتحال بحال وهو شامل للمطیب وغیره ولم یخصوه بنوع منه وکذا دهن الشارب.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۲۳ قبیل مطلب فی الفرق بین الجمال والزینة)

﴿۲﴾اس زمانے میں بعض دوائیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا استعمال ناک کے ذریعے ہوتا ہے اور اس میں دوائی کے اتنے باریک ذرات ہوتے ہیں کہ بظاہر یہ سونگھنا معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ان باریک ذرات کا ادخال مقصود ہوتا ہے جس کے ذریعے علاج کیا جاتا ہے پس چونکہ یہ ہوامع الدواء جوف دماغ یا جوف معدہ میں پہنچ جاتا ہے جو کہ مفسد ہے، کما فی خلاصة الفتاویٰ ۱: ۲۵۳ وما وصل الی جوف الرأس والبطن من الاذن والانف والدبر فهو مفطر بالاجماع وفیه القضاء، اور عام طور پر جو دوائیاں ہوتی ہیں اور ان کا بو کوئی شخص سونگھ لے تو یہ عمل شم میں داخل ہوگا سعوط نہیں ہوگا، والسعوط صب الدواء فی الانف (امداد الفتاح ۶۸۸) وقال الشرنبلالی: من ادخل دخان حلقه بأی صورة کان الادخال فسد صومه سواء کان دخان عنبر او عود وغیرهما حتی من تبخر ببخور فآواه الی نفسه واشتم دخانه ذاکر الصومه افطر لامکان التحرز عن ادخال المفطر جوفه ودماغه وهذا مما یغفل عنه کثیر من الناس فلیتنبه له ولا یتوهم انه کشم الورد ومابه والمسک لوضوع الفرق بین هواء تطیب بریح المسک وشبهه وبین جوهر دخان وصل الی جوفه بفعله. (امداد الفتاح ۶۷۷) ......(ازمرتب)

الجواب: اس سپرے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے﴿۱﴾البتہ جب تکلیف قابل برداشت نہ ہوتو روزہ نہیں رکھنا چاہئے اور پھر صحت کے وقت قضا لازمی ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

باب الصوم میں جلاب کے بارے میں بہشتی زیور کی عبارت کی وضاحت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہشتی زیور (از مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ) میں روزے کے باب میں اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟''جلاب میں عمل لیا اور پینے کی دوا نہیں پی''۔یہاں کوئی شخص اس کا مطلب نہیں سمجھتا پوری عبارت یہ ہے''کسی نے روزہ میں ناس لیا یا کان میں تیل ڈالا یا جلاب میں عمل لیا اور پینے کی دوا نہیں پی تب بھی روزہ جاتا رہا لیکن صرف قضا واجب ہے اور کفارہ واجب نہیں اور اگر کان میں پانی ڈالا تو روزہ نہیں گیا''؟بینوا توجروا

المستفتی:عبدالحمید ایس وی چودھواں ڈی آئی خان......۱۹۶۹ء/۱۲/۱

الجواب: جلاب کرنا احتقان کا معنی ہے اور احتقان جلاب کے ارادہ سے کیا جاتا ہے﴿۳﴾یہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: ولو اكل او شرب ما يتغذى به او يتداوى به فعليه القضاء والكفارة. (هداية على صدر فتح القدير ۲:۲۶۳ باب مايوجب القضاء والكفارة)

﴿۲﴾ قال العلامة الموصلي: ومن خاف المرض او زيادته افطر لقوله تعالىٰ: فمن كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر، معناه فافطر فعدة من ايام اخر لان المرض والسفر لا يوجبان القضاء.

(الاختيار لتعليل المختار ۱:۱۷۳ فصل في المريض والمسافر)

﴿۳﴾فیروز اللغات ۴۶۷ میں ہے،جلاب ایسی دوائی جس سے دست آئے،مسہل،دست آور دوا،وقال ابن نجيم: احتقن اى وضع الحقنة في الدبر (بحر الرائق ۲:۲۷۸) اور معدن الحقائق میں ہے(۲۳۶) پیٹ صاف کرنے کیلئے پاخانہ کے مقام سے دوا چڑھانا،اور القاموس الجديد (۱۹۳) میں ہے، حقن حقنا: پچکاری دینا پچکاری سے دوا داخل کرنا...... (ازمرتب)

تمام مسائل ہدایہ کی عبارت کا ترجمہ ہے جو مکمل اور مدلل بہشتی زیور کے حاشیہ میں موجود ہے ﴿۱﴾۔

کلی کر کے تری حلق میں پہنچ جانے سے روزہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ میں کلی وغیرہ کر کے اس کی تری حلق میں پہنچ جائے اگر چہ پیٹ میں پانی نہ جائے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی

الجواب: صورت مسئولہ میں فساد کا حکم دیا جائے گا ﴿۲﴾ لان عند تعذر الاطلاع على المسبب يدار الحكم على السبب الظاهر ﴿۳﴾ ولم اجده صريحا. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: ومن احتقن او استعط او اقطر في اذنه افطر ولا كفارة عليه ولو اقطر في اذنه الماء او دخله لا يفسد صومه.

(هدايه على صدر فتح القدير ۲: ۲٦٦ باب مايوجب القضاء والكفارة)

﴿۲﴾ يدل عليه ما قال الحصكفي: او خرج الدم من بين اسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل الى جوفه اما اذا وصل فان غلب الدم او تساو يافسد والا لا الا اذا وجد طعمه، قال العلامة ابن عابدين: ولما كان هذا القول خلاف ما عليه الاكثر من التفصيل حاول الشارح تبعا للمصنف في شرحه بحمل كلام المتن على ما اذا لم يصل الى جوفه لئلا يخالف ما عليه الاكثر قلت ومن هذا يعلم حكم من قلع ضرسه في رمضان ودخل الدم الى جوفه في النهار ولو نائما فيجب عليه القضاء. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۷ قبيل مطلب مهم المفتي في الوقائع لابدله الخ)

﴿۳﴾ قال الحافظ احمد ملا جيون: وقد يقام السبب الداعي والدليل مقام المدعو والمدلول...... وذلك اى قيام الداعي والدليل اما لدفع الضرورة والعجز كما في الاستبراء...... او للاحتياط كما في تحريم الدواعي الى الوطى من النظر والقبلة واللمس اقيمت مقام الوطى في الاستبراء وحرمة المصاهرة والاحرام والظهار والاعتكاف للاحتياط فهو ايضا مثال لاقامة الداعي مقام المدعوا. (نور الانوار ۲۸۰ مبحث الاحكام)

انجکشن مفسد صوم نہیں ہے

سوال: چہ مے فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ دوائی بواسطہ انجکشن در بدن انسان خواہ دررگ باشد یا در گوشت حکم شرعی چیست مفسد صوم است یا نیست، بوجہ خوب مع ادلہ شرعیہ بیان کنند زیرانکہ در وطن یعنی افغانستان ولایت غزنی مایاں بسیار نزاع برپاست؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید حسن کتوز غزنی افغانستان......۱۹۶۹ء

الجواب: انجکشن خواہ دررگ باشد یا در گوشت مفطر و مفسد صوم نیست الا آنکہ براہ راست در صدر یا در بطن باشد، دلیل عدم فساد ایں است کہ درمیان دست و پا و باطن منفذ نیست و دواء بذریعہ مسامات در باطن مے رسد مثل روغن بادام و روغن کاہو، کہ بر سر مالش کردہ شوند ودر باطن دماغ بذریعہ مسامات داخل مے شوند، و ہر چیز کہ بذریعہ مسامات داخل شود مفسد روزہ نیست ﴿۱﴾ یدل علیہ ما فی الهندیة ۱: ۲۱۶ وما یدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر هکذا فی شرح

﴿۱﴾ وفی المنهاج: اعلم انه لیس بین العین وبین الدماغ والحلق منفذ، والدمع یخرج الی العین بطریق الترشح من المسامات کالعرق، والمفطر هو الدخول من المنافذ دون المسامات کما صرح به فی البحر وشرح المجمع وغیره ولذا لا یفطر الادهان والغسل وهذا یدل علی ان الدواء الداخل فی الباطن بتوسط الحقن والابرة لا یفطر سوآء ادخلت الابرة فی اللحم او العرق، لان هذا الدواء وان وصل الی اللحم والعرق بالمنفذ لاکنه یدخل الباطن بوساطة المسامات دون المنافذ لعدم المنفذ بین مثل الید والباطن ، وعروق البدن لیست بمجوفة کما ان عروق الاشجار لیست بمجوفة وکما ان الماء یصل الی اغصان الاشجار واوراقها بالتموج فی العروق فکذلک الدم والدوآء تصل الی القلب وغیره بالتموج فی العروق.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۳: ۳۴ باب الکحل للصائم)

المجمع ولو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفسد صومه عندنا وان وجد طعمه فی حلقه واذا بزق فرئ اثر الکحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی انه لا یفسد صومه کذا فی الذخیرة وهو الاصح هکذا فی التبیین ﴿۱﴾. وهمچنین از نیش عقرب وغیره ایں حکم عدم فساد مستفاد مے شود۔ وهو الموفق

وریدی اور جلدی انجکشن کے حکم میں کوئی فرق نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وریدی یا جلدی انجکشن سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ولی گڑھی کپورہ مردان

الجواب: واضح رہے کہ انجکشن خواہ وریدی ہو یا لحمی اور جلدی مفسد صوم نہیں ہے، کیونکہ انجکشن سے دوا باطن کو بذریعہ مسامات کے پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ، والمفطر هو الثانی دون الاول کما فی الهندیة ۱:۲۱۲ وما یدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر هکذا فی شرح المجمع ولو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفسد صومه عندنا وان وجد طعمه فی حلقه واذا بزق فرئ اثرا لکحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی انه لا یفسد صومه ﴿۲﴾، نیز واضح رہے کہ رگ پائپ جیسی نہیں ہوتی ہے بلکہ درخت کی جڑوں جیسی ہوتی ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگریه ۱:۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد ومالایفسد)

﴿۳﴾...... ☆ قال العلامة شمس الدین محمد القهستانی: او وصل دواء الی جوفه او دماغه من غیر المسام فلو وصل شیئ من المسام الی الجوف......

(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

انجکشن کے مسئلہ پر دوبارہ استفسار

سوال: محترم مفتی صاحب زیدمجدکم؛

آپ نے فتویٰ میں فرمایا ہے کہ انجکشن خواہ لحمی ہو یا وریدی اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن یہاں بعض لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں ازراہ کرم تفصیلی جواب لکھ کر ممنون فرمائیں تاکہ مخالفین کا جواب دیا جاسکے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ولی گڑھی کپورہ مردان......۱۷/ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

الجواب: ہمارے پاس فتاویٰ عالمگیری کی جزئیات موجود ہیں شائد میں نے حوالہ بھی دیا ہوگا، آپ ان مخالفین کی دلائل لکھ کر روانہ کریں تاکہ ان کا جائزہ لیا جائے۔ وھو الموفق

وریدی انجکشن مفسد صوم نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمیں وریدی انجکشن لگانے میں

(بقیہ حاشیہ) لم یفسد بلا خلاف لکن ینبغی ان یکون مکروھا علی الخلاف قیاسا علی صب الماء علی البدن.

(جامع الرموز ۱: ۳۶۲ فصل موجب الافساد)

......☆ قال العلامة النووی: لو اوصل الدواء الی داخل الساق او غرز فیه سکینا او غیرھا فوصلت مخه لم یفطر بلا خلاف لانه لا یعد عضوا مجوفا.

(شرح مھذب ۵: ۳۱۴ باب ما یفسد به الصوم ومالایفسد)

......☆قال الدکتور وھبة الزحیلی: لا یفسد الصوم عند الحنفیة بالحقن فی العضل او تحت الجلد اوفی الورید.

(الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۱۷۱۲ مبحث ما یفسد الصوم ویوجب القضاء والکفارة)

مشکلات پیش آرہی ہیں کیونکہ اس سے روزہ ٹوٹ جانے کے اعتراضات موجود ہیں تو کیا وریدی انجکشن سے یقیناً روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لطیف الرحمٰن مردان......۱۹۷۸ء/۸/۲۳

الجواب: وریدی (رگ) انجکشن مفسد صوم نہیں ہے کیونکہ ورید سے دواوغیرہ باطن میں بذریعہ مسامات پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ۔

کما فی الھندیۃ ۱: ۲۱۶ ومایدخل من مسام البدن من الدھن لا یفطر ھکذا فی شرح المجمع وفیھا بعد عبارۃ واذا بزق فرئ اثرالکحل ولونہ فی بزاقہ عامۃ المشائخ علی انہ لا یفسد صومہ کذا فی الذخیرۃ وھو الاصح ھکذا فی التبیین ﴿۱﴾

رگ پائپ جیسی نہیں ہے بلکہ درخت کی جڑوں جیسی ہے۔ وھو الموفق

روزہ میں گلوکوز انجکشن یا ڈریپ چڑھانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ میں گلوکوز انجکشن یا گلوکوز تھیلا چڑھانے سے روزہ پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر حبیب الرحمٰن ورسک ڈیم پشاور......۱۹۸۶ء/۶/۲۹

الجواب: انجکشن اور گلوکوز تھیلا لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ اس طریقہ کار سے یہ دوا قلب وجگر کو بذریعہ مسامات پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ، **والمفطر ھو الثانی دون الاول کما اشار الیہ الفقھاء** ﴿۲﴾ البتہ سینہ اور پیٹ میں براہ راست انجکشن لگانے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے کیونکہ یہ

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

﴿۲﴾ وفی الھندیۃ: وما یدخل من مسام البدن من الدھن لا یفطر ھکذا فی شرح المجمع۔ (فتاویٰ عالمگیرۃ ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

دوا منفذ (سوراخ) سے باطن میں داخل ہوتی ہے﴿۱﴾۔وهو الموفق

ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن لگانا مفسد صوم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڑھ کی ہڈی میں بعض اوقات انجکشن لگایا جاتا ہے اور دوا پہنچائی جاتی ہے جبکہ ریڑھ کی ہڈی کا بدن میں مرکزی حیثیت ہوتی ہے کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر محمد علی جان غوریوالہ بنوں......۱۹۷۵ء/۱۰/۱۲

الجواب: ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن لگانا مفسد صوم نہیں کیونکہ یہ دوائی قلب وغیرہ کو بذریعہ مسامات پہنچتی ہے جو کہ مفسد نہیں ،ماخوذ از هندیه ۱ : ۲۱۶ ﴿۲﴾ نیز ہاتھ پاؤں کے زخم پر دوا اور پٹی لگانا مفطر اور مفسد صوم نہیں ہوتا ہے البتہ اگر زخم پیٹ میں سوراخ ہو تو دوا داخل ہونے اور پیٹ میں پہنچنے کی صورت میں روزہ فاسد ہو جاتا ہے﴿۳﴾۔وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او داوى جائفة او آمة فوصل الدواء حقيقة الى جوف دماغه، قال ابن عابدين: الجائفة الطعنة التي بلغت الجوف او نفذته والآمة من امته بالعصا الخ.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲ : ۱۱۱ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ومايدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر ...... ولو اقطر شيئا من الدواء في عينه لا يفطر صومه عندنا وان وجد طعمه في حلقه واذا بزق فرئ اثر الكحل ولونه في بزاقه عامة المشائخ على انه لا يفسد صومه كذا في الذخيرة.
(فتاوىٰ عالمگيرية ۱ : ۲۰۳ الباب الرابع فيما يفسد وما لايفسد)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: وقال ابويوسف ومحمد لا يفسد الصوم في الجائفة والآمة لان الشرط عندهما الوصول من منفذ اصلي ولعدم التيقن بالوصول لاحتمال ضيق المنفذ وانسداده بالدواء وصار كاليابس، وله ان...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انجکشن سے روزہ ٹوٹنے کا حکم اصول مسلمہ کا مخالف ہے

سوال: محترم جناب مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ العالی:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: عرض ہے کہ ''انجکشن سے روزہ ٹوٹتا ہے'' کے عنوان سے یہ چند صفحات بھیج رہا ہوں اپنے رائے مبارک سے نوازیں۔ واجرکم علی اللہ۔ (صفحات مہیا نہ ہوسکے)......(ازمرتب)

المستفتی: صوفی عبدالحمید سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گجرانوالہ......۱۹۸۹/۱/۳

الجواب: بندہ کواس حکم (انجکشن سے روزہ فاسد ہونے کا حکم) سے اتفاق نہیں ہے یہ اصول مسلمہ کے مخالف ہے انجکشن سے غذا اور دوا باطن میں پہنچتی ہے لیکن بذریعہ مسامات کے نہ کہ بذریعہ منافذ ﴿۱﴾ سوئی کے منتہیٰ اور باطن میں نہ قدرتی سوراخ ہوتا ہے اور نہ مصنوعی، بہرحال ان جدید تحقیقات کو اصول مسلمہ کا مؤید بنانا نقصان دہ نہیں ہے اوران تحقیقات کو متبوع کا درجہ دینا تحریف دین کا پیش خیمہ ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) رطوبة الدواء اذا اجتمعت مع رطوبة الجراحة ازداد سيلانا الى الباطن فيصل بخلاف اليابس لانه ينشف الرطوبة فينسد فم الجراحة، قال مشائخنا والمعتبر عنده الوصول حتى لو علم بوصول اليابس فسد، ولو علم بعدم وصول الرطب لا .

(الاختيار لتعليل المختار ۱ :۱۷۰ فصل ما يفطر الصائم)

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: واما ما وصل الى الجوف او الى الدماغ من غير المخارق الاصلية بان داوى الجائفة والآمة فان داواها بدواء يابس لا يفسد لانه لم يصل الى الجوف ولا الى الدماغ، ولو علم انه وصل يفسد في قول ابى حنيفة وان داواها بدواء رطب يفسد عند ابى حنيفة وعندهما لا يفسدهما اعتبرا المخارق الاصلية لان الوصول الى الجوف من المخارق الاصلية متيقن به ومن غيرها مشكوك فيه فلا نحكم بالفساد مع الشك.

(بدائع الصنائع ۲ :۲۴۳ فصل فساد الصوم)

نسوار لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نسوار لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک تاج محمد طورو مردان.....۱۹۸۴ء/۴/۱۶

الجواب: چونکہ نسوار نگلتا ہے اور اس کا اثر حلق میں محسوس ہوتا ہے لہٰذا نسوار استعمال کرنے والا قضاء کرے گا، **ونظیرہ ما فی شرح التنویر: اذا مضغه ووجد طعمه فی حلقه** ﴿۱﴾. **وهو الموفق**

نسوار سے روزہ ٹوٹ جانے کی تفصیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) نسوار کے عادی نے روزہ کی حالت میں منہ میں نسوار ڈالا، اور نسوار کا نشہ بدن میں سرایت کر گیا لیکن تلخ ذائقہ تھوک کے ساتھ پیٹ میں نہیں گیا اور نسوار کی کوئی ٹھوس جز بھی حلق کے نیچے نہیں گیا پھر اس نے نسوار تھوک دیا اور پانی کے ساتھ منہ صاف کیا اس سے روزہ فاسد ہوا یا نہیں؟

(۲) ایک شخص نے منہ میں نسوار ڈالا بعد میں اسے پتہ چلا کہ جس وقت اس نے منہ میں نسوار ڈالا تھا اس وقت صبح صادق طلوع ہوا تھا اس وجہ سے اس نے روزہ فاسد تصور کر کے بعد میں کھانا بھی کھایا کیا ایسے آدمی پر کفارہ لازم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالحلیم کوہستانی (ایم این اے) سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ.....۱۹۸۹ء

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: الا اذا مضع بحيث تلاشت فی فمه الا ان يجد الطعم فی حلقه الخ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۲ باب مايفسد الصوم ومالايفسد)

الجواب: واضح رہے کہ تمباکو نہ مسکر ہے اور نہ مفتر، کما فی ردالمحتار ۶: ۴۵۹ آخر کتاب الاشربۃ الطبع المصطفیٰ البابی، فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ ولا اضرارہ﴿۱﴾ اور ہمارے علاقہ میں اس کا استعمال دو طریقوں سے ہوتا ہے۔

(۱) دھواں نگلنا (چلم یا سگریٹ) (۲) منہ میں رکھنا بغیر نگلنے کے۔

قسم اول اور طریق اول مفطر ہے اور عادی آدمی کیلئے موجب کفارہ بھی ہے، کما صرحوا بہ﴿۲﴾۔ اور قسم دوم اور طریق دوم بذات خود مفطر نہیں ہے، لانہ یوضع فی الفم، نہ کہ اس کا کھانا یا نگلنا عادت ہوتی ہے، وفی شرح التنویر عن البدائع ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد، (باب ما یفسد الصوم ومالایفسدہ)﴿۳﴾۔ وان ثبت انہ دخل الی جوفہ فمفطر لا موجب للکفارۃ ونظیرہ مافی شرح التنویر واکل مثل سمسمۃ من خارج یفطر ویکفر فی الاصح الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ الا ان یجد الطعم فی حلقہ﴿۴﴾۔ انتھیٰ۔ فالصواب علی التحقیق عدم افطار الصوم، لکن لسدالباب علی العوام تقید کی رعایت ضروری ہے یعنی حلق میں ذوق محسوس کرنے کی صورت میں مفطر ہے۔ (۲) اس شخص پر شبہہ کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہے لاحتمال وجود طعمہ فی الحلق وعدمہ۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمختار ۵: ۳۲۶ آخر کتاب الاشربۃ)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الشرنبلالی: وعلی ھذا البدعۃ التی ظھرت الآن وھو الدخان اذا شربہ فی لزوم الکفارۃ وقال الطحطاوی: ای البدعۃ التی حدثت فی لزوم الکفارۃ علی ھذا الاختلاف فمن قال ان التغذی ما یمیل الطبع الیہ وتنقضی بہ شھوۃ البطن الزم بہ الکفارۃ.

(طحطاوی علی مراقی الفلاح ۲۶۵ باب مایفسد الصوم وتجب بہ الکفارۃ مع القضاء)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۰۷ باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ)

﴿۴﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۲۲ باب ما یفسد الصوم ومالایفسدہ)

نسوار سے روزہ ٹوٹ جانے پر دوبارہ استفسار

سوال: رمضان المبارک میں مولانا عبدالحلیم کوہستانی نے نسوار سے روزہ کے عدم افطار کا فتویٰ دیا ہے اور دلیل میں آپ کا فتویٰ پیش کر رہے ہیں اس کی وضاحت مطلوب ہے کیونکہ یہ ہمارے سمجھ سے باہر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: منتظم اعلیٰ بورڈ آف ریونیو (زکاۃ وعشر) صوبہ سرحد......۱۹۸۹ء

الجواب: واضح رہے کہ تمباکو نہ نشہ آور ہے اور نہ اعضاء کو بے حس کرنے والے، جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار ۲: ۴۵۹ کتاب الاشربۃ کے آخر میں لکھا ہے، **فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ ولا اضرارہ،** ﴿۱﴾ یعنی تمباکو کا نشہ آور ہونا یا بے حسی پیدا کرنے والا یا نقصان دہ ہونا ثابت نہیں ہے اور ہمارے علاقوں میں تمباکو کا استعمال دو طریقوں سے ہوتا ہے۔

(۱) دھواں نگلنا (۲) نسوار کی شکل میں منہ میں رکھنا۔

طریق اول کے استعمال سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور عادی شخص پر کفارہ دینا بھی لازم ہو جاتا ہے جیسا کہ **شامی ۲: ۱۳۴ فی اوائل باب مایفسد الصوم** میں ہے ﴿۲﴾ اور طریق دوم سے استعمال بذات خود مفطر نہیں ہے کیونکہ یہ منہ میں رکھا جاتا ہے نہ کہ کھایا جاتا ہے، اور نہ اس کا نگلنا عادت ہے

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۵: ۳۲۶ آخر کتاب الاشربة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله انه لو ادخل حلقه الدخان) ای بأی صورة کان الادخال حتی لو تبخر ببخور فاواه الی نفسه واشتمه ذاکر الصومه افطر لامکان التحرز عنه...... وبه علم حکم شرب الدخان ونظمه الشرنبلالی فی شرح علی الوهبانية بقوله. ويمنع من بيع الدخان وشربه، وشاربه فی الصوم لا شک يفطر، ويلزمه التکفير لوظن نافعا، کذا دافعا شهوات بطن فقرروا.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۶ باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

یدل علیہ مافی شرح التنویر عن البدائع ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد، ھامش ردالمحتار ۲:۱۳۵ ﴿۱﴾ یعنی جو چیز تمام کے تمام پیٹ میں غائب ہوجائے اور پیٹ میں قرار پکڑے تو اس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، البتہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ نسوار پیٹ میں داخل ہوا ہے اور حلق کو پہنچا ہے تو اس سے روزہ فاسد ہوگا، لیکن کفارہ لازم نہ ہوگا، ونظیرہ مافی شرح التنویر: واکل مثل سمسمۃ من خارج یفطر ویکفر فی الاصح الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ الا ان یجد الطعم فی حلقہ انتھیٰ ھامش ردالمحتار ۲:۱۵۳ ﴿۲﴾۔ یعنی جب تلی (کنجد) کو منہ میں چبائے اس طریقہ سے کہ اس کے اجزا کالعدم ہوجائیں اور لعاب کے ساتھ لعاب بن جائے تو اس کے نگلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ اگر ان اجزا کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو پھر روزہ فاسد ہوجائے گا، پس تحقیق کی رو سے اگر چہ روزہ فاسد نہ ہونا درست ہے لیکن عوام کو بے باکی سے بچانے کیلئے فتویٰ میں اس قید کا یعنی حلق میں اترنا لگانا ضروری ہے اسلئے ہم کہتے ہیں کہ چونکہ نسوار نگلتا ہے اس لئے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) اس شخص پر شبہ کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہے کیونکہ حلق میں ذائقہ پانے اور نہ پانے کے دونوں احتمال موجود ہیں۔ وھو الموفق

پانی میں غوطہ لگانا مفسد صوم نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پانی کے اندر غوطہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فقیر گل گڑھی عثمان خیل ملاکنڈ ایجنسی.....۱۹۷۵ء/۱۰/۱۲

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۱۰۷ باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۱۲۲ باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ)

الجواب: غوطہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا (ماخوذ از ہندیہ ا:۲۰۳)﴿۱﴾۔وھو الموفق

بیوی کا بوسہ لینے یا اکٹھا سونے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان شریف میں دن کے وقت بیوی کے ساتھ اکٹھا سونے یا بیوی کا بوسہ لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: زبیر اکبر افریدی......۱۹۷۵ء/۱۰/۲۱

الجواب: مضاجعت (ایک دوسرے سے لپٹنا) اور تقبیل (بوسہ لینا) مفسد صوم نہیں ہے تمام فقہاء نے اسے صریحاً لکھا ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

استمناء بالید اور بالفخذین سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ استمناء بالید سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ نیز یہ گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟ اور کفارہ لازم ہے یا نہیں؟ اور دونوں رانوں کے درمیان یعنی غیر سبیلین میں ذکر کا استعمال گناہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عطاء اللہ مل......۲۵/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: الاستمناء بالید حرام اذا فعله لا ستجلاب الشهوة واما اذا

﴿۱﴾ وفي الهندية: ومن اغتسل في ماء وجد برده في باطنه لا يفطره.
(فتاویٰ عالمگيرية ۱:۲۰۳ الباب الرابع فيما لايفسد ومالايفسد)وقال العلامة ابن نجيم: ان خاض الماء فدخل اذنه لا يفسد. (البحر الرائق ۲:۲۷۸ باب مايفسد الصوم ومالايفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة مرغيناني: ولو قبل لا يفسد صومه...... ولا بأس بالقبلة اذا امن على نفسه اى الجماع او الانزال ويكره اذا لم يامن.
(هداية على صدر فتح القدير ۲:۲۵۷ باب مايوجب القضاء والكفارة)

غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء ان لا يعاقب، والمختار انه يفسد الصوم وعليه القضاء ولا يوجب الكفارة اذا انزل وهو المختار فليراجع الى ردالمحتار ۲: ۳۹۹﴿۱﴾ وهكذا حكم ايلاج الذكر بين فخذيه مسطور فى الصفحة المذكورة ايضاً﴿۲﴾. وهوالموفق

باقاعدہ انزال نہ ہوا ہوتو روزہ فاسد نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست نے رمضان کے آخری عشرہ میں ایک انتہائی فحش ناول کی بہت تعریف کی میں نے اس سے کتاب کو لے کر مطالعہ شروع کیا میں چونکہ جنسی طور پر کچھ کمزور ہوں چنانچہ اس حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود کہ اس کتاب کو پڑھنے سے مجھے فرض غسل کی ضرورت لاحق ہوسکتی ہے کتاب پڑھ لی، اس دوران میں مجھ سے کچھ رطوبت

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قوله وكذا الاستمناء بالكف اى فى كونه لا يفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء كما سيصرح به وهو المختار...... فان غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء ان لا يعاقب...... واما اذا فعله لاستجلاب الشهوة فهو آثم...... ويدل ايضا على ما قلنا ما فى الزيلعى حيث استدل على عدم حله بالكف بقوله تعالىٰ والذين هم لفروجهم حافظون الآية وقال فلم يبح الاستمتاع الا بالزوجة والامة فافاد عدم حل الاستمتاع اى قضاء الشهوة بغيرهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۹ مطلب فى حكم الاستمناء بالكف)

﴿۲﴾ قال الحصكفى: او جامع فى مادون الفرج ولم ينزل يعنى فى غير السبيلين كسرة وفخذ، قال ابن عابدين: اما لو انزل قضىٰ فقط اى بلا كفارة...... حيث قال اراد بالفرج كلا من القبل والدبر فما دونه حينئذ التفخيذ والتبطين.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۸، ۱۰۹ قبيل مطلب حكم الاستمناء بالكف)

خارج ہوگئی تھی اس دوران میں مجھے پیشاب کی بھی حاجت ہوئی پیشاب کے بعد بھی دو تین قطرے نکلے میں نہیں جانتا کہ یہ منی ہے یا مذی؟ اس کا رنگ خالص سفید نہیں تھا، اب ایسا کرنے سے میرے اوپر کفارہ لازم ہے یا صرف قضا لازم ہے یا دونوں لازم ہیں یا کچھ لازم نہیں صرف روزہ مکروہ ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: تقی الدین مردان......۱۹۷۹ء/۱۱/۱۹

الجواب: اگر آپ کا انزال نہ ہوا ہو تو آپ کا روزہ فاسد نہیں ہوا ہے انزال سے مراد یہ ہے کہ خروج منی کے وقت لذت محسوس ہو جائے، یہ مراد نہیں کہ لذت کے بعد رطوبت خارج ہو، پس اگر محض تفکر سے انزال ہوا ہے عضو مخصوص کے ساتھ ہاتھ وغیرہ لگائے بغیر تو روزہ فاسد نہیں ہے ورنہ فاسد ہے (شامی) ﴿۱﴾......﴿۲﴾۔ وهو الموفق

زوجین کا دوران جماع صبح صادق کا طلوع ہوکر روزہ کا حکم

سوال: مایقول العلماء فی هذه المسئلة ان جامع رجل مع امرأته قبل صبح

﴿۱﴾ قال الحصكفي: او قبل ولم ينزل او احتلم او انزل بنظر ولو الى فرجها مراراً او بفكر وان طال لم يفطر.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۱۰۶ باب مایفسد الصوم ومالایفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: ان الجماع المفسد للصوم هو الجماع صورة وهو ظاهر او معنى فقط، وهو الانزال عن مباشرة بفرجه لا في فرج او في فرج غير مشتهىٰ عادة او عن مباشرة بغير فرجه في محل مشتهى عادة ففي الانزال بالكف او بتفخيذ او تبطين وجدت المباشرة بفرجه لافي فرج... وفي الانزال بمس آدمي او تقبيله وجدت المباشرة بغير فرجه في محل مشتهي اما الانزال بمس او تقبيل بهيمة فانه لم يوجد فيه شيئ من معنى الجماع فصار كالانزال بنظر او تفكر فلذا لم يفسد الصوم اجماعاً.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۰۹ بعيد مطلب في حكم الاستمناء بالكف)

الصادق فاذا اصبح علیهما وهما مشغولان بالجماع، اتجب الکفارة علیهما ام لا ام القضاء؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک.....۲/اکتوبر۱۹۸۳ء

الجواب: قال فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار (۲: ۱۳۵) ولو مکث حتی امنیٰ ولم یتحرک قضیٰ فقط وان حرک نفسه قضی وکفر، وفی ردالمحتار: اما اذا لم ینزع وبقی فعلیه القضاء ولا کفارة علیه فی ظاهر الروایة...... وما وجه به ظاهر الروایة یدل علی عدم الفرق بین تحریک نفسه وعدمه انتهیٰ﴿۱﴾ وبالجملة ان مافی شرح التنویر فغیر ظاهر الروایة. وهو الموفق

منی نکلنے کی مختلف صورتوں میں روزہ کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) اگر کوئی آدمی کوئی لغو حرکت نہ کرے صرف شہوت سے منی نکل جائے تو روزہ ٹوٹ گیا یا نہیں اور کفارہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر دن کے وقت شہوت آئی اور ایک دو گھنٹہ میں یا کسی بھی وقت پیشاب کرتے وقت منی کے آثار نمودار ہو جائے تو روزہ کا کیا حکم ہے؟ اور کفارہ لازم ہے یا نہیں؟

(۳) اگر شہوت نہ آئی ہو صرف پیشاب کرتے وقت منی جیسے آثار ظاہر ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اور غسل کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل گل ڈاگ اسماعیل خیل نوشہرہ.....۱۹۷۲ء/۱۲/۱۰

الجواب: تینوں صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹ جاتا ہے اور جب تک انزال نہ ہوا ہو تو غسل

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۸ مطلب مهم المفتی فی الوقائع لا بدله من اجتهاد)

بھی لازم نہیں ہے(ہندیہ ا:۲۱۷﴿۱﴾وشامی ۲:۱۰۳)﴿۲﴾۔وھو الموفق

روزہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ بوس وکنار وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان شریف میں دن کے وقت بیوی کے ساتھ بغیر مباشرت اور جماع کے بوس کنار ہونا اور ہاتھ لگانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: دلباغ محمد کوہاٹ

الجواب: روزہ کی حالت میں یہ امور جائز ہیں جبکہ طرفین مامون ہوں۔(حدیث﴿۳﴾ وہندیہ﴿۴﴾وغیرہ)﴿۵﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾وفی الهندية: واذا نظر الى امرأة بشهوة فی وجهها اوفرجها كرر النظر اولا لا يفطر اذا انزل كذا فی فتح القدير وكذا لا يفطر بالفكر اذا امنى هكذا فی السراج الوهاج.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۰۴ الباب الرابع فيما يفسد ومالايفسد)

﴿۲﴾قال العلامة ابن عابدين: اما الانزال بمس او تقبيل بهيمة فانه لم يوجد فيه شیٔ من معنى الجماع فصار كالانزال بنظر اوتفكر فلذا لم يفسد الصوم اجماعا.
(ردالمحتار ۲:۱۰۳ باب مايفسد الصوم ومالايفسد مطلب فی حكم الاستمناء بالكف)

﴿۳﴾عن عائشة رضی الله عنها قالت كان النبیﷺ يقبل وهو صائم ويباشر وهو صائم ولكنه كان املككم لاربه، متفق عليه واللفظ لمسلم وزاد فی رواية فی رمضان اخرجه البخاری فی الصيام باب المباشرة للصائم وقالت عائشة رضی الله عنها يحرم عليه فرجها (۱۹۲۷) ومسلم فی الصيام باب بيان ان القبلة فی الصوم ليست محرمة على من لم تحرك شهوته (۱۱۰۶).

﴿۴﴾وفی الهندية: ولابأس بالقبلة اذا امن على نفسه الجماع والانزال ويكره ان لم يأمن.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۰۰ الباب الثالث فيما يكره)

﴿۵﴾قال الشرنبلالی: لا تكره للصائم القبلة والمباشرة .....(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

قی فی الصوم میں مفتی بہ قول

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ من استقاء عمدا فسد صومه رواه ابوداؤد وذكره الزيلعي في الكنز وايضا هذا مذهب الامام محمد، مگر شامی میں اس مسئلہ کا خلاف ذکر کیا ہے اس میں ملأ الفم اوراعادہ دوشرط زائد ذکر کئے ہیں ترجیح کس قول کو ہے جبکہ مذہب امام محمد بظاہر حدیث کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مبارک شاہ مدرسہ عربیہ تجوڑی بنوں ۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: اکثر محققین نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کو صحیح قرار دیا ہے، وجعلوا التقليل منه كالعدم وكاللعاب ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) مع الامن من الانزال والوقاع لما روى عن عائشة رضى الله عنها انه عليه السلام كان يقبل ويباشر وهو صائم رواه البخارى ومسلم وهذا ظاهر الرواية وعن محمد انه كره المباشرة الفاحشة وهي رواية الحسن عن ابى حنيفة لانها قل ما تخلو عن فتنة وفي الجوهرة قيل ان المباشرة تكره وان امن على الصحيح وهو ان يمس فرجه فرجها وفي الظهيرية عن ابى حنيفة انه قال تكره المعانقة والمصافحة وانه خلاف المشهور انتهى.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ٦٩٢ فصل فيما يكره وفيما لا يكره وما يستحب)

﴿۱﴾قال العلامة الشرنبلالي: او استقاء اى تعمد اخراجه ولو دون ملأ الفم في ظاهر الرواية لاطلاق قوله ﷺ ومن استقاء عمدا فليقض وشرط ابويوسف ان يكون ملء الفم وهو الصحيح لان ما دونه كالعدم حكما حتى لا ينقض الوضوء.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ٦٩٢ باب مايفسد الصوم)

وقال العلامة حسن بن عمار: اواستقاء اى تعمد اخراجه وكان اقل من ملأ فمه على الصحيح وهذا عند ابى يوسف وقال محمد يفسد ...(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(بقیہ حاشیہ) وھو ظاھر الروایة ولو اعادہ فی الصحیح لا یفسد عند ابی یوسف کما فی المحیط لعدم الخروج حکما ولا ینقض الطھارة وقال الکمال وھو المختار عند بعضھم لعدم الخروج شرعا۔

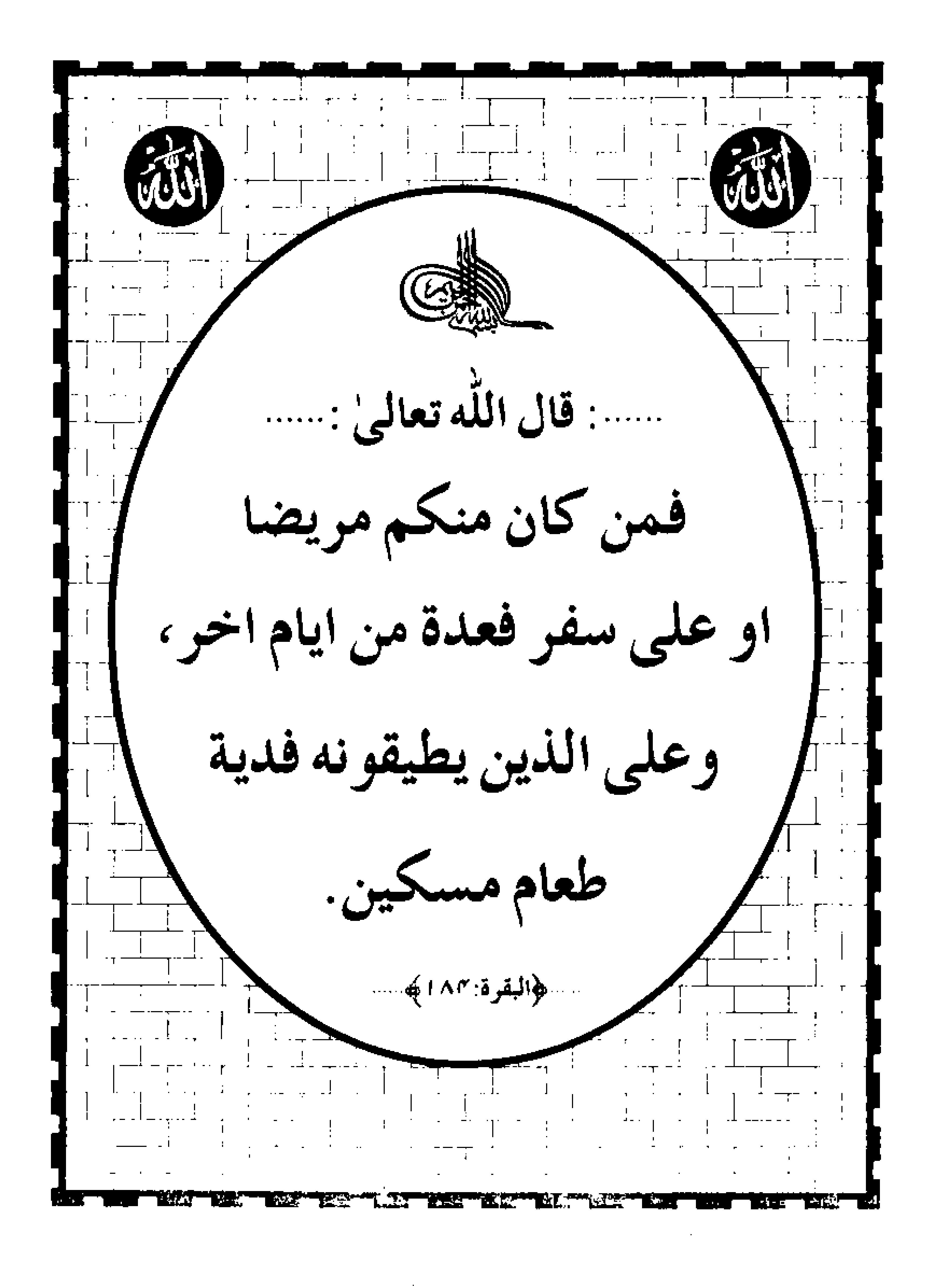
(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح ۲:۲۶۲ باب فی بیان مالایفسد الصوم)۔

قال العلامة محمد امین : (قولہ والا لا) ای وان لم یملأ القیٔ الفم واعادہ کلہ او بعض لا یفسد صومہ عند ابی یوسف ... ھو المختار وفی الخانیة ھو الصحیح وصححہ کثیر من العلماء رملی۔

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲:۱۲۱ مطلب فی مایکرہ للصائم)




الله
الله
باب ما تجب به
القضاء والكفارة



الله
الله
بسم الله الرحمن الرحيم
...... : قال الله تعالىٰ : ......
فمن كان منكم مريضا
او على سفر فعدة من ايام اخر،
وعلى الذين يطيقونه فدية
طعام مسكين.
......﴿البقرة:١٨٤﴾......

باب ما تجب به القضاء والکفارة

روزے نہ رکھنے والے کی توبہ درست اور قضا فرض ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ توبہ کرنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لئے وہ روزے نہیں رکھتا اور عید کے دن توبہ کرتا ہے کہ آئندہ کیلئے روزے رکھوں گا پھر رمضان آتا ہے اور یہی طریقہ وہ اختیار کرتا ہے کیا یہ طریقہ درست ہے؟ اور اس کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالحق.....۱۹۷۵ء/۱۰/۲۸

الجواب: قصداً عمداً روزہ نہ رکھنا اور نمازیں قضا کرنا گناہ کبیرہ ہے ﴿۱﴾ اور ہر گناہ سے توبہ کرنا درست ہے، کہ کئے ہوئے پر ندامت اور آئندہ کیلئے نہ کرنے کا عزم کرے البتہ موت کے وقت توبہ

﴿۱﴾ قال الحافظ محمد الذهبی: الکبیرة الرابعة ترک الصلاة والسادسة افطار یوم من رمضان بلا عذر، وقال ﷺ من افطر یوما من رمضان بلا عذر لم یقضه صیام الدهر وان صامه وعن ابن عباس: عری الاسلام وقواعد الدین ثلاث شهادة ان لا اله الا الله والصلاة وصوم رمضان فمن ترک واحدة منهن فهو کافر.

(کتاب الکبائر للذهبی ۵۱ افطار یوم من رمضان بلا عذر)

کرنا منظور نہیں ہے﴿۱﴾ اور ایسے تائب پر قضا کرنا فرض ہے صرف توبہ سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ بھی نہ رکھنے کا عزم ہے اسلئے یہ توبہ توبہ نہیں ہے.....سیف اللہ حقانی)

مفتی کے فتویٰ کی وجہ سے افطار کرنے پر کفارہ نہیں قضا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے چند افراد نے تیسویں رمضان کو قبل از زوال چاند دیکھا اور ہمارے گاؤں کے ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ روزہ ختم کر کے عید کرلو۔ اس لئے اس دن عید منائی گئی کیا یہ عید صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر صحیح نہیں تو جن لوگوں نے روزہ افطار کیا ہے ان پر اور اس مفتی صاحب پر قضا و کفارہ لازم ہے یا نہیں؟ اور جو معتکف اعتکاف سے باہر آیا ہے اس پر دوبارہ اعتکاف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالستار متعلم جامعہ حقانیہ.....۱۹۷۴ء/۱۲/۱۲

الجواب: مفتی کے فتویٰ دینے سے افطار کرنے پر کفارہ لازم نہیں البتہ اس دن کی قضا یعنی صوم اور اعتکاف دونوں کی قضا لازمی ہے بشرطیکہ دیگر مقامات سے عید کی باقاعدہ خبر موصول نہ ہوئی ہو ورنہ قضا بھی لازم نہیں، یدل علی عدم التکفیر ما فی الدر المختار: حتی لو افتاہ مفت یعتمد

﴿۱﴾ قال العلامۃ الفرهاری: ویغفر مادون ذلک ای ما سوی الشرک لمن یشاء من الصغائر والکبائر مع التوبۃ وبدونها التوبۃ هی الندم علی المعصیۃ والعزم علی عدم العود الیها..... وهل یقبل توبۃ من حضرہ الموت والصحیح ما فی الحدیث ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر رواہ الترمذی اما ایمان الیأس فلا یقبل وهو حین یشاهد الکافر النار قبل موتہ ولذا لم یقبل ایمان فرعون.

(النبراس شرح شرح العقائد ۳۳۳ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: وصوم رمضان فرض عین اداء وقضاء علی من اجتمع فیہ اربعۃ اشیاء. (امداد الفتاح شرح نور الایضاح ۶۵۲ کتاب الصوم)

علی قوله او سمع حدیث ولم یعلم تأویله لم یکفر للشبهة، (هامش ردالمحتار ۱۴۹:۲ ﴿۱﴾ واما القضاء فلان عدم التکفیر لا یستلزم عدم القضاء ولذا یقضی فی صورة الاحتجام نعم عند فساد الاعتکاف یقضی الیوم الواحد عند الطرفین واما عند ابی یوسف یقضی العشر اوالایام الباقیة والتفصیل فی ردالمحتار ۱۸۰:۲ باب الاعتکاف فلیراجع﴿۲﴾. وهوالموفق

پانچ رمضانی روزے توڑے ہوں تو پانچوں کی قضا اور ایک کفارہ لازمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گناہ سے عدم واقفیت کی بنا پر میں نے پچھلے رمضان شریف کے پانچ روزے کھائے ہیں اب کیا کروں قضاو کفارہ کی کیا صورت ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: محمدانعام غلہ ڈھیر مردان......۴/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: اگرآپ نے روزہ کی نیت کرنے کے بعدروزہ فاسد کیا ہوتو آپ پر قضا کے علاوہ

﴿۱﴾. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱۱۸:۲ قبیل مطلب فی الکفارة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: فلو شرع فی نفله ثم قطعه لا یلزمه قضائه لانه لا یشترط له الصوم علی الظاهر، قال ابن عابدین: وعلی کل فیظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جمیعه او باقیه مخرج علی قول ابی یوسف اما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه وانما قلنا ای باقیه بناء علی ان الشروع ملزم کالنذر وهو لو نذر العشر یلزمه کله متتابعا ولو افسد بعضه قضی باقیه علی ما مر فی نذر صوم شهر معین والحاصل ان الوجه یقتضی لزوم کل یوم شرع فیه عندهما بناء علی لزوم صومه بخلاف الباقی لان کل یوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعیة وان کان المسنون هو اعتکاف العشر بتمامه.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۱۴۳:۲ باب الاعتکاف)

کفارہ یعنی دو ماہ مسلسل روزے رکھنا بھی فرض ہے یعنی ۵+۶۰=۶۵ دن ﴿۱﴾۔ اور اگر آپ نے روزہ نہ رکھنے کا ارادہ کیا تھا تو صرف قضا فرض ہے اور کفارہ کے ساٹھ دن فرض نہیں (معتبرات فقہ)۔ وھو الموفق

روزہ کو توڑنے یا بعض دنوں میں نہ رکھنے یا سرے سے نہ رکھنے والوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم یورپ کے حسین ترین مقام پر رہتے ہیں وہاں کے ماحول کی وجہ سے ہمارے پاس تین قسم کے مسلمان ہیں:

(۱) بعض ایسے ہیں کہ روزہ رکھتے ہیں سحری کیلئے اٹھ کر نیت کرتے ہیں لیکن صبح بارہ یا ایک بجے بغیر کسی عذر کے روزہ توڑ دیتے ہیں۔

(۲) بعض روزے رکھتے ہیں لیکن ہفتہ اور اتوار کو روزہ نہیں رکھتے اور سحری کیلئے بھی نہیں اٹھتے اور باقاعدہ کہتے ہیں کہ ہم ہفتہ اتوار کو روزہ نہیں رکھیں گے۔

(۳) بعض لوگ ہیں کہ صحت مند بھی ہیں لیکن روزے اس لئے نہیں رکھتے کہ یہ یورپ ہے اور یورپ میں روزے لازمی نہیں ان تینوں قسم کے لوگوں کیلئے قضا اور کفارہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سلطان مسعود شاہ مغربی جرمنی

الجواب: (۱) اگر یہ لوگ خورد نوش کی چیزوں سے یا دوا کھانے سے افطار کریں تو ان پر قضا کے علاوہ کفارہ بھی واجب ہے بشرطیکہ روزہ رکھنے کا ارادہ کیا ہو (ماخوذ از شامی) ﴿۲﴾۔ (۲،۳) ان لوگوں

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو تكرر فطره ولم يكفر للاول يكفيه واحدة ولو في رمضانين عند محمد وعليه الاعتماد بزازية ومجتبىٰ وغيرهما واختار بعضهم للفتوىٰ ان الفطر بغير الجماع تداخل والا لا.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۰ مطلب في الكفارة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وان جامع في رمضان اداء ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پر قضا اور توبہ واستغفار لازم ہے کفارہ واجب نہیں ہے (شامی) ﴿۱﴾۔

ملاحظہ:...... کفارہ سے مراد یہ ہے کہ پے در پے دو مہینہ روزے رکھے جائیں۔ وھو الموفق

معتمد عالم کے فتویٰ کی صورت میں کفارہ لازم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہلال کمیٹی نے سترہ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اعلان کیا کہ کل اٹھارہ ستمبر کو پہلا روزہ ہوگا لیکن ایک معتمد عالم دین نے حکومتی اعلان پر عدم اعتماد کرتے ہوئے کہا کہ فرض روزہ نہیں اسلئے تمام گاؤں والوں نے روزہ ختم کیا ہوٹل کھلے رہے اس کے بعد اٹھائیس روزے پورے ہو کر تین گواہ رؤیت ہلال پر پیش ہوئے اور عید منائی گئی اب سوال یہ ہے کہ ہلال کمیٹی کا اعلان موجب صوم وفطر ہے یا نہیں؟ اور ہمارا یہ روزہ توڑنا موجب کفارہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام دستگیر لکی مروت...... ۲۷/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: (۱) ہلال کمیٹی کا تفصیلی اعلان جو کہ حکم دہندہ اور منشأ حکم رؤیت وغیرہ پر مشتمل ہو موجب صوم وفطر ہے، کما يدل عليه ما فی منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲ : ۲۷۰ لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر كضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها فمن كان غائبا عن المصر كاهل

(بقيه حاشيه) او اكل او شرب غذاء او دواء...... قضیٰ فی الصور كلها و كفر.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲ :۱۱۸ قبيل مطلب فی الكفارة)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفی: اولم ينو فی رمضان كله صوما ولا فطرا مع الامساك لشبهة خلاف زفر او اصبح غير نا وللصوم فأكل عمدا ولو بعد النية قبل الزوال لشبهة خلاف الشافعی ...... قضیٰ فی الصور كلها فقط.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲ :۱۱۲ باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

القرىٰ ونحوها﴿۱﴾ قلت وجه الدلالة ان الراديو آلة محفوظة جدا والدلالة فيها اتم وقلت ايضا ان التقييد بالتفصيل لفساد الزمان ورفع احتمال البناء على قول الموقتين (المهندسين) وغيرهم فافهم.

(۲) بظاہر ان پر کفارہ واجب نہیں ہے کما يدل عليه عبارة الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۹ وان جامع (الى ان قال) قضى وكفر لانه ظن فى غير محله حتى لو افتا مفت يعتمد على قوله او سمع حديث ولم يعلم تاويله لم يكفر للشبهة وفى ردالمحتار: وفى النهاية ويشترط ان يكون المفتى ممن يؤخذ منه الفقه ويعتمد على فتواه فى البلدة وحينئذ تصير فتواه شبهة ولا معتبر بغيره﴿۲﴾. وهو الموفق

جس کی گواہی رد ہو جائے اور روزہ توڑے تو اس پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اور اس کی بیوی نے کہا کہ ہم نے چاند دیکھ لیا ہے اور آسمان بھی ابر آلود تھا اور یہ دونوں متہم بالفسق ہیں کیونکہ یہ دونوں بغیر کسی عذر کے کبھی کبھی نماز چھوڑتے ہیں عام لوگوں اور علماء نے ان کے کہنے پر عمل نہیں کیا، اب انہوں نے کل روزہ رکھ کر درمیان میں توڑ لیا ہے اب ان پر قضا و کفارہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملا شیر محمد اورآلائی بلوچستان......۱۹۷۸ء/۱۰/۲۱

الجواب: جس شخص کی گواہی فسق کی وجہ سے مردود ہو جائے اور پھر روزہ توڑ لے تو اس پر کفارہ نہیں قضا لازم ہے۔ رأى مكلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدليل شرعى صام مطلقا وجوبا وقيل ندباً فان افطر قضى فقط فيهما لشبهة الرد. (الدرالمختار على هامش

﴿۱﴾ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبيل ما يفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۱۸ قبيل مطلب فى الكفارة)

ردالمحتار ۲:۱۲۳)﴿۱﴾. وھو الموفق

قے کرنے سے فطر کے گمان پر پانی پی لیا تو اس پر قضا واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے رمضان کے مہینے میں قے کیا وہ سمجھا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا اس کے بعد قصداً پانی پی لیا اب اس پر صرف قضا ہے یا کفارہ بھی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر استاد بھرت بنوں......۳/ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اس شخص پر قضا واجب ہے اور کفارہ واجب نہیں لما فی البحر و کذا لو ذرعه القی وظن انه یفطره فافطر فلا کفارة علیه لوجود شبهة الاشتباه (بحواله شامی ۲:۱۳۹)﴿۲﴾. وھو الموفق

دمہ کے مریض کے لیے انہیلر سپرے کا استعمال موجب قضا و کفارہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دمہ کے مریض کیلئے انہیلر پمپ رمضان میں استعمال کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ اس پمپ کے بغیر ایک گھنٹہ گزارنا بھی مشکل ہوتا ہے اور اس پمپ میں چونکہ ہوا ہوتی ہے تو کیا اس ہوا کے داخل ہونے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ اگر ٹوٹ جاتا ہے تو اس پر صرف قضا ہے یا کفارہ یا دونوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فتح محمد فاضل دیوبند عمرزئی چارسدہ

الجواب: ہوا اگرچہ جسم ہے لیکن اس کا دخول اور ادخال جب تنفس کے طور سے نہ ہو فقہاء کرام

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۹۸ قبیل مطلب لاعبرة بقول الموقتین)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۱۱ باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

نے مفطرات میں ذکر نہیں کیا ہے جس طرح کہ فقہاء نے جن اور ملک کا باطن میں حلول کرنے کو مفطرات میں شمار نہیں کیا ہے حالانکہ یہ بھی اجسام ہیں پس معلوم ہوتا ہے کہ اجسام لطیفہ کا دخول اور ادخال افطار میں کوئی اثر نہیں رکھتا ہے، پس پمپ کے ذریعہ سے اگر صرف ہوا داخل کی جاتی ہو تو مفطر نہیں ہے لیکن اگر دوائی کے اجزا پمپ میں محفوظ ہوں اور ہوا کے ساتھ باطن میں داخل ہوتے ہوں (اور یہی واقعہ ہے) تو موجب قضا اور موجب کفارہ ہوگا۔ قال فی الھدایة ۱۲۰ ولو اکل او شرب ما یتغذی به او یتداوی به فعلیه القضاء والکفارة ﴿۱﴾ وھکذا فی غیر واحد من کتب الفقه ﴿۲﴾ اور ہوا کے ساتھ دوائی کے اجزا داخل ہونے کی صورت میں اگر اس مریض کو بغیر اس پمپ کے ہلاکت یا زیادت مرض کا قوی اندیشہ ہو تو اس کیلئے افطار جائز ہے اس کے بعد اگر صحت یاب ہوا تو قضا کرے گا اگر صحت یاب نہ ہو تو اس پر کفارہ دینا ضروری نہیں ہے، لعدم وجود الشرط وھو ادراک ایام اخر، قالوا فی الھندیة ۱: ۲۲۰ ولو فات صوم رمضان بعذر المرض اوالسفر او استدام المرض والسفر حتی مات لا قضاء علیه لکنه ان اوصیٰ بان یطعم عنه صحت وصیته وان لم تجب علیه وفیها ایضا ۲۱۹ المریض اذا خاف علی نفسه التلف او ذھاب عضو یفطر بالاجماع وان خاف زیادة العلة وامتداده فکذلک عندنا وعلیه القضاء اذا افطر ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (ھدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۲۶۳ باب مایوجب القضاء والکفارة)

﴿۲﴾ قال الامام شمس الدین القھستانی: او اکل او شرب غذاء او دواء وھو یوثر فی البدن بالکیفیة فقط کالکافور وغیره لکن فی المحیط لو اکل ما یتداویٰ به قصدا او تبعا لغیره یکفر وما لا فلا وفی الھلیلج روایتان ... عمدا احتراز عن الاکراه والخطاء والنسیان قضیٰ وکفر.

(جامع الرموز ۱: ۳۵۸ فصل موجب الافساد)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۰۷ الباب الخامس فی الاعذار التی تبیح الافطار)

دانت نکالنے کیلئے پہلے کیپسول کھانے کی صورت میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے دانتوں کو کیڑا لگا جس کی وجہ سے مسوڑھوں میں درد اور پیپ پیدا ہوا، نیز وضو کے دوران میں بہت دیر تک خون جاری رہتا تھا، ہمارے محکمہ نے مجھے راولپنڈی کے ایک ڈاکٹر کے ہاں بھیج دیا وہاں پر ڈاکٹر نے ۲۴/ رمضان کو دو دانت نکالے درد کی تکلیف کم کرنے اور مسوڑھوں میں پانی وغیرہ نہ جانے کیلئے ڈاکٹر نے مجھے ایک کیپسول کھلایا جس کی وجہ سے روزہ جاتا رہا اب اس کے عوض میں نے قضا روزہ رکھ لیا ہے لیکن بعض لوگ کفارہ کا کہتے ہیں کیا مجھ پر کفارہ بھی لازم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی احمد الدین مدنی مسجد جامع سرائے قیام ٹیکسلا ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر شدید درد کی وجہ سے دانت نکالا گیا ہو اور بعد میں کیپسول کھلایا گیا ہو اگر یہ اس شدید درد کی وجہ سے ہو تو اس صورت میں کفارہ نہیں ہے ﴿۱﴾ ☆ اور اگر دانت نکالنے سے پہلے کیپسول کھلایا گیا ہو تا کہ نکالنے کے بعد شدید درد پیدا نہ ہو اور نکالنے سے پہلے درد نہیں تھا تو اس صورت میں کفارہ واجب ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يفطر بالاجماع وان خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء واذا افطر كذا في المحيط.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱ :۲۰۷ الباب الخامس في الاعذار المبيحة)

☆ ..... مگر یہ جواب تب ہوگا کہ درد اتنا شدید ہو کہ جس سے جان کا خطرہ ہو اور یا روزہ سے زیادت وامتداد درد کا خوف ہو۔ ..... (سیف اللہ حقانی)

﴿۲﴾ وفي الهندية: اذا اكل متعمدا ما يتغذى به او يتداوىٰ به يلزمه الكفارة وهذا اذا كان مما يؤكل للغذاء او للدواء فاما اذا لم يقصد لهما فلا كفارة وعليه القضاء.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱ :۲۰۵ النوع الثاني مايوجب القضاء والكفارة)

روزہ میں سگریٹ پینے سے کفارہ لازم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اور صرف قضا کرنا ہوگی یا کفارہ بھی؟ بینوا و توجروا

المستفتی: عبداللہ......۱۹۷۵ء/۱/۱

الجواب: عادی آدمی پر روزہ میں سگریٹ اور چلم پینے سے قضاو کفارہ دونوں لازم ہیں (شامی ۱۳۴:۲)﴿۱﴾۔وھو الموفق

روزہ میں نسوار استعمال کرنے سے قضالازم ہے

سوال: ایها العلماء الکرام ما قولکم فی استعمال النبات المسمی بالتنباک والتتن

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله انه لو ادخل حلقه الدخان) ای بایٔ صورة کان الادخال حتی لو تبخر ببخور فآواه الی نفسه واشتمه ذاکر الصومة افطر لامکان التحرز عنه...... وبه علم حکم شرب الدخان ونظمه الشرنبلالی فی شرحه علی الوهبانیة بقوله، ویمنع من بیع الدخان وشربه، وشاربه فی الصوم لاشک یفطر ویلزمه التکفیر لو ظن نافعا کذا دافعا شهوات بطن فقرروا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۰۶ باب ما یفسد الصوم ومالایفسده)

وقال الشرنبلالی: من ادخل بصنعه دخانا حلقه بأی صورة کان الادخال فسد صومه سواء کان دخان عنبر او عود او غیرهما حتی من تبخر ببخور فآواه الی نفسه واشتم دخانه ذاکر الصومه افطر لامکان التحرز عن ادخال المفطر جوفه ودماغه وهذا مما یغفل عنه کثیر من الناس فلیتنبه له ولا یتوهم انه کشم الورد ومائه، والمسک لوضوع الفرق بین هو تطیب بریح المسک وشبهه وبین جوهر دخان وصل الی جوفه بفعله.

(الطحطاوی علی المراقی ۱:۲۶۰ باب مالایفسدالصوم)

حيث تختلط معه النورة او رماد الاشجار اوالماء ثم يضعونها تحت الشفت في الفم، ثم يطرحونها بعد مضي وقت ويطرحون الريق المنجذبة من ابدانهم بسببه، واني كنت تتبعت الكتب الموجودة عندي فما شفي صدري لكونه غير موصلة الى الجوف الا ان العاملين يقولون اذا استعملها فلا حاجة لنا للماء والطعام، فهل يفطر بها الصوم ام لا؟ بينوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: التتن المخلوط بالماء والنورة لا يفطر في نفسه نعم اذا دخل الحلق والباطن فيفطر البتة وقد تجربت ان طعمه يوجد في الحلق ولو بعد المضمضة ويؤيد الافطار ما في الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۵۳ واكل مثل سمسمة من خارج يفطر ويكفر في الاصح الا اذا مضغ بحيث تلاشت في فمه الا ان يجد الطعم في حلقه كما مر انتهى﴿۱﴾. وهو الموفق

بیوی کے ساتھ جماع کرنے سے قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاعلمی کی وجہ سے میاں بیوی روزہ کی حالت میں جماع کریں تو ان پر صرف قضا ہے یا کفارہ بھی ہے؟ اور جماع کرتے وقت پردہ کی حالت میں ہوتے ہیں اور کفارہ یا قضا میں دونوں برابر کے شریک ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خورشید انور راولاکوٹ آزاد کشمیر......۱۹۸۳ء/۸/۱۷

الجواب: اگر روزہ کی یاد ہونے کی حالت میں جماع (وطی) کریں تو دونوں ایک دن قضا اور

﴿۱﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۲۲ باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

دو ماہ روزے بطور کفارہ رکھیں گے﴿۱﴾ اور جماع پردہ کی حالت میں ایک مجمل جملہ ہے لہٰذا وضاحت کرکے جواب دے دیں گے۔ وھو الموفق

بیوی سے ملاعبت کی وجہ سے انزال کی صورت میں صرف قضا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رمضان میں روزہ کی حالت میں بیوی سے ملاعبت یعنی بوس وکنار کرتے ہوئے انزال منی ہوجائے تو صرف قضا کرنی ہوگی یا کفارہ بھی لازم آئے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حیدر محکمہ زراعت ایبٹ آباد......۱۹۷۵ء/۱۰/۲۲

الجواب: صورت مسئولہ میں صرف ایک دن روزہ رکھنا (بطور قضا) فرض ہوگا اس میں کفارہ نہیں ہے، كذا في الهندية ۱:۲۱۷ و اذا قبل امرأته و انزل فسد صومه من غير كفارة كذا في المحيط﴿۲﴾. وهو الموفق

روزہ میں مشت زنی سے قضا لازم ہے کفارہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنے ہاتھوں کے ذریعہ منی نکالے تو کفارہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: وحید احمد تحصیل وضلع کوہاٹ......۱۹۸۹ء/۲/۲۹

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وان جامع المكلف آدميا مشتهى في رمضان اداء او جومع او توارت الحشفة في احد السبيلين انزل اولا ..... قضى في الصور كلها و كفر.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۱۷ باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ۱:۲۰۴ الباب الرابع فيما يفسد وما لايفسد)

الجواب: مشت زنی کی صورت میں کفارہ لازم نہیں ہوتا صرف قضا ہوگی ﴿۱﴾۔وھو الموفق

مشت زنی کی وجہ سے نذر کیا ہوا روزہ کو دوبارہ مشت زنی سے توڑنے کی صورت میں قضا کا حکم

سوال: ایک شخص نے اپنے اوپر لازم کیا کہ اگر شہوت پوری کرنے کیلئے میں نے جلق کیا تو ایک روزہ رکھوں گا اب رات کے وقت یہ واقعہ پیش آیا اس لئے صبح روزہ رکھا لیکن دن کے وقت پھر جلق کیا، اس خیال سے کہ چلو دو روزے رکھے گا اب اس شخص کا کیا حکم ہے دو روزے رکھے گا یا صرف اس ایک روزے کا قضا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ پشاور یونیورسٹی.....۲۸/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر انزال نہ ہوا ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوا ہے اور بظاہر یہ کام گناہ کبیرہ ہے اور اگر انزال ہوا ہو تو اس روزے کا قضا کرے گا ﴿۲﴾ وھو الموفق

کتبہ:.... رشید احمد صدیقی عفی عنہ

الجواب: انزال کی صورت میں وجوبی طور پر ایک روزہ قضا ہوگی ﴿۳﴾ اور احتیاطی طور پر دو

﴿۱﴾ (قال العلامة ابن عابدين: قوله وكذا الاستمناء بالكف، اى فى كونه لا يفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۹ مطلب فى حكم الاستمناء بالكف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: وكذا الاستمناء بالكف، قال الشامى: اى فى كونه لا يفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء كما سيصرح به وهو المختار.

(الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۹ مطلب فى حكم الاستمناء بالكف)

﴿۳﴾ قال العلامة المرغينانى: ان الكفارة تعلقت بجناية الافطار فى رمضان على وجه الكمال وقد تحققت. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۲۶۴ باب مايوجب القضاء والكفارة). وفى الهندية: ولا كفارة بافساد صوم غير رمضان كذا فى الكنز.

(فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۲۱۵ باب المتفرقات كتاب الصوم)

روزے رکھے جائیں گے۔وھو الموفق. (لاحتمال انعقاد النذر)...... (سیف الله حقانی)

کتبہ:......محمد فرید عفی عنہ

روزہ کی حالت میں لواطت کرنے سے قضاوکفارہ دونوں واجب ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی رمضان المبارک میں لواطت کرے تو اس پرصرف قضاواجب ہے یا کفارہ بھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: فخرالدین نیازی ڈی آئی خان......۱۹۷۷ء/۹/۱۸

الجواب: لواطت کی صورت میں قضااور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں کما فی شرح التنویر وان جامع فی رمضان اداء او جومع او توارت الحشفة فی احد السبیلین انزل اولا الی ان قال قضی فی الصور کلها وکفر هامش ردالمحتار ۲:۱۴۷،۱۴۹ ﴿۱﴾. وھو الموفق

روزہ دارزانی پرقضا،کفارہ،توبہ اورحدزنالازم ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس شخص کے بارے میں جس نے ایک غیر شادی شدہ حائضہ عورت سے زنا کا ارادہ کیا جبکہ یہ شخص شادی شدہ اورروزہ کی حالت میں تھا اس نے کہا کہ اگر اسی طرح جماع شروع کروں تو پھرلگاتارروزے رکھنے پڑیں گے تو اس نے کاغذ کا ایک ٹکڑا نگل لیا اور پھر جماع (زنا) شروع کیا اب دریافت طلب یہ ہے کہ

(۱)بغیرعذرشرعی کے روزہ توڑنا کیسا ہے خواہ کاغذ کے ٹکڑے سے کیوں نہ ہوں؟ دوران جماع

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۱۱۷،۱۱۸ باب مایفسد الصوم ولایفسده)

معلوم ہوا کہ وہ ٹکڑا اس کے حلق میں پھنس گیا ہے اور پیٹ میں نہیں گیا ہے۔

(۲) اس شخص کا روزہ جماع سے ٹوٹا یا کاغذ کے ٹکڑے سے؟

(۳) اب اس شخص کیلئے کوئی ایسا کفارہ ہے جو اس کے گناہوں کو دھو سکے اور اگر وہ روزے کا کفارہ روزہ رکھنے سے نہ کرنا چاہتے تو کیا کوئی اور صورت بھی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر صاحب شاہ مرکز صحت اباخیل لکی مروت......۱۹۷۹ء/ ۸/ ۱۸

الجواب: (۱) عذر شرعی کے بغیر روزہ توڑنا حرام ہے، قال الله تعالیٰ: ولا تبطلوا اعمالکم الآیة﴿۱﴾.

(۲) روزہ ٹوٹنے کا دار مدار پیٹ میں جانے پر ہے نہ کہ حلق میں داخل ہونے پر (شامی) ﴿۲﴾

(۳) ایسے مجرم پر قضا، کفارہ صوم، توبہ اور حد لازم ہے البتہ حد کے متعلق کچھ تفصیل ہے جو کتب فقہ سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ وهو الموفق

قضا و کفارہ میں زنا اور لواطت کا ایک حکم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں مرد وزن زنا کریں تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں لیکن جب غیر محصن اغلام فی الدبر کرے تو اس لواطت میں بھی قضا اور کفارہ

﴿۱﴾ (سورة محمد آیت: ۳۳ پاره: ۲٦)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امين: (قوله يعني ولم يصل الى جوفه) ظاهر اطلاق المتن انه لا يفطر وان كان الدم غالبا على الريق وصححه في الوجيز كما في السراج وقال ووجهه انه لا يمكن الاحتراز عنه عادة فصار بمنزلة ما بين اسنانه وما يبقى من اثر المضمضة..... حاول الشارح تبعا للمصنف في شرحه بحمل كلام المتن على ما اذا لم يصل الى جوفه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۰۷ باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

دونوں واجب ہیں یا صرف قضا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالسلام برگوکند سوات ضلع

الجواب: قضا اور کفارہ میں قبل و دبر کا ایک حکم ہے ﴿۱﴾ صرف حد کے وجوب میں اختلاف ہے ﴿۲﴾ فلیراجع الی ابواب مفسدات الصوم و باب مایوجب الحد فی جمیع کتب الفقه. وهو الموفق

وجوبِ کفارہ میں جماع حلال یا حرام کا کوئی فرق نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک آدمی نے کہا کہ اپنی بیوی سے اور غیر سے جماع کرنے میں فرق ہے وہ یہ کہ اپنی بیوی سے جماع کرنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور زنا کی صورت میں صرف قضا واجب ہے کفارہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں زنا کی وجہ سے اس پر حد جاری کیا جائے گا اور حد اور کفارہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے کیا اس شخص کا یہ قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید لدھاڈی آئی خان

﴿۱﴾ قال الشيخ الغنيمي الميداني: ومن جامع آدميا حيا عامدا في احد السبيلين انزل اولا او اكل او شرب ما يتغذى به او يتداوى به فعليه القضاء والكفارة لكمال الجناية بقضاء شهوة الفرج او البطن.

(اللباب في شرح الكتاب ۱:۱۵۷ باب مايفسد الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة ابوالحسين القدوري: فان كان الزاني محصنا رجمه بالحجارة حتى يموت...... وان لم يكن محصنا وكان حرا فحده مأة جلدة..... ومن اتى امرأة في الموضع المكروه او عمل عمل قوم لوط فلا حد عليه عند ابي حنيفة ويعزر وقال ابويوسف ومحمد هو كالزنا الخ.

(مختصر القدوري على صدر اللباب ۳:۵۹ كتاب الحدود)

الجواب: آئمہ مذاہب میں سے کسی نے موجب کفارہ کے حلال یا حرام ہونے میں فرق نہیں کیا ہے لہٰذا اس فارق کا قول غلط ہے اس پر ضروری ہے کہ کوئی حوالہ پیش کرے، نیز جب زانیہ پر کفارہ واجب ہوتا ہے تو زانی پر بطریق اولیٰ واجب ہوگا، **لعدم الاختلاف الاامام الشافعي في حق الرجل الجامع، قلت ويدل على الوجوب عليها في الهندية ١ :٢١٨ ولو مكنت نفسها من صبي او مجنون فزنى بها فعليها الكفارة بالاتفاق كذا في الزاهدى. ﴿١﴾. وهو الموفق**

روزہ میں لباس سمیت جماع کرنے سے قضا یا کفارہ وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ہندہ کے ساتھ روزہ میں اس کیفیت پر جماع کیا کہ درمیان میں تین پردے حائل تھے اور یہ جماع قصداً تھا نہ کہ نسیاناً، اور انزال بھی ہوگیا، اب زید پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں یا صرف قضا؟ **بینو اتو جروا**

المستفتی: عمر خان ڈیروی حقانی ڈی آئی خان......۱۹۷۰ء/۴/۲۲

الجواب: اگر ان پردوں کے باوجود فرج کی حرارت کا احساس ہو رہا تھا تو کفارہ اور قضا دونوں واجب ہیں اور اگر حرارت محسوس نہ ہو رہا تھا تو کفارہ واجب نہیں ہے اور وجوب قضا میں تفصیل ہے یعنی اگر باقی بدن کے ساتھ لمس بالید یا بالفم وغیرہ نہ ہوا ہو تو قضا نہیں ہے اور روزہ فاسد نہیں ہوا ہے اور اگر لمس ہوا ہے لیکن درمیان میں ایسا حائل موجود ہو جو کہ حرارت کے احساس سے مانع ہو تو پھر بھی روزہ فاسد نہیں ہے، اور اگر بالکل حائل نہ ہو یا حائل حرارت کے احساس سے مانع نہ ہو تو ان صورتوں میں روزہ فاسد اور قضا لازم ہے، في ردالمحتار ٢ :١٤٢ **لو مسها وراء الثياب فامنى فان وجد حرارة جلدها فسدها**

﴿١﴾ (فتاویٰ عالمگيرية ١ :٢٠٥ النوع الثاني مايوجب القضاء والكفارة)

والا فلا ﴿۱﴾. وفي الدر المختار واصل ممسوسة بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة ، قال العلامة الشامي ۲ : ۳۸۵ فلو كان مانعا لا تثبت الحرمة كذا في اكثر الكتب وكذا لو جامعها بخرقة على ذكره انتهیٰ﴿۲﴾. قلت ولا فرق في الحرمة وسائر الاحكام فافهم. وهو الموفق

حقہ پینا موجب قضا اور احتیاطاً موجب کفارہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں حقہ عرف چلم پینے کا کیا حکم ہے؟ صرف قضا ہوگی یا کفارہ بھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر استاد بنوں......۳/ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

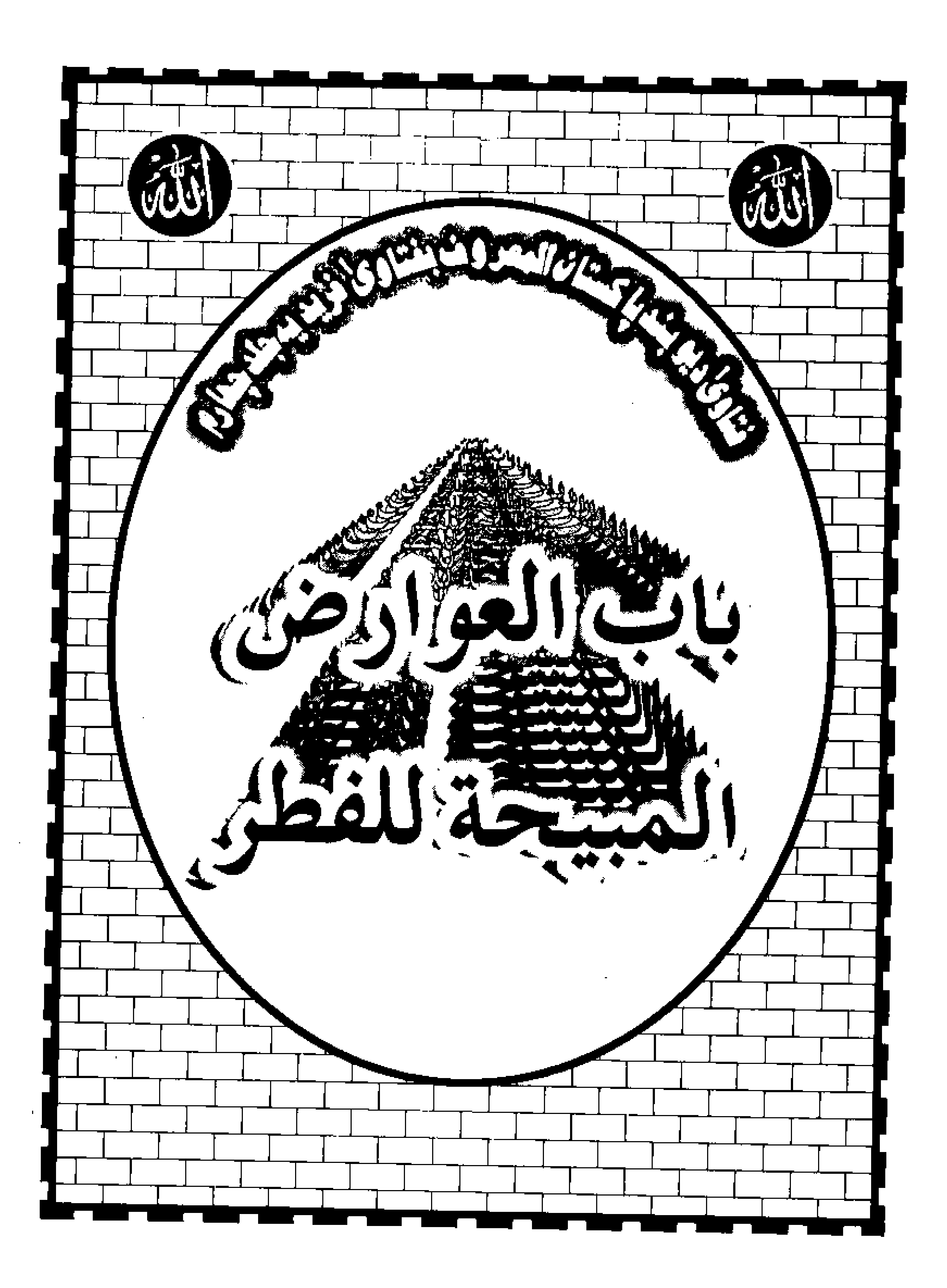
الجواب: معتاد آدمی پر قضا اور کفارہ دونوں کا موجب ہے احتیاطاً، لما في مراقي الفلاح: وعلى هذا البدعة التي ظهرت الآن وهو الدخان اذا شربه في لزوم الكفارة﴿۳﴾. وهو الموفق

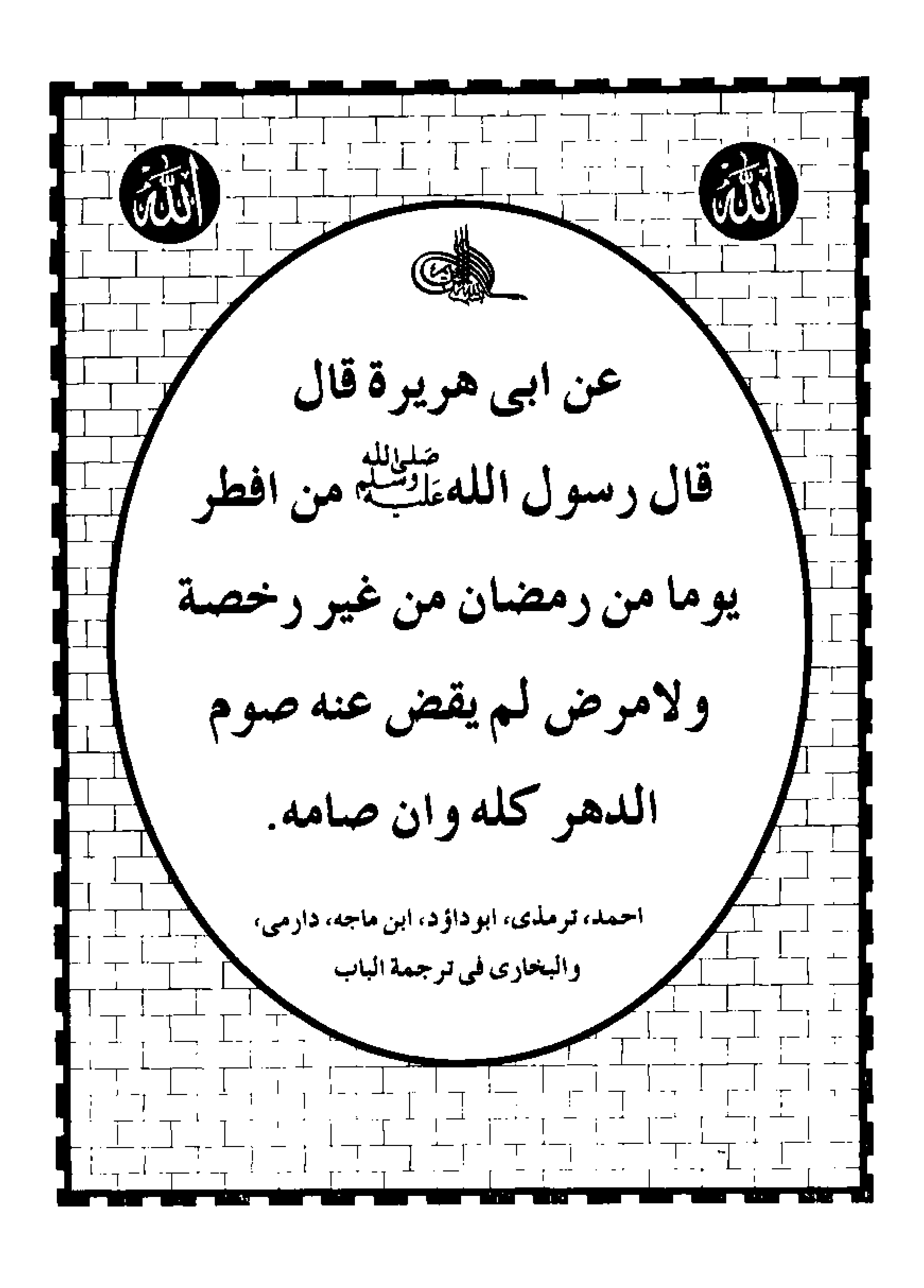
﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۱۳ باب مايفسد الصوم ومالايفسد)

﴿۲﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۴ فصل في المحرمات)

﴿۳﴾ قال الشرنبلالي: واختلفوا في معنى التغذى قال بعضهم ان يميل الطبع الى اكله وتنقضي شهوة البطن به وقال بعضهم هو ما يعود نفعه الى اصلاح البدن وفائدته فيما اذا مضغ لقمة ثم اخرجها ثم ابتلعها فعلى القول الثاني تجب الكفارة وعلى الاول لا تجب...... وعلى هذا البدعة التي ظهرت الآن وهو الدخان اذا شربه في لزوم الكفارة، قال الطحطاوى: قوله في لزوم الكفارة، حال من البدعة اى البدعة التي حدثت في لزوم الكفارة على هذا الاختلاف فمن قال ان التغذى ما يميل الطبع اليه وتنقضي به شهوة البطن الزم به الكفارة وعلى التفسير الثاني لا.

(الطحطاوى على مراقي الفلاح ۱: ۲۶۵ باب مايفسد الصوم وتجب به الكفارة)


الله
الله
باب العوارض
المبيحة للفطر


الله
الله
عن ابی ہریرۃ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افطر
یوما من رمضان من غیر رخصة
ولامرض لم یقض عنه صوم
الدھر کله وان صامه.
احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجه، دارمی،
والبخاری فی ترجمة الباب

باب العوارض المبيحة للفطر

حالت اضطراری اور قریب الموت شخص کیلئے روزہ توڑنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) روزہ توڑنا خواہ فرض ہو یا نفلی حالت اضطراری میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کسی شخص کو بندوق یا دوسرے آلہ مہلک سے مارا جائے اور اس کی موت یقینی معلوم ہو جائے اب یہ شخص روزہ نہیں توڑتا اور کہتا ہے کہ روزہ توڑنے سے ویسے بھی جان نہیں بچ سکتی چلو روزہ کی حالت میں موت آجائے تو بہتر ہے، اب بلحاظ فتویٰ اور تقویٰ اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ایس وی دراز ندہ ڈی آئی خان......۱۰/ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

الجواب: (۱) اگر اس روزہ دار نے اضطرار میں کھانا نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا، وفي الهندية ۵: ۳۷۴ ومن امتنع عن اكل الميتة حالة المخمصة او صام ولم ياكل حتى مات يأثم﴿۱﴾.

(۲) اگر خورد و نوش کو مضطر نہ ہو تو اس نے عزیمت پر عمل کیا ہے ورنہ مجرم ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مسافر کو روزہ میں اختیار ہے البتہ عدم مشقت کی صورت میں روزہ رکھنا افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دور میں تمام تر سہولیات

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیرية ۵: ۳۳۸ الباب الحادی عشر فی الكراهة فی الاكل)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالي: يجوز الفطر لمن حصل له عطش شديد او جوع مفرط يخاف منه الهلاک او نقصان العقل او ذهاب بعض الحواس وكان ذلک لا باتعاب نفسه اذ لو كان به تلزمه الكفارة وقيل لا. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۶۹۹ فصل فی العوارض كتاب الصوم)

مسافروں کومہیا ہیں جبکہ مسافرکو رمضان کے روزے معاف ہیں اب اگر کوئی مسافر سفر میں روزے رکھے، کیا یہ جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: علی گوہر، مسجد قصابان کندی ہوتی خیل نوشہرہ......۱۹۷۴ء/۶/۷

الجواب: ہر دور میں مسافر کو اختیار دیا گیا ہے کہ روزہ رکھے یا نہ رکھے البتہ جب مشقت کا خطرہ نہ ہو تو روزہ رکھنا بنسبت نہ رکھنے کے بہتر ہے گناہ کسی صورت میں نہیں ہے (معتبرات فقہ) ﴿۱﴾۔وھو الموفق

دوسرے ملک میں مقیم آدمی مسافر شرعی نہیں اسلئے روزے رکھا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ہم چند ساتھی ایران آئے ہیں یہاں سخت گرمی ہے ہم ایک غیر مسلم کی کمپنی میں کام کرتے ہیں میرے ساتھیوں نے ایک ایک دو دو روزے رکھے باقی چھوڑ دیئے اور کہتے ہیں کہ سفر میں روزے نہ رکھنا بھی جائز ہے، الحمدللہ میں نے سب روزے رکھے ہیں کیا اس سفر میں ہم روزے چھوڑ کر بعد میں رکھیں تو یہ کافی ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: محبت خان ایران بندر ایران......۱۴۰۱/۶/۲۲ھ

الجواب: چونکہ آپ مقیم ہیں مسافر شرعی نہیں ہے لہٰذا آپ تمام روزے رکھیں گے بلا ضرورت شدیدہ روزے ترک نہ کریں (شامی) ﴿۲﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الشرنبلالی: وصومه ای المسافر احب ان لم یضره لقوله تعالیٰ: وان تصوموا خیرلکم (البقرة:۱۸۴).

(امداد الفتاح شرح نورالایضاح ۶۹۹ فصل فی العوارض المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وعوارض المبیحة لعدم الصوم لمسافر سفرا شرعیاً، قال ابن عابدین: ای مقدرا فی الشرع لقصر الصلاة ونحوه وهو ثلاثة ایام ولیالیها ولیس المراد کون السفر مشروعا باصله ووصفه بقرینة مابعده.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۱۲۲ فصل فی العوارض)

روزہ رکھنے سے مرض میں شدت آنے کی صورت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایسی بیماری میں مبتلا ہو جو مہلک اور سخت بیماری ہو اب رمضان کے دوران میں اگر دوائی استعمال نہ کی جائے تو مزید تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ موت کا سبب بنتا ہے تو ایسے مریض کو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۷ء/۸/۲۶

الجواب: اگر دیندار طبیب یا ڈاکٹر اس مریض کو یہ مشورہ دے کہ اس مرض میں روزہ رکھنے سے مرض میں شدت آتی ہے تو یہ مریض افطار کر سکتا ہے یعنی روزہ کی نیت نہ کرے البتہ باقاعدہ قضا کرنا (بشرط صحت) یا فدیہ دینا لازم ہوگا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

دمہ کے مریض کیلئے روزے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری عمر تقریباً پچھتر سال ہے اسلامی عبادات نماز، روزہ، زکواۃ اور حج کی پوری پابندی کرتا ہوں تقریباً پندرہ سال سے زکام کے بعد دمہ نے مستقل مریض بنادیا، موسم گرما میں کچھ افاقہ ہوتا ہے البتہ سردی میں یہ مرض نازک صورت اختیار کر لیتا ہے اس کے بعد مرض قلب میں مبتلا ہوا روزانہ دو تین دورے دل کے پڑتے ہیں جس سے ہاتھ پاؤں مفلوج ہو جاتے ہیں پھر بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہوں اس سال دوروں کی زیادتی اور مرض کی شدت کی وجہ سے

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض...... بغلبة الظن بامارة وتجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم...... الفطر وقضوا ما قدروا بلا فدية وبلا ولاء، قال ابن عابدين: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲۶، ۱۲۷ فصل فی العوارض)

ڈاکٹروں نے چلنے پھرنے اور روزہ رکھنے سے منع کیا ہے چونکہ رمضان قریب ہے دل چاہتا ہے کہ روزے رکھوں اور ختم میں شرکت کروں لیکن صحت اجازت نہیں دیتی اب میرے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی فضل ربی کوٹ اسماعیل زئی مردان......۱۹۷۷ء/۸/۴

الجواب: آپ روزے کی نیت کیا کریں اور دورہ پڑنے کے وقت غذا اور دوا کے علاوہ دوسری چیز (پتے وغیرہ) سے افطار کریں اس کے بعد دوائی استعمال کریں ﴿۱﴾ اور اگر دورہ پڑنا یقینی ہوتو روزہ نہ رکھیں اور بہرحال ان روزوں کی قضا عند الصحت ضروری ہے اور قضا نہ کرنے کی صورت میں بعد الموت فدیہ دینا ضروری ہے ﴿۲﴾ اور جو مریض صحت سے ناامید ہو وہ زندگی میں بھی فدیہ دے سکتا ہے (ماخوذ از ردالمحتار) ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

مریض کو لاپرواڈاکٹر کی ہدایت پر روزہ نہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شوگر کا مریض ہے ساتھ گیس کی بیماری بھی ہے، دماغی اور قوت باہ کی کمزوری بھی لاحق ہے ایک ڈاکٹر اسے کہتا ہے کہ روزے نہ رکھا کرو، اب بعض علماء نہ رکھنے کا کہتے ہیں اور بعض رکھنے کا کہتے ہیں آپ صاحبان تسلی بخش جواب سے نوازیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملتان خان پلوسہ چارسدہ......۱۹۷۵ء/۷/۳۱

﴿۱﴾ وفي الهندية: واذا ابتلع ما لا يتغذى به ولا يتداوى به عادة كالحجر والتراب لا يوجب الكفارة كذا في التبيين، ولو ابتلع حصاة او نواة او حجرا او مدرا او قطنا او حشيشا او كاغذة فعليه القضاء ولا كفارة كذا في الخلاصة.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۰۲ الباب الرابع فيما يفسد وما لايفسد)

﴿۲﴾ یعنی ورثہ کیلئے جب وصیت کی گئی ہو اور ثلث الترکہ سے.....(سیف)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: او مريض خاف الزيادة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: محترم المقام ملتان خان صاحب سلمہ الرحمٰن السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ چونکہ موجودہ ڈاکٹر حضرات زیادہ تر سے دین کی پروانہیں کرتے ،لہٰذا آپ دیندار حکیموں مثلاً لالاجی صاحب بام خیل ﴿۱﴾ یا متشرع اور متدین ڈاکٹروں سے مشورہ کرلیں اور پھر اس کے موافق عمل کریں ﴿۲﴾ اللہ کریم آپ کو صحت یاب کریں اور نیک اعمال کی توفیق سے نوازے۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) لمرضه وصحیح خاف المرض..... بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور..... وقضوا لزومًا ما قدروا بلا فدیةوبلا ولاء .....فان ماتوا فیه ای فی ذلک العذر فلا تجب علیهم الوصیة بالفدیة..... ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیة بقدر ادراکهم عدة من ایام اخر... قال ابن عابدین: المریض اذا تحقق الیأس من الصحة فعلیه الفدیة لکل یوم من المرض.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲۶ تا ۱۳۰ فصل فی العوارض)

﴿۱﴾ آپ کا پورا نام مولانا عبدالوارث باچا ہے آپ بام خیل صوابی کی مشہور علمی وروحانی شخصیت مولانا عبدالقیوم باچا کے دوسرے فرزند ہیں، ۱۹۰۶ء بروز جمعرات آپ کی ولادت ہوئی آپ نے مولانا عبدالمجید (تلمیذ شیخ الہند) سے تمام درس نظامی کی تکمیل پر سند الفراغ حاصل کی، علم طب کی تحصیل بھی انہیں سے کی اور بعد میں مطب کا سلسلہ جاری رکھا، علاوہ ازیں طب آپ کا خاندانی مشغلہ تھا آپ کے والد مولانا عبدالقیوم باچا جو مولانا عبدالحق لالاجی صاحب بام خیل کے فرزند تھے بھی اپنے زمانے کے طبیب حاذق تھے، اور روزانہ سینکڑوں مریضوں کا علاج فرماتے آپ نے علوم ظاہریہ ٹھنڈ کوئی کے مولانا حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے تھے اور اپنے والد سے طریقہ قادریہ میں بیعت تھے۔ آپ ۱۹/ستمبر ۱۹۳۹ء بروز پیر فوت ہوئے اور باجا میں اپنے والد صاحب کے پہلو میں دفن کئے گئے، مولانا عبدالوارث باچا آپ کے دوسرے فرزند ہیں اور اپنے والد کے خلیفہ مولانا صفی اللہ سے آپ کو خلافت حاصل تھی، ۵/ستمبر ۱۹۸۵ء کو عارضہ قلب سے آپ کا وصال ہوا، اولاد میں ڈاکٹر عبدالبدیع باچا ماہر امراض قلب، ڈاکٹر عبدالصمد باچا ایم ڈی (امریکہ) کراچی اور ڈاکٹر عبدالاحد باچا حیات ہیں، آپ کا تذکرہ مشاہیر علمائے سرحد اور شرح اسماء الحسنیٰ قلمی از مولانا محمد زاہد ابوالوفا افغانی سے لیا گیا ہے.....از مرتب

﴿۲﴾ **قال العلامة الحصکفی: او مریض خاف الزیادة** (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہائی بلڈ پریشر کے مریض کیلئے روزے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ہائی بلڈ پریشر کا مریض ہے بہت سے علماء نے اس کو روزہ نہ رکھنے کا مشورہ دیا ہے کیونکہ بغیر پانی پینے کے اس کا مرض بڑھتا ہے عمر بھی تقریباً اسی سال ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مرزا خمی جگر سرڈھیری چارسدہ......۱۹۷۹ء/۷/۲۵

الجواب: چونکہ آپ نہ روزانہ کمزور ہوتے ہیں اور نہ صحت سے مایوس ہیں لہٰذا آپ زندگی میں فدیہ نہیں دے سکتے، كما في ردالمحتار ۲:۴۳۷ قوله وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدى اى الذى فنيت قوته او اشرف على الفناء ولذا عرفوه بانه الذى كل يوم في نقص الى ان يميت نهر، ومثله في القهستاني عن الكرماني المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض ﴿۱﴾ قلت المراد من المريض العاجز عن الصوم، البتہ اگر روزہ کی وجہ سے آپ کا مرض بڑھتا ہو تجربہ وغیرہ سے یہ ثابت ہو تو آپ افطار کر سکتے ہیں كما في شرح التنوير ، او مريض خاف الزيادة لمرضه الخ ﴿۲﴾ اور

(بقيه حاشيه) لمرضه وصحيح خاف المرض...... بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور الخ.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۶ فصل في العوارض)

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۳۰ فصل في العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: او مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض...... بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۶ فصل في العوارض)

زندگی میں فدیہ نہیں دے سکتے بلکہ قضا کریں گے اور قضا نہ کرنے کی صورت میں فدیہ کیلئے وصیت کریں گے ﴿۱﴾۔وھو الموفق

افطار کیلئے زیادتی مرض کا ظن غالب شرط ہے نہ کہ محض توہم اور خطرہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی بیمار ہے روزہ رکھنے سے تکلیف بڑھنے کا خطرہ ہے ایسے آدمی کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی :محمد اقبال اوورسیر پاک پی ڈبلیوڈی کوہاٹ......۱۹۷۲ء/۱۰/۱۰

الجواب: واضح رہے کہ فقہاء کرام نے مرض کے اضافہ کی وجہ سے افطار کی اجازت دی ہے بشرطیکہ یہ زیادت مظنون یا متیقن ہو نہ کہ صرف توہم اور خطرہ ہو ﴿۲﴾ آپ اگر سردی کے موسم میں شام سے طلوع شمس تک بغیر خوراک کے وقت بسر کر سکتے ہیں تو ان ایام میں طلوع فجر سے غروب تک بھی وقت بسر کر سکتے ہیں۔وھو الموفق

غیر متدین ڈاکٹروں کے مشورہ سے روزہ نہ رکھنا خلاف شرع ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ۱۹۶۵ء میں ٹی بی کا بیمار تھا،

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدية...... فان ماتوا فيه اى في ذلك العذر فلا تجب عليهم الوصية بالفدية... ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر ادراكهم عدة من ايام اخر.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۲۷ فصل في العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (وصحيح خاف المرض) اى بغلبة الظن كما يأتى فما فى شرح المجمع من انه لا يفطر محمول على ان المراد بالخوف مجرد الوهم كما فى البحر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۲۶ فصل فى العوارض)

۱۹۷۹ء تک بیماری کی حالت میں روزے رکھتا رہا اس کے بعد بیماری بڑھتی گئی حتی کہ نماز بیٹھ کر بھی ادا کرنے سے لاچار ہوا اور خون بھی آتا رہا، ۱۹۸۰ء تک روزے نہیں رکھے، پھر ڈاکٹر سے اس کی قضا کا پوچھا تو اجازت نہیں ملی، ۱۹۸۰ء میں پھر ایکسرے کرایا تو صاف تھا لیکن روزوں کی اجازت نہیں ملی، اب اس سال پھر روزوں کی اجازت نہیں ملی، اب (۱) میں ڈاکٹر کے مشورہ پر عمل کروں یا روزے رکھوں (۲) گذشتہ دو سالوں کے روزوں کا فدیہ دوں یا وصیت کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق ڈپٹی ڈائریکٹر ایگریکلچر پشاور......۲۱/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ غالباً موجودہ اکثر ڈاکٹروں کے قلوب میں دین کی اہمیت کم ہوتی ہے لہٰذا صرف ان ڈاکٹروں کے مشوروں کی وجہ سے روزے نہ رکھنا خلاف شرع ہے ﴿۱﴾ البتہ آپ کئی روزے رکھ لیں اور تحری کریں پس اگر مرض کی زیادتی کا ظن غالب ہو تو روزے نہ رکھیں اور آپ بہر حال رو بہ صحت ہیں اور مرض اپنی جگہ برقرار نہیں تو آپ زندگی میں فدیہ نہیں دے سکتے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

روزہ عادل ڈاکٹر کے مشورہ یا تجربہ کی بنا پر نہ رکھنا چاہیئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مثلاً مالیخولیا

﴿۱﴾ **قال العلامة ابن عابدين:** (قوله طبيب حاذق مسلم مستور) وقيل عدالته شرط وجزم به الزيلعي وظاهر مافي البحر والنهر ضعفه، قلت واذا اخذ بقول طبيب ليس فيه هذه الشروط وافطر فالظاهر لزوم الكفارة كما لو افطر بدون امارة ولا تجربة لعدم غلبة الظن والناس عنه غافلون. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۲۶ فصل في العوارض)

﴿۲﴾ قال الشيخ عبد الله بن المودود الموصلي: وان صح واقام ثم ما تالزمهما القضاء بقدره لانهما بذلك القدر ادركا عدة من ايام اخر.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۷۳ فصل في المريض والمسافر)

وغیرہ کے مرض میں مبتلا ہے جس میں ڈاکٹروں کے مشورے پر ہر وقت پانی پینا پڑتا ہے کیا ایسا شخص روزہ رکھ سکتا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: حکم خان سرخ ڈھیرئی مردان......۱۵/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر کوئی ماہر عادل ڈاکٹر آپ کو مشورہ دیں کہ آپ کیلئے روزہ رکھنا ضرر رسان ہے تو آپ افطار کر سکتے ہیں لیکن موجودہ ڈاکٹروں میں عادل کہاں سے لائے جائیں، بہرحال روزہ برکت والی عبادت ہے اس لئے تجربہ کی بنا پر نہ رکھنا اقدام شرعی ہے اور ڈاکٹروں کے ترحم پر امتناع ضعف ایمانی ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

معدوم المال والنفقہ مجبور دھقان رمضان میں روزہ نہ رکھ کر مزدوری کر سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک زمیندار نے ایک شخص کو ہزار روپے دھقانی کرنے کے لئے دیئے ،زمین خشک ہونے کے قریب تھی ۔زمیندار نے اس سے کہا کہ رمضان ہی میں ہل چلائے ورنہ دھقانی سے معزول کر دیا جائے گا۔اب اگر وہ رمضان میں ہل چلاتا ہے۔تو پیاس کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ ہے اسے ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کے لئے اول دن سے افطار جائز ہے۔کیا یہ صحیح ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: محمد خان حقانی لورالائی بلوچستان......۹/۱۰/۱۹۷۸

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: او مریض خاف الزیادۃ لمرضہ وصحیح خاف المرض...... بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور. (قال العلامۃ ابن عابدین) : وقیل عدالتہ شرط وجزم بہ الزیلعی وظاھر ما فی البحر والنھر ضعفہ، قلت واذا اخذ بقول طبیب لیس فیہ ھذہ الشروط وافطر فالظاھر لزوم الکفارۃ کما لو افطر بدون امارۃ ولا تجربۃ لعدم غلبۃ الظن والناس عنہ غافلون. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲۶ فصل فی العوارض)

الجواب: اگر یہ دھقان عدیم المال اور عدیم النفقہ ہواور رات کے وقت کھیتی باڑی پر قادر نہ ہو نیز دن کے ابتدائی حصہ میں ہل چلانے سے مقصد حاصل نہ ہوتا ہو اور مزید کام کرنے سے ہلاکت کا ظن غالب ہو۔ تو یہ دھقان افطار کرسکتا ہے، کما فی ردالمحتار ۲:۱۵۷ ولکن لو آجر نفسه فی العمل مدة معلومة فجاء رمضان فالظاهر ان له الفطر و ان کان عنده ما یکفیه اذ لم یرض المستاجر بفسخ الاجارة کما فی الظئر فانه یجب علیها الارضاع بالعقد ویحل لها الافطار اذا خافت علی الولد فیکون خوفه علی نفسه اولیٰ تامل﴿۱﴾، قلت ولما کانت الاجارة اجارة مذکورة فی السوال فاسدة فجاز له الفسخ بلا رضاء رب الارض فلذا ذکرت قید کونه عدیم المال والنفقة. وهو الموفق

رمضان میں بیماری بڑھ جانے کی صورت میں روزہ توڑنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں ایک شخص بعارضہ شدید بیماری مجبور ہوا اور ڈاکٹر صاحب نے بھی مشورہ دے دیا کہ اگر روزہ نہ توڑا تو بیماری خطرناک شکل اختیار کرسکتی ہے کیا یہ شخص روزہ توڑ سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محبوب الرحمٰن سول بازار کیمل پور......۱۹۶۹ء/۴/۲۹

الجواب: صورت مسئولہ میں افطار جائز ہے بشرطیکہ یہ خطرہ مثلاً تجربہ یا مسلمان غیر فاسق ڈاکٹر کے اخبار پر مبنی ہو تو ہم پر مبنی نہ ہو، فی الهندیة ۱:۲۱۹ المریض اذا خاف علی نفسه التلف او ذهاب عضو یفطر بالاجماع وان خاف زیادة العلة وامتداده فکذلک عندنا وعلیه القضاء اذا افطر کذا فی المحیط ثم معرفة ذلک باجتهاد المریض والاجتهاد

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۲۵ قبیل فصل فی العوارض)

غیر مجرد الوهم بل هو غلبة الظن عن امارة او تجربة او باخبار طبیب مسلم غیر ظاهر الفسق﴿۱﴾. وهو الموفق

شرعی مسافر اور مریض عاجز عن الصوم کیلئے افطار کی اجازت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیت قرآن (وان کنتم مریضا او علی سفر) الآیۃ، میں کونسا سفر اور کونسی بیماری مراد ہے جس میں افطار کرنا جائز ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد طیب سخاکوٹ ملاکنڈ ایجنسی......۱۶/شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب: افطار ہر مسافر شرعی کیلئے جائز ہے اور ہر مریض افطار نہیں کرسکتا صرف وہ مریض افطار کرسکتا ہے جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو یا روزہ سے بیماری شدت اختیار کرسکتی ہو، قضا دونوں پر باقاعدہ واجب ہے (ماخوذ از شامی)﴿۲﴾۔وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریۃ ۱:۲۰۷ الباب الخامس فی الاعذار التی تبیح الافطار)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: لمسافر سفرا شرعیا ای مقدراً فی الشرع لقصر الصلاة ونحوه وهو ثلاثة ایام ولیالیها...... او مریض خاف الزیادة او ابطاء البرء او فساد عضو...... وصحیح خاف المرض ای بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور. (ردالمحتار مع الدرالمختار ۲:۱۲۶ فصل فی العوارض)



باب الفدية

پورے رمضان کا فدیہ تقریبا (انگریزی سیر سے) ڈیڑھ من گندم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک سید خاندان کے ڈاکٹر سے علاج کرتا ہوں وہ پابند صوم وصلاۃ اور متشرع آدمی ہے اس ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق میں نے روزے نہیں رکھے اور یہ بیماری مسلسل ہے اب تیس روزوں کا کتنا فدیہ ادا کروں گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمشیر خان حاجی زئی شبقدر......۱۹۷۵ء/۱۰/۲۸

الجواب: اگر آپ صحت یابی سے ناامید ہوتو آپ فی روزہ انگریزی دوسیر گندم دیا کریں اس حساب سے رمضان کا فدیہ ۲×۳۰=۶۰ یعنی انگریزی ڈیڑھ من گندم بنتا ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

فدیہ صوم کی مقدار اور متعدد مساکین میں تقسیم کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ صاحبہ کے پیٹ کا اپریشن عین رمضان میں ہوا جس کی وجہ سے تمام روزے کھانے پڑے، اب صحت اچھی ہے لیکن روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتی، اب اگر فدیہ دیتی ہے تو اس کی مقدار کیا ہوگی، اور ایک مسکین کو فدیہ دے سکتی ہے یا

﴿۱﴾ قال الدکتور وھبة الزحیلی: واما الفدیة عند الحنفیة نصف صاع من بر او قیمته بشرط دوام عجز الفاني والفانیة الی الموت ومد من الطعام من غالب قوت البلد عن کل یوم عند الجمھور بقدر ما فاته من الایام...... وتجب الفدیة ایضا بالاتفاق علی المریض الذی لا یرجی برؤہ لعدم وجوب الصوم علیه.

(الفقه الاسلامی وادلته ۳:۱۷۴۳ المطلب الثالث الفدیة)

نہیں یعنی متعدد مساکین میں تقسیم ہوگی؟بینو اتو جروا
المستفتی:عصمت خان C/O شیخ زرین کبابی صدر بازار رسالپور چھاؤنی نوشہرہ......۱۹۶۹ء/۱/۲۸

الجواب: قوت واستطاعت رکھنے کی صورت میں قضاواجب ہے اوراس صورت میں قضانہ کرنے کے بعد فدیہ یعنی پونے دوسیر (انگریزی) گندم ایک روزہ کے عوض دینا ضروری ہے اور چونکہ کفارہ فطر اور ظہار یکساں ہیں، لہٰذا کفارہ فطر میں ایک مسکین کو ایک دن میں متعدد کفارات نہیں دیئے جائیں گے، بےشک الگ الگ دن میں ایک ایک کفارہ دینا کافی ہے، **في الخلاصة كفارة الفطر وكفارة الظهار واحدة﴿۱﴾ ولو اعطى مسكينا واحدا كله في يوم واحد لا يجزيه الاعن يومه ذلك وهذا في الاعطاء بدفعة واحدة من غير خلاف اما اذا ملكه بدفعات فقد قيل يجزيه وقيل لا يجزيه الاعن يومه ذلك وهو الصحيح (ا :۵۳۸ هندية) ﴿۲﴾ .فقط**

<u>شیخ فانی اور صحت سے مایوس نہ ہوتو فدیہ دینا بےقاعدہ ہے</u>

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھ سے سات روزے رمضان شریف میں رہ گئے باقی روزے میں نے رکھے اب میں مساکین کو فدیہ میں کھانا کھلانا چاہتا ہوں لیکن آٹا کی مہنگائی کی وجہ سے یہ کام دشوار ہے کیا اب رقم کے حساب سے دے سکتا ہوں؟بینو اتو جروا
المستفتی:شیر محمد قریشی پشاور

الجواب: آپ نہ شیخ فانی ہے اور نہ صحت سے مایوس ہے لہٰذا آپ کیلئے زندگی میں فدیہ دینا بےقاعدہ امر ہے آپ جب صحت یاب ہوجائیں تو قضا کریں گے اور فی الحال وصیت نامہ میں اس کا تذکرہ

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۱۵ المتفرقات مطلب بيان الكفارة)
﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۵۱۳ الباب العاشر في الكفارة)

کریں﴿۱﴾۔وھو الموفق

فدیہ دینے سے عاجز آدمی استغفار پڑھا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عرصہ دس سال سے بیمار پڑا ہے جو معمر (تقریباً اسی سال) اور انتہائی غریب ہے اس کا کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہیں، اس کا واحد لڑکا روزانہ مزدوری کر کے اپنے بال بچوں مع والد کی کفالت کرتا ہے اور ساتھ یہ کہ یہ شخص مقروض بھی ہے ایسی صورت میں اس شخص کے فدیہ کا کیا بنے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ریاض جھگڑا ایبٹ آباد......۲۰/۱۲/۱۹۷۱ء

الجواب: اگر یہ مریض جو کہ معمر اور معسر ہے صحت سے ناامید ہو تو اس کیلئے استغفار کافی ہے، یدل علیه مافی الدر المختار وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشهر وبلاتعدد فقیر کالفطرة لو موسرا والا فیستغفر الله، (وفی ردالمحتار ۲: ۱۶۳) المریض اذا تحقق الیأس من الصحة فعلیه الفدیة لکل یوم من المرض انتهیٰ فافهم﴿۲﴾. وهو الموفق

گردہ کا مریض اگر صاحب استطاعت نہیں تو فدیہ دے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا گردہ پندرہ بیس سال سے

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا) لان عذره لیس بعرضی للزوال حتی یصیر الی القضاء فوجبت الفدیة نهر ثم عبارة الکنز وهو یفدی اشارة الی انه لیس علی غیره الفداء لان نحو المرض والسفر فی عرضة الزوال فیجب القضاء وعند العجز بالموت تجب الوصیة بالفدیة.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۳۰ فصل فی العوارض)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۳۰ فصل فی العوارض)

خراب ہے اور دوسرے گردہ کو بھی مرض لگ گیا ہے میں نے لندن جا کر اپریشن کیا اور گردہ کا ایک تہائی حصہ کاٹ لیا گیا، اب میں روزہ کی طاقت نہیں رکھتا اور وہاں ڈاکٹروں نے کہا کہ روزانہ آپ کم از کم بارہ گلاس پانی پی لیا کرے، تو کیا میں رمضان کا فدیہ دے سکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد رحیم تنی پشاور......یکم ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: آپ تجربہ کریں کہ پانی نہ پینے سے کونسی تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے پس اگر تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ واضح طور پر تکلیف میں اضافہ ہو رہا ہے، تو یہ تجربہ بھی کریں کہ اتنی مقدار پانی رات کے وقت پوری کرنے سے کفایت ہو سکتی ہے یا نہیں، اگر کفایت نہیں ہو سکتی ہو اور آپ صاحب استطاعت ہو اور سرد علاقہ کو جا سکتے ہو اور پھر تکلیف نہ ہو تو آپ فدیہ نہیں دے سکتے ﴿۱﴾ اور بصورت عکس اگر استطاعت نہیں ہے تو دے سکتے ہو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

بیمار کیلئے روزوں کا فدیہ مقدار فدیہ اور وقت فدیہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں تقریباً دس سال سے جنات کا بیمار ہوں پہلے طاقت موجود تھی اب کمزور ہوا ہوں، بھوکا پیاسا رہنے کی وجہ سے مسلسل جنات کے دورے پڑتے ہیں اور صحت خراب ہو رہی ہے اس وجہ سے میں نے اس دفعہ ۲۶ روزے کھائے ہیں پھر بھی چارپائی پر

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وصحيح خاف المرض بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب الخ ، قال ابن عابدين: اى بغلبة الظن فما في شرح المجمع من انه لا يفطر محمول على ان المراد بالخوف مجرد الوهم كما في البحر.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲۶ فصل في العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۳۰ فصل في العوارض)

پڑا ہوا اب کیا کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: صاحبزادہ سٹیشنری کلرک پولیس لائن پشاور......۱۹۷۹ء

الجواب: آپ صحت یابی کے بعد قضا کریں گے، اور قضا نہ کرنے کی صورت میں فدیہ دیں گے فدیہ کی مقدار انگریزی سیر سے پونے دوسیر گندم یا اس کی قیمت ہے اور دینے کا وقت شیخ فانی ہونے کا وقت ہے یا زندگی سے ناامیدی کا وقت ہے یا بعد الموت ﴿۱﴾ ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

بیس سال سے روزہ نماز ادا نہ کرنے والے کی قضا اور فدیہ کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بیس سال سے روزہ نماز ادا نہیں کیا ہے اس کی قضا کس طریقہ سے ادا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد رضا بازار درہ ادم خیل کوہاٹ......۱۴۰۱ھ/۷/۲۰

الجواب: یہ شخص توبہ و استغفار کرے اور نماز و روزوں کی قضا کرے اور جتنے روزے اس کے ذمہ باقی رہ گئے اس کے متعلق فدیہ کی وصیت کرے ﴿۳﴾ البتہ شیخ فانی ہونے کی صورت میں زندگی میں

﴿۱﴾ قال الشيخ عبد الله الموصلي الحنفي: ومن خاف المرض او زيادته افطر والمسافر صومه افضل ولو افطر جاز فان ماتا على حالهما لاشئ عليهما وان صح واقام ثم ماتا لزمهما القضاء بقدره ويوصيان بالاطعام عنهما لكل يوم مسكينا كالفطرة.

(الاختيار لتعليل المختار ۱۷۳ فصل فى المرض والمسافر)

﴿۲﴾ (قال في الهندية: والاصل فيه ان كل صوم اذا كان اصلا بنفسه ولم يكن بدلا عن غيره جاز الاطعام بدلا عنه اذا وقع اليأس عن الصوم الخ.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۰۷ الباب الخامس فى الاعذار التى تبيح الافطار)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ولومات وعليه صلوات فائتة) اى بان كان يقدر على ادائها ولو بالايماء فليزمه الايصاء بها والا......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

بھی فدیہ دینا جائز ہے (شامی) ﴿۱﴾۔وهو الموفق

شیخ فانی فدیہ دیا کرے اور عدم استطاعت میں استغفار کیا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری عمر تقریباً سو سال ہے مالی حالت بہت کمزور ہے خیرات وصدقات سے قوت لایموت ہوتا ہے خود کچھ کام نہیں کرسکتا اولاد بھی نہیں ہے گزشتہ سال ایک معمولی حرکت سے ران کی ہڈی ٹوٹ گئی، چھ مہینے متواتر بستر پر پڑا رہا، اب ٹانکور کی مدد سے چلتا پھرتا ہوا اب روزے رکھنا میرے لئے انتہائی دشوار ہے لہٰذا میری بابت شریعت کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: گل رحیم باغ ارم مردان......۱۹۷۵ء/۶/۵

الجواب: اگر آپ کو تجربہ سے معلوم ہو کہ آپ روزہ کو شام تک پورا نہیں کرسکتے ہیں تو آپ شیخ فانی ہونے کی وجہ سے افطار کیا کریں، اور ہر روزہ کیلئے آدھی چھٹانگ اوپر، پونے دو سیر انگریزی سیر سے گندم یا اس کی قیمت دیا کریں، اور اس فدیہ کی استطاعت نہ ہو تو استغفار پر اکتفا کریں، (ماخوذ از ردالمحتار) ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) فلا يلزمه. (ردالمحتار ۱ : ۵۴۱ مطلب في اسقاط الصلاة)

وقال الحصكفي: واما من افطر عمدا فوجوبها عليه بالاولىٰ وفدى لزوما عنه اى عن الميت وليه الذي يتصرف في ماله كالفطرة قدرا بعد قدرته عليه اى على قضاء الصوم.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲ :۱۲۸ فصل في العوارض)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفتدى وجوبا ولوفي اول الشهر. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲ :۱۳۰ فصل في العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدى وجوبا ولو في اول الشهر وبلا تعدد فقير كالفطرة لوموسرا والا فيستغفر الله.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲ : ۱۳۰ فصل في العوارض)

روبہ مرض بیمار فدیہ دے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب نے اپریشن کیا ہے جس کی وجہ سے وہ سلس البول کا مریض بن گیا ہے، آنکھوں کی بینائی اور حافظہ اتنا کمزور پڑ گیا ہے کہ نماز میں رکعات کی تعداد بھی یاد نہیں رکھ سکتا، اس صورت میں وہ فدیہ دے سکتا ہے یا نہیں اور مذہب احناف میں فدیہ کس طرح ادا کرے گا اور نماز کس طرح پڑھے گا؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: میاں بشیر الدین **موسسة الهنون مدينة المنورة** ۲۶/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: آپ کے والد صاحب اگر روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اور روز بروز کمزور ہو رہا ہو، تو وہ فدیہ دے سکتا ہے یعنی ہر روزہ کے بدلے احتیاطاً دو انگریزی سیر سے گندم یا اس کی قیمت مسکین کو دیں گے، (شامی) ﴿۱﴾ اور نماز پڑھنے کے وقت کوئی خادم وغیرہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کو یاد دہانی کراتا رہے ﴿۲﴾ اور فرض کو بشرط طاقت کھڑے ہو کر پڑھیں ﴿۳﴾۔ **وهو الموفق**

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۲۶ فصل في العوارض)

﴿۲﴾ وفي الهندية: مصل اقعد عند نفسه انسانا فيخبره اذا سها عن ركوع او سجود يجزيه اذا لم يمكنه الا بهذا كذا في القنية.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۳۸ قبيل صلاة المسافر)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: وان قدر على بعض القيام ولو متكئا على عصا او حائط قام لزوما بقدر ما يقدر ولو قدر آية او تكبيرة على المذهب لان البعض معتبر بالكل وان تعذرا لا القيام او مأقاعدا.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱: ۵۶۰ باب صلاة المريض)

فدیہ میں مسکینوں کو دووقت کھلانے کی صورت میں نقد قیمت کافی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھ سے دوروزے قضا ہوئے ہیں اب میرا خیال ہے کہ دو مسکینوں کو ایک سو بیس وقت کھانا کھلادوں کیا یہ صورت درست ہوسکتی ہے؟ یا آسان صورت لکھ کر ممنون فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید یو اے ای دوبئی......۲۵/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: فدیہ ادا کرنے میں ضروری ہے کہ یا ہر مسکین کو آدھی چھٹانگ اوپر دو دو سیر (انگریزی) گندم یا اس کی قیمت دی جائے ﴿۱﴾ اور خوراک دینے کی صورت میں دو وقت کھلانا ضروری ہے خوراک کی نقد قیمت دینا کافی نہیں ہے ﴿۲﴾۔وھو الموفق

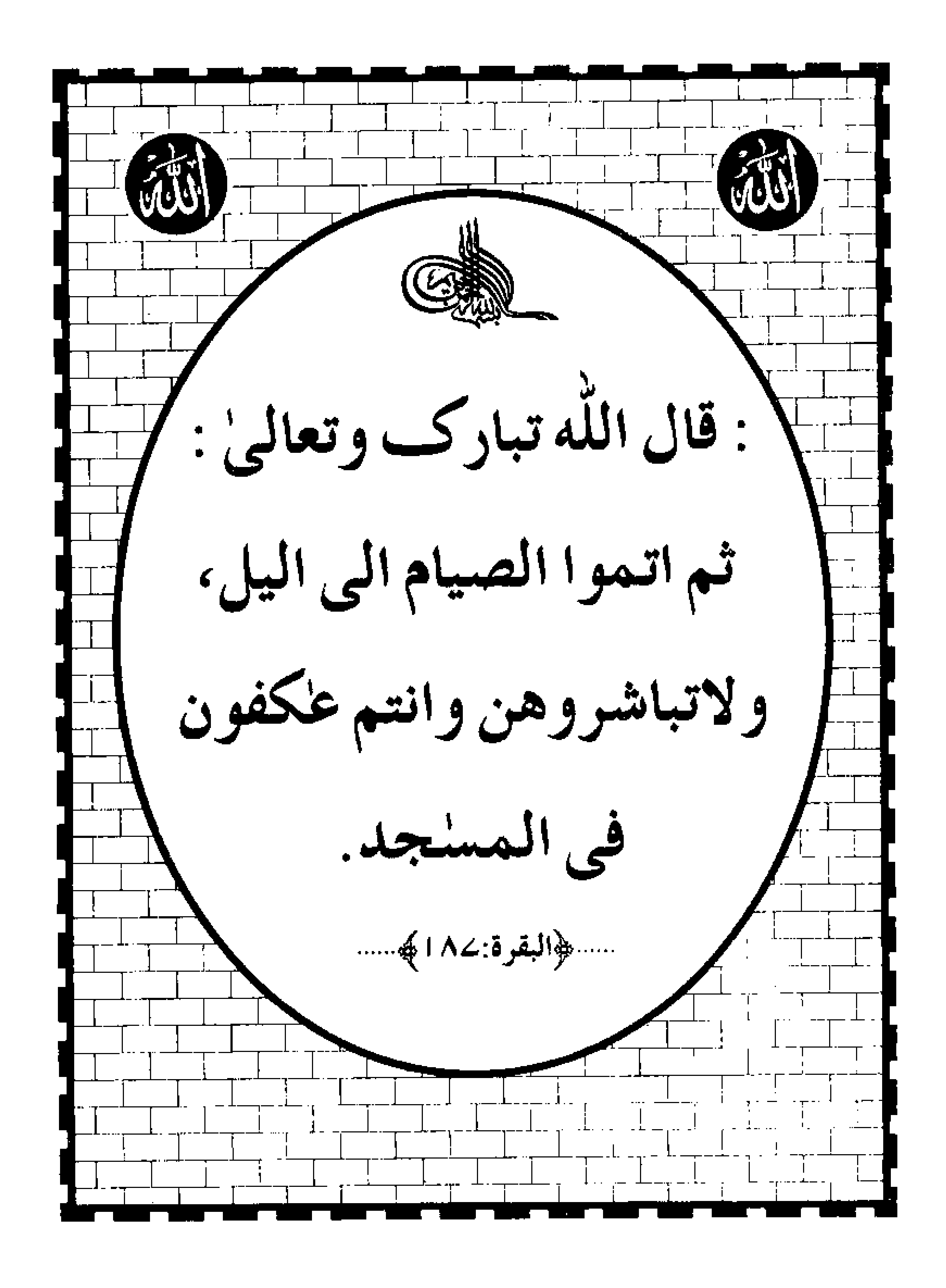
﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ککفارة المظاھر) مرتبط بقوله وکفر ای مثلھا فی الترتیب فیعتق اولا فان لم یجد صام شھرین متتابعین فان لم یستطع اطعم ستین مسکینا لحدیث الاعرابی المعروف فی الکتب الستة.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۱۱۹ مطلب فی الکفارة)

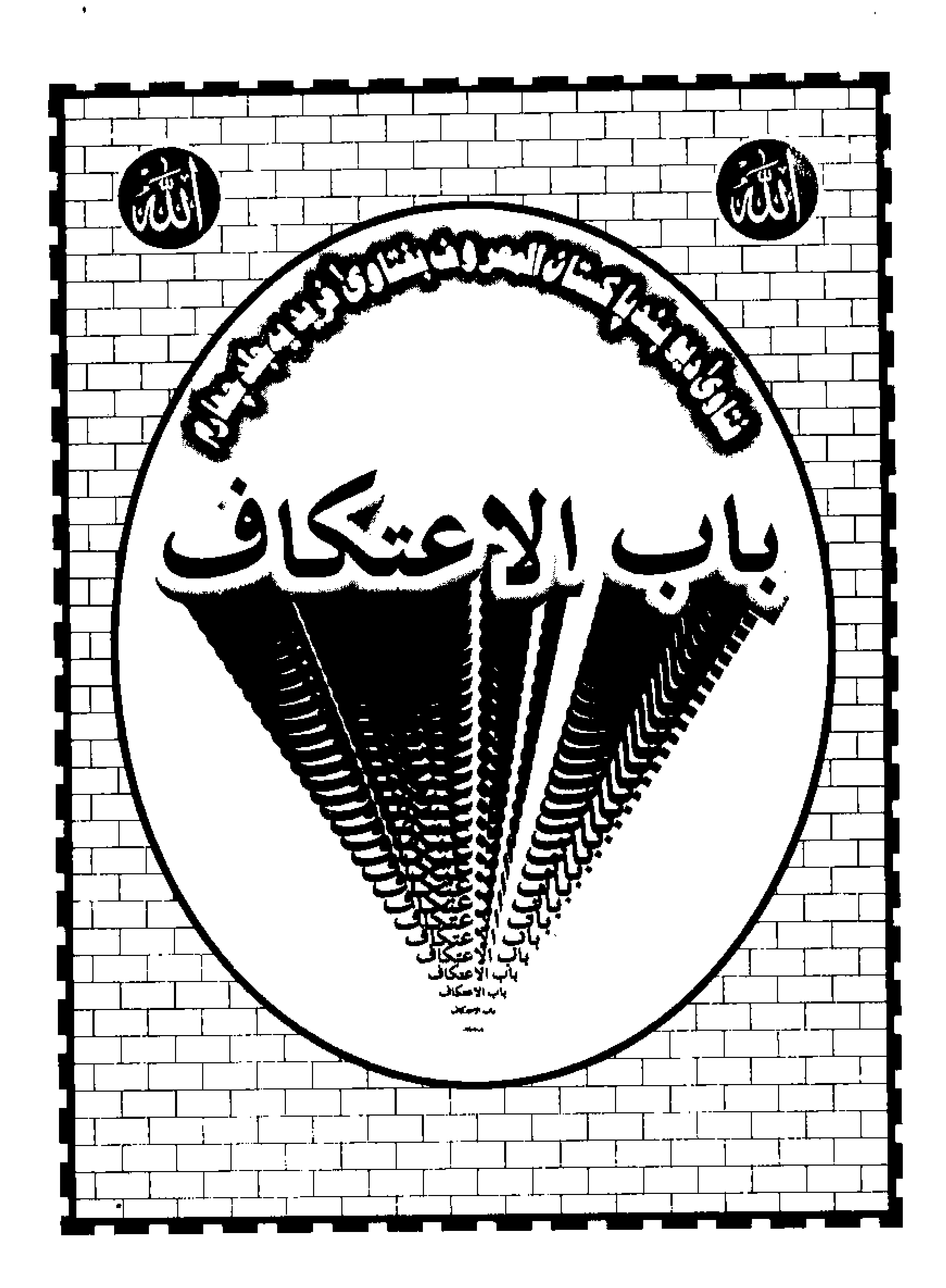
نوٹ:......مقدار فطرانہ کی تفصیل فتاویٰ ہذا کے جلد ثالث ۵۰۶ باب صدقۃ الفطر میں ملاحظہ کریں۔

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: فان عجز عن الصوم اطعم ستین مسکینا کالفطرة قدرا ومصرفا او قیمة ذلک من غیر المنصوص اذالعطف للمغائرة وان اراد الاباحة فغداھم وعشاھم. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۳۳ باب الکفارة)





بسم الله الرحمن الرحيم
الله
الله
: قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ :
ثم اتموا الصيام الى اليل،
ولاتباشروهن وانتم عٰكفون
فى المسٰجد.
﴿البقرة:١٨٧﴾


الله
الله
فتاوى ديوبند پاكستان المعروف بفتاوى فريديه جلد دوم
باب الاعتكاف

باب الاعتکاف

سگریٹ یاحقہ پینے کیلئے معتکف مسجد سے باہر نہیں جائے گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر معتکف سگریٹ یاحقہ پینے کا عادی ہوتو کیاوہ اس کیلئے مسجد سے باہر جائے گا؟بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۰/۸/۲۰۰۷

الجواب: چونکہ سگریٹ اور حقہ نوشی حوائج طبعی میں سے نہیں ہے اسلئے اس کیلئے مسجد سے باہر نہیں نکلے گا، البتہ اس کی اجازت ہے کہ مسجد میں کھڑے ہوکر سر کو باہر نکالے اور دھواں باہر پھونکا کرے ﴿۱﴾ لان الاعتبار للاقدام دون الرأس ﴿۲﴾. وھوالموفق

﴿۱﴾سگریٹ نوشی اور حقہ نوشی کراہت سے خالی نہیں ہے اور بدبو کی وجہ سے اس کا مسجد میں پینا بھی مکروہ ہے لیکن یہ ممنوع شرعی ہے ممنوع اعتکاف نہیں ہے، کما یدل علیہ عبارۃ الھندیۃ: واذا سکر المعتکف لیلا لم یفسد اعتکافہ لانہ تناول محظور الدین لا محظور الاعتکاف کما لو اکل مال الغیر. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱ :۲۱۳ باب الاعتکاف) لہٰذا اگر عادی شخص کی حاجت بڑھ جائے تو تطبیق کی یہی صورت ہے کہ مسجد کے احاطہ میں کھڑے ہوکر دھواں باہر نکالا کرے اور منہ کو صاف کر کے سر کو اندر کرے، لان الاعتبار للاقدام دون الرأس کما یدل علیہ عبارۃ الھندیۃ: ولا بأس ان یخرج رأسہ الی بعض اھلہ لیغسلہ کذا فی التتارخانیۃ. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱ :۲۱۳ بیان مفسدات الاعتکاف) ......(ازمرتب)

﴿۲﴾وفی المھاج: اعلم ان المعتکف لا یخرج من المسجد لشرب الدخان فالالیق ان یمکث فی المسجد ویخرج رأسہ منہ لان الاعتبار للاقدام دون الرأس.

(منھاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۴۷ باب المعتکف یخرج لحاجتہ ام لا)

ضرورت شدیدہ کی بناپر اعتکاف چھوڑنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اہل وعیال میں سے کسی کی بیماری کی وجہ سے یا ناگہانی حادثہ کی وجہ سے اعتکاف چھوڑ دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالعزیز طورہ وڑئی کوہاٹ

الجواب: یقینی خطرہ کی وجہ سے اعتکاف چھوڑنا جائز ہے، پس جب معتکف ایسی حالت میں معتکف سے باہر چلا جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ گنہگار نہ ہوگا، ماخوذ از ردالمحتار ودرمختار ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف مسنون ہے یا صرف ایک میں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: اعتکاف عشرہ اخیرہ مسنون علی الکفایۃ ہے، لکن انه لم یذکر فی روایة الاعتکاف فی سوی المسجد النبوی فی عهدهﷺ وهو یشیر الی انه یکفی اعتکاف شخص واحد من البلدة لکن التشبیه للاعتکاف بالتراویح مشیرا الی انه مسنون لاهل

﴿۱﴾قال العلامة الحصکفی: واما ما لایغلب کانجاء غریق وانهدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا لکان النسیان اولیٰ بعدم الفساد، وقال العلامة ابن عابدین: حیث جعل الخروج لعیادة المریض والجنازة وصلوتها وانجاء الغریق والحریق والجهاد اذا کان النفیر عاما واداء الشهادة مفسدا بخلاف خروجه الی مسجد آخر الخ۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۴۵ باب الاعتکاف)

کل مسجد من البلدة فافهم ولیرجع الی ردالمحتار ﴿۱﴾. وهو الموفق

دوران اعتکاف مسجد میں دنیاوی باتیں وغیرہ مکروہ ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اعتکاف کے دوران میں مسجد میں خوش گپیاں اور دنیاوی باتیں کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن اچھرہ لاہور شہر......۸/۹/۸۷

الجواب: یہ عمل مکروہ ہے ﴿۲﴾ اعتکاف کے دوران میں عبادات کا خاص خیال رکھنا چاہیے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله سنة علی الکفایة) نظیرها اقامة التراویح بالجماعة فاذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقین.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۱ باب الاعتکاف)

قال العلامة ابن عابدین: وهل المراد انها سنة کفایة لاهل کل مسجد من البلدة او مسجدواحد منها او من المحلة ظاهر کلام الشارح الاول واستظهر الثانی ویظهرلی الثالث لقول المنیة حتی لو ترک اهل محلة کلهم الجماعة فقد ترکوا السنة واساؤا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۵۲۱ مبحث فی التراویح)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: یکره للمعتکف التکلم بالمباح بخلاف غیره ای غیر المعتکف... والمراد ما یحتاج الیه من امر الدنیا اذا لم یقصد به القربة والا ففیه ثواب...... انه مکروه ای اذا جلس له کما قیده فی الظهیریة ذکره فی البحر وفی المعراج عن شرح الارشاد لا بأس بالحدیث فی المسجد اذا کان قلیلا فاما ان یقصد المسجد للحدیث فلا .

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۷ قبیل مطلب فی لیلة القدر)

﴿۳﴾ قال العلامة النظام: (المعتکف) یلازم التلاوة والحدیث والعلم وتدریسه وسیر النبی ﷺ والانبیاء علیهم السلام واخبار الصالحین ...(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

دکانوں کے اوپر بنائی گئی مسجد میں اعتکاف کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو مسجد بازار میں دکانوں کے اوپر چھت پر بنائی گئی ہو اور لوگ اس میں پنج وقتہ نماز پڑھتے ہوں کیا اس میں اعتکاف کیلئے بیٹھنا چاہئے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: جو مسجد (مملوک غیر موقوف) دکانوں پر بنائی گئی ہو وہ مسجد عرفی ہے مسجد شرعی نہیں ہے، کمافی وقف البحر ﴿۱﴾ پس اس قسم کی مساجد میں اعتکاف صحیح نہیں ہے، لان المسجد له شرط ﴿۲﴾. وهوالموفق

(بقیہ حاشیہ) وکتابة امور الدین، فان فیه تسلیم المعتکف کلیته الی عبادة الله تعالیٰ فی طلب الزلفی وتبعید النفس من شغل الدنیا التی هی مانعة عما یستوجب العبد من القربیٰ واستغراق المعتکف اوقاته فی الصلاة اما حقیقة او حکما لان المقصد الاصلی من شرعیته انتظار الصلاة بالجماعات وتشبیه المعتکف نفسه بمن لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون وبالذین یسبحون اللیل والنهار وهم لا یسامون.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۲ الباب السابع فی الاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: ان شرط کونه مسجدا ان یکون سفله وعلوه مسجدا لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ وان المساجد لله بخلاف ما اذا کان السرداب اوالعلو موقوفا لمصالح المسجد فانه یجوز اذ لاملک فیه لاحد بل هو من تتمیم مصالح المسجد.

(البحر الرائق ۵: ۲۵۱ فصل فی احکام المساجد کتاب الوقف)

﴿۲﴾ قال فی الهندیة: واما شروطه فمنها النیة...... ومنها مسجدالجماعة الخ.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۱ الباب السابع فی الاعتکاف)

وقال العلامة الحصکفی: والکون فی المسجد ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عورتوں کواعتکاف کیلئے گھروں میں جگہ مخصوص کرنا چاہئے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کیلئے اعتکاف کرنا جائز ہے یانہیں؟ نیز ہمارے علاقہ کے گھروں میں نماز کیلئے مخصوص کمرہ یا جگہ نہیں ہوتی تو عورتیں کہاں اعتکاف کریں گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: عورتیں بھی اعتکاف کرسکتی ہیں، کما فی الدرالمختار اولبث امرأة فی مسجد بیتها ﴿۱﴾ اور گھر میں جہاں چاہئے پردہ لگا کر اعتکاف کیلئے جگہ مخصوص کریں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

نماز باجماعت کیلئے دوسری مسجد جانا مفسد اعتکاف نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عالم نے کسی معتکف کوحکم دیا جو رمضان کے آخر میں معتکف تھا کہ ظہر اور عصر کی نماز کیلئے باہر جا کر حاجت انسانی سے فارغ ہوکر اسی باہر والی مسجد میں نماز باجماعت ادا کرے، اب اگر چہ اسی اندر والی مسجد میں بھی نماز باجماعت ہوتی ہے جس میں اعتکاف کیا ہے اب باہر جانے میں ان نمازوں کیلئے اس مسنون اعتکاف عشراخیرہ میں علماء کیا فرماتے ہیں فاسد ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی امین الدین بڑوخیل میرعلی وزیرستان......۱۹۷۱ء/۱۲/۲۳

(بقیہ حاشیہ) والنية من مسلم عاقل طاهر من جنابة وحيض ونفاس شرطان.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۱ باب الاعتكاف)

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۰ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ وفی الهندية: ولو لم يكن فی بيتها مسجد تجعل موضعا منه مسجدا فتعتكف فيه كذا فی الزاهدی. (فتاویٰ عالمگيرية ۱: ۲۱۱ باب الاعتكاف)

الجواب: معتکف نماز باجماعت کیلئے باہر جا سکتا ہے، ولم اجده صريحا لكن يدل عليه ما في ردالمحتار ثم في الجامع قيل اذا كان يصلي فيه بجماعة فان لم يكن ففي مسجده افضل لئلا يحتاج الى الخروج (۲: ۱۷۲) ﴿۱﴾ وجه الدلالة ان الجماعة واجبة على العين ﴿۲﴾ فلو لم يجز الخروج لقال "ففي مسجده واجب" فافهم واعلم ان عند الصاحبين فيه توسعا ﴿۳﴾ فليراجع. وهو الموفق

معتکف کیلئے سگریٹ نوشی اور مریضوں کو قیمتاً دوا دینے سے بچنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو جامع مسجد کا امام بھی ہے سگریٹ نوشی کرتا ہے اور طبیب بھی ہے رمضان میں اعتکاف کیلئے بیٹھنا چاہتا ہے کیا دوران اعتکاف یہ امام سگریٹ نوشی اور مریضوں کو دوائی وغیرہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ بينوا توجروا

المستفتی: محمد عبدالرحیم عزیز کبیر والا ملتان.....۱۹۶۹ء/۳/۱۹

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۰ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال الشامي: قال الزاهدي ارادوا بالتاكيد الوجوب وفي النهر عن المفيد الجماعة واجبة وسنه لوجوبها بالسنة ... وقال في شرح المنية والاحكام تدل على الوجوب من ان تاركها بلا عذر يعزر وترد شهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۴۰۸ باب الامامة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعيادة المريض اولصلوٰة الجنازة من غير ان يكون لذلک قصد فانه جائز بخلاف ما اذا خرج لحاجة الانسان ومكث بعد فراغه انه ينتقض اعتكافه عند ابي حنيفة قل او كثر وعندهما لا ينتقض مالم يكن اكثر من نصف يوم كذا في البدائع.

(البحر الرائق ۲: ۳۰۲ بحث فان خرج ساعة بلا عذر)

الجواب: سگریٹ نوشی کرنا اور بیماروں کو قیمتاً دوائی دینا چونکہ کارثواب میں داخل نہیں ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہئے (بحر۲:۳۰۴)﴿۱﴾۔وھو الموفق

اعتکاف کیلئے گرمی کے موسم میں سرد علاقوں کو جانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گرمی کی تکلیف سے بچنے کیلئے برائے اعتکاف سرد علاقوں کو سفر کرنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ جبکہ گرمی کی شدت کی وجہ سے معمولات کافی متاثر ہو جاتے ہیں، نیز اس سفر کو اختیار کرنے میں سحری اور افطاری کیلئے ہوٹل جانے کی اجازت ہوگی یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: محمد طیب سخا کوٹ ملاکنڈ ایجنسی.....۱۹۸۴ء/۷/۱۵

الجواب: واضح رہے کہ صوم یا اعتکاف کے ارادہ سے سرد علاقوں کو سفر کرنا نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی، بلکہ مباح ہے،اذا لم یستطع الصیام الا فیہ، نیز واضح رہے کہ جو معتکف خادم نہ رکھتا ہو تو وہ خوردنوش کیلئے گھر وغیرہ جا سکتا ہے کما فی ردالمحتار والبحر وغیرہ﴿۲﴾، لکن اصل مشہور

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن نجیم: (قولہ و کرہ احضار المبیع والصمت والتکلم الابخیر)...... : ان المراد بالخیر ھنا مالا اثم فیہ فیشمل المباح وبغیر الخیر ما فیہ اثم...... وقال فی الھدایۃ لکنہ یتجانب ما یکون ماثما والظاھر ما ذکرناہ کما لا یخفیٰ قالوا ویلازم قراءۃ القرآن والحدیث والعلم والتدریس وسیر النبی ﷺ وقصص الانبیاء وحکایات الصالحین وکتابۃ امور الدین.
(البحر الرائق ۲:۳۰۴ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: (قولہ لعدم الضرورۃ) ای الی الخروج حیث جازت فی المسجد وفی الظھیریۃ وقیل یخرج بعد الغروب للاکل والشرب وینبغی حملہ علی ما اذا لم یجد من یأتی لہ بہ فحینئذ یکون من الحوائج الضروریۃ کالبول بحر.
(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲:۱۴۶ باب الاعتکاف)

الضروری یقدر بقدر الضرورة ﴿۱﴾ کی بناپر خوراک وغیرہ مسجد لاکر کھایا کرے۔وھو الموفق

معتکف کا اخراج ریح کیلئے مسجد سے نکلنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر معتکف کو اخراج ریح کی ضرورت پڑ جائے تو مسجد سے باہر جائے گا یا نہیں؟ اگر باہر گیا تو اعتکاف فاسد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رحمٰن ڈگر سوات

الجواب: اخراج ریح کیلئے مسجد سے نکلنے پر اعتکاف متاثر نہیں ہوتا، لانہ من ممنوعات المسجد، اگر چہ بعض کے نزدیک مسجد میں اخراج ریح کی رخصت ہے ﴿۲﴾۔وھو الموفق

جمعہ کیلئے جامع مسجد جانا مفسد اعتکاف نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کیلئے جامع مسجد جانا اعتکاف کیلئے مفسد ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن دارالعلوم ایوبیہ تجوڑی......۷/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: نماز جمعہ کیلئے جامع مسجد کو جانا مفسد اعتکاف نہیں ہے ﴿۳﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الخالد الاتاسی: الضرورات تقدر بقدرها یعنی کل فعل او ترک جوز للضرورة فالتجویز علی قدرها ولا یتجاوز عنها. (شرح المجلة للاتاسی ۱: ۵٦ المادة ۲۲)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: سئل ابو حنیفة رحمه الله عن المعتکف اذا احتاج الی الفصد او الحجامة هل یخرج فقال لا وفی اللآلی واختلف فی الذی یفسو فی المسجد فلم یر بعضهم بأسا وبعضهم قالوا لا یفسو ویخرج اذا احتاج الیه وهو الاصح کذا فی التمرتاشی.

(فتاویٰ عالمگیریة ۵: ۳۲۱ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة)

﴿۳﴾ قال العلامة الموصلی: ولا یخرج من معتکفه...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

معتکف کا قرآن کریم سننے یا سنانے کیلئے دوسری مسجد میں جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی حافظ قرآن آدمی اعتکاف کرے لیکن جس مسجد میں معتکف ہے اس میں لوگ ختم فی التراویح کیلئے تیار نہیں ہیں تو کیا یہ حافظ صاحب قرآن سنانے کیلئے دوسری مسجد جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحیم تھانہ ملاکنڈ

الجواب: اگر اس حافظ نے اعتکاف میں بیٹھتے وقت اس کے استثنا کی نیت کی ہو تو درست ہے﴿۱﴾ ورنہ احوط یہ ہے کہ نہ نکلے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)الا لحاجة الانسان او الجمعة لان الاعتكاف تقرب الى الله تعالىٰ بترك المعاصي وترك الجمعة معصية فينا فيه ويخرج قدر ما يمكنه اداء السنة قبلها وقيل قدرست ركعات يعني تحية المسجد ايضا ويصلي بعدها اربعا او ستا ولو اطال المكث جاز.
(الاختيار لتعليل المختار ١:١٧٨ باب الاعتكاف)

﴿١﴾ وفي الهندية: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان يخرج الى عيادة المريض وصلوٰة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك.
(فتاوىٰ عالمگيرية ١:٢١٢ الباب السابع في الاعتكاف)

﴿٢﴾ قال العلامة المرغيناني: ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند ابي حنيفة لوجود المنافي وهو القياس وقالا لا يفسد حتى يكون اكثر من نصف يوم وهو الاستحسان لان في القليل ضرورة، قال ابن الهمام (وهو الاستحسان) يقتضي ترجيحه لانه ليس من المواضع المعدودة التي رجح فيها القياس على الاستحسان ثم هو من قبيل الاستحسان بالضرورة كما ذكره المصنف الخ.
(هداية مع فتح القدير ٢:١١٣ باب الاعتكاف)

غسل جمعہ کیلئے معتکف کا مسجد سے نکلنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اعتکاف کے دوران جمعہ کے دن غسل کیلئے مسجد سے نکلنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: چونکہ بعض جزئیات میں سنت مؤکدہ اعتکاف کو نفلی اعتکاف میں شمار کیا گیا ہے لہٰذا اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، فی ردالمحتار: واما النفل ای الشامل للسنة المؤكدة ﴿۱﴾ البتہ احوط یہ ہے کہ ابتدا میں استثنا کرے اور یا جب طہارت یا قضائے حاجت کیلئے نکل جائے تو بالتبع اس میں غسل جمعہ کرے، کما فی البدائع ﴿۲﴾. وهو الموفق

معتکف کا گرمی کی وجہ سے غسل کیلئے نکلنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معتکف گرمی کی وجہ سے غسل کیلئے نکل سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبدالواحد نقشبندی

الجواب: اگر یہ اعتکاف منذور اور واجب نہ ہو تو اس میں غسل کیلئے نکلنا مفسد نہیں ہے، کما فی الهندية ۱: ۲۲۶ هذا كله في الاعتكاف الواجب اما في النفل فلا بأس بان

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۳ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال العلامة الكاساني: ويجوز ان تحمل الرخصة على ما اذا كان خرج المعتكف لوجه مباح كحاجة الانسان او للجمعة ثم عاد مريضا او صلى على جنازة من غير ان كان خروجه لذلك قصدا وذلك جائز.

(بدائع الصنائع ۲: ۲۸۴ فصل ما يفسد الاعتكاف ومالا)

یخرج بعذر وغیره فی ظاهر الروایة وفی التحفة فلا بأس فیه بان یعود المریض ویشهد الجنازة کذا فی شرح النقایة للشیخ ابی المکارم ﴿۱﴾ اور اگر اعتکاف میں داخل ہونے کے وقت گرمی کے غسل کیلئے نکلنے کا استثنا کرے، تو علامہ شامی کی رائے کے مطابق بھی مفسد نہ ہوگا، کیونکہ آپ عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کو واجب جیسا حکم دیتا ہے﴿۲﴾ ومسئلة الاستثناء فی الهندیة ۱: ۲۲۶ فلیراجع ﴿۳﴾. وهو الموفق

اعتکاف میں استثناء کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھتے

﴿۱﴾(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۳ الباب السابع فی الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة الشامی: والصحیح انه سنة مؤکدة لان النبی ﷺ واظب علیه فی العشر الاواخر من رمضان والمواظبة دلیل السنة من ان المواظبة بلا ترک دلیل الوجوب والجواب کما فی العنایة انه علیه السلام لم ینکر علی من ترکه ولو کان واجبا لانکر، وحاصله ان المواظبة انما تفید الوجوب اذا اقترنت بالانکار علی التارک...... وقوله فی البحر لا یمکن حمله علیه لتصریحهم بان الصوم انما هو شرط فی المنذور فقط دون غیره فیه نظر لانهم انما صرحوا بکونه شرطا فی المنذور غیر شرط فی التطوع وسکتوا عن بیان حکم المسنون لظهور انه لا یکون الا بالصوم عادة ولهذا قسم فی متن الدرر...... ثم قال والصوم شرط لصحة الاول لا الثالث ولم یتعرض للثانی لما قلنا ولو کان مرادهم بالتطوع ما یشمل المسنون لکان علیه ان یقول شرط لصحة الاول فقط کما قال المصنف فعبارة صاحب الدرر احسن من عبارة المصنف. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۱ باب الاعتکاف)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادة المریض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم یجوز له ذلک کذا فی التتارخانیة ناقلا عن الحجه.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۲ مفسدات الاعتکاف)

وقت جنازہ وغیرہ کے استثناء کی نیت کرے تو کتنی دور تک سفر کر کے جنازہ کیلئے جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولوی محمد سلیمان ٹیکسلا......۱۶/اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: یہ شرط درست ہے اور ہر قریب وبعید جنازہ کیلئے جاسکتا ہے ﴿۱﴾ البتہ اگر اکثر وقت (شب وروز) مسجد سے باہر رہا تو یہ شب وروز اعتکاف میں شمار نہ ہوں گے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

معتکف کا جنازہ کیلئے نکلنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رمضان المبارک میں معتکف ہوا، اور نماز جنازہ پڑھانے باہر گیا، کیا اعتکاف میں فرق پڑتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: پیر نجیم علی شاہ حقانی......۱۹۸۳ء/۸/۱۲

الجواب: اگر اس شخص نے اعتکاف شروع کرتے وقت استثناء کیا ہو مثلاً یہ نیت کی ہو کہ میں جنازہ پڑھنے یا پڑھانے باہر جاؤں گا تو اس صورت میں یہ اعتکاف بر حال خود درست ہے (شرح التنویر) ﴿۳﴾ اور

﴿۱﴾ قال العلامة النظام: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادة المریض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم یجوز له ذلک کذا فی التتارخانیة.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۱۲ مفسدات الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وعلی کل فیظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جمیعه او باقیه مخرج علی قول ابی یوسف اما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه...... والحاصل ان الوجه یقتضی لزوم کل یوم شرع فیه عندهما بناء علی لزوم صومه بخلاف الباقی لان کل یوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعیة وان کان المسنون هو اعتکاف العشر بتمامه.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: لو شرط وقت النذر ان...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اگر استثناء نہ کیا ہو مگر طہارت یا قضائے حاجت کیلئے نکلا ہو اور اسی دوران میں نماز جنازہ بھی پڑھایا ہو تو اسی صورت میں بھی اعتکاف درست ہے (بدائع الصنائع ۲: ۱۱۴) ﴿۱﴾ اور اگر جنازہ کیلئے قصداً بالذات باہر نکلا ہو تو بنا بر ظاہر الروایت اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوا ہے البتہ اگر مسنون کو منذور کے حکم میں مان لیا جائے تو ایک دن رات قضا کرنا پڑے گی ﴿۲﴾ ۔وھو الموفق

معتکف کیلئے نسیاناً مسجد سے نکلنے میں مفتی بہ قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معتکف اگر نسیاناً مسجد سے نکلے تو عندالامام مفسد الاعتکاف ہے خلافا لھما کما فی الھدایة، فتویٰ کس مذہب پر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مبارک شاہ مدرسہ عربیہ تجوڑی بنوں.....۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: قواعد کی رو سے صاحبین کا مذہب قوی ہے مگر احوط امام صاحب کا مذہب ہے، اما

(بقیه حاشیه) یخرج لعیادة مریض وصلاة جنازة وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۲ باب الاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: ویجوز ان تحمل الرخصة علی ما اذا کان خرج المعتکف لوجه مباح کحاجة الانسان او للجمعة ثم عاد مریضا او صلی علی جنازة من غیر ان کان خروجه لذلک قصدا وذلک جائز.
(بدائع الصنائع ۲: ۲۸۴ فصل ما یفسده ومالایفسده)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: فلو شرع فی نفله ثم قطعه لا یلزمه قضاؤه لانه لا یشترط له الصوم علی الظاهر من المذهب وما فی بعض المعتبرات انه یلزم بالشروع مفرع علی الضعیف قاله المصنف وغیره وحرم علیه ای علی المعتکف اعتکافا واجبا اما النفل فله الخروج لانه منه له لا مبطل کما مر.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۳ باب الاعتکاف)

الاول فلکونها استحسانا واما الثانی فظاهر ﴿۱﴾ واما مبحث ابن الهمام فیمکن ان یجاب عنه بان الملحوظ عندهم نفس الخروج لا متعلقاته. وهو الموفق

فسادِ صوم سے اعتکاف مسنون تطوع بن جاتا ہے نہ کہ فاسد

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس معتکف کا روزہ فاسد ہو جائے کیا اس سے اعتکاف بھی فاسد ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا ۔

المستفتی: محمد خالق عنایت کلے باجوڑ......۱۹۸۴ء/۷/۱۷

الجواب: واضح رہے کہ اہل تحقیق کے نزدیک اعتکاف مسنون میں صوم شرط نہیں ہے، وهذا الراجح عند صاحب البحر ﴿۲﴾ اور علامہ شامی کے نزدیک اس میں صوم شرط ہے لیکن صوم کے فساد کی

﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: ولو خرج من المسجد ساعة بغیر عذر فسد اعتکافه عند ابی حنیفة لوجود المنافی وهو القیاس وقالا لا یفسد حتی یکون اکثر من نصف یوم وهو الاستحسان لان فی القلیل ضرورة، قال ابن الهمام (قوله وهو الاستحسان) یقتضی ترجیحه لانه لیس من المواضع المعدودة التی رجح فیها القیاس علی الاستحسان ثم هو من قبیل الاستحسان بالضرورة کما ذکره المصنف واستنباط من عدم امره اذا خرج الی الغائط ان یسرع المشی بل یمشی علی التؤدة وبقدر البطء تتخلل السکنات بین الحرکات علی ما عرف فی فن الطبیعة وبذلک یثبت قدر من الخروج فی غیر محل الحاجة فعلم ان القلیل عفو الخ. (هدایه مع فتح القدیر ۲: ۳۱۱ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: واشار بالمسجد والصوم والنیة الی شرائطه لکن ذکر الصوم معها لا ینبغی لانه لا یمکن حمله علی المنذور لتصریحه بالسنیة ولا علی غیره لتصریحه بعد بان اقله نفلا ساعة فلزم ان الصوم لیس من شرطه ..... بان الصوم انما هو شرط فی المنذور فقط دون غیره الخ. (البحر الرائق ۲: ۲۹۹ باب الاعتکاف)

ہے یہ اعتکاف مسنون سے خارج ہوکر تطوع بن جاتا ہے نہ کہ باطل، کما فی ردالمحتار ۲:۱۷۸ باب الاعتکاف﴿۱﴾. وهو الموفق

حالت اعتکاف میں اخبار پڑھنا اور ریڈیو پر خبریں سننا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ریٹائرڈ ٹیچر اعتکاف میں بیٹھا ہے وہ اعتکاف کے دوران اخبار ورسائل دیکھتا ہے نیز خبریں سننے کیلئے ریڈیو بھی اپنے پاس رکھا ہے کیا اس کیلئے یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: (قوله على المذهب) وهو رواية الاصل ومقابله رواية الحسن انه شرط للتطوع ايضا وهو مبنى على اختلاف الرواية فى ان التطوع مقدر بيوم اولا ففى رواية الاصل غير مقدر فلم يكن الصوم شرطا له وعلى رواية تقديره بيوم وهى رواية الحسن ايضا يكون الصوم شرطا له كما فى البدائع وغيرها قلت ومقتضى ذلك ان الصوم شرط ايضا فى الاعتكاف المسنون لانه مقدر بالعشر الاخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض او سفر ينبغى ان لا يصح عنه بل يكون نفلا فلا تحصل به اقامة سنة الكفاية ويؤيده قول الكنز سن لبث فى مسجد بصوم ونية فانه لا يمكن حمله على المنذور لتصريحه بالسنية ولا على التطوع لقوله بعده واقله نفلا ساعة فتعين حمله على المسنون سنة مؤكدة فيدل على اشتراط الصوم فيه وقوله فى البحر لا يمكن حمله عليه لتصريحهم بان الصوم انما هو شرط فى المنذور فقط دون غيره فيه نظر لانهم انما صرحوا بكونه شرطا فى المنذور غير شرط فى التطوع وسكتوا عن بيان حكم المسنون لظهور انه لا يكون الا بالصوم عادة ولهذا قسم فى متن الدرر الاعتكاف الى الاقسام الثلاثة المنذور والمسنون والتطوع ثم قال والصوم شرط لصحة الاول لا الثالث ولم يتعرض للثانى لما قلنا ولو كان مرادهم بالتطوع ما يشمل المسنون لكان عليه ان يقول شرط لصحة الاول فقط الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۱ باب الاعتكاف)

الجواب: یہ مقاصد اور اداب اعتکاف کے خلاف امور ہیں ﴿۱﴾ معتکف کیلئے تلاوت، نوافل کی کثرت اور دینی مسائل کے مطالعہ کا شغف رکھنا چاہئے، کما فی شرح التنویر ﴿۲﴾. وھو الموفق

اعتکاف مسنون کے قضا کی صورتیں اور مسجد میں ٹہلنے اور غسل کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) آخری عشرہ رمضان میں اعتکاف مسنون اگر کسی مجبوری مثلاً بیماری، خوف یا اہل وعیال میں سے کسی کی بیماری، حادثہ یا موت کی وجہ سے اگر چھوڑنا پڑے تو اس کی قضا کب اور کیسے کی جاسکتی ہے؟

(۲) کیا اگلے رمضان کے آخری عشرہ میں قضا کی جائے گی؟

(۳) اگر آٹھویں یا دسویں دن ہی اعتکاف چھوڑنا پڑے تو کیا قضا دس دن کی ہوگی یا صرف بقایا ایام کی؟

(۴) کیا قضا کے بدلے میں اعتکاف ہی کرنا پڑے گا یا فدیہ بھی دیا جاسکتا ہے؟

(۵) اعتکاف میں گرمی کی وجہ سے غسل کرنا اور معتکف کی جگہ چھوڑ کر مسجد ہی میں دوسری جگہ لیٹ جانا یا ٹہلنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری سعید الرحمٰن راولپنڈی......۱۷/شوال ۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ وفی الھندیة: واما محاسنه فظاهرة فان فیه تسلیم المعتکف کلیة الی عبادة الله تعالیٰ فی طلب الزلفی وتبعید النفس من شغل الدنیا التی هی مانعة عما یستوجب العبد من القربیٰ واستغراق المعتکف اوقاته فی الصلوٰة اما حقیقة او حکماً.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۲ الباب السابع فی الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وتکلم الا بخیر وهو ما لا اثم فیه ومنه المباح عند الحاجة الیه لا عند عدمها...... وقراءة قرآن وحدیث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیه السلام وقصص الانبیاء علیهم السلام وحکایات الصالحین و کتابة امور الدین.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۴۷ باب الاعتکاف)

الجواب: (۱،۲،۳،۴)اعتکاف مسنونہ کےفاسد کرنے کی صورت میں ایک دن رات اعتکاف قضا کرنی ہوگی،وھو قول ابی حنیفة ومحمد،اورابو یوسف رحمہ اللہ کےنزدیک(ایک قول میں)باقی ایام کی قضا کرنی ضروری ہے(ماخوذ از شامی۲:۱۰۲)﴿۱﴾اور بہرحال یہ قضا(علی الاحوط)غیر رمضان میں کرنی ہوگی،نہ اس میں کسی مدت کی تعیین ہےاورنہ فدیہ دینا کافی ہے﴿۲﴾۔

﴿۱﴾قال العلامة محمد امين: ومقتضى النظر لو شرع في المسنون اعني العشر الاواخر بنيته ثم افسده ان يجب قضاءه تخريجا على قول ابي يوسف اى يلزمه قضاء العشر كله لو افسد بعضه . واما على قول غيره فيقضي اليوم الذى افسده لاستقلال كل يوم بنفسه والحاصل ان الوجه يقتضي لزوم كل يوم شرع فيه عندهما بناء على لزوم صومه بخلاف الباقي لان كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وان كان المسنون هو اعتكاف العشر بتمامه.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۱۴۳ باب في الاعتكاف)

﴿۲﴾ چونکہ علامہ شامی کےنزدیک اعتکاف مسنون میں صوم شرط ہےاگر چہ علامہ ابن نجیم کےنزدیک صرف اعتکاف منذور میں صوم شرط ہےلیکن دلائل کی رو سےعلامہ شامی کا قول راجح معلوم ہوتا ہےتو گویا کہ ان کےنزدیک اعتکاف مسنون اعتکاف منذور کےقریب ہے،كما يفهم من عباراته حيث قال: ومقتضى ذلك ان الصوم شرط ايضا في الاعتكاف المسنون لانه مقدر بالعشر الاخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض او سفر ينبغي ان لا يصح عنه بل يكون نفلا فلا تحصل به اقامة سنة الكفاية ويؤيده قول الكنز فتعين حمله على المسنون سنة مؤكدة فيدل على اشتراط الصوم فيه الخ (ردالمحتار ۲:۱۴۱ باب الاعتكاف) اوراسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ: ان المواظبة انما تفيد الوجوب اذا اقترنت بالانكار على التارك اور ۲:۱۴۳ میں فرماتے ہیں: اقول لكن بعد ما صرح صاحب البدائع بلزومه بالشروع ذكر رواية الحسن ووجهها وهو ان الشروع في التطوع موجب للاتمام على اصل اصحابنا صيانة للمؤدى عن البطلان الخ.

پس تحقیق کی روشنی میں حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا رجحان... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۵) گرمی کی وجہ سے غسل کرنا مفسد اعتکاف نہیں ہے البتہ احوط یہ ہے کہ ابتدا میں استثناء کرے اور مسنون یہ ہے کہ معتکف میں سویا کرے لیکن مسجد کے اندر دیگر جگہوں میں سونا مفسد نہیں ہے (شامی) ﴿۱﴾۔وھو الموفق

سارے مہینے کے معتکف کا مسجد سے بلا عذر نکلنے کی صورت میں قضا کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے رمضان المبارک کے شروع سے سارے مہینے کے اعتکاف کی نیت کی، دوران اعتکاف بندہ چند منٹ کیلئے مسجد کے حجرہ جس میں پیش امام صاحب بیمار پڑا تھا عیادت کیلئے گیا، احساس ہوتے ہی جلدی مسجد آ گیا، از روئے شروع اعتکاف میں نقصان آ گیا کہ نہیں؟ واضح رہے کہ یہ اعتکاف نذر نہیں تھا۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی یحیٰ بادشاہ حقانی مدرسہ تعلیم القرآن کرک.....۱۳/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: اگر یہ معتکف عشرہ اولیٰ یا وسطی میں عیادت کیلئے مسجد سے باہر گیا ہو تو اس پر کوئی قضا نہیں ہے، لانہ انھیٰ الاعتکاف بالخروج ثم انشأہ بالدخول ﴿۲﴾ اور اگر عشرہ اخیرہ میں باہر گیا

(بقیہ حاشیہ) اسی جانب ہے کہ بنا بر احتیاط اس کی قضا، غیر رمضان میں کرنی ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي: وان لم يعتكف رمضان المعين قضى شهرا غيره بصوم مقصود لعود شرطه الى الكمال الاصلى (۲: ۱۴۲) ......(از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وخص المعتكف باكل وشرب ونوم وعقد احتاج اليه لنفسه او عياله فلو لتجارة كره.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۶ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: اذا دخل المسجد بنية الاعتكاف فهو معتكف ما اقام تارك له اذا خرج وظاهره ان مستند ظاهر الرواية ما ذكره في الكتاب ولا يمتنع ان يكون مستنده صريحا آخر بل هو الظاهر لنقل الثقات ان ظاهر الرواية ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوتو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک شب وروز کی قضا کرنی پڑے گی، لان التحقیق انه کالمنذور ﴿۱﴾. وهو الموفق

اعتکاف رمضان کے ٹوٹنے کی صورت میں قضا کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں گزشتہ رمضان میں کسی وجہ سے اعتکاف ٹوٹ گیا تھا اب قوم اس مسئلہ میں دوگروہوں میں تقسیم ہیں کوئی کہتا ہے کہ باقی دنوں کی قضا کرنا ضروری ہے اور کوئی کہتا ہے کہ پورے اعتکاف کی قضا ضروری ہے، صحیح مسئلہ سے ہمیں مطلع فرمایئے؟بینوا توجروا

المستفتی: لعل محمد مرغانی جنرل ٹائیر سروس پشاور......۱۹۶۹ء/۱/۲

الجواب: محقق ابن الہمام کا میلان پورے دس دن قضا کرنے کی طرف ہے، یعنی آخری عشرہ اور قضا رمضان سے خارج دوسرے مہینوں میں ضروری ہے، قال العلامة الشامی ۲: ۱۳۵ ثم

(بقیه حاشیه)مروی لا مستنبط و اشار الی انه لو شرع فی النفل ثم قطعه لا یلزمه القضاء فی ظاهر الروایة لانه غیر مقدر فلم یکن قطعه ابطالا.

(البحر الرائق ۲: ۳۰۰، ۳۰۱ باب الاعتکاف)

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدین: (قوله اما النفل) ای الشامل للسنة المؤکدة...... انها مقدرة بالعشر الاخیر...... ومفاد التقدیر ایضا اللزوم بالشروع تامل ثم رأیت المحقق ابن الهمام قال ومقتضی النظر لو شرع فی المسنون اعنی العشر الاواخر بنیته ثم افسده ان یجب قضاءه تخریجا علی قول ابی یوسف فی الشروع فی نفل الصلاة ناویا اربعا لاعلی قولهما...... فیظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جمیعه او باقیه مخرج علی قول ابی یوسف اما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه...... والحاصل ان الوجه یقتضی لزوم کل...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

رأيت المحقق ابن الهمام قال ومقتضي النظر لو شرع في المسنون اعني العشر الاواخر بنيته ثم افسده ان يجب قضاءه الخ﴿۱﴾ ودليل الثاني ان الشروع فيه ملزم كالنذر وفي صورة النذر يلزم القضاء في غير رمضان فكذا ههنا، قال في الدرالمختار وان لم يعتكف رمضان المعين قضى شهرا غيره بصوم مقصود لعود شرطه الى الكمال انتهیٰ﴿۲﴾، قلت ويؤيده ما رواه ابوداؤد عن عائشة فامر ببناءه فقوض وامر ازواجه بابنيتهن فقوضت ثم اخر الاعتكاف الى العشر الاول يعني من شوال ﴿۳﴾. وهوالموفق

اعتکاف عشرہ اخیرہ کی قضا اور عدم قضا کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشرہ اخیرہ کا اعتکاف سنت اگر فاسد ہو جائے تو اس کی قضا لازم ہے یا نہیں؟ اگر لازم ہے تو کتنے دنوں کا لزوم ہوگا؟ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند وغیرہ میں ردالمحتار کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ قضا نہیں ہے جبکہ خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ قضا لازم ہے اس میں ترجیح کس قول کو ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مبارک شاہ دارالعلوم تجوڑی بنوں......۱۸/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: درمختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منذور اعتکاف جو کہ مسنون کو بھی شامل ہے خروج سے باطل اور فاسد نہیں ہوتا ہے لیکن ابن الہمام کے کلام سے اس مسنون کا شروع سے

(بقيه حاشيه) يوم شرع فيه عندهما بناء على لزوم صومه الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۳ باب الاعتكاف)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۳ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۲ باب الاعتكاف)

﴿۳﴾ (سنن ابی داؤد ۱: ۳۴۱ باب الاعتكاف كتاب الصوم)

واجب ہونا معلوم ہوتا ہے، ملخص کلامه المذکور فی ردالمحتار ۱ : ۱۸۰ انه اذا افسد المنذور یلزمه قضاء الباقی، واذا افسد المسنون (بالجماع مثلا) یلزمه قضاء الیوم الواحد عند ابی حنیفة ومحمد رحمهم الله وعند ابی یوسف رحمه الله یقضی العشر اوالایام الباقیة ﴿۱﴾. وهو الموفق

معتکف کے مرنے پر اعتکاف کی تکمیل کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اعتکاف کیلئے بٹھایا گیا تھا، مگر تین دن کے بعد وفات ہوا اب دو آدمیوں کا جھگڑا ہے ایک کہتا ہے کہ اعتکاف ہوا ہے جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ اب دوسرا آدمی بٹھانا ہوگا، اب اس نزاع کا حل کیا ہے اور اہل محلّہ کا ذمہ فارغ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

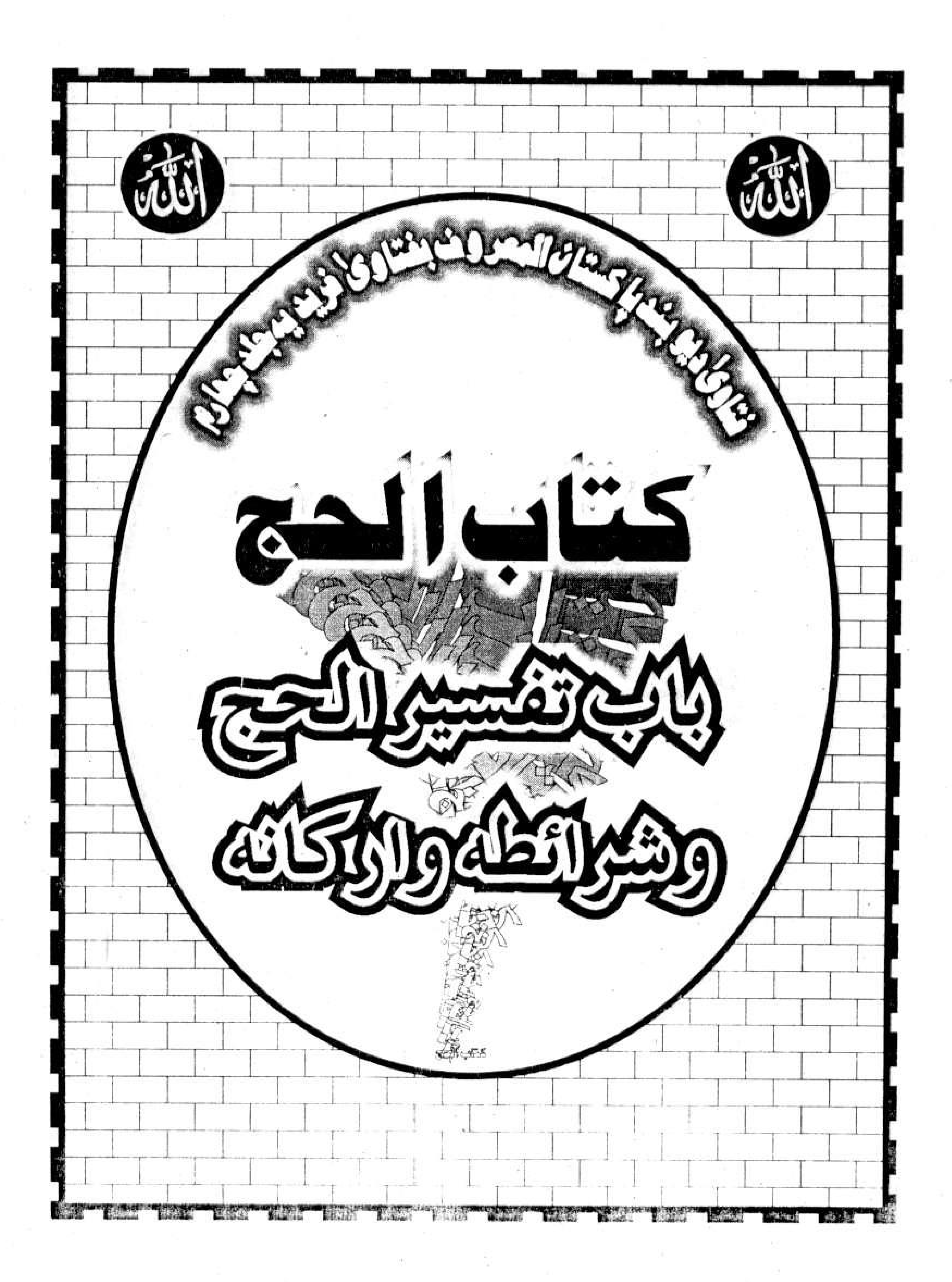
المستفتی: محمد نثار کوثر سدوخیل پڑانگ چارسدہ......۱۹۶۹ء/۵/۵

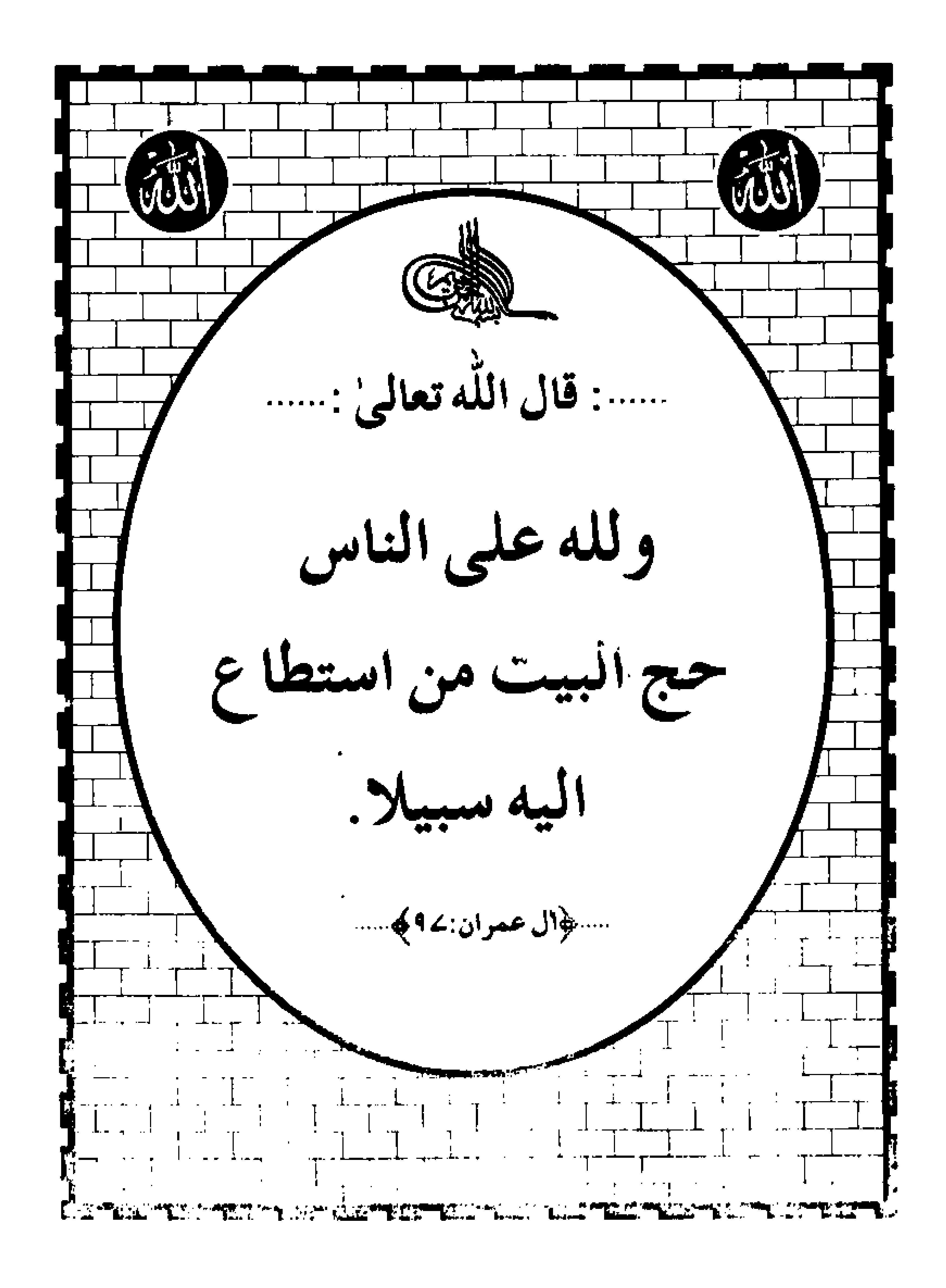
الجواب: چونکہ ان دونوں میں سے کسی نے بھی عشرہ اخیرہ کا اعتکاف نہیں کیا ہے اور آخری عشرہ میں پورے دس دن کا اعتکاف مسنون ہے اور یہ اعتکاف عشرہ تک نہ رہا، لہٰذا اگر تمام بستی میں دوسرے شخص نے اعتکاف نہ کیا ہو تو پوری بستی کے لوگ تارک السنّت ہوں گے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ : ۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امین: (قوله ای سنة کفایة) نظیرها اقامة التراویح بالجماعة فاذا اقام بها البعض سقط الطلب عن الباقین فلم یأثموا بالمواظبة علی الترک بلا عذر ولو کان سنة عین لاثموا بترک السنة المؤکدة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ : ۱۴۱ باب الاعتکاف)


الله
الله
فتاوى ديوبند پاكستان المعروف بفتاوى فريديه جلد دوم
كتاب الحج
باب تفسير الحج
وشرائطه واركانه



الله
الله
بسم الله الرحمن الرحيم
......: قال اللہ تعالیٰ :......
ولله على الناس
حج البيت من استطاع
اليه سبيلا.
......﴿ال عمران:۹۷﴾......

کتاب الحج

باب تفسیر الحج وشرائطه وارکانه

سفرِ حج کے اسرار اور منافع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب حج کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس لئے فرض کیا گیا ہے کہ آدمی اپنے بسترے کو اپنے کندھوں پر لاد کر سفر کے نشیب وفراز سے واقف ہو جائے اور وقت کا کھانا بے وقت کھائے تا کہ واپس آ کر مسافری کا احساس ہو کیا واقعی حج اسلئے فرض کیا گیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالوہاب

الجواب: حج کی فرضیت کا (راز) سبب تعظیم بیت اللہ ہے ﴿۱﴾ اور سفر حج میں بہت منافع اور برکات ہوتی ہیں جن میں سے بعض وہ ہیں جو کہ اس صاحب نے ذکر کئے ہیں، **یشیر الی الاول ما فی الدر المختار، فرض مرة لان سببه البیت وهو واحد ﴿۲﴾. وهو الموفق**

﴿۱﴾ قال الامام ولی الله الدهلوی: المصالح المرعیة فی الحج امور منها تعظیم البیت فانه من شعائر الله وتعظیمه هو تعظیم الله تعالیٰ.

(حجة الله البالغة ۲: ۵٦ مبحث من ابواب الحج)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۱ کتاب الحج)

حدیث " من لم یحج فلیمت ان شاء یهودیا او نصرانیا" تغلیظ پرمحمول ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین حدیث ذیل کی تشریح میں کہ جس نے بغیر کسی عذر کے حج نہیں کیا تو اگر وہ مر گیا تو یا یہودی مر گیا یا نصرانی، حدیث یہ ہے: وعن امامة رضی الله عنه قال، قال رسول اللهﷺ من لم یمنعه من الحج حاجة ظاهرة او سلطان جابر او مرض ..... فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یهودیا او ان شاء نصرانیا (رواه الدارمی). بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۷۳ء/۹/۳

الجواب: واضح رہے کہ خانہ کعبہ کی زیارت اور تعظیم یہود و نصاریٰ نہیں کرتے یہ مسلمان کرتے ہیں پس جو مسلمان باوجود استطاعت اور بغیر کسی عذر کے حج بیت اللہ نہ کرے تو اس نے مسلمانوں کے راہ پر سلوک نہیں کیا یعنی اس میں یہود و نصاریٰ کا عمل موجود ہوا ہے ورنہ اعتقاد درست ہے منکر نہیں ہے لہذا یہ شخص مسلمان رہے گا اور حدیث تغلیظ پر محمول ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

صرف نیت کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند اشخاص نے زید کو کہا کہ ہم تم

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: (ان یموت یهودیا او نصرانیا) ای فی الکفر ان اعتقد عدم الوجوب وفی العصیان ان اعتقد الوجوب وقیل هذا من باب التغلیظ الشدید والمبالغة فی الوعید..... والاظهر ان وجه التخصیص کونهما من اهل الکتاب غیر عاملین به فشبه بهما من ترک الحج حیث لم یعمل بکتاب الله تعالیٰ ونبذه وراء ظهره کانه لا یعلمه، قال الطیبی والمعنیٰ ان وفاته علی هذه الحالة ووفاته علی الیهودیة والنصرانیة سواء والمقصود التغلیظ فی الوعید کما فی قوله تعالیٰ ومن کفر .....

(مرقاة المفاتیح شرح المشکوٰة ۵۰۳ج ۲ کتاب المناسک الفصل الثانی)

کوامسال حج کیلئے بھیجیں گے تم حج کی نیت کرلو، پھر اس نے حج کی درخواست دی منظوری آئی تو کیا زید پر صرف نیت کرنے سے حج فرض ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا غلام مجتبیٰ دارالعلوم عثمانیہ راول پارک لاہور.......۱۰/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: حج صرف نیت کرنے سے فرض نہیں ہوجاتا ہے جبکہ تلبیہ تا حال نہیں پڑھا ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حج اور عمرہ میں نیت کے الفاظ غلط پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج تمتع کرنے والا تھا اس نے ناسمجھی اور غلطی کی وجہ سے کراچی سے حج کی نیت کی، یعنی اللهم انی ارید الحج الخ، حالانکہ اسے اللهم انی ارید العمرة الخ، پڑھنا چاہئے تھا، وہاں حرم میں جا کر طواف وسعی کرکے بال منڈوالئے، یعنی حج کی نیت کرکے عمرہ کیا آٹھویں ذی الحجہ کو پھر حج کی نیت کی کیا اس کا یہ عمرہ اور حج ادا ہوئے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: زاہد الرحمٰن خانہ صواتی کلے کرک ۱۹۸۴ء/۴/۲۳

الجواب: نیت ارادہ قلبی کا نام ہے نہ کہ الفاظ کا ﴿۲﴾ پس اس شخص پر دم وغیرہ واجب نہیں

﴿۱﴾ قال العلامة النظام: ولا يصير شارعا بمجرد النية مالم يأت بالتلبية او ما يقوم مقامها من الذكر او سوق الهدى او تقليد البدنة كذا في المضمرات.
(فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۲۲۲ الباب الثالث في الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامة الشرنبلالي: النية في اللغة مطلق القصد وفي الشريعة قصد كون الفعل لما شرع له ......وقال شيخ الاسلام الديرى: النية هي الارادة الجازمة لان النية في اللغة العزم والعزم هو الارادة الجازمة القاطعة، وقال الشيخ الخطابي: معنى النية قصدك الشئ بقلبك وتحرك الطلب منك، وقال البيضاوي: النية عبارة......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ہوا ہے اور نہ اس پر اعادہ حج وعمرہ ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

<u>دوسرے کے مال سے حج کرنے والا دوبارہ اپنے مال سے حج کرنے میں کیا نیت کرے؟</u>

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک بار حج اپنے والد کے ہمراہ ادا کیا ہے خرچہ اس نے دیا تھا اور اس وقت میں غنی نہیں تھا آج میں خود غنی ہوں اس لئے دوبارہ اپنے مال سے حج کرنے کا ارادہ کیا ہے لیکن اب نیت کے بارے میں فکر مند ہوں کہ میں فرض حج کی نیت کروں یا نفل حج کی؟ بینوا توجروا

المستفتی: امان اللہ خان

الجواب: اگر آپ نے پہلی دفعہ فرض حج کی نیت کی تھی تو آپ کا ذمہ فارغ ہوا ہے اور اگر بالفرض آپ نے نفل حج کی نیت کی تھی تو اب دوبارہ فرض حج ادا کرے (شامی ۲:۱۹۵) ﴿۲﴾۔

ملاحظہ:...... ہمارے بلاد کے لوگ حج فرض کی نیت کرتے رہتے ہیں۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) عن انبعاث قلبک نحو ما تراہ موافقا لفرض من جلب نفع او دفع ضرحالا او مآلا والشرع خصصها بالارادة للتوجه نحو الفعل ابتغاء لوجه اللہ تعالیٰ وامتثالا لحکمه ...... وقال الکمال النیة قصد الفعل...... وقال عبد الواحد: اذا علم ای صلاة یصلی قال محمد بن سلمة هذا القدر نیة والاصح انه لا یکون نیة لان النیة غیر العلم بها الخ.

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح ۲۳۴ باب شروط الصلاة وارکانها)

﴿۱﴾ قال فی الشامیة: فیصح الحج بمطلق النیة ای بالنیة المطلقة عن التقیید بالحج بان نوی النسک من غیر تعیین حج او عمرة ثم ان عین قبل الطواف فبها والاصرف للعمرة، قال فی اللباب وتعیین النسک لیس بشرط فصح مبهما وبما احرم به الغیر ثم قال فی موضع آخر ولو احرم بما احرم به غیرہ فهو مبهم فلیزمه حجة او عمرة...... وکذا لو اطلق نیة الحج صرف للفرض. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۱۷۲ قبیل مطلب فیما یصیر به محرما)

﴿۲﴾ قال العلامة الشامی: فالتقیید بالفقیر لظهور عجزہ ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاجت اصلی سے زائد زمین رکھنے والے پر حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زمین حاجت اصلی میں داخل ہے یا نہیں؟ اور اس میں حج کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمرزادہ ہیڈ ماسٹر چتلئی سوات......۱۹۷۵ء/۶/۱۲

الجواب: جتنی مقدار زمین سے سالانہ ضروریات پورے ہوتی ہیں وہ حاجت اصلی میں داخل ہیں اوران سے زائد حج کیلئے فروخت کیا جائے گا، کما فی الهندية (۲۱۸:۲) وان كان صاحب ضيعة ان كان له من الضياع ما لو باع مقدار ما يكفي الزاد والراحلة ذاهبا وجائيا ونفقة عياله واولاده يبقى له من الضيعة قدر ما يعيش بغلة الباقي يفترض عليه الحج والا فلا﴿۱﴾. وهو الموفق

مکانات اور دکانوں کی صورت میں حج کی فرضیت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس زرعی زمین کے علاوہ مکانات اور دکانیں بھی ہیں، جس کا باقاعدہ آمدن کرایہ کی صورت میں وصول کرتا ہے کیا اس پر حج فرض ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۳ء/۴/۳

الجواب: زرعی زمین، مکانات، دکانیں اور دیگر جائیداد وغیرہ اگر اس کے حوائج اصلیہ اور حج سے

(بقيه حاشيه) عن المركب وليفيد انه يتعين عليه ان لا ينوى نفلا على زعم انه لا يجب عليه لفقره لانه ما كان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيا. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۵۵ كتاب الحج قوله للآفاقي لاالمكي)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگيريه ۱:۲۱۸ كتاب المناسک بيان شرائط وجوبه)

واپس آنے تک اہل وعیال کے نفقہ سے زائد ہو تو اس پر حج فرض ہے، وفی الهداية: اذا قدر على الزاد والراحلة فاضلا عن المسكن ومالا بد منه وعن نفقة عياله الى حين عوده ﴿۱﴾. وهو الموفق

قرض لے کر حج کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مجھے حج پر جانے کیلئے سترہ ہزار روپیہ دیئے تھے اس وقت دینے والے نے یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ قرضہ ہے اگر مجھے اس وقت معلوم ہوتا تو میں ہرگز اس سے حج نہ کرتا کیونکہ قرض لے کر حج پر جانا ہرگز جائز نہیں ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا قرض لے کر بھی حج ہوسکتا ہے یا نہیں، اب میں کیا کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی علی محمد بائی سکول رسالپور نوشہرہ ۱۹/۱۱/۱۹۸۴ء

الجواب: جو شخص پیدل یا قرض مال پر حرم پہنچے اور عام پاکستانیوں کی طرح عمرہ کے بعد آٹھ ذی الحجہ کو فرض حج کی نیت کرے تو اس شخص کا ذمہ فریضہ سے فارغ ہو جاتا ہے﴿۲﴾ آئندہ اگر یہ شخص غنی بھی ہو جائے تو اس پر دوبارہ حج فرض نہ ہوگا﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (هدايه ۱: ۲۱۳ كتاب الحج)

﴿۲﴾ قال الملا على قاري: والفقير الآفاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي...... فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب وليفيد انه يتعين عليه ان ينوي حج الفرض ليقع عن حجة الاسلام ولا ينوي نفلا على زعم انه فقير لا يجب عليه الحج..... ان قولنا الحج لا يجب على الفقير انما المراد به الآفاقي قبل وصوله الى الميقات فانه حينئذ اذا اراد دخول الحرم يجب عليه احرام احد النسكين وبدخوله الى مكة ووصوله الى الكعبة تعين عليه فرضية الحج سواء احرم به ام لا. (ارشاد الساری ۲۸ مبحث فی الفقير اذا وصل الى مكة او الميقات)

﴿۳﴾ وفي الهندية: الفقير اذا حج ماشيا ثم ايسر لاحج عليه هكذا في فتاوىٰ قاضي خان. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۲۱۷ كتاب المناسك الباب الاول)

مسجد کیلئے زمین فروخت کی اس رقم پر حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پرانی مسجد کو پختہ بنانے کیلئے زمین فروخت کردی اور کافی رقم اس کے ہاتھ آئی، کیا اس رقم کی وجہ سے اس پر حج فرض ہوا یا مسجد بنادے؟ اور اس رقم کے نہ ہونے سے یہ شخص مفلس ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راز محمد وزیر C/O حافظ رب نواز جنوبی وزیرستان......۱۹۸۶ء/۴/۶

الجواب: یہ رقم اس شخص کی ملکیت ہے﴿۱﴾ اس پر باقاعدہ حج اور زکوۃ مفروض ہیں البتہ اگر حولان حول یا اعلان داخلہ کے وقت یہ رقم ناکافی تھی تو یہ فرائض عائد نہ ہوں گے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ چونکہ یہ رقم اس شخص نے ابھی تک مسجد مرمت میں خرچ نہیں کی ہے یعنی باقاعدہ مسجد نہیں بنائی تو یہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی بلکہ بدستور اس کی ملکیت ہے اور اگر چندہ مسجد میں دی ہے تو بھی یہ رقم وقف نہیں ہے بلکہ اس کا مملوک ہے کما صرح به الشاه اشرف علی التهانوی فی امداد الفتاویٰ اور اسی فتاویٰ میں تصحیح الاغلاط کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ ابھی منقح نہیں ہوا کہ چندہ مساجد و مدارس وغیرہ معطی کی ملک سے خارج ہوجاتا ہے یا نہیں اہل علم غور فرمالیں تو اس حوالے سے بندہ نے "الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیة" میں ایک جزئیہ پالیا اس جزئیہ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ چندہ خرچ کرنے سے پہلے معطی کی ملک سے خارج نہیں ہوتا، کما فی الملتقط ۲۷ اذا جمع دراهم لكفن ميت ففضل او كفنه غيره، يصرف الى المعطين فان لم يوجدوا يصرف الى كفن مثله فان تعذر ذلك يتصدق به انتهىٰ، وفی الهندية ۲: ۴۶۰ رجل اعطى درهما فی عمارة المسجد او نفقة المسجد او مصالح المسجد صح لانه وان كان لا يمكن تصحيحه تمليكا بالهبة للمسجد فاثبات الملك للمسجد على هذا الوجه صحيح فيتم بالقبض. ...(ازمرتب)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: والعبرة لوجوبها وقت خروج اهل بلدها وكذا سائر الشروط قال الشامی ای يعتبر وجودها فی ذلک الوقت.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۵۹ مطلب فی فروض الحج وواجباته)

مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند آدمیوں کا مشترکہ مال ہوتو اس میں کون شراکت دار حج ادا کرے گا، اور کس پر فرض ہے صحیح سند کے ساتھ لکھ دیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی محمد خسرو روی ریگی غزابند کوئٹہ.....۹/۳/۱۹۸۲ء

الجواب: اگر ہر شریک کا حصہ مقدار فرضیت تک پہنچتا ہوتو ہر ایک پر حج فرض ہے ورنہ کسی پر نہیں (معتبرات فقہ) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی اکٹھے رہتے ہیں تین بھائی شادی شدہ ہیں اور ایک شادی شدہ نہیں ہے اب ہم اتنی رقم رکھتے ہیں کہ ایک بھائی حج کر سکتا ہے تو اس پر بڑا بھائی حج ادا کرے یا چھوٹے بھائی کی شادی کروائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل الرحیم لس نائیک دتہ خیل بنوں.....۲۴/ رمضان ۱۳۹۹ھ

الجواب: آپ تمام مشترکہ نقد وزر وغیرہ کی فرضی تقسیم کریں اس کے بعد آپ اندازہ لگائیں کہ ہر ایک بھائی پر حج فرض ہے یا نہیں، مشترکہ مال سے فرضیت حج کا اندازہ لگانا اسی طریقہ سے ہوتا ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین الشامی: (قوله ذی زاد وراحلة) افاد انه لا یجب الا بملک الزاد وملک اجرة الراحلة فلا یجب بالاباحة او العاریة کما فی البحر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۴ کتاب الحج)

﴿۲﴾ اسی فرضی تقسیم سے ہر ایک بھائی کا حصہ جب معلوم ہو جائے اگر ہر ایک کے حصہ میں اتنی رقم آئے کہ اس سے حج کے جملہ اخراجات پورے ہوتے ہوں تو ہر حصہ دار پر حج فرض ہے.....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مشترکہ مال سے حج کرنے والے فقیر کا ذمہ فریضہ حج سے ساقط ہو جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد رفیق کے والد، والدہ اور چھوٹے بھائیوں نے مشترکہ مال سے حج کیا ہے اب والد نے محمد رفیق سے کہا کہ اس سال تم حج پر چلے جاؤ، لیکن محمد رفیق نے کہا کہ میرا یہ حج فرض کا بدل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ مشترکہ مال ہے اب سوال یہ ہے کہ اگر محمد رفیق اس اشتراک سے جدا حالت میں متمول ہو جائے تو اس پر دوبارہ حج کرنا لازمی ہوگا یا نہیں؟ یا وہی مشترکہ مال سے کیا ہوا حج کافی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق مردان......۱۹۷۵ء/۷/۲۵

الجواب: اگر مشترکہ مال سے آپ کا حصہ (بروئے فرضی تقسیم) حج کیلئے باقاعدہ کافی ہو تو آپ پر حج فرض ہے ﴿۱﴾ آپ اس مشترک مال سے حج کر سکتے ہیں اور اگر آپ کا حصہ کم ہو اور میقات سے عام حجاج کی طرح عمرہ کی نیت کریں اور آٹھ ذی الحجہ سے فریضہ حج کی نیت کریں تو اس صورت میں بھی آپ کا فریضہ ادا ہوا آپ پر آئندہ کیلئے حج فرض نہ ہوگا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مال بقدر نصاب حج مملوک نہ ہو اس میں صرف تصرف کی اجازت ہو تو حج فرض نہ ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو والدین کی میراث

(بقیہ حاشیہ) ورنہ مال مشترکہ کے کل نفع پر مجموعی طور سے حج فرض نہیں ہوتا۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ وفی الهندية: ومنها القدرة علی الزاد والراحلة بطريق الملك او الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لامنة له عليه كالوالدين والمولودين او من غيرهم كالاجانب. (فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۱۷ كتاب المناسك الباب الاول)

﴿۲﴾ وفی الهندية: الفقير اذا حج ماشيا ثم ايسر لا حج عليه هكذا في فتاویٰ قاضی خان. (فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۱۷ كتاب المناسك الباب الاول)

میں کچھ نہیں ملا اور اسی کا شوہر بھی فوت ہوا ہے البتہ اس عورت کے بیٹے خوب مال کماتے ہیں اور والدہ کو دیتے ہیں کیا اس کی وجہ سے اس پر حج فرض ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خیال حنان اورکزئی ابوظبی امارات.... ۱۲/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر اس عورت کو شوہر یا اولاد نے بطور تملیک کافی مال دیا ہو تو شرط موجود ہو کر اس پر حج فرض ہوگا اور اگر اولاد نے صرف اختیار دیا ہو تو یہ اس سے غنی نہیں ہو سکتی ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حرام کے ساتھ مخلوط مال پر حج کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے چوری کر کے مال جمع کیا پھر اپنے حلال مال کے ساتھ خلط کر کے تجارت شروع کی اور بہت مال کمایا، کیا اس مال سے حج کرنا جائز ہے؟

المستفتی: عبدالرحمٰن وزیرستانی

الجواب: چونکہ یہ مخلوط مال اس شخص کی ملکیت ہے لہٰذا استطاعت موجود ہونے کی صورت میں اس پر حج فرض ہے، مال حرام سے حج ادا ہوتا ہے لیکن ثواب سے محروم ہوتا ہے ﴿۲﴾ (كما في الهنديه ۲: ۲۲۰)﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امين الشامي: (قوله ذى زاد وراحلة) افاد انه لا يجب الا بملك الزاد وملك اجرة الراحلة فلا يجب بالاباحة او العارية كما في البحر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۴ كتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فانه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع انه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۲ مطلب في من حج بمال حرام)

﴿۳﴾ وفي الهندية: ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فانه... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قرض لے کر حج ادا کرنا اور پھر حرام حلال کے مخلوط مال سے قرضہ ادا کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے مال میں ستر فیصد حرام کا اختلاط ہے اسلئے اس نے قرضہ لے کر حج ادا کیا اور بعد از حج اس قرضہ کو اس مخلوط مال سے ادا کرتا ہے کیا یہ حج حرام مال سے ہوا یا حلال سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.....۲۶/ذی الحجہ۱۳۹۴ھ

الجواب: اس شخص نے حلال مال سے حج ادا کیا اور قرضہ کو اپنے ملک خبیث سے (بالاختلاط) ادا کیا ﴿۱﴾ البتہ اس پر حقوق کا ادا واجب ہے تاکہ مال حرام سے ذمہ فارغ ہو ﴿۲﴾۔

نوٹ:...... خالص مال حرام ہے جس میں حلال کا خلط نہ ہو نہ قلیل کا اور نہ کثیر کا اس سے قرض ادا کرنا ناجائز اور حرام ہے لیکن ایسا مال اقل قلیل ہوتا ہے۔ وھو الموفق

مال حرام سے حج کی ادائیگی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناجائز دولت اور حرام مال سے حج

(بقیہ حاشیہ) لا یقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه یسقط الفرض معها وان کانت مغصوبة کذا فی فتح القدیر.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۲۰ الباب الاول فی تفسیر الحج)

﴿۱﴾ وفی الهندیة: اذا اراد الرجل ان یحج بمال حلال فیه شبهة فانه یستدین للحج ویقضی دینه من ماله کذا فی فتاویٰ قاضی خان فی المقطعات.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۲۰ کتاب المناسک الباب الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: ان ما وجب التصدق بکله لا یفید التصدق ببعضه لان المغصوب ان علمت اصحابه او ورثتهم وجب رده علیهم والا وجب التصدق به.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸ مطلب فی التصدق من المال الحرام)

ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مقدس خان کرکلہ بنوں......۲۸/۹/۱۳۹۸ھ

الجواب: اس کا حج ادا ہوتا ہے لیکن ثواب سے محروم ہوتا ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مال حرام سے حج کرنے والے کے ذمہ سے فریضہ حج ساقط مگر ثواب سے محروم ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے افعال وکردار ناگفتہ بہ ہیں اس کی جائیداد اور زمین سب دھوکے اور فراڈ کے ہیں، یتیموں کا مال دبانا، جھوٹ بولنا وغیرہ سب اس کا شیوہ ہے یعنی تمام مال حرام ہے اب حج کیلئے داخلہ بھیجا ہے کیا یہ حج ادا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رحمن سیر غربی باڑیاں......۸/شوال ۱۳۹۵ھ

الجواب: جو شخص مال حرام سے حج کرے اس کا حج قبول نہ ہوگا ثواب سے محروم رہے گا، اگرچہ ذمہ سے فریضہ ساقط ہو جاتا ہے کما فی ردالمحتار ۲: ۱۹۱ وفی البحر ویجتھد فی تحصیل نفقۃ حلال فانہ لا یقبل بالنفقۃ الحرام کما ورد فی الحدیث مع انہ یسقط الفرض عنہ معھا ولا تنافی بین سقوطہ وعدم قبولہ فلا یثاب لعدم القبول ولا یعاقب عقاب تارک الحج ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: وفی البحر ویجتھد فی تحصیل نفقۃ حلال فانہ لا یقبل بالنفقۃ الحرام کما ورد فی الحدیث مع انہ یسقط الفرض عنہ معھا ولا تنافی بین سقوطہ وعدم قبولہ فلا یثاب لعدم القبول ولا یعاقب عقاب تارک الحج ای لان عدم الترک یبتنی علی الصحۃ وھی الاتیان بالشرائط والارکان والقبول المترتب علیہ الثواب یبتنی علی اشیاء کحل المال والاخلاص کما لو صلی مرائیا او صام واغتاب فان الفعل صحیح لکنہ بلا ثواب. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۱۵۲ مطلب فی من حج بمال حرام)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۱۵۲ مطلب فی من حج بمال حرام)

حکومتی اعانت سے حج کرنے والے کا فریضہ ساقط ہوجاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہو اور اب تک اس نے ادا نہ کیا ہو اور حکومت اس کو بوجہ ملازمت سرکار حج کیلئے بھیج دے کہ چوتھائی حصہ خرچ خود کرے اور تین چوتھائی حکومت برداشت کرے، تو کیا اس طریقہ سے فریضہ حج اس سے ساقط ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی سعید احمد چوھڑ ہریال پنڈی.....۲۲/شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: اس ملازم سے فریضہ حج ساقط ہوجائے گا اور ذمہ فارغ ہوگا، کیونکہ یہ ملازم کسی سے حج بدل نہیں کرتا حتی کہ تبرع ضرر رساں ہوجائے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حکومتی اعانت سے نفلی حج کیلئے جانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے فریضہ حج ادا کیا ہے اب اگر حکومت پاکستان ایسے شخص کو حج کیلئے بھیجتا ہے اور حکومت خرچہ برداشت کرے، ایسے شخص کیلئے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہونا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حسن برہانی مدرسہ دار الہدیٰ ٹنڈو آلہ یار حیدر آباد.....۲۴/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: کسی کی اعانت سے حج کرنا ممنوع نہیں ہے ﴿۲﴾ اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ومنها القدرة علی الزاد والراحلة بطریق الملک او الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء کانت الاباحة من جهة من لامنة علیه کالوالدین والمولودین او من غیرهم کالاجانب کذا فی السراج ..... الفقیر اذا حج ماشیا ثم ایسر لاحج علیه هکذا فی قاضی خان (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۱۷ کتاب المناسک الفصل الاول)

﴿۲﴾ جبکہ یہ سیاسی رشوت نہ ہو ورنہ پھر اس اعانت کو قبول کرنا جائز نہ ہوگی۔ (سیف اللہ حقانی)

ہے حکومت کسی کو خوشامد یا مداہنت پر مجبور نہیں کرسکتا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

سرکاری اعانت پر حج کیلئے جانا جائز ہے جبکہ سیاسی رشوت نہ ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ سرکاری سطح پر حج کیلئے جاتے ہیں کیا شرعاً یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا ناموس خان باڑہ......۱۹۸۷ء/۵/۲۳

الجواب: حکومت کی اعانت سے حج کیلئے جانا ناجائز نہیں ہے ﴿۲﴾ اگر حکومتی خزانہ لہو ولعب اورناجائز عیاشیوں پر خرچ ہوتا ہے تو کیا یہ قوم کی خوش قسمتی نہیں کہ اسی خزانہ کا ایک حصہ مدارس اسلامیہ اور حج پر خرچ ہو ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین: قوله ولو وهب الاب لابنه الخ وكذا عكسه وحيث لا يجب قبوله مع انه لا يمن احدهما على الآخر يعلم حكم الاجنبي بالاولىٰ ومراده افادة ان القدرة على الزاد والراحلة لابد فيها من الملك دون الاباحة والعارية كما قدمناه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۵۶ كتاب الحج)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك اوالاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لامنة له عليه كالوالدين والمولودين او من غيرهم كالاجانب كذا في السراج الوهاج. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۲۱۷ كتاب المناسك)

﴿۳﴾ وفي الهندية: مايوضع في بيت المال اربعة انواع ..... الثالث الخراج والجزية وما صولح عليه بنو نجران ..... وما اخذه العاشر من المستأمنين..... وتصرف تلك الى عطايا المقاتلة وسدالثغور ..... والى بناء الرباطات والمساجد..... والى ارزاق الولاة واعوانهم والقضاة والمفتين والمحتسبين والمعلمين والمتعلمين ويصرف الى كل من تقلد شيأ من امور المسلمين والى مافيه صلاح المؤمنين كذا في المحيط.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۱۹۰، ۱۹۱ فصل ما يوضع في بيت المال كتاب الزكوٰة)

ہبہ سے غناء آنے کی صورت میں حج کی ادائیگی کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید صاحب جائیداد اور غنی آدمی ہے اور خود حج ادا کر چکا ہے زید کے چار بیٹے ہیں بالغ لیکن مفلس ہیں، اس نے ایک بیٹے کو رقم دے کر حج کیلئے روانہ کیا، جب زید فوت ہوا تو ان کے بیٹے دولت مند اور غنی ہو گئے، اب زید کے بیٹے نے حالت مفلسی میں جو حج ادا کیا ہے کیا اب اس پر دوبارہ غنی بننے کی وجہ سے حج فرض ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد افضل شاہ ڈپو ہولڈر لکی مروت ۱۰/۱۰/۱۹۷۵ء

الجواب: یہ مسکین والد کی بخشش کی وجہ سے غنی ہوا ہے نیز میقات تک پہنچنے کی وجہ سے یہ شخص مکی کے حکم میں ہو جائے گا بہر حال یہ شخص فرض کی نیت کرے گا اور دوبارہ اس پر ادا کرنا واجب نہ ہوگا (ماخوذ از شامی ۲:۱۹۵)[۱]۔ وھو الموفق

حج بدل میں بیت اللہ شریف کے دیکھنے سے فقیر پر حج فرض نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) اگر کسی فقیر شخص کو حج بدل کیلئے بھیجا جائے تو بھیجنے والے کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر اس فقیر نے پہلے حج نہ کیا ہو تو پھر کیا حکم ہے۔

(۳) حج بدل میں اگر مامور بہ تنگدست اور مفلس ہو جس پر اپنا حج فرض نہیں ہے اور نہ پہلے حج کیا

[۱] قال العلامة ابن عابدين: الفقير الآفاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي ... وليفيد انه يتعين عليه ان لاينوي نفلا على زعم انه لا يجب عليه لفقره لانه ماكان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيا الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۵ كتاب الحج قوله للآفاقي لالمكي)

ہے کیا بیت اللہ شریف کے دیکھنے سے اس پر خود حج فرض ہوجاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالرزاق مڈل سکول آیازقلعہ بنوں.....۱۹۷۴ء/۲/۷

الجواب: (۱) ایسے شخص کو حج بدل کیلئے بھیجنا جائز ہے۔ (شامی)۔

(۲) ذمہ فارغ ہوجاتا ہے ﴿۱﴾۔

(۳) یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے البتہ اکثر اہل تحقیق کے نزدیک اس پر حج فرض نہیں ہوتا، والتفصیل في الشامية ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (فجاز حج الصرورة من لم يحج) يراد به الذى لم يحج عن نفسه اى حجة الاسلام. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۲۱ مطلب في حج الصرورة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (تنبيه) قال في نهج النجاة لابن حمزة النقيب بعد ما ذكر كلام البحر المار اقول وظاهره يفيد ان الصرورة الفقير لا يجب عليه الحج بدخول مكة وظاهر كلام البدائع باطلاقه الكراهة اى في قوله يكره احجاج الصرورة لانه تارك فرض الحج يفيد انه يصير بدخول مكة قادراً على الحج عن نفسه وان كان وقته مشغولا بالحج عن الآمر وهى واقعة الفتوىٰ فليتأمل، قلت: وقد افتى بالوجوب مفتى دارالسلطنة العلامة ابو السعود وتبعه في سكب الانهر وكذا افتى به السيد احمد بادشاه والف فيه رسالة وافتى سيدى عبد الغنى النابلسى بخلافه والف فيه رسالة لانه في هذا العام لا يمكنه الحج عن نفسه لان سفره بمال الآمر فيحرم عن الآمر ويحج عنه وفي تكليفه بالاقامة بمكة الى قابل ليحج عن نفسه ويترك عياله ببلده حرج عظيم وكذا في تكليفه بالعود وهو فقير حرج عظيم ايضا واما ما في البدائع فاطلاقه الكراهة المنصرفة الى التحريم يقتضى ان كلامه في الصرورة الذى تحقق الوجوب عليه من قبل كما يفيده ما مر عن الفتح نعم قدمنا اول الحج عن اللباب وشرحه ان الفقير الآفاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكى في انه ان قدر على المشى لزمه الحج ولا ينوى النفل على زعم انه فقير لانه ماكان واجبا... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حج منظوری سے قبل رکھی گئی رقم امانت ہوتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن لوگوں نے گزشتہ سال حج کیلئے رقم بینک یا کسی کے پاس جمع کرائی ہو اور حج کی منظوری نہ ہوئی اور اسی رقم سے آئندہ سال جانے کا ارادہ ہو تو اس رقم پر سالانہ زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ بینو اتوجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: حج کیلئے داخل شدہ رقم منظوری سے قبل امانت ہوتی ہے لہٰذا اس پر باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

دفاعی فنڈ میں رقم دینے سے فریضہ حج سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ راقم الحروف نے دو سال سے حج بیت اللہ کی درخواستیں دے رکھی ہیں مگر منظور نہ ہوئیں، اب حج کی رقم بینک میں جمع ہے اور

(بقیہ حاشیہ) علیہ وھو آفاقی فلما صار کالمکی وجب علیہ حتی لو نواہ نفلا لزمہ الحج ثانیا، لکن ھذا لا یدل علی ان الصرورۃ الفقیر کذلک لان قدرتہ بقدرۃ غیرہ کما قلنا وھی غیر معتبرۃ بخلاف مالو خرج لیحج عن نفسہ وھو فقیر فانہ عند وصولہ الی المیقات صار قادرا بقدرۃ نفسہ فیجب علیہ وان کان سفرہ تطوعا ابتداء ولو کان الصرورۃ الفقیر مثلہ لما صح تقیید ابن الھمام کراھۃ التحریم بما اذا کان حجہ عن الغیر بعد تحقق الوجوب علیہ وتعلیلہ لکراھۃ بانہ تضیق الوجوب علیہ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۲۶۲ قبیل مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان)

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن نجیم: ویخالفہ ما فی معراج الدرایۃ فی فصل زکاۃ العروض ان الزکاۃ تجب فی النقد کیفما امسکہ للنماء او للنفقۃ وکذا فی البدائع فی بحث النماء التقدیری.

(البحر الرائق ۲: ۲۰۶ کتاب الزکوٰۃ)

دوسری طرف کفار کے ساتھ جنگ بھی شروع ہے تو کیا میں یہ روپیہ بجائے فریضہ حج ادا کرنے کے دفاعی فنڈ میں دیدوں یا فریضہ حج افضل ہے، میری عمر بہتر سال ہے زندگی کا بھروسہ نہیں اگلے سال تک زندہ رہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد نعیم صاحب لالہ رخ واہ کینٹ ۱۹۷۱ء/۱۲/۳۰

الجواب: دفاعی فنڈ میں رقم دینے کا بہت بڑا اجر ہے لیکن اس میں رقم دینے سے فریضہ حج کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے ﴿۱﴾ جیسا کہ اس فنڈ میں رقم دینے سے سرکاری بل اور ٹیکس سے فراغت ذمہ حاصل نہیں ہوتا، لہذا اھم فالاھم کو مقدم کرے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

بلوغت کے بعد دوبارہ حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے والدین کے ساتھ تقریباً پانچ چھ سال کی عمر میں حج کیا تھا، اب الحمدللہ میں بالغ اور غنی ہوں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ حج نفل تھا اب آپ پر دوبارہ حج فرض ہوگیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر ہشیم وزیرستانی ۱۹۸۲ء/۱۲/۹

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: وان ملکه فیه ای فی الوقت فلیس له صرفه الی غیر الحج فلو صرفه لم یسقط الوجوب عنه وهذا تصریح بما علم ضمنا ومنطوق لما عرف مفهوما.

(ارشاد الساری ۱: ۳۳ باب شرائط الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة النووی: (قوله فقال رجل یا رسول اللهﷺ ان امرأتی خرجت حاجة وانی اکتتبت فی غزوة کذا وکذا قال انطلق فحج مع امرأتک) فیه تقدیم الاهم من الامور المتعارضة لانه لما تعارض سفره فی الغزو وفی الحج معها رجح الحج معها لان الغزو یقوم غیره فی مقامه عنه بخلاف الحج معها.

(شرح النووی فی ذیل مسلم ۱: ۴۳۴ قبیل باب مایقول اذا رجع من الحج)

الجواب: فرض حج کیلئے بالغ ہونا شرط ہے قبل از بلوغت حج کرنے سے فرض حج ساقط نہیں ہوتا صاحب استطاعت کیلئے بلوغت کے بعد دوبارہ حج کرنا ضروری ہے (لباب﴿۱﴾ ھدایہ﴿۲﴾). وھوالموفق

فریضہ حج کی تاخیر کیلئے اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا شرعی عذر نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اہلیہ کے ساتھ حج کیلئے جانا چاہتا ہوں مگر میرا سب سے چھوٹا لڑکا غیر شادی شدہ ہے اسلئے اس کا غیر شادی شدہ ہونا میرے حج بیت اللہ کیلئے جانے میں حائل ہوسکتا ہے؟ میری عمر پچہتر سال سے زائد ہو چکی ہے اسلئے اطمینان قلبی کیلئے یہ امر دریافت طلب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر محمد نعیم خان صوبیدار میجر واہ کینٹ

الجواب: آپ کے فریضہ حج کی تاخیر کیلئے کسی اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا عذر شرعی نہیں

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: الثالث البلوغ وھو شرط الوجوب والوقوع عن الفرض لا عن الجواز او الصحة فلا یجب علی صبی ممیز او غیر ممیز. فلوحج فھو نفل لا فرض لکونه غیر مکلف فلو احرم ثم بلغ فلوجدد احرامه یقع عن فرضه والافلا الخ.

(ارشادالساری ۲۵ باب شرائط الحج)

﴿۲﴾قال العلامة المرغینانی: وانما شرط الحریة والبلوغ لقوله علیه الصلاة والسلام ایما عبد حج عشر حجج ثم اعتق فعلیه حجة الاسلام وایما صبی حج عشر حجج ثم بلغ فعلیه حجة الاسلام. قال ابن الھمام: روی الحاکم من حدیث محمد بن المنھال حدثنا یزید بن زریع حدثنا شعبة عن الاعمش عن ابی ظبیان عن ابن عباس رضی الله عنھما قال، قال رسول اللهﷺ ایما صبی حج ثم بلغ الحنث فعلیه ان یحج حجة اخری ...... وقال صحیح علی شرط الشیخین.

(الھدایة مع فتح القدیر ۲:۳۲۵ کتاب الحج)

ہے ﴿۱﴾ آپ ضرور حج کیلئے تیاری کریں۔ وھو الموفق

پہلے بیٹے کی شادی کرائے یا حج ادا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بھائی غیر شادی شدہ ہے تو والد صاحب پہلے بھائی کیلئے شادی کرائیں یا پہلے حج ادا کریں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہ جہان تبوک سعودی عرب...... یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر والد پر حج فرض ہو چکا ہے تو اس صورت میں بیٹے کی شادی سے پہلے حج کا فریضہ ادا کرے، کما فی الدر المختار ۲: ۲۳۲ ﴿۲﴾ . وھو الموفق

محرم کے بغیر حج کیلئے جانے کی کراہت میں عرب وعجم برابر ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معمر بیوہ گاں کی طبعی حالت نکاح کا متحمل نہیں ہوتا، لہٰذا اگر وہ معتمد آدمی کے ساتھ حج کیلئے جائیں تو کیوں جائز نہیں ہے؟ اور یہ عدم جواز کا مسئلہ صرف عجم کیلئے ہے یا عرب کیلئے بھی ہے کیونکہ مکہ مکرمہ میں بھی بیوہ عورتیں ہوں گے جن کا کوئی محرم نہیں ہوگا، وہ تو وہاں حج ادا کرتی ہیں کیا ان کیلئے بھی بغیر محرم کے حج ممنوع ہے؟ ہمارے ہاں یہ مشہور ہے کہ ایسی معمر بیوہ کا حج قبول نہیں جو نکاح نہ کرے یا محرم ساتھ نہ ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالکریم پشاور

﴿۱﴾ وفی الهندية: اذا وجد مايحج به وقد قصد التزوج يحج به ولا يتزوج لان الحج فريضة اوجبها الله تعالیٰ علی عبده كذا فی التبيين.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۱۷ بحث ومنها القدرة علی الزاد والراحلة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: وفی الاشباه معه الف وخاف العزوبة ان كان قبل خروج اهل بلده فله التزوج ولو وقته لزمه الحج. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۶ كتاب الحج)

الجواب: محترم المقام وعلیکم السلام کے بعد واضح رہے کہ عورت کیلئے خاوند اور محرم کے بغیر حج کیلئے جانا مکروہ تحریمی ہے اس حکم میں عجم اور عرب کا کوئی فرق نہیں ہے البتہ جس عورت کا مقام مقدار سفر سے کم دور ہو تو اس کیلئے زوج اور محرم شرط نہیں ہے،فی الدر المختار مع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق...... لامرأة حرة ولو عجوزاً فی سفر...... ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراهة (مختصراً)﴿۱﴾. وهو الموفق

بوڑھی عورت غیر محرم کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے ابن الابن پیدا ہوئے ہیں یعنی اسی سال کے قریب ہوگی کیا یہ عورت گاؤں کے کسی دوسرے غیر محرم آدمی کے ساتھ حج کیلئے جاسکتی ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: حاجی مشرف خان سیدو شریف سوات

الجواب: بوڑھی عورت غیر محرم کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی ہے کما فی شرح التنویر ومع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق...... لامرأة حرة ولو عجوزا في سفر، وفی ردالمحتار ۲: ۱۹۹ (قوله ولو عجوزاً) ای لاطلاق النصوص بحر، وقال الشاعر ؎

لکل ساقطة فی الحی لاقطة

وکل کاسدة یوما لها سوق ﴿۲﴾. وهو الموفق

کسی اجنبی شخص کو دینی بھائی بنا کر اس کے ساتھ حج کیلئے جانا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت عدم شوہر ومحرم کے

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۸ کتاب الحج)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۵۸ کتاب الحج)

ایک اجنبی شخص کو دینی اور اسلامی بھائی بنا کر اس کیساتھ حج یا عمرہ کیلئے جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مدرسہ اشاعت قرآن شامی بالا پشاور ...۱۹۷۷ء/۸/۱۶

الجواب: کسی عورت کیلئے زوج یا محرم کے بغیر سفر حج وغیرہ کیلئے جانا حرام ہے اجنبی شخص زبانی بھائی بہن کی گفتار سے محرم نہیں بن سکتا ہے، کما فی شرح التنویر ومع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولافاسق مع وجوب النفقة لمحرمها علیها لامرأة حرة ولو عجوزا (بحذف یسیر) ھامش ردالمحتار ۲: ۱۹۹ ۞۱۞. وھو الموفق

ائیر پورٹ پر محرم موجود ہے تب بھی سفر بغیر محرم کے جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید سعودعرب مدینہ منورہ میں مقیم ہے وہ کہتا ہے کہ میری بیوی کو اس کا والد کراچی ائیر پورٹ سے ہوائی جہاز میں سوار کرے اور میں مقررہ وقت پر جدہ کے ہوائی اڈہ پر موجود رہوں گا، تو بیوی کو لے جاؤں گا، اور کہتا ہے کہ یہاں کے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ ضرورت کے وقت نوجوان عورت بغیر محرم کے ہوائی جہاز میں سفر کرسکتی ہے، لیکن اس کی بیوی کا والد کہتا ہے کہ میری لڑکی کی عمر اٹھارہ سال ہے اور سفر سے ناواقف ہے لہٰذا شرعاً یہ بغیر محرم کے سفر نہیں کرسکتی، نیز زید کی مجبوری بھی نہیں ہے وہ مالدار آدمی ہے یہاں آ کر اپنی بیوی کو لے جائے نیز والدین سے ملاقات بھی کرے گا جو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اب ان دونوں میں سے کس کا قول حق ہے، بینوا من کتب الحنفیة بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا۔

المستفتی: عبدالواحد ملتان

الجواب: بیوی کے والد کی بات حق ہے حدیث اور فقہ کے موافق ہے، قال رسول اللہ ﷺ

۞۱۞ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۵۸ کتاب الحج)

لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تسافر سفرا فوق ثلثة ایام فصاعداً الا ومعها ابوها او اخوها او زوجها او ابنها او ذومحرم منها (رواه ابوداؤد) ﴿۱﴾. وبمعناه فی سائر کتب الاحادیث ﴿۲﴾. وفی الهندیة ۵:۳٦٦ ولا تسافر المرأة بغیر محرم ثلثة ایام فما فوقها ﴿۳﴾ وهکذا فی سائر کتب الفقه، البتہ ضرورت کے وقت امام شافعیؒ اور حماد کے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معتمد عورتوں کے ساتھ جانا جائز ہے جبکہ ان عورتوں کے ساتھ محارم وغیرہ موجود ہوں ﴿۴﴾ اور حماد فرماتے ہیں کہ نیک مردوں کے ساتھ جاسکتی ہے، کما فی الهندیة ۵:۳٦٦ قال حماد رحمه الله لابأس للمرأة ان تسافر بغیر محرم مع الصالحین ﴿۵﴾. وهو الموفق

حج کیلئے بغیر محرم کے سفر معصیت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے سعودی عرب سے

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ۱:۲۴۸ باب فی المرأة تحج بغیر محرم کتاب الحج)

﴿۲﴾ عن ابن عباس قال سمعت رسول الله ﷺ یخطب یقول: لا یخلون رجل بامرأة الا ومعها ذومحرم ولا تسافر المرأة الا مع ذی محرم فقام رجل فقال یارسول الله، ان امرأتی خرجت حاجة وانی اکتتبت فی غزوة کذا وکذا فقال انطلق فحج مع امرأتک.
(صحیح مسلم ۱:۴۳۴ کتاب الحج، صحیح البخاری ۱:۲۵۰ کتاب الحج)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۵:۳٦٦ الباب السادس والعشرون من الکراهیة)

﴿۴﴾ قالوا الشافعیة: ان یکون مع المرأة زوجها او محرمها او نسوة یوثق بهن اثنتان فاکثر، فلو وجدت امرأة واحدة فلا یجب علیها الحج وان جاز لها ان تحج معها حجه الفریضة بل یجوز لها ان تخرج وحدها لاداء الفریضة عند الامن.
(الفقه علی المذاهب الاربعة ۱:۵۵۲ شروط صحة الحج)

﴿۵﴾ (فتاوی عالمگیریه ۵:۳٦٦ قبیل الباب السابع والعشرون فی القرض والدین)

اپنی والدہ کیلئے کئی بار حج کا داخلہ کیا مگر محرم نہ ہونے کی وجہ سے اس عورت کا حج مؤخر ہوتا رہا، اب محلّہ کا ایک نیک اور متدین شخص حج کیلئے جاتا ہے عورت کے ورثاء کا ارادہ ہے کہ حاجی کیمپ اور جہاز تک اولیاء ساتھ جائیں گے اور جدہ ائیر پورٹ پر اس کا بیٹا اس کو لے کر حج کرائے گا لیکن ہوائی جہاز کا یہ تین چار گھنٹے کا سفر بلا محرم ہوگا، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رحمٰن شاہ حقانی.....۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

الجواب: بغیر محرم یا زوج کے ہر سفر کرنا معصیت ہے لحدیث ورد بذلک ﴿۱﴾ وصرح به جميع ارباب الفتاوىٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

حاجیہ کیلئے دیور یا شوہر کا چچا محارم نہیں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت حج پر جانا چاہتی، کیا

﴿۱﴾ عن ابن عباس رضى الله عنهما، قال: سمعت رسول الله ﷺ يخطب يقول: لا يخلون رجل بامرأة الا ومعها ذومحرم، ولا تسافر المرأة الا مع ذى محرم، فقال رجل، فقال يا رسول الله، ان امرأتى خرجت حاجة، وانى اكتتبت فى غزوة كذا وكذا، فقال انطلق فحج مع امرأتک، متفق عليه واللفظ لمسلم.

(بلوغ المرام ۲۲۵ كتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة الموصلى: ولا تحج المرأة الا بزوج او محرم اذا كان سفرا، لقوله عليه الصلاة والسلام، لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تسافر ثلاثة ايام فما فوقها الا ومعها زوجها او ذورحم منها، (رواه البخارى ومسلم ومالک وابوداؤد والترمذى واحمد) وقال عليه السلام لا تحج المرأة الا ومعها زوجها او ذورحم محرم منها والمحرم كل من لايحل له نكاحها على التابيد الخ.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۸۲ كتاب الحج)

وہ اپنے دیور یا شوہر کے چچا کے ساتھ جا سکتی ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: نجم الرحمٰن بقلم خود......۱۹۷۲ء/۵/۲۲

الجواب: چونکہ یہ اشخاص نہ محارم ہیں اور نہ ازواج ہیں لہٰذا یہ عورت ان کے ساتھ حج کیلئے نہیں جا سکتی ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بلا محرم سفر نا جائز لیکن صحت حج اور فراغت ذمہ کیلئے مانع نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی اپنی والدہ کیلئے حج کا داخلہ کرائے، حالانکہ بیٹا سعودیہ میں ہے اگر وہ کراچی سے جدہ تک صرف جہاز میں بلا محرم سفر کرے اس کا کیا حکم ہے اور یہ حج ادا ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولوی محمد نبی ریاض سعودیہ......۲۸/صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: کراچی سے جدہ تک یہ بلا محرم سفر نا جائز ہے مگر صحت حج اور فراغت ذمہ سے مانع نہیں ہے (ماخوذ از شامیہ) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

کثیر حق مہر سے حج کی فرضیت اور ہبہ کی صورت میں فرضیت حج کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شاہد نے اپنی بیٹی شاہدہ کی شادی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ومع زوج او محرم) ...... والمحرم من لايجوز له مناكحتها على التأبيد بقرابة اورضاع او صهرية كما في التحفة.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۷ كتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة ، قال ابن عابدين: اى التحريمية للنهي في حديث الصحيحين لا تسافر امرأة ثلاثا الا ومعها محرم زاد مسلم في رواية اوزوج. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۵۹ قبيل مطلب في فروض الحج وواجباته)

مسٹر مشہود سے بحق مہر ایک لاکھ ستر ہزار کرائی، شاہد نے ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ قبض کئے اور بہت جلد شاہدہ نے یہ رقم والد کو بخش دی اب سوال یہ ہے کہ کیا شاہدہ پر انہی رقم سے حج فرض ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری مولوی محمد زمان صاحب خطیب جامع مسجد میران شاہ شمالی وزیرستان......۱۹۹۰ء/۵/۱۳

الجواب: اگر اس لڑکی نے یہ مہر شوال کے داخل ہونے یعنی زمانہ داخلہ حج کے بعد ہبہ کیا ہے تو باپ اور بیٹی دونوں پر حج فرض ہو چکا ہے، اور اگر شوال یعنی زمانہ داخلہ حج سے قبل ہبہ کیا ہے تو صرف والد پر حج فرض ہے ﴿۱﴾۔ **وهو الموفق**

فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت غنی ہو چکی ہے اور اس پر حج فرض ہوا ہے، کیا یہ عورت حج پر جانے کیلئے شوہر سے اجازت لے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خیال حنان اورکزئی ابوظہبی امارات...... ۱۲/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر اس عورت پر حج فرض ہوا اور محرم ساتھ ہو تو شوہر سے اجازت مانگنی ضروری نہیں ہے بغیر اجازت شوہر حج کیلئے جا سکتی ہے (ردالمحتار ۲: ۲۰۰) ﴿۲﴾۔ **وهو الموفق**

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: والوقت ايضا فلا يجب قبل اشهر الحج حتى لو ملك مابه الاستطاعة قبلها كان في سعة من صرفها الى غيره وافاد هذا قيدا في صيرورته دينا اذا افتقر وهو ان يكون مالكا في اشهر الحج فلم يحج والاولىٰ ان يقال اذا كان قادرا وقت خروج اهل بلده ان كانوا يخرجون قبل اشهر الحج لبعد المسافة او قادرا في اشهر الحج ان كانوا يخرجون فيها ولم يحج حتى افتقر تقرر دينا وان ملك في غيرها وصرفها الى غيره لا شيئ عليه. (فتح القدير ۲: ۳۲۱ مقدمه يكره الخروج الى الحج اوذكره احد ابويه الخ)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله وليس لزوجها منعها) اى اذا كان معها محرم والا فله منعها كما يمنعها عن غير حجة الاسلام ولو واجبة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کمپنی سے اجازت لئے بغیر نفلی حج ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں فرض حج کر چکا ہوں اور اب نفلی حج کیلئے مصمم ارادہ کرلیا ہے چونکہ میں ان دنوں مدینہ منورہ میں ایک کمپنی کے ساتھ کام کر رہا ہوں اور کمپنی اجازت نہیں دیتی، لہٰذا اگر چھٹی نہ ملے اور میں بغیر اجازت کمپنی کے حج کروں تو کیا یہ حج درست ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: صوفی فضل دین حائل مدینہ منورہ سعودیہ.....۲۱/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر آپ کمپنی سے چھٹی لینے کی کوشش کریں تو خوب ورنہ بلا اجازت کمپنی کے یہ نفلی حج ادا کرنا بھی درست ہوگا۔ وھو الموفق

مگر غیر حاضری کے ایام کے تنخواہ کا حقدار نہ ہوگا۔ (سیف اللہ حقانی)

صحت کی امید کی صورت میں حج بدل درست نہیں ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ کی صحت کمزور ہے اور دل کی مریضہ ہے اس کے حج کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہ جہان تبوک سعودی عرب ....یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر والدہ دل کی مریضہ ہے اور صحت کی امید نہ ہو اور خود حج نہیں کر سکتی اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو تو اس کو حج بدل کروانا پڑے گا کیونکہ صحت کا ہونا حج کیلئے شرط ہے اگر صحت کی امید ہو تو پھر حج بدل درست نہ ہوگا، لما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۹۲ علی حر مسلم

(بقیه حاشیه) بصنعها کالمنذورة وکذا لو دخلت مکة بعد مجاوزة المیقات غیر محرمة لان حق الزوج لاتقدر علی منعه بتعلیها بل بایجاب الله تعالی فی حجة الاسلام رحمتی.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۸ قبیل مطلب فی فروض الحج وواجباته)

مكلف صحيح البدن، وفي الشامية تحت قوله صحيح البدن فلا يجب على مقعد ومفلوج وشيخ كبير ﴿۱﴾. وهو الموفق

عمرہ کی ادائیگی سے فریضہ حج ادا نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہے مگر وہ حج نہیں کرتا، صرف وہاں جا کر عمرہ ادا کر کے واپس آتا ہے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود پائمال شریف بٹگرام.....۱۹/ شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس شخص پر ضروری ہے کہ حج ادا کرے ورنہ مستحق وعید ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

زمین حل کے رہنے والوں کیلئے طواف قدوم کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اہل مکہ پر طواف قدوم نہیں ہے لیکن جو لوگ حل صغیر یعنی میقات اور زمین حرم کے درمیان میں رہتے ہیں ان پر طواف قدوم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید کرم شاہ صوابی

الجواب: طواف قدوم یعنی طواف تحية الكعبة آفاقی مفرد بالحج یا قران کرنے والے کیلئے سنت ہے اور اہل مکہ اور آفاقی متمتع اور معتمر پر طواف قدوم نہیں ہے (ارشاد الساری) ﴿۳﴾ اور فقہاء نے حل صغیر

﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۵۴ كتاب الحج)

﴿۲﴾ عن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من ملك زادا وراحلة تبلغه الى بيت الله ولم يحج فلا عليه ان يموت يهوديا او نصرانيا وذلك ان الله تبارك وتعالىٰ يقول" ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا" رواه الترمذي ومثله رواه الدارمي.
(مشكوة المصابيح ۱: ۲۲۲ الفصل الثاني كتاب المناسك)

﴿۳﴾ قال العلامة الملا علي القاري: الاول طواف القدوم (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

کواہل مکہ کے حکم میں شمار کیا ہے خلافا للقهستانی ﴿۱﴾. فلیراجع الی ردالمحتار ﴿۲﴾. وهو الموفق

زمین حل کے رہنے والوں کیلئے طواف وداع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حل صغیر یعنی میقات کے اندر رہنے والوں پر طواف وداع واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید کرم شاہ صوابی

الجواب: طواف وداع (طواف صدر) میقات سے باہر آفاقی حاجی پر واجب ہے اور اہل میقات اور اہل مکہ اور معتمر پر واجب نہیں ہے (ردالمحتار) ﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ)ویسمی طواف التحیة...... وهو سنة...... للآفاقی دون المیقاتی والمکی المفرد بالحج والقارن...... بخلاف المعتمر ای المفرد بالعمرة والمتمتع ولو آفاقیا والمکی ای وبخلاف المکی اذا کان مفردا بالحج ومن بمعناه ای ومن سکن او اقام من اهل الآفاق بمکة وصار من اهلها فانه لا یسن فی حقهم. (ارشاد الساری ۹۲ باب انواع الاطوفة)

﴿۱﴾ قال العلامة شمس الدین الخراسانی القهستانی: وقد سن هذا الطواف للآفاقی ای الخارجی کما فی المتداولات لکن فی خزانة المفتیین انه واجب علی الاصح فلا یسن للمکی اذ لا قدوم له ویسن لاهل المواقیت وداخلها. (جامع الرموز ۱ :۴۵۵ کتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله للآفاقی) ای لا غیر فتح فلا یسن للمکی ولا لاهل المواقیت ومن دونها الی مکة سراج وشرح اللباب الا ان المکی اذا خرج للآفاق ثم عاد محرما بالحج فعلیه طواف القدوم لباب فهذا خلاف مافی القهستانی من انه یسن لاهل المواقیت وداخلها فافهم.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۸۱ مطلب فی طواف القدوم)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامی: (ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای الوداع) وهو واجب الاعلی اهل مکة) افاد وجوبه علی کل حاج آفاقی مفرد او متمتع او ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حیض کی حالت میں طواف زیارت اور سعی کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت حج کیلئے چلی گئی دوران حج یعنی آٹھ ذی الحجہ سے اٹھارہ ذی الحجہ تک حیض میں رہی، طواف رکن جو کہ فرض ہے مسجد میں کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جہانزیب جمال گڑھی مردان ۱۹۸۸ء/۱/۴

الجواب: ایسی حائضہ عورت تمام افعال حج ادا کرے گی سوائے طواف اور سعی کے اور جس وقت پاک ہو جائے تو طواف وغیرہ کرے گی خواہ اٹھارویں تاریخ کو پاک ہو جائے یا اس سے قبل (شامی وغیرہ) ۞۱۞۔ وهو الموفق

عرفات میں جمع بین الصلاتین کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرفات میں جو جمع بین الصلوتین ہوتی ہے اگر یہ نمازیں بلا جماعت اپنے اپنے وقت میں ادا کی جائیں تو حج میں نقصان ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی ظفر الحق صاحب ۱۹۸۵ء/۱۲/۱۱

(بقیه حاشیه) قارن فلا یجب علی المکی ولا علی المعتمر مطلقا ..... (ومن فی حکمهم) ای ممن کان داخل المواقیت وکذا من نوی الاستیطان قبل حل النفر کما مر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۰۲ مطلب فی طواف الصدر)

۞۱۞ قال العلامة الحصکفی. وحیضها لا یمنع نسکا (من اعمال الحج) الا الطواف (والسعی فهو حرام من وجهین دخولها المسجد وترک واجب الطهارة) ولا شیئ علیها بتاخیره اذا لم تطهر الا بعد ایام النحر فلو طهرت فیها بقدر اکثر الطواف لزمها الدم بتاخیره لباب. (الدرالمختار مع توضیح ردالمحتار ۲: ۲۰۶ قبیل باب القران)

الجواب: اس میں کوئی نقصان نہیں ہے﴿۱﴾۔ وهو الموفق

عرفات یا راستہ میں نماز مغرب وعشاء نہیں پڑھے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی حاجی عرفات میں مغرب کی نماز پڑھ کر مزدلفہ چلا جائے یا راستہ میں وقت کے اندر ادا کرے اور عشا کی نماز وہاں ادا کرے کیا یہ طریقہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن مشیط سعودیہ

﴿۱﴾عرفات میں ظہر وعصر کو جمع کرنے کی بعض شرطیں متفق علیہ ہیں اور بعض مختلف فیہ ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱)......ان دونوں نمازوں کو جمع کرتے وقت حج کے احرام میں ہونا امام ابوحنیفہ کے نزدیک شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں کو جمع کرنے کیلئے فقط نماز عصر کے وقت احرام میں ہونا شرط ہے۔

(۲)......دونوں نمازوں کو جماعت سے ادا کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک شرط ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے اور صحیح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(۳)......دونوں نمازوں میں بادشاہ وقت (خلیفہ) یا اس کے نائب کا امام بننا خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر، پس اس کے علاوہ کسی اور امام کے ساتھ ان دونوں نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے، کسی اور کی امامت میں جماعت کرنے کا حکم اکیلا نماز پڑھنے والے کی طرح ہے، صاحبین کے نزدیک اس کو جمع کرنا جائز ہے۔

(۴)......ظہر کو عصر پر مقدم کرنا یعنی پہلے ظہر کی نماز پڑھنا پھر عصر کی، پس عصر کو ظہر پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے یہ شرط متفق علیہ ہے۔

(۵)......جمع بین الصلاتین کا وقت ہونا اور وہ عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد عصر کا وقت داخل ہونے سے پہلے ہے یہ شرط بھی متفق علیہ ہے۔

(۶)......مکان اور وہ عرفات یا اس کے قریب کی جگہ ہے یہ شرط بھی متفق علیہ ہے۔

پس جمع بین الصلاتین فی العرفات کی کل چھ شرطیں ہیں اگر ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو دونوں نمازوں کو علیحدہ علیحدہ ان کے اپنے وقت میں اپنی جگہ میں پڑھے،...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: حاجی نماز مغرب اور نماز عشاء عرفات میں یا مزدلفہ کے راستہ میں ادا نہیں کرے گا، اگر یہ نمازیں وہاں ادا کیں تو مزدلفہ میں دوبارہ ادا کی جائیں گی، اور بوقت عشاء یہ دونوں نمازیں ادا کئے جائیں گی اگر چہ بوقت مغرب مزدلفہ کو پہنچے ہوں (شرح لباب﴿۱﴾ شامی﴿۲﴾)۔ وھو الموفق

رمی جمرات کیلئے کنکریاں مزدلفہ یا راستے سے اٹھالائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ رمی جمرات یعنی شیطان مارنے کیلئے کنکریاں وہیں سے اٹھاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ کنکریاں کہاں سے لینا مستحب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۳ء

(بقیہ حاشیہ) اگر اکیلا ہو تو اکیلا پڑھ لے اور اگر دو یا زیادہ آدمی ہوں تو ظہر اور عصر کو اپنے اپنے وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کرلیں (عمدۃ الفقہ ۴:۲۱۹)۔

منھاج السنن شرح جامع السنن میں ہے: وقال ابویوسف ومحمد لا یشترط له الامام ولا نائبه وفی البرهان ان قولهما اظهر من حيث الدليل، وفی عصرنا وقع الاذن العام من السلطان بالجمع فی الخيام فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ۴: ۱۳۹)...... ازمرتب

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: واما الوقت فوقت العشاء...... فلو وصل الی مزدلفة قبل العشاء لا يصلی المغرب حتى يدخل وقت العشاء. (ارشاد الساری ۱۴۶ باب احكام المزدلفة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وصلى العشاء ين باذان واقامة...... ولو صلى المغرب والعشاء فی الطريق او فی عرفات اعاده للحديث...... والمكان مزدلفة والوقت وقت العشاء حتى لووصل الی مزدلفة قبل العشاء لم يصل المغرب حتى يدخل وقت العشاء.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۹۱، ۱۹۲ قبيل مطلب فی الدفع من عرفات)

الجواب: رمی جمار کیلئے مزدلفہ یا راستے سے کنکریاں اٹھا کر ساتھ لانا مستحب ہے اور ماسوائے مزدلفہ سے اٹھالینا بھی جائز ہے (شرح لباب) ﴿۱﴾ اور جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں وہیں سے اٹھا کر رمی جمار کرے یہ مکروہ تنزیہی ہے (ہندیہ) ﴿۲﴾۔وهو الموفق

تمام سر یا چوتھائی حصہ کے منڈوانے یا کتروانے کے بغیر احرام سے نہیں نکلتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے بال تین یا چار انچ بڑے ہوں اور عمرہ یا حج پورا کرنے کے بعد قینچی سے دو تین جگہوں سے کاٹ لے، کیا یہ شخص اس سے احرام سے نکل سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق سعودی عرب c/o دفتر اہتمام......۱۳/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: احناف کے نزدیک تمام سر یا چوتھائی حصہ کا منڈوانا یا کتروانا ضروری ہے ﴿۳﴾ اور اس سے کم کتروانے یا منڈوانے والا شخص احرام سے خارج نہیں ہو سکتا۔وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: يستحب ان يرفع من المزدلفة سبع حصيات...... او من الطريق ای طريق مزدلفة فهو جائز وقيل مستحب...... ويجوز اخذها من كل موضع ای بلا كراهة الا من عند الجمرة فانه مكروه...... قال فی الفتح وماهی الا كراهة تنزيه.

(ارشاد الساری ۱۴۸ فصل فی رفع الحصی)

﴿۲﴾ وفی الهندية: ويستحب ان يأخذ حصی الجمار من المزدلفة او من الطريق ولا يرمی بحصاة اخذها من عند الجمرة فان رمیٰ بها جاز وقد اساء كذا فی السراج الوهاج. (فتاویٰ عالمگيريه ۱: ۲۳۳ الكلام فی الرمی)

﴿۳﴾ قال العلامة المودود الموصلی الحنفی: والسنة حلق الجميع فان نقص من ذلک فقد اساء لمخالفة السنة ولا يجوز اقل من الربع ونظيره مسح الرأس فی الوضوء فی الاختلاف والدلائل والتقصير ان يأخذ من رؤس شعره واقله مقدار الانملة.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۹۸ فصل فی افعال الحج)

احرام کی حالت میں ایک دوسرے کا حلق اور قصر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر حجاج حضرات ایک دوسرے کیلئے حلق اور قصر کریں اس کا کیا حکم ہے یعنی جو شخص حجام اور وہ خود احرام میں ہے، کیا اس پر احرام کی حالت میں دوسرے محرم کیلئے حلق یا قصر سے دم لازم نہیں آئے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عنایت اللہ ریاض سعودی عرب ... ۳/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: واضح رہے کہ مناسک ادا کرنے کے بعد اور مناسک کے رفض کے ارادہ کے وقت محرم اپنے سر کو خود نیز دوسرے محرم کے سر کو منڈوا سکتا ہے، اما الثاني فلما رواه البخاري ۱: ۳۸۰ في حديث عمرة الحديبية وجعل بعضهم يحلق بعضا حتى كاد بعضهم يقتل بعضا غما اى ازدحاما﴿۱﴾، واما الاول فلما في ارشاد الساري ۱۵۴ الى مناسك الملا علي قاري: واذا حلق اى المحرم راسه اى رأس نفسه او رأس غيره اى ولو كان محرما عند جواز التحلل اى الخروج من الاحرام باداء افعال النسك لم يلزمه شيئ انتهى﴿۲﴾ قلت ويدل عليه الحديث لانه لما جاز حلق بعض المحرمين لبعض عند قصد الانتهاء جاز عند حقيقة الانتهاء بطريق اولىٰ فافهم. وهو الموفق

حج میں عورتوں اور مردوں کیلئے بال کٹوانے کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کے دوران مرد اور

﴿۱﴾ (الصحيح للبخاري ۱: ۳۸۰ باب الشروط في الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب الخ)

﴿۲﴾ (ارشاد الساري الى مناسك القاري ۱۵۴ قبيل فصل في زمان الحلق ومكانه وشرائط جوازه)

عورتیں کتنے بال کٹوائیں گی؟بینوا توجروا

المستفتی: انیس احمد ... ۲۴/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: مرد کیلئے تمام سر کا منڈانا یا کترانا چاہئے،اورعورت کیلئے انگشت کے ایک پورے کی مقدار کا کترانا (تمام سر سے) چاہئے ﴿۱﴾ چوتھائی حصہ سے کم پر اکتفا کرنا جنایت ہے مرد وزن دونوں کیلئے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

محرم کا حالت احرام میں سر منڈوانے میں مذہب شافعی اور حنفی کی تفصیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک محرم نے احرام کی حالت میں سر منڈوایا تو اس حالق پر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ نہیں ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حالق پر صدقہ ہے،امام شافعی رحمہ اللہ کیلئے دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے احرام کی حالت میں حضور ﷺ کا سر مبارک منڈوایا اور بال مبارک ان کے ساتھ رہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے پاس کچھ بال چھوڑ کر بقیہ برائے تبرک صحابہ کرام پر تقسیم کرو،اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر ایک محرم دوسرے محرم کا بحالت احرام سر منڈوائے تو اس حالق پر صدقہ ہے کما ذکرہ کنز الدقائق باب الجنایات،

﴿۱﴾ وفی الهندية: والتقصير ان ياخذ الرجل والمرأة من رؤس الشعر ربع الراس مقدار الانملة وفی البدائع قالوا يجب ان يزيد فی التقصير علی قدر الانملة وحلق الكل افضل اقتداء بالنبی ﷺ كذا فی الكافی.

(فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۳۱ الباب الخامس فی كيفية اداء الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة الموصلی: والسنة حلق الجميع فان نقص من ذلک فقد اساء لمخالفة السنة ولا يجوز اقل من الربع ونظيره مسح الراس فی الوضوء فی الاختلاف والدلائل.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۹۸ فصل فی افعال الحج)

اگرامام صاحب کیلئے اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہوتو وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولانا زاہدالرحمن صورتی کلہ ضلع کرک......۱۹۸۴ء/۱۰/۴

الجواب: مناسک ختم ہونے یا ختم کرنے کے وقت ایک محرم دوسرے محرم کا سر منڈ واسکتا ہے، کما فی حدیث صلح الحدیبیة فی البخاری ۱: ۳۸۰ ﴿۱﴾ وصرح به فی ارشاد الساری ۱۵۴ ﴿۲﴾. وهو الموفق

افعال حج کے ختم ہونے کے بعد اپنا اور دوسرے کے سر کا حلق جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمی جمرہ عقبہ اور نحر کے بعد خود اپنے آپ کا حلق کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولانا شہزادہ صاحب ترنگزئی

الجواب: افعال حج کے ختم ہونے کے بعد ہر محرم اپنا سر اور دیگر محرمین کا سر منڈ ا سکتا ہے، کما فی ارشاد الساری ۱۵۴ عند الخروج من الاحرام باداء افعال النسک جاز للمحرم حلق رأسه ومحرم آخر انتهیٰ﴿۳﴾ وبدليل حديث عمرة الحديبية﴿۴﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (بعد حديث طويل) فلما راوا ذلک قاموا فنحروا وجعل بعضهم يحلق بعضا حتى كاد بعضهم يقتل بعضا غما. (صحيح البخاری ۱: ۳۸۰ باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب كتاب الشروط)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: واذا حلق المحرم رأسه او رأس غيره ولو كان محرما عند جواز التحلل ای الخروج من الاحرام باداء افعال النسک لم يلزمه شيئ.
(ارشاد الساری ۱۵۴ قبيل فصل فی زمان الحلق ومكانه)

﴿۳﴾ (ارشاد الساری ۱۵۴ قبيل فصل فی زمان الحلق ومكانه)

﴿۴﴾ (بعد حديث طويل) فلما راوا ذلک قاموا.....(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

کمزورعورتوں یا بیمار کیلئے رمی جمرات کا ترک کرنا یا وکیل مقرر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کیلئے ازدحام کی وجہ سے رمی جمرات چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز بیمار آدمی یا عورتیں رمی کیلئے وکیل مقرر کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رشید گل سعودیہ عربیہ......۱۹۸۴ء/۶/۱۹

الجواب: کمزور لوگ اور زنانہ رات کے وقت رمی جمرات کرسکتے ہیں تا طلوع فجر، ان پر نہ دم واجب ہے اور نہ کوئی کراہیت لازم ہوتی ہے (مناسک ملاعلی قاری ۱۵۸) ﴿۱﴾. اور جب عورت کیلئے ازدحام کے خوف کی وجہ سے رمی جمرات کا ترک کرنا جائز ہے اور ان پر دم لازم نہیں ہوتا ہے (کما فی ردالمحتار ۲: ۵۱۲) ﴿۲﴾ تو توکیل بطریق اولیٰ جائز ہوگا، اور بیمار کیلئے بھی توکیل جائز

(بقیہ حاشیہ) فنحروا وجعل بعضهم يحلق بعضا حتى كاد بعضهم يقتل بعضا غما. (صحيح البخاری ۱: ۳۸۰ كتاب الشروط باب الشروط في الجهاد)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ووقت الكراهة مع الجواز من الغروب الى طلوع الفجر الثانی من غده ولو اخره الى الليل كره الا فی حق النساء وكذا حكم الضعفاء ولا يلزمه شيئ ای من الكفارة لكن يلزمه الاساءة لتركه السنة وان كان بعذر لم يكره ای تأخيره ولو اخره ای رمی اليوم الى الغد لزمه الدم والقضاء ای فی ايامه.

(ارشاد الساری ۱۵۸ قبيل فصل فی وقت الرمی فی اليومين)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله كزحمة) عبارة اللباب الا اذا كان لعلة او ضعف او يكون امرأة تخاف الزحام فلا شيئ عليه..... قلت وهو شامل لخوف الزحمة عند الرمی فمقتضاه انه لو دفع ليلا ليرمی قبل دفع الناس وزحمتهم لا شيئ عليه.....فالاولیٰ تقييد خوف الزحمة بالمرأة ويحمل اطلاق المحيط عليه لكون ذلك عذرًا ظاهرا فی حقها يسقط به الواجب بخلاف الرجل او يحمل علی ما اذا خاف الزحمة　(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے جبکہ خود رمی پر قدرت نہیں رکھتا۔ و (هنديه ۱ : ۲۳۶) ﴿۱﴾. وهو الموفق

کوئی شخص حرم شریف گیا اور پولیس نے پکڑ کر واپس بھیج دیا......؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سعودیہ عربیہ گیا پھر احرام باندھ کر اشہر حج میں حرم شریف گیا، لیکن حکومت نے اسے افعال حج کیلئے نہیں چھوڑا اور اس کی ترحیل کردی یعنی واپس پاکستان بھیج دیا، اب اس کے پاس اتنا مال نہیں کہ حج کرے کیا اس پر حج واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فرید اللہ حقانی..... ۶/ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ شخص محصر ہے اگر اسے احرام باندھنے کے بعد افعال حج سے منع کیا گیا ہو﴿۲﴾ وهو كفقير آفاقي وصل الى ميقات في وجوب الحج ان لم يحرم وكان اشهر الحج (ماخوذ از ردالمحتار ۲ : ۳۳۶) ﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) لنحو مرض ولذا قال في السراج الا اذا كانت به علة او مرض او ضعف فخاف الزحام فدفع ليلا فلا شيئ عليه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ : ۱۹۳ مطلب في الوقوف بمزدلفة)

﴿۱﴾ وفي الهندية: مريض لا يستطيع الرمي توضع الحصاة في كفه ليرمي به او يرمي عنه غيره بامره كذا في محيط السرخسي في صفة الرامي.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱ : ۲۳۶ فصل في المتفرقات)

﴿۲﴾ وفي الهندية: المحصر من احرم ثم منع عن مضى في موجب الاحرام سواء كان المنع من العدو او المرض او الحبس او الكسر او القرح اوغيرها من الموانع من اتمام ما احرم به حقيقة او شرعا كذا في البدائع. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱ : ۲۵۵ الباب الثاني عشر في الاحصار)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامي: وفي اللباب الفقير الآفاقي..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

نفلی حج بہتر ہے یا نفلی صدقہ؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے فرض حج کرلیا ہے اب نفلی حج کرتا ہے اس کیلئے یہ نفلی حج کرنا بہتر ہے یا یہ رقم غرباء اور مساکین پر صدقہ کرنا بہتر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اشرف علی صوابی اڈہ ۱۹۸۶ء/۳/۳

الجواب: جن اہل علم نے اپنی عمر کو تعلیم وتعلم دین کیلئے وقف کیا ہے ان پر تصدق کرنا بے شمار نفلی حجوں سے بہتر ہے البتہ وہ محتاجین جو کہ رسوم اور رواجوں میں مال صرف کرنے کے متمنی ہوتے ہیں ان پر تصدق کرنے سے نفلی حج بہتر ہے (ماخوذ از ردالمحتار ۲: ۳۴۸)﴿۱﴾. وھو الموفق

یوم عرفہ اور یوم جمعہ کے توافق سے حج اکبر کا مسئلہ اور وارد شدہ حدیث میں کلام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب یوم عرفہ اور یوم جمعہ ایک دن

(بقیہ حاشیہ) اذا وصل الی میقات فھو کالمکی وینبغی ان یکون الغنی الآفاقی کذلک اذا عدم الرکوب بعد وصوله الی احد المواقیت فالتقیید بالفقیر لظهور عجزه عن المرکب ولیفید انه یتعین علیه ان لا ینوی نفلا علی زعم انه لا یجب علیه لفقره لانه ماکان واجبا وهو آفاقی فلما صار کالمکی وجب علیه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانیًا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۵ کتاب الحج)

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین الشامی: قال الصدقة افضل من الحج تطوعا کذا روی عن الامام لکنه لما حج وعرف المشقة افتی بان الحج افضل ومراده انه لو حج نفلا وانفق الفا فلو تصدق بهذه الالف علی المحاویج فهو افضل..... قال الرحمتی والحق التفصیل فما کانت الحاجة فیه اکثر والمنفعة فیه اشمل فهو الافضل.....واذا کان الفقیر مضطرا او من اهل الصلاح او من آل بیت النبی ﷺ فقد یکون اکرامه افضل من حجات وعمر وبناء ربط.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۷۵ مطلب فی تفضیل الحج علی الصدقة)

واقع ہوجائیں اسے حج اکبر کہا جاتا ہے اوراس بارے میں ایک حدیث بھی ہے کہ اس دن کا حج ستر گنا حجوں کا ثواب رکھتا ہے اس مسئلہ کی تفصیل کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راجہ گل حسن حقانی بنوں لکی مروت ۱۹۸۳ء/۱۰/۱۳

الجواب: فقہ کے رو سے اس حج کا ستر گنا زیادہ ثواب ہے ﴿۱﴾ البتہ اس کے متعلق واردشدہ حدیث میں کلام ہے کما فی شرح التنویر علی هامش الشامية ۲: ۳۴۸ لو قفة الجمعية مزية سبعين حجة، وفي ردالمحتار: وفي الشرنبلالية عن الزيلعي افضل الايام يوم عرفة اذا وافق يوم الجمعة وهو افضل من سبعين حجة في غير جمعة رواه رزين بن معاوية في تجريد الصحاح ولكن نقل المناوى عن بعض الحفاظ ان هذا حديث باطل لا اصل له﴿۲﴾﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي المنهاج: اعلم انه ليس الحج الاكبر في تعبير القرآن والحديث ما اشتهر على السنة العوام ان الحج الاكبر ماكان فيه يوم عرفة يوم الجمعة بدليل ان الله تعالىٰ طلق الحج الاكبر على حج الصديق الاكبر، فالحج الاكبر هو الحج مطلقا ويقال للعمرة الحج الاصغر، نعم للحج الذى يكون يوم عرفة فيه يوم الجمعة له فضل كبير روى رزين في تجريد الصحاح عن طلحة بن عبيد الله بن كريز مرسلا افضل الايام يوم عرفة اذا وافق يوم جمعة فهو افضل من سبعين حجة في غير يوم جمعة كذا في جمع الفوائد وقالوا لم نقف على اسناده نعم اقره الفقهاء. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۱۸۲ قبيل باب ماجاء في الكلام في الطواف)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۷۵ مطلب في فضل وقفة الجمعة)

﴿۳﴾ وقال الملا على قارى: رواه رزين بن معاوية في تجريد الصحاح واما ما ذكره بعض المحدثين في اسناد هذا الحديث بانه ضعيف فعلى تقدير صحته لا يضر في المقصود فان الحديث الضعيف معتبر في فضائل الاعمال عند جميع العلماء من ارباب الكمال، واما قول بعض الجهال بان هذا الحديث موضوع فهو باطل ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حج کی وجہ سے گناہوں کی معافی کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی قاتل اور حرام خور ہے کیا حج ادا کرنے سے اس کے یہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حقانی......۵/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر یہ حاجی صاحب تائب ہوا ہے تو اس کو ماسوائے حقوق العباد کے تمام صغائر وکبائر معاف ہو جاتے ہیں، لنصوص ورد بذلک ، اور اگر تائب نہیں ہوا ہے تو ادائے حج سے صغائر بالاتفاق معاف ہوتے ہیں اور کبائر میں اختلاف ہے ﴿۱﴾ کما فی شرح التنویر : هل الحج یکفر الکبائر قیل نعم کحربی اسلم وقیل غیر المتعلقة بالآدمی کذمی اسلم، وقال عیاض اجمع

(بقیه حاشیه) مصنوع مردود علیه ومنقلب الیه لان الامام رزین بن معاویة العبدری من کبراء المحدثین ومن عظماء المخرجین ونقله سند معتمد عند المحققین وقد ذکره فی تجرید صحاح الست فان لم یکن روایة صحیحة فلا اقل من انها ضعیفة کیف وقد اعتضد بما ورد ان العبادة تضاعف فی یوم الجمعة مطلقا بسبعین ضعفا بل بمأة ضعف علی ما سیأتی الخ.

(الحظ الاوفر فی الحج الاکبر فی ذیل ارشاد الساری ۳۱۹ باب المتفرقات)

﴿۱﴾ وفی المنهاج: ان الاصل فی تکفیر الکبائر التوبة کما صرح به القاضی عیاض فلا یقطع بتکفیر الحج الکبائر لظاهر الاحادیث ولکن لیس معنی التکفیر انه سقط عنه قضاء مافات منه من الصلاة والصوم والزکاة وسقط عنه الدین وحقوق العباد بل معنی التکفیر سقوط اثم تاخیر العبادات واثم مطل الدین وغیره،وعفو الکبائر التی لا بدل لها کالزنا وشرب الخمر، وعفو حقوق الله تعالیٰ اذا مات قبل القدرة علی ادائها، وعفو حقوق العباد بارضاء الخصوم عنه هذا ملخص کلام الفقهاء والمحدثین.

(منهاج السنن شرح الترمذی ۴:۸۶ باب ثواب الحج والعمرة)

اهل السنة ان الكبائر لا يكفرها الا التوبة (۲: ۳۴۹)﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حج سے گناہوں کی معافی کی تفصیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ "من حج فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه" (الحديث) کیا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حج سے پہلے اس سے جو عبادات بدنیہ مالیہ رہ چکی ہیں وہ معاف ہو جاتی ہیں یا افعال مذمومہ معاف ہو جاتے ہیں؟ بينوا بالتفصيل توجروا عند الجليل

المستفتی: عبدالقدوس مالہ ڈھیری رستم مردان ۱۹۷۳ء/۲/۲۴

الجواب: حج سے گناہ صغیرہ اور وہ حقوق اللہ جن کیلئے قضا نہ ہو معاف ہو جاتے ہیں، اور حقوق العباد اور وہ عبادات جن کیلئے قضا مشروع ہے معاف نہیں ہوتے اور کبیرہ گناہوں کی معافی کی امید بھی ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

حج سے حقوق العباد کی معافی کی صورت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج سے صغیرہ وکبیرہ دونوں قسم کے

﴿۱﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۷۶ مطلب فى تكفير الحج الكبائر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: هل الحج يكفر الكبائر قيل نعم كحربى اسلم وقيل غير المتعلقة بالآدمى كذمى اسلم وقال عياض اجمع اهل السنة ان الكبائر لا يكفرها الا التوبة ولا قائل بسقوط الدين ولو حقا لله تعالىٰ كدين صلاة وزكاة نعم اثم المطل وتاخير الصلاة ونحوها يسقط وهذا معنى التكفير على القول به.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۷۶ مطلب فى تكفير الحج الكبائر)

(وهكذا فى البحر الرائق ۲: ۳۳۸ باب الاحرام مبحث العرفات كلها موقف)

گناہ معاف ہوجاتے ہیں اب بعض علماء کہتے ہیں کہ حقوق العباد معاف نہیں ہوجاتے لیکن احادیث کے عموم کی وجہ سے اس میں صغیرہ وکبیرہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے، اس مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ارشاد الرحمٰن خمیس مشیط ۱۹۸۴ء/۷/۱۱

الجواب: بعض کے نزدیک ابن ماجہ کی حدیث "فاجیب الی ما سأل" کی بناپر حج سے حقوق العباد بھی معاف ہو جاتے ہیں بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ اس مظلوم کو ایک عظیم درجہ دینے سے راضی کرے گا اور اس ظالم کو معاف کرے گا، والتفصیل فی ردالمحتار ۲: ۳۴۹، ۳۵۱ فلیراجع ﴿۱﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: لحديث ابن ماجه في سننه المروى عن عبد الله بن كنانة بن عباس بن مرداس ان اباه اخبره عن ابيه ان رسول اللهﷺ دعا لامته عشية عرفة فاجيب انى غفرت لهم ماخلا المظالم فانى آخذ للمظلوم منه فقال اى رب ان شئت اعطيت المظلوم الجنة وغفرت للظالم فلم يجب عشيةعرفة فلما اصبح بالمزدلفة اعاد الدعاء فاجيب الى ما سأل الحديث، وقال ابن حبان ان كنانة روى عنه ابنه منكر الحديث وكلاهما ساقط الاحتجاج وقال البيهقى هذا الحديث له شواهد كثيرة ذكرناها فى كتاب الشعب فان صح بشواهده ففيه الحجة والا فقد قال تعالىٰ ويغفر مادون ذلك لمن يشاء وظلم بعضهم بعضا دون الشرك، وروى ابن المبارك انهﷺ قال ان الله عزوجل قد غفر لاهل عرفات واهل المشعر وضمن عنهم التبعات فقام عمر فقال يارسول الله هذا لنا خاصة قال هذا لكم ولمن اتى من بعدكم الى يوم القيامة فقال عمر رضى الله عنه كثر خير ربنا وطاب وتمامه فى الفتح وساق فيه احاديث اخر والحاصل ان حديث ابن ماجه وان ضعف فله شواهد تصححه والآية ايضا تؤيده ومما يشهد له ايضا حديث البخارى مرفوعا من حج ولم يرفث ولم يفسق رجع من ذنوبه كيوم ولدته امه وحديث مسلم مرفوعا ان الاسلام يهدم ماكان قبله وان الهجرة تهدم ماكان قبلها وان الحج يهدم ماكان قبله الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۷۶ مطلب فى تكفير الحج الكبائر

چهل مسائل حج

مسائل حج سے متعلق مختلف قسم کی کتابیں لکھی گئی ہیں، پشتو زبان میں حضرت مفتی صاحب کا لکھا ہوا رسالہ (مسائل حج) بھی ضروری اور اہم مسائل پر مشتمل ہے جس میں حج اور عمرے کے وہ مسائل ذکر کیے گئے ہیں جو بہت ضروری ہیں اور عوام ان میں اکثر غلطیاں کرتے ہیں، اس رسالہ سے چند اہم اور ضروری مسائل برائے افادہ عام شامل فتاویٰ کیے جا رہے ہیں...... (از مرتب)

مسئلہ: (۱)...... احرام: حج یا عمرے کی نیت کو کہا جاتا ہے جس کے بعد تلبیہ پڑھی جائے، عوام چادروں کو احرام کہتے ہیں یہ غلط ہے چادروں کو احرام کی چادریں کہتے ہیں (معتبرات فقہ)۔

مسئلہ: (۲)...... اضطباع: اس کو کہتے ہیں کہ طواف کے وقت ساتوں چکر میں دایاں ہاتھ اور کندھا کھلا رکھے۔

مسئلہ: (۳)...... رمل: اس عمل کو کہتے ہیں کہ طواف کے اول تینوں چکر میں اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے قریب قریب قدم رکھ کر ذرا تیزی سے چلے لیکن دوڑے نہیں۔

مسئلہ: (۴)...... هدی: اس دنبے، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ کو کہا جاتا ہے جو منی اور حرم میں ذبح کیے جاتے ہیں اور اس میں قربانی کی شرائط موجود ہوں۔

مسئلہ: (۵)......جنایت: احرام یا حرم کی بے حرمتی کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۶)......جزا اور کفارہ جنایت کی سزا کو کہتے ہیں۔

مسئلہ: (۷)......دم: دنبے وغیرہ کے ذبح کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۸)......صدقہ: مقدار فطرانہ غلہ وغیرہ خیراتی دینے کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۹)......زمین حرم: مکہ معظمہ کی زمین اور مکہ معظمہ کی چاروں طرف ایک معلوم زمین کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۱۰)......زمین حل: زمین حرم سے باہر میقات تک زمین کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۱۱)......میقات: اس مقام کو کہا جاتا ہے جس سے حج یا عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے (معتبرات فقہ)۔

مسئلہ: (۱۲)......آفاق: میقات سے باہر زمین کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۱۳)......اگر ایک متمتع عمرہ ادا کرے اور پھر مکہ میں رہ جائے تو یہ متمتع اس عمرہ اور حج کے درمیان میں عمرے کرسکتا ہے اور اس پر دم لازم نہیں ہوتا۔(ارشاد الساری، منحة الخالق وغیرہ).

مسئلہ: (۱۴)......رمضان میں عمرہ مستحب ہے اور اس عمرہ کا ثواب حجۃ الوداع کے برابر ہے۔(ابو داؤد وغیرہ)۔

مسئلہ: (۱۵)......جس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس کی حیثیت سے مناسب اس کے کرایہ، نفقہ اور اس کے اہل وعیال کے نفقہ کیلئے واپسی تک کافی ہو تو اس پر حج فرض ہے (شامی).

مسئلہ: (۱۶)......جس پر قرض ہو جیسے مہر وغیرہ، اس قرض کی مقدار کے علاوہ اگر سابق مقدار مال اس کے پاس ہو اس پر حج فرض ہے ورنہ نہیں ہے (شامی)۔

مسئلہ: (۱۷)......اگر کسی تاجر کا ذریعہ معاش تجارت ہو، اس پر حج اس وقت فرض ہو جاتا ہے کہ کرایہ اور نفقہ کے علاوہ اس کے پاس اتنا سرمایہ باقی رہ جاتا ہو کہ اس پر تجارت کا کاروبار چل سکتا ہو (هندیه).

مسئله: (۱۸)۔۔۔۔جس کے پاس اتنا مال ہو کہ حج کیلئے کافی ہو لیکن مدینہ منورہ جانے اور تبرکات وغیرہ کی گنجائش نہ رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے (**قواعد فقه**).

مسئله: (۱۹)۔۔۔۔اگر کسی کے پاس مال ہو لیکن مکان نہ ہو تو اس نے اگر قافلوں کی روانگی سے قبل یا شوال شروع ہونے سے قبل مکان نہیں خریدا اس پر حج فرض ہوا (**هنديه**).

مسئله: (۲۰)۔۔۔۔اگر فقیر آدمی تکلیف برداشت کرے اور میقات تک اپنا آپ پہنچادے اور حج کی نیت کرے یا فرض حج کی نیت کرے اس کا ذمہ فریضہ حج سے فارغ ہوا، اگر اس کے بعد غنی ہو جائے اس پر دوبارہ حج فرض نہیں، اور اگر یہ فقیر میقات میں نفلی حج کی نیت کرے تو یہ نفل حج ہوا اور فرض حج پھر ادا کرے گا (**شرح لباب**).

مسئله: (۲۱)۔۔۔۔اگر عورت شوہر یا محرم کے بغیر سفر حج اختیار کرے، حج ادا ہوا لیکن یہ سفر گناہ کا سفر ہے اگر چہ بندرگاہ یا ائیر پورٹ پر محرم یا شوہر کھڑا ہو۔

مسئله: (۲۲)۔۔۔۔محرم ہر اس آدمی کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ کیلئے حرام ہو البتہ اس زمانہ فسق میں رضاعی بھائی، دیوث و بے غیرت شوہر اور جوان سال ساس کا داماد کے ساتھ ہر سفر پر جانا جائز نہیں ہے (**شامی**).

مسئله: (۲۳)۔۔۔۔حاجیوں کے ساتھ جلب کرنا کار ثواب ہے اگر ثواب یا اکرام یا امداد کے ارادہ سے ہو اور اگر ریا، فخر یا حاجیوں کے تقرب حاصل کرنے کیلئے ہو تو کار عذاب ہے، اسی طرح حاجیوں کا استقبال اگر دعا کرانے یا اکرام یا امداد کیلئے ہو کار ثواب ہے اور اگر دیگر اغراض کیلئے ہو تو رسم قبیح اور کار عذاب ہے (**قواعد شرع**).

مسئله: (۲۴)۔۔۔۔صلاۃ احرام کے وقت کندھوں اور سر کو چھپائے گا (**شرح لباب، قواعد فقه**).

مسئله: (۲۵)۔۔۔۔صلاۃ احرام کے بعد متصل نیت کرنا یا تلبیہ پڑھنا نہ فرض ہے نہ شرط ہے

لہٰذا اگر موسم کے خرابی کی وجہ سے اگر کوئی آدمی صلاۃ احرام ائیر پورٹ میں ادا کرے اور نیت وتلبیہ جہاز کی باقاعدہ روانگی کے بعد کرے تو اس میں کوئی گناہ نہیں (قواعد فقه).

مسئلہ: (۲۶)...... جو لوگ حج تمتع کا ارادہ رکھتے ہیں جیسے پاکستانی حاجی اور عمرہ کا احرام کرے اس کے لئے اور اسی طرح دیگر محرموں کیلئے طواف سے پہلے اضطباع کرنا خلاف سنت ہے (شرح لباب).

مسئلہ: (۲۷)...... جب مکہ معظمہ پہنچ جائے اسے اجازت ہے کہ پہلے سامان وغیرہ مناسب جگہ پہنچادے اور اس کے بعد طواف یا عمرہ ادا کرے (شرح لباب).

مسئلہ: (۲۸)...... نیت طواف کرنے کے بعد حجر اسود کی طرف جائے اور منہ اور دونوں ہتھیلیاں اور پیشانی حجر اسود پر رکھدے اور تین بار بوسہ لے اور چپ چپ کی آواز نہ آنے پائے۔

مسئلہ: (۲۹)...... چونکہ حجر اسود پر خوشبو وغیرہ ہوتی ہے اسلئے محرم کیلئے احتیاط یہ ہے کہ اس کو بوسہ نہ دے (قواعد فقه).

مسئلہ: (۳۰)...... جب رکن یمانی کو پہنچ جائے تو دونوں ہاتھ یا صرف ایک ہاتھ اس پر رکھے گا نہ اس کا بوسہ لے گا اور نہ اس پر پیشانی رکھے گا، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک رکن یمانی کا بوسہ لینا سنت ہے اور اگر ہاتھ رکھنا مشکل ہو تو اشارہ نہیں کرنا چاہئے، بغیر اشارہ کے چلا جائے۔

مسئلہ: (۳۱)...... اگر ازدحام کی وجہ سے رمل نہ ہوسکتا ہو تو طواف کو مؤخر کرے اور اگر ازدحام کم ہونے کی امید نہ ہو طواف شروع کرے اور اول تین چکر کے دوران میں اگر موقع پالے رمل کرے (شامی).

مسئلہ: (۳۲)...... خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے لیکن طواف کے دوران میں خانہ کعبہ کو نہیں دیکھا جائے گا۔ (غنية، ایضاح نووی).

مسئلہ: (۳۳)...... اگر طواف کرنے والا نمازیوں کے سامنے چلتا ہے تو جائز ہے (شامی).

مسئلہ: (۳۴) ...اگرکسی نے ناپاک کپڑوں میں طواف کیا یہ مکروہ ہے لیکن اس پر نہ دم واجب ہے اور نہ صدقہ، خواہ یہ طواف فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل، اور خواہ تھوڑی جگہ ناپاک ہو یا سب کپڑے۔ (شرح لباب).

مسئلہ: (۳۵)...... صلوٰۃ طواف مسجد حرام، زمین حرم اور زمین حل وغیرہ میں ہر جگہ جائز ہے البتہ افضل یہ ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے ہو یا میزاب رحمت کے نیچے ہو (شامی).

مسئلہ: (۳۶) اگرکسی نے زیادہ طواف کئے اور آخر میں ہر طواف کیلئے دو دو رکعت نماز ادا کرے تو ذمہ فارغ ہوا اگرچہ یہ طریقہ مکروہ ہے (شامی، شرح لباب).

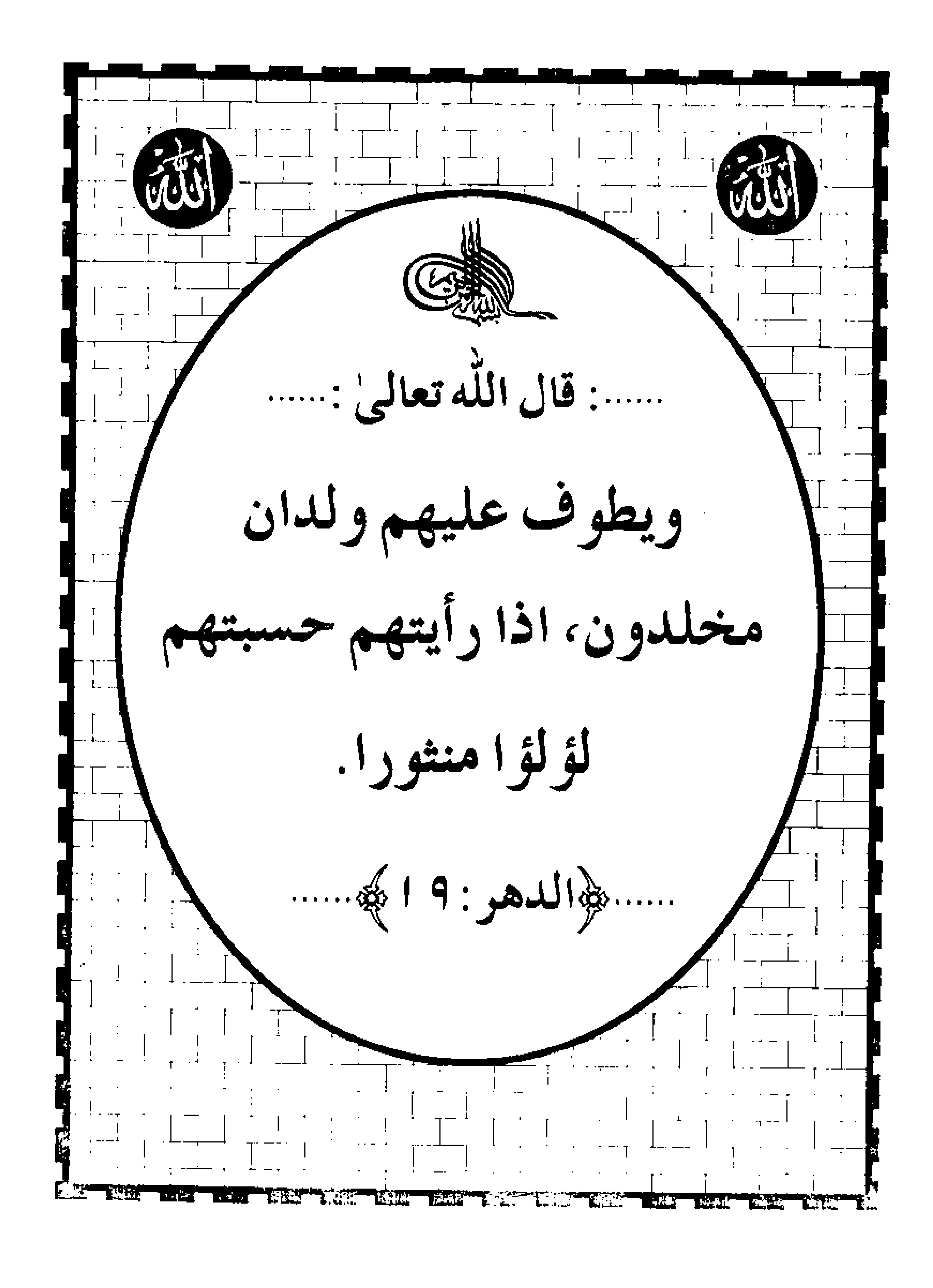
مسئلہ: (۳۷) آب زمزم سے تبرکاً چار اندام اور غسل کیا جاسکتا ہے البتہ اس کے ساتھ استنجا، بے وضو کا وضو کرنا، غسل جنابت اور غلاظت دھونا مکروہ ہے (شرح لباب). چونکہ مسجد میں وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے اسلئے آب زمزم کے ساتھ مسجد سے باہر پاک جگہ میں وضو اور غسل کیا جائے گا۔ (بحر، شامی).

مسئلہ: (۳۸)...... آب زمزم کا کھڑے ہوکر پینا بلاکراہت جائز ہے اور ایسا نہیں ہے کہ اس کا کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے (شامی)۔

مسئلہ: (۳۹)...... اگرکسی نے ایک چوتھائی سے کم سر مونڈایا یا کترایا یہ احرام سے نہیں نکلا ہے اگر کپڑے پہن لے یا خوشبو استعمال کرے اس پر دم یا صدقہ لازم ہو جاتا ہے (شامی وغیرہ)۔

مسئلہ: (۴۰)...... جس نے فرض حج نہیں کیا ہو اس کیلئے افضل یہ ہے کہ پہلے حج ادا کرے اور حج کے بعد زیارت روضہ مطہرہ کیلئے جائے، اور اگر یہ حج نفلی ہو اس کو اختیار ہے کہ پہلے زیارت کیلئے مدینہ منورہ جائے یا پہلے حج ادا کرے، اور جس حاجی کا راستہ مدینہ منورہ سے ہو وہ پہلے زیارت روضہ مطہرہ کرے۔ (شرح لباب) مدینہ منورہ میں حجرہ شریفہ کو بوسہ دینا، ہاتھ رکھنا، لپٹنا، سجدہ کرنا، جھکنا اور زمین بوسی وغیرہ سب ناجائز ہیں (شرح لباب).


الله
الله
فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد چہارم
مسائل منثورہ


الله
الله
بسم الله الرحمن الرحيم
......: قال الله تعالىٰ :......
ويطوف عليهم ولدان
مخلدون، اذا رأيتهم حسبتهم
لؤلؤا منثورا.
......﴿الدهر: ١٩﴾......

مسائل منثورہ

دارالحرب کے زیراثر ممالک سے حج کیلئے جانا ممنوع نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے مہمند ایجنسی سے لوگ افغانستان کے راستے حج کیلئے جاتے ہیں کیونکہ سہولتیں بھی زیادہ میسر ہیں اور رقم بھی کم خرچ ہوتی ہے، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ افغانستان پر روسی قبضہ کے بعد کسی مسلمان کیلئے کابل کے راستے سے حج بیت اللہ کیلئے جانا جائز نہیں ہے، یہ مسئلہ کہاں تک درست ہے، جبکہ ہمارے لوگ اس طرح کابل آتے جاتے ہیں جس طرح پہلے آتے جاتے تھے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نورالرحمٰن یکہ غنڈ مہمند ایجنسی......۲۰/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: جب روس اور چین سے حج بیت اللہ کیلئے جانا ممنوع شرعی نہیں ہے تو ان کے زیر اثر ممالک سے سفر حج کس طرح ممنوع ہوگا ﴿۱﴾ نیز جو اسلامی ممالک امریکہ کے ذہنی غلام بلکہ محکوم ہیں وہاں سے سفر حج کی حیثیت کیا ہوگی؟۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: كل مصر فيه وال من جهتهم (اى الكفرة) تجوز فيه اقامة الجمع والاعياد واخذالخراج وتقليد القضاة وتزويج الايامى لاستيلاء المسلم عليه...... واما بلاد عليها ولاة كفار فيجوز للمسلمين اقامة الجمع والاعياد ويصير القاضي قاضيا بتراضي المسلمين فيجب عليهم ان يلتمسوا واليا مسلما منهم.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۴: ۳۴۲ مطلب في حكم تولية القضاء في بلاد تغلب الكفار)

عمرہ کے ویزہ پر سعودی عرب جاکر مزدوری کرنا شرعاً ممنوع نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمرہ کیلئے جائے پھر اس ویزہ سے وہاں مزدوری کرتا ہے اس کیلئے یہ مزدوری کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمود خان ترناب فارم پشاور......۱۸/ ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: مسلمان پر کسی اسلامی مملکت کو آمد و رفت ممنوع قرار دینا ایک کافرانہ نظام ہے جو کہ بعض مصالح کی وجہ سے مسلمان بادشاہوں نے اپنایا ہے پس اس قانون کی مخالفت کرنا قانونی جرم ہے اسلامی جرم نہیں ہے، اور جائز ملازمت کی کمائی بہر حال حلال ہے ﴿۱﴾ اور اگر یہ رہنا بالفرض شرعاً ممنوع ہو تب بھی کمائی میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ وھو الموفق

عمرہ ادا کرکے بعد میں محنت مزدوری کیلئے قیام کرنا اسلامی جرم نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ عمرہ کے ویزے سے سعودی عرب جاکر عمرہ ادا کرنا چاہتا ہے عمرہ کے بعد بندہ کا ارادہ وہاں پر محنت مزدوری کرنے کا ہے، کیا اسلام میں یہ جائز ہے کہ آدمی عمرہ کیلئے جاکر وہاں محنت مزدوری کیلئے قیام کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عطا محمد اضاخیل نوشہرہ......۲۱/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: یہ رویہ صرف قانونی جرم ہے ﴿۲﴾ اسلامی جرم نہیں ہے جیسا کہ حج عمرہ کیلئے

﴿۱﴾ عن رافع بن خديج قال قيل يا رسول الله اى الكسب اطيب قال عمل الرجل بيده و كل بيع مبرور رواه احمد.

(مشكوٰة المصابيح ۱: ۲۴۲ باب الكسب و طلب الحلال الفصل الثالث)

﴿۲﴾ گو کہ یہ حکومت سعودیہ کے قانون کی خلاف ورزی ہے اور یہ انتہائی غیر مناسب رویہ ہے کیونکہ پھر حکومتی کارروائی کی وجہ سے فضیحت اٹھانا پڑتا ہے عزت نفس مجروح ہونے اور تذلیل وتحقیر کا ہروقت خطرہ رہتا ہے۔ ...(از مرتب)

جاتے وقت تجارت کا ارادہ رکھنا اسلامی جرم نہیں ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

حاجی کیلئے سعودی سے سونا لانے میں کوئی حرج نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص حج پر جائے اور واپسی پر وہ اپنے ساتھ چھپکے سے سونا لائے پھر یہاں اس کا کاروبار کر کے منافع کمائے اور اس منافع سے وسیع کاروبار شروع کرے یہ حلال ہے یا حرام؟ آپ حضرات اس پر دلائل پیش کریں اور مسئلہ پر دارالعلوم کا مہر اور دستخط ہونی چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اشتیاق حسین بازار طورو روڈ ہوتی مردان ۸/۴/۱۹۶۹ء

الجواب: سعودی عرب سے حاجی کیلئے سونا لانے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ مقصود بالذات حج ہو، قال اللہ تعالیٰ: لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم (الآیۃ)﴿۲﴾ بے شک اگر ایک شخص ایسا ہو کہ اس کا مقصود سونا ہو یعنی اگر سونا لانے کی امید نہ ہو پھر حج کیلئے نہیں جاتا ہو، اس

﴿۱﴾ عن ابی امامۃ التیمی قال قلت لابن عمر: انا نکریٰ فھل لنا من حج؟ قال الیس تطوفون بالبیت، وتأتون المعرف، وترمون الجمار، وتحلقون رؤوسکم؟ قال قلنا: بلی، فقال ابن عمر: جاء رجل الی النبی ﷺ فسألہ عن الذی سألتنی فلم یجبہ، حتی نزل علیہ جبریل بھذہ الآیۃ "لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم" فدعاہ النبی ﷺ فقال انتم حجاج (تفسیر ابن کثیر ۱:۲۸۶ البقرۃ آیت: ۱۹۲)

﴿۲﴾قال العلامۃ الخلوتی الصاوی المالکی: فلا بأس بالتجارۃ بالحج اذا کانت لا تشغلہ عن افعالہ واختلف ھل التجارۃ تنقص ثواب الحج اولا، قال بعضھم ان کانت التجارۃ اکبر ھمہ ومبلغ علمہ سقط الفرض عنہ ولیس ثوابہ کمن لا قصد لہ الا الحج، وان استوی الامران فلا یذم ولا یمدح وان کانت التجارۃ تبعا للحج فقد حاز خیر الدنیا والآخرۃ. (حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۱:۱۵۳ سورۃ البقرۃ آیت: ۱۹۸)

صورت میں یہ شخص سفرِ حج کے ثواب سے محروم ہوگا﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مقاماتِ مقدسہ کے ماڈلوں سے مناسکِ حج کی تعلیم دینا جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آسانی پیدا کرنے کیلئے اگر کوئی شخص خانہ کعبہ اور دیگر مقاماتِ مقدسہ کے ماڈلوں کے ذریعہ مناسکِ حج کی تعلیمات دینا چاہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: پروفیسر محبوب گل اکوڑہ خٹک ۲/شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس طریقہ سے یعنی طریقہ تمثیل سے تعلیم دینا مفید اور مؤثر ہوتا ہے اسی وجہ سے قرآن وحدیث میں بہت سی تمثیل ذکر کئے گئے ہیں، **کالتمثیل بالکلب ﴿۲﴾ وبیت العنکبوت﴿۳﴾ وتشبیک الاصابع﴿۴﴾ والخط المحیط بالخطوط وغیر ذلک﴿۵﴾. وھو الموفق**

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: وتجريد السفر عن التجارة احسن ولو اتجر لا ينقص ثوابه كالغازى اذا اتجر كما ذكره الشارح في السير واما عن الرياء والسمعة والفخر ظاهرا او باطنا ففرض وخلط التجارة بهذا القسم كما فى فتح القدير مما لا ينبغى.
(البحر الرائق ۲: ۳۰۹ كتاب الحج قبيل فرض مرة على الفور)

﴿۲﴾ قال الله تبارك وتعالىٰ: فمثله كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث.
(سورة الاعراف :پارہ: ۹ آیت: ۱۷۶)

﴿۳﴾ قال الله تبارك وتعالىٰ: مثل الذين اتخذوا من دون الله اولياء كمثل العنكبوت.
(سورة العنكبوت آیت: ۴۱ پارہ: ۲۰)

﴿۴﴾ عن ابى سعيد قال قال رسول الله ﷺ قال فيلتأم عليه حتى يلتقى عليه وتختلف اضلاعه قال قال رسول الله ﷺ باصابعه فادخل بعضها فى جوف بعض الخ. (سنن الترمذى ۲: ۶۹ بعيد باب ماجاء فى صفة اوانى الحوض)

﴿۵﴾ عن عبد الله قال خط النبى ﷺ خطا مربعا وخط (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

وی سی آر وغیرہ کے ذریعے مساجد میں مناسک حج وعمرہ دکھلانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد کے اندر وی سی آر وغیرہ فلم کے ذریعے مناسک حج وعمرہ کی تربیت دینا جائز ہے یانہیں؟بینو اتو جروا

المستفتی : ڈاکٹر ریاض الرحمٰن سٹیلائٹ ٹاون راولپنڈی......۷/رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: چونکہ یہ بصری تربیت جاندار کی تصویر کشی پر موقوف ہے﴿۱﴾لہٰذا یہ طریقہ تربیت بہر حال ناجائز ہے خواہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر کسی مکان میں ہو، دینی امور کی تعلیم کو غیر دینی طریقہ سے دینا جائز نہیں اور قابل اعتراض ہے﴿۲﴾۔......

(بقیہ حاشیہ) خطا فی الوسط خارجا منه وخط خططا صغارا الی هذا الذی فی الوسط من جانبه الذی فی الوسط فقال هذا الانسان وهذا اجله محیط به وهذا الذی هو خارج امله وهذ الخطط الصغار الاعراض فان اخطأه هذا نهسه هذا وان اخطأه هذا نهسه هذا، وعن انس قال خط النبی ﷺ خطوطا فقال هذا الامل وهذا اجله فبینما هو کذلک اذ جاء ه الخط الاقرب رواهما البخاری. (مشکوٰة المصابیح ۲: ۴۴۹ باب الامل والحرص الفصل الاول)

﴿۱﴾ وفی المنهاج: اعلم ان صناعة صور الحیوانات حرام مطلقا صغیرة کانت او کبیرة لورود اللعنة علی المصور رواه البخاری ولورود تعذیبه بنفخ الروح فیها رواه البخاری، وفرق الصورة من العکس واضح لان الصورة تکون باقیة والعکس لا یبقی بعد زوال المحاذاة کعکس الرای فی المرآة والماء وبالصناعة الجدیدة یبقی ویقال له الصورة فحکمه حکم الصورة. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۵: ۲۱۵ باب ماجاء فی الصورة)

﴿۲﴾ حج کے فلم سنانے اور بنانے میں جوفوائد بیان کئے جاتے ہیں مثلاً حج کا شوق پیدا ہونا اور طریقہ حج میں آسانی وغیرہ لیکن دوسری طرف ان کے گناہ ان کے فوائد سے زیادہ ہیں مثلاً تصاویر جاندار، غیر محرمات، اور شعائر حج کو بطور تماشہ پیش کرنا وغیرہ سب حرام ہیں، بلکہ یہ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کے اس قول کا مصداق ہے،قال الشیخ عبد القادر الجیلی: لو قال عادتی انی متی شربت ...(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

......تعجب ہے کہ تاریک زمانہ کے اعراب سمعی طریقہ سے تربیت حاصل کر سکتے تھے اور روشن زمانہ کے دانشمند اور دانشور یہ تربیت حاصل نہیں کر سکتے ہیں، بہر حال مناسب یہ ہے کہ حکومت بجائے سرکاری ملازمین کے ہر سو آدمیوں کیلئے ایک مستند عالم امیر اور معلم مقرر کرتا رہے اور اس کی ہدایات کے موافق حج ادا کرواتا رہے۔ وهو الموفق

ملازمین کی حج کمیٹی کیلئے شرائط وضوابط اور پالیسی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملازمین نے حج کمیٹی تشکیل دی ہے۔ (۱) ہر خواہشمند ملازم کے پندرہ روپیہ ماہوار کٹوتی کی جائے گی۔

(۲) اس کٹوتی کی رقم سے ہر سال جمع شدہ رقم کے مطابق ورکروں کو حج پر بھیجا جائے گا۔

(۳) مطلوبہ آدمیوں کا چناؤ قرعہ اندازی سے کیا جائے گا۔

(۴) جس کا نام قرعہ میں نکل آئے اس کو اجازت ہے کہ وہ اپنا والد یا بیوی وغیرہ بھیج دے۔

(بقیہ حاشیہ) الخمر كففت عن الحرام لم يبح له ولو قال عادتي اذا شهدت المرد والاجنبيات وخلوت بهم اعتبرت في حسنهم لم يجوز له ذلك واجيب ان الاعتبار بغير المحرمات اكثر من ذلك وانما هذه طريقة من ارادة الحرام بطريق الله عز وجل فيركب هواه فلا نسلم لاصحابها ولا نلتفت اليهم. (غنية الطالبين ۲۵)

بہر حال! حج کے فلم بنانے میں ضرر عام ہے اور حج کے احکامات سے کسی حاجی کی عدم واقفیت ضرر خاص ہے جو کئی جائز ذرائع سے دور کیا جا سکتا ہے اور اس قسم کے حالات میں فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام، وقال الشيخ محمد خالد الآتاسي: وهذه قاعدة مهمة من قواعد الشرع مبنية على المقاصد الشرعية في مصالح العباد استخرجها المجتهدون من الاجماع ومعقول النصوص. فقد ذكر حجة الاسلام الامام الغزالي في المستصفىٰ ما ملخصه ان الشرع انما جاء ليحفظ على الناس دينهم وانفسهم وعقولهم وانسابهم واموالهم فكل ما يكون بعكس هذا فهو مضرة يجب ازالتها ما امكن. (شرح المجله للآتاسي ۱:۶۶ الماده: ۲۶) ......از مرتب

(۵) اگر قرعہ میں ادارہ سے بھی نام نکل آیا اور ورکروں کی طرف سے بھی، اس صورت میں بھی ورکروں کی طرف سے اپنا والد یا بیوی حج پر لے جا سکتا ہے۔

(۶) ریٹائرمنٹ تک اگر کسی ملازم کا نام قرعہ میں نہیں نکلا اس صورت میں وہ ملازم اگر چاہے اپنی رقم واپس لے سکتا ہے، بشرطیکہ اس کی کٹوتی پانچ سال تک ہو چکی ہو۔ **بینوا اتوجروا**

المستفتی: مرزا الیاس احمد واہ سیمنٹ ورکس راولپنڈی......۹/رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: (۱) یہ شرط اور ضابطہ خلاف شرع نہیں ہے۔

(۲) دوسری شرط بھی خلاف شرع نہیں ہے۔

(۳) یہ قرعہ جائز ہے اس میں ہار جیت نہیں ہے۔

(۴،۵) یہ شرائط بھی جائز ہیں۔

(۶) یہ خلاف شرع ہے کیونکہ یہ کٹوتی ملازم کی ملکیت سے خارج (وقف) نہیں ہے بلکہ کمیٹی کے پاس امانت ہے ملازم یا اس کے ورثا کی اجازت کے بغیر کوئی کٹوتی خورد برد نہیں کی جائے گی۔ **وھو الموفق**

حج کمیٹی کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ یہاں گھی ملز میں مزدوروں نے متفقہ طور پر ''حج کمیٹی'' کے نام سے ایک تنظیم بنائی ہے جو ہر سال قرعہ اندازی کے ذریعہ منتخب شدہ ورکروں کو حج بیت اللہ کیلئے بھیجتی ہے، جبکہ گھی ملز کے ورکروں کیلئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ ہر ماہ اپنی تنخواہ میں سے طوعاً یا کرہاً مبلغ دس روپے لازماً کمیٹی کو جمع کرائے گا، بصورت دیگر حج کمیٹی کے دستور العمل میں یونین کی بنیاد پر چندہ نہ دینے والے ورکر کے خلاف تادیبی کارروائی کی سفارش بھی کی گئی ہے اب حضوروالا سے استدعا ہے کہ قرآن وحدیث فقہ اور اجماع امت کی روشنی میں باحوالہ تحریر فرمائیں کہ متذکرہ اقدام کہاں

تک صحیح ہے کیا اس صورت میں اس عازم حج کا حج ادا ہو جائے گا اور یہ حج نفلی ہوگا یا فرضی؟ بینوا توجروا
المستفتی: حمید الرحمٰن خطیب فضل ونجیٹیبل گھی ملز اسلام آباد...... ۱۴/ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: ایسی تنظیم بنانا بذات خود نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب، البتہ جبری طور سے بلا طیب خاطر کسی سے چندہ لینا ممنوع ہے، لحدیث لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ، رواہ البیھقی ﴿۱﴾ نیز اکثری طور سے قرعہ جوا میں داخل ہے لیکن انتظام قائم رکھنے کیلئے ممنوع نہیں ہے، کما عند القسم والاقتسام وغیرہ ﴿۲﴾ پس اگر کوئی شخص تمام شرکاء کے طیب خاطر سے اس فنڈ سے باقاعدہ مجوزہ رقم حاصل کر کے حج کرے تو حسب نیت اس کا حج ادا ہوگا۔ وھو الموفق

حج کمیٹی کے فنڈ میں غیر مسلم کا چندہ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ عرصہ پہلے گھی ملز اسلام آباد کے مسلم مزدوروں نے حج کمیٹی کے نام سے ایک تنظیم بنائی، آپس میں یہ طے پایا کہ ہر مسلم ورکرز رضا کارانہ طور پر دس روپیہ ماہانہ حج کمیٹی فنڈ میں چندہ دیا کرے گا، تا کہ ہر سال بذریعہ قرعہ اندازی ایک مزدور کو حج بیت اللہ بھیجا جائے، اب یہاں غیر مسلم مزدور اصرار کرتے ہیں کہ ہم بھی بغیر کسی قید وشرط کے بطیب خاطر

﴿۱﴾ رواہ البیھقی فی شعب الایمان ۲: ۱۰۰ والدارقطنی فی المجتبیٰ کما فی المشکوٰۃ ۱: ۲۵۵ وفی روایۃ ابن حبان رقم: ۵۹۷۸ والحاکم ۳: ٦۳۷ لا یحل لامرئ ان یاخذ عصا اخیہ بغیر طیب نفس منہ، وفی الباب عن ابن عمر وبلفظ لا یحلبن احد ماشیۃ احد بغیر اذنہ الحدیث متفق علیہ. (بلوغ المرام ۱: ۲۸۸ باب الصلح)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ویکتب اسامیھم ویقرع لتطیب القلوب فمن خرج اسمہ اولا فلہ السھم الاول الخ.
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۵: ۱۸۴ کتاب القسمۃ)

اس کمیٹی میں چندہ دیں گے اب سوال یہ ہے کہ ان سے یہ چندہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: اصغر علی مغل وتحصیل گھی ملز اسلام آباد..... ۱۹۸۵ء/۱۲/ ۷

الجواب: غیر مسلم سے یہ امداد حاصل کرنا ناجائز نہیں ہے اس میں اسلام یا مسلمان کی کوئی ذلت اور توہین نہیں ہے، لہٰذا یہ امداد مسلم ممبر کے چندہ کے مصرف میں صرف کی جائے گی۔ وھو الموفق

حرم میں عورتوں کے محاذات کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) حرمین شریفین میں اگر عورتیں مردوں کی صف میں ایک ہی نماز و جماعت پڑھتی ہوں تو مردوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ نیز عام نماز یا نماز جمعہ کا ایک حکم ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

(۲) معلم الحجاج میں لکھا ہے کہ مرد حرم شریف میں نماز پڑھے لیکن عورتیں گھر پر نماز پڑھا کریں حرم شریف میں ان کی نماز میں ثواب کا اضافہ نہ ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیران تھائی لینڈ..... ۱۹۹۰ء/ ۸/ ۱۸

الجواب: (۱) یہ ہر نماز با جماعت کا حکم ہے کہ محاذات کی صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے البتہ اگر امام عورتوں کی اقتدا کی نیت نہ کرے اور یا یہ مرد اس عورت پر (جو کہ محاذات مرد میں کھڑی ہوتی ہے) انکار کرے یعنی نماز شروع کرنے کے بعد جب اس عورت پر اشارہ سے انکار کرے تو صرف اس عورت کی نماز فاسد ہوگی (شامی باب الامامۃ) ﴿۱﴾ .

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وان نوى..... امامتها..... والا ينوها فسدت صلاتها كما لو اشاره اليها بالتاخير فلم تتأخر لتركها فرض المقام فتح، قال ابن عابدين: اى فلو حاذت المقتدى بعد الشروع واشار اليها بالتاخر ولم تتأخر فسدت صلاتها دونه.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۱: ۴۲۶ قبيل مطلب الواجب كفاية هل يسقط باب الامامة)

(۲) یہ مسئلہ درست ہے اور خواتین کو حکیمانہ انداز سے سمجھانا چاہئے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حجاج کی واپسی پر برائے دعوت طعام دنبہ وغیرہ ذبح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حجاج کرام جب حج سے واپس آتے ہیں تو لوگ ان کیلئے دعوت طعام کرتے ہیں اور دنبہ وغیرہ ذبح کرتے ہیں کیا یہ ذبح کرنا حلال ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: معین الدین.....۴ ۱۹۷ء/۶/۲۰

الجواب: جب ریا اور فخر ومباہات سے خالی ہو ﴿۲﴾ تو اس ذبح میں کوئی حرج نہیں بلکہ مسنون

﴿۱﴾ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ ان دونوں مسجدوں میں نماز کے ثواب کا کئی گنا ہونا فرائض کے ساتھ مخصوص ہے یا نوافل کو بھی شامل ہے، احناف ومالکیہ کے نزدیک ثواب کا کئی گنا ہونا فرائض کے ساتھ مخصوص ہے اور نوافل کا گھر میں پڑھنا قولی وفعلی نص کی وجہ سے افضل ہے، شافعیہ نے کہا ہے کہ یہ افضلیت نوافل کو بھی شامل ہے اگر چہ نوافل کا گھر میں ادا کرنا ان کے نزدیک اتباع سنت کی وجہ سے افضل ہے اور اسی طرح افضلیت کا فرائض ونوافل دونوں کو شامل ہونا مردوں کے حق میں مخصوص ہے عورتوں کیلئے یہ افضلیت نہیں ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے اور کہا ہے کہ یہ اسلئے ہے کہ جب ایک عورت نے آپ ﷺ کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھا کرے حالانکہ عورتوں کیلئے مسجد میں جانا جائز تھا۔ (غنیۃ وفتح ملتقطا)۔

(عمدۃ الفقہ ۴:۶۶۱ کتاب الحج)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: (ان النبی ﷺ نھی عن طعام المتباریین) ای المتفاخرین وانما کرہ ذلک لما فیہ من المباھاۃ والریاء وقد دعی بعض العلماء فلم یجب فقیل لہ ان السلف یدعون فیجیبون قال کان ذلک منھم للموافاۃ والمواساۃ وھذا منکم للمکافاۃ والمباھاۃ وروی ان عمر وعثمان دعیا الی طعام فاجابا فلما خرجا قال عمر لعثمان لقد شھدت طعاما وددت انی لم اشھد قال ما ذاک قال خشیت ان یکون جعل مباھاۃ رواہ ابو داؤد.

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۶:۲۵۶ قبیل باب القسم کتاب النکاح)

ہے،لان النبیﷺ ذبح حین قدم ﴿۱﴾ وکانت الصحابة رضی الله عنهم یطعمون علی زائریهم عند القدوم ﴿۲﴾. وهو الموفق

دورانِ طواف اردو میں دعائیں پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں طواف کے دوران اردو میں دعائیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: انیس احمد......۱۲/اگست ۱۹۸۲ء

الجواب: پڑھ سکتے ہیں البتہ یاد سے مختصر دعائیں پڑھنا (خصوصاوہ دعائیں پڑھنا جس کے مفہوم کو جانتا ہو)اوفق بالسنّت ہے﴿۳﴾۔وهو الموفق

﴿۱﴾ (عن جابر ان النبیﷺ لما قدم المدینة) ای بعدالهجرة او بعد غزوة (نحر جزوراً او بقرة رواه البخاری) ای السنة لمن قدم من السفر ان یضیف بقدر وسعه وقال ابن الملک الضیافة سنة بعد القدوم.

(مرقاة المفاتیح ۷: ۳۳۲ باب آداب السفر)

﴿۲﴾ عن ابی هریرة ...... فقال کلوا من هذه واخذ المدیة فقال رسول اللهﷺ ایاک والحلوب فذبح لهم فاکلوا من الشاة ومن ذلک العذق الخ.

(مشکواة المصابیح ۲: ۳۶۸ باب الضیافة)

﴿۳﴾قال الملا علی قاری: قوله داعیا ای بالدعوات المأثورة وغیرها المتعارفة المشهورة فی محالها المسطورة...... ویصحح الفاظ الدعوات خصوصا الماثورات لئلا یلحن فیها...... لکن الاظهر ان اختیار المأثور عنهﷺ مستحب والمروی عن السلف مستحسن ویجوز الاکتفاء بما یرد علی السالک ان کان اهلا لذلک.

(شرح لباب المناسک ۹۲، ۹۳ قبیل مطلب مهم فی قول العامة اللهم صل)

فصل فی الاحرام

احرام کی چادروں میں سفید رنگ مستحب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر احرام کی چادریں سفید رنگ کی ہوتی ہیں کیا سفید چادریں ضروری ہیں یا اور رنگ کے بھی ہو سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: بشیر احمد چترال.....۱۹۸۴ء

الجواب: سفید رنگ کے احرام کی چادریں مستحب ہیں واجب نہیں ہیں (ارشاد الساری)﴿۱﴾. وهو الموفق

احرام باندھنے کے بعد ایک بار تلبیہ پڑھنا شرط اور زیادہ پڑھنا سنت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احرام باندھنے کے بعد کتنی مرتبہ تلبیہ پڑھنا چاہئے؟ کیا تین بار پڑھنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.....۱۹۷۴ء

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ویلبس من احسن ثیابه..... ثوبین جدیدین تشبیها بکفن المیت وهو الافضل او غسیلین ای للطهارة والنظافة ابیضین وصف لثوبین وهو الافضل من لون آخر کما هو فی امر الکفن مقرر ولقوله ﷺ البسوا الثیاب البیض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم رواه جماعة.

(ارشاد الساری ٦٨ فصل ثم یتجرد عن الملبوس المحرم)

الجواب: احرام باندھنے کی نیت کرنے کے بعد ایک مرتبہ تلبیہ پڑھنا شرط ہے اور تین بار پڑھنا مستحب اور مسنون ہے (شرح اللباب)﴿۱﴾. وھو الموفق

حالت احرام میں اضطباع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ احرام باندھتے وقت احرام دائیں کندھے پر نہیں ڈالتے اور بعض لوگ مکہ معظمہ میں داخل ہو کر طواف کے وقت دائیں کندھے سے احرام ہٹا لیتے ہیں اور طواف شروع کر لیتے ہیں اس بارے میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شفیق الرحمٰن خٹک وادی بن ہیش مشیط سعودیہ......۱۹۸۶ء/۷/۶

الجواب: یہ اضطباع صرف حالت طواف میں (جو کہ احرام میں ہو اور اس کے بعد سعی ہو) سنت ہے نہ کہ نماز اور سعی میں (مناسک قاری وغیرہ)﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: والتلبیة مرة فرض وھو عند الشروع لا غیر وتکرارھا سنة ای فی المجلس الاول وکذا فی سائر المجالس اذا ذکرھا وعند تغیر الحالات کالاصباح والامساء...... مستحب مؤکد...... والاکثار مطلقا مندوب ای مطلوب شرعا...... ویستحب ان یکرر التلبیة فی کل مرة ای اذا شرعھا ثلاثا وان یأتی بھا ای بالثلاثة علی الولاء.
(ارشاد الساری ۷۰ فصل شروط التلبیة)

﴿۲﴾قال الملا علی قاری: اذا اراد الشروع فی الطواف ای فی طواف بعده سعی فانه حینئذ یسن الاضطباع والرمل له ینبغی ان یضطبع قبل شروعه فیه بقلیل ولیس کما یتوھمه العوام من ان الاضطباع سنة جمیع احوال الاحرام بل الاضطباع سنة مع دخوله فی الطواف علی ما صرح به الطرابلسی وغیره لکن قال ولو اضطبع قبل شروعه فی الطواف بقلیل فلا بأس به.
(المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط ۸۸ فصل فی صفة الشروع فی الطواف)

احرام باندھنے اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کتاب الحج مطبوعہ فیروز سنز کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کے موقع پر ایک احرام باندھنے کے بعد اور دوسرے ہر طواف کعبہ کے بعد دو رکعت پڑھنا مستحب ہے اس کے علاوہ کوئی خاص نماز مناسک میں مقرر نہیں ہے سوائے پنجگانہ کے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق غفر لہ راولپنڈی

الجواب: درمختار وغیرہ (کتاب الحج) میں مصرح ہے کہ یہ اول نماز مستحب ہے ﴿۱﴾ اور دوسری واجب ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

حالت احرام میں نماز کے وقت کندھوں کو چھپانا اور زندہ آدمی کیلئے طواف وغیرہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) حالت احرام میں نماز پڑھتے وقت کندھوں کو چھپانا ہوگا یا نہیں؟ (۲) زندہ آدمی کیلئے عمرہ یا طواف کرنے اور ایصال ثواب کرنے کی حیثیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ اکوڑہ خٹک معرفت ناظم صاحب.....۱۳/ رجب ۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وصلى ندبا بعد ذلك شفعا يعني ركعتين في غير وقت مكروه قال الشامي: اى بعد اللبس والتطيب.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۷۱ فصل فی الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامه الحصكفي: وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلى شفعا في وقت مباح يجب على الصحيح بعد كل اسبوع عند المقام.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۸۴ مطلب في طواف القدوم)

الجواب: (۱)طواف کے علاوہ نماز وغیرہ میں کندھوں کو چھپانا مسنون ہے (ماخوذ از ردالمحتار ۲:۲۱۵)﴿۱﴾.

(۲)اس کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے (شامی باب الحج عن الغیر)﴿۲﴾. وھوالموفق

صلاۃ احرام اور صلاۃ طواف بعد العصر اور بعد الفجر پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ(۱) صلاۃ الاحرام بعد صلاۃ العصر اور بعد صلاہ الفجر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲)ان اوقات میں بعد از طواف عمرہ صلاہ طواف کی دو رکعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: معرفت ناظم اعلیٰ صاحب......۱۳/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: (۱)ان اوقات میں نماز احرام پڑھنا جائز نہیں ہے(ہندیہ ۱:۲۲۷)﴿۳﴾۔

(۲) مختلف فیہ ہے جمہور ناجائز قرار دیتے ہیں اور طحاوی نے جواز کی طرف میلان کیا ہے﴿۴﴾۔وھوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وفي شرح اللباب واعلم ان الاضطباع سنة في جميع اشواط الطواف كما صرح به ابن الضياء فاذا فرغ من الطواف تركه حتى اذا صلى ركعتي الطواف مضطبعا يكره لكشفه منكبه. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۸۱ قبيل مطلب في طواف القدوم)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: الاصل ان كل من اتى بعبادة ما اى سواء كانت صلاة او صوما او صدقة او قرأة او ذكرا او طوافا او حجا او عمرة او غير ذلك...... جميع انواع البر كما في الهندية. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۲۵۶ مطلب في اهداء ثواب الاعمال للغير)

﴿۳﴾ وفي الهندية: ولا يصليهما في الوقت المكروه وتجزيه المكتوبة كذا في البحر. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱:۲۲۳ الباب الثالث في الاحرام)

﴿۴﴾ قال الملا علي قاري: واعلم انه صرح الطحاوي وغيره......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

احرام کی حالت میں اگر چادر علیحدہ ہو جائے تو تہبند کافی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام حج میں مثلاً سخت گرمی پڑتی ہو اوراس وجہ سے چادر کو علیحدہ کر کے ہوا خوری کیلئے بیٹھ جائے یا پسینہ دور کرنے کیلئے چادر علیحدہ کرے اگر چہ تہبند برحال خود باندھا ہے کیا اس سے احرام وحج پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جمیل مردان......۱۹۷۹ء/۲/۲۲

الجواب: احرام کیلئے دو چادریں ایک تہبند کیلئے اور ایک چادر کیلئے جو کندھوں پر ڈالی جاتی ہے پس ستر عورت کیلئے تہبند باندھنا فرض ہے اور کسی عذر کی وجہ سے صرف چادر اتار کر تہبند پر اکتفا کرے تو جائز ہے (درمختار) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیه حاشیه) بكراهة اداء ركعتي الطواف في الاوقات الخمسة المنهي عن الصلاة فيها عند ابي حنيفة وابي يوسف ومحمد ونقل عن مجاهد والنخعي وعطاء جواز ادائها بعد العصر قبل اصفرار الشمس وبعد الصبح قبل طلوع الشمس اى قبل احمرار آثارها قال الطحاوى واليه نذهب، والحاصل انهم فرقوا في المسئلة حيث جوزوها وقت الكراهة التنزيهية دون زمان الكراهة التحريمية الحاقا لصلاة الطواف من حيث انه واجب بالفرائض وسائر الواجبات والمحققون فرقوا بين قضاء الوتر واداء ركعتي الطواف ولو كانا واجبين الخ.

(المسلک المتقسط ۱۰۷ فصل في واجبات الطواف)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولبس ازار من السرة الى الركبة ورداء على ظهره ويسن ان يدخله تحت يمينه ويلقيه على كتفه الايسر فان زرره او خلله او عقده اساء ولا دم عليه...... وهذا بيان السنة والافستر العورة كاف، قال ابن عابدين: اى لبس الازار والرداء على هذه الصفة بيان للسنة والا فساتر العورة كاف فيجوز في ثوب واحد او اكثر من ثوبين.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۷۱ فصل في الاحرام)

محرم کیلئے حرم میں رات گزارنے اور سر و پاؤں کو ڈھانپنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) میں نے جب احرام باندھ لیا تو رات کو وہی میقات ہی میں رہا، جب لیٹ گیا تو مچھر سے تنگ آ کر سر اور پاؤں کو احرام کی چادر میں ڈھانپ لئے، اس ڈھانپنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) محرم جب احرام باندھ لیتا ہے تو وہ رات کے وقت خانہ کعبہ پہنچ سکتا ہے یا راستہ میں آرام بھی کر سکتا ہے اور سو بھی سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ بن سالم رسول مشیط سعودیہ عربیہ......۸/محرم ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) اگر آپ نے تمام حصہ رات میں سر کو ڈھانپ لیا ہو تو آپ پر دم واجب ہوا ہے ﴿۱﴾۔

(۲) محرم پر یہ ضروری نہیں ہے کہ حرم میں رات گزارے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

اہل طائف کیلئے احرام باندھنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں طائف میں ملازم ہوں اگر میں جمعہ کے دن حرم شریف کو نماز جمعہ کیلئے جاؤں تو کیا میں احرام کے بغیر مکہ معظمہ داخل ہو سکتا ہوں اور اگر طائف سے جدہ براستہ مکہ مکرمہ کسی کام کیلئے جانا چاہوں تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عزیز خان جنوبی وزیرستان......۱۹۷۹ء/۷/۱۹

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او ستر رأسه بمعتاد اما بحمل اجانة او عدل فلا شيئ عليه يوما كاملا او ليلة كاملة وفي الاقل صدقة.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۲۰ باب الجنايات)

﴿۲﴾ قال العلامة المودود الموصلي: ولا يضره ليلا دخل مكة او نهارا كغيرها من البلاد فاذا دخلها ابتدأ بالمسجد. (الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۸۹ فصل في افعال الحج)

الجواب: اگر طائف قرن ﴿۱﴾ سے مکہ کی طرف ہو تو اہل طائف بغیر احرام کے مکہ جا سکتے ہیں ورنہ احرام ضروری ہے۔ وھو الموفق

مدینہ منورہ سے جدہ جانے والا پھر مکہ مکرمہ میں آنے کیلئے احرام کہاں سے باندھے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم مکہ معظمہ سے ایک ہزار کلومیٹر دور رہتے ہیں ہمارا میقات طائف ہے اب مثلاً ہم عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے اور پھر جدہ آ گئے اب سوال یہ ہے کہ میرا دوست مکہ میں رہتا ہے کیا میں اب جدہ شہر سے احرام برائے مکہ باندھوں گا یا بغیر احرام کے جا سکتا ہوں؟ یا واپس مدینہ منورہ جا کر احرام باندھوں گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت شیر محلہ الفلاح خمیس مشیط ۱۹۸۶ء/۷/۶

الجواب: مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت اگر آپ مکہ معظمہ کے قاصد تھے تو آپ بیر علی

﴿۱﴾ قرن قاف کے زبر اور راء کے جزم کے ساتھ اس کو قرن المنازل، قرن الثعالب اور وادی محرم بھی کہتے ہیں، لغت فقہ المغرب میں ہے کہ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو میدان عرفات کے اوپر ہے اور شرح مصابیح میں ہے: بیضہ کی مانند ایک چکنا صاف اور مدور پہاڑ ہے عرفات کے اوپر آیا ہوا ہے اہل مکہ اور ان کے اطراف کے لوگ اس پہاڑ کو کرا کاف کے زبر کے ساتھ کہتے ہیں اور قاموس میں ہے کہ قرن اس پہاڑ کا نام بھی ہے اور اس کے متصل وادی کو بھی قرن کہتے ہیں، اور اس وادی کے اندر ایک گاؤں جو طائف کے قریب ہے اس کو بھی قرن کہا جاتا ہے، اس کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان تقریباً دو منزل کا فاصلہ ہے اور باقانی نے شرح ملتقی الابحر میں کہا ہے کہ مکہ مکرمہ سے قرن تک پچاس میل ہے، یہ نجد کے راستہ سے آنے والوں یعنی یمامہ سے عراق تک کے تمام مقامات والوں کیلئے میقات ہے، اور بلوغ المرام کی تعلیق میں شیخ عبداللہ البسام السلفی نے لکھا ہے کہ قرن المنازل کو اب السیل الکبیر کہتے ہیں اور بطن وادی سے مکہ مکرمہ تک اس کا فاصلہ ۷۸/کلومیٹر ہے اور الفقہ الاسلامی وادلتہ میں وہبۃ الزحیلی نے لکھا ہے کہ قرن المنازل مقام سیل کے قریب ہے اور ۹۴/کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔......(از مرتب)

وغیرہ میقات سے احرام عقد کریں گے﴿۱﴾ اور اگر آپ جدہ کے قاصد تھے اور مکہ مکرمہ کو اتفاقا روانگی ہوئی تو آپ جدہ سے احرام عقد کریں گے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

کراچی سے جدہ تک بغیر احرام کے جانے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سعودی عربیہ سے چھٹی پر کراچی آیا تھا، اب کراچی سے بغیر احرام کے جدہ گیا، اور جدہ پہنچنے کے بعد اقامہ لگتے ہی جدہ سے برائے عمرہ چلا گیا، اب مجھ پر کوئی دم وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق سعودیہ عربیہ......۱۳/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر آپ کا منزل مقصود جدہ تھا تو آپ پر کوئی دم واجب نہیں ہے(بحر﴿۳﴾ شامی﴿۴﴾)۔

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: والمواقيت ذوالحليفة مكان على ستة اميال من المدينة وعشر مراحل من مكة تسميها العوام آبيار علي رضي الله عنه.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱٦٦ ملطب في المواقيت)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ومن جاوز وقته غير محرم ثم اتى وقتا آخر اقرب منه واحرم جاز ولا شيئ عليه ولو جاوز الميقات ويريد بستان بني عامر دون مكة فلا شيئ عليه. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۲۵۳ الباب العاشر في مجاوزة الميقات بغير احرام)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: وقيدنا بقصد مكة لان الآفاقي اذا قصد موضعا من الحل كخليص يجوز له ان يتجاوز الميقات غير محرم واذا وصل اليه التحق باهله.

(البحر الرائق ۲:۳۱۸ قبيل باب الاحرام)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله اما لو قصد موضعا من الحل كخليص وجدة حل له مجاوزته بلا احرام) اى مما بين الميقات والحرم والمعتبر القصد عند المجاوزة لا عند الخروج من بيته. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱٦٧ مطلب في المواقيت)

مدینہ منورہ سے جانے والا ذوالحلیفہ سے بغیر احرام کے تجاوز کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ جمعہ ہم مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ عمرہ کی غرض سے گئے تھے، ہمیں مدینہ منورہ سے صبح روانہ ہونا تھا چاہئے تھا کہ ہم بیر علی یا ذوالحلیفہ سے احرام باندھتے مگر راستہ بھول جانے کی وجہ سے مدینہ منورہ سے مکہ کی جانب کوئی اسی کلومیٹر باہر ہم نے احرام باندھ لیا، اب ہم پر دم واجب ہوگا یا نہیں؟ اور یہ قربانی حرم میں کرنی ہوگی یا اپنے مقام پر اور ہماری طرف سے کوئی اور یہ قربانی کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سلیم صدیقی اکاونٹس ڈیپارٹمنٹ ریاض سعودیہ......۳۰/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر آپ نے جحفہ رابغ سے متجاوز ہونے سے پہلے احرام باندھا ہے ﴿۱﴾ تو آپ پر

﴿۱﴾ ذوالحلیفہ اسم تصغیر کے صیغہ سے ہے اور یہ مکہ معظمہ سے تمام مواقیت سے زیادہ فاصلہ والا میقات ہے اور اس جگہ کو عوام میں آبار علی یا بیر علی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے علی اختلاف الروایات چھ یا سات یا چار میل کے فاصلہ پر ہے سید نورالدین سمہودی نے اپنی تاریخ مدینہ میں لکھا ہے کہ میں نے مسجد نبوی سے مسجد شجرہ تک ہاتھ سے پیمائش کی تو مسجد نبوی کے دروازے باب السلام سے مسجد شجرہ تک (۱۹۷۳۲) ہاتھ پایا اور یہ پانچ میل سے کم ہوتا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک میل لو ہے کے آج کل کے مستعمل ذراع کے ساتھ چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے اور مکہ مکرمہ سے ذوالحلیفہ کا فاصلہ نو یا دس مرحلے ہے اور فتح الباری میں ہے کہ ذوالحلیفہ سے مکہ معظمہ تک (۱۹۸) میل ہے وفی تعلیق البلوغ المرام للبسام السلفی: کہ مسجد نبوی سے یہ تیرہ کلومیٹر پر واقع ہے اور اس سے مکہ مکرمہ تک (۴۲۰) کلومیٹر فاصلہ ہے اور وہبۃ الزحیلی نے (۴۶۰) کلومیٹر لکھا ہے۔

جحفہ مکہ معظمہ سے شمال مغرب کی جانب تبوک کے راستہ پر واقع تھا ایک دفعہ یہاں سیلاب آیا جس نے اس گاؤں کو بہالے گیا اس لئے اس کا نام جحفہ یعنی سیلاب کا تباہ کیا ہوا ہوگیا، اس لئے اس کی جگہ کو یقین کے ساتھ متعین نہیں کرسکے اس لئے علماء نے احتیاطاً رابغ سے احرام باندھنا اختیار کرلیا ہے، رابغ جحفہ سے پہلے آتا ہے اور جحفہ رابغ سے نصف منزل یا اس کے قریب فاصلہ پر مکہ معظمہ کی طرف واقع...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دم واجب نہیں ہے، کما فی شرح التنویر وقالوا لو مر بمیقاتین فاحرامه من الابعد افضل ولو آخره الی الثانی لا شیئ علیه علی المذهب وفی ردالمحتار ۲: ۲۱۱ کالمدنی یمر بذی الحلیفه ثم بالجحفة (رابغ)﴿۱﴾ اوراگر جحفہ سے متجاوز ہوکر احرام باندھا ہو﴿۲﴾تو حرم میں (منیٰ میں مثلاً) ایک ایک دنبہ اصالۃً یا وکالۃً ذبح کریں﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ہے اور اس کے فاصلہ میں شدید اختلاف ہے، امام نووی نے کہا ہے کہ جحفہ اور مکہ کے درمیان تین منزل کا فاصلہ ہے وفیه نظر کما فی فتح الباری، اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ جحفہ سے مکہ معظمہ تک پانچ منزل کا فاصلہ ہے اور جحفہ سے مدینہ منورہ تک سات منزل ہے اور شرح منسک المتوسط میں ہے کہ جحفہ اور مکہ کے درمیان بیاسی میل کا فاصلہ ہے اور ملا علی قاری نے بتیس میل کہا ہے لکنه غیر صحیح، غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جحفہ سے مکہ مکرمہ کیلئے مختلف راستے ہیں، اسلئے اس مسافت میں اختلاف واقع ہوا ہے، شیخ بسام السلفی نے تعلیق بلوغ المرام میں رابغ اور مکہ مکرمہ کے درمیان (۱۸۶) کلومیٹر لکھا ہے اور وہبۃ الزحیلی نے الفقہ الاسلامی وادلتہ میں (۱۸۷) کلومیٹر لکھا ہے۔......(از مرتب)

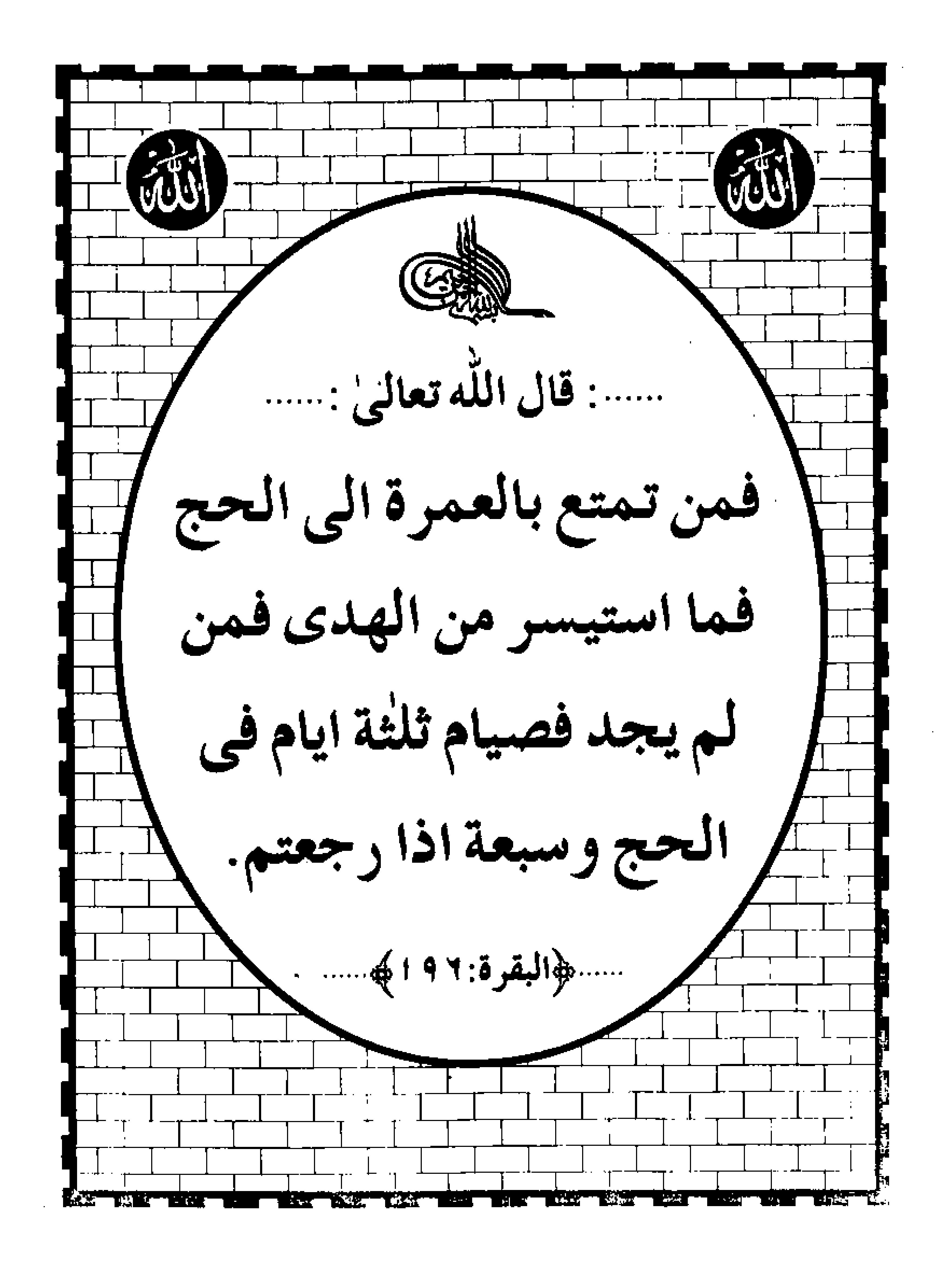
﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۶۶ مطلب فی المواقیت)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: اذا دخل الآفاقی مكة بغیر احرام وهو لا یرید الحج والعمرة فعلیه لدخول مكة اما حجة او عمرة فان احرم بالحج او العمرة من غیر ان یرجع الی المیقات فعلیه دم لترک حق المیقات.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۳ باب مجاوزة المیقات بغیر احرام)

﴿۳﴾وفی الهندیة: ویجوز ذبح بقیة الهدایا (ای هدی المتعة والقران) فی ای وقت شاء ولا یجوز ذبح الهدایا الا فی الحرم كذا فی الهدایة.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۶۱ باب فی الهدی)


الله
الله
بسم الله الرحمن الرحيم
......: قال اللّٰه تعالیٰ :......
فمن تمتع بالعمرة الی الحج
فما استیسر من الهدی فمن
لم یجد فصیام ثلٰثة ایام فی
الحج وسبعة اذا رجعتم.
......﴿البقرة:۱۹۶﴾......


اللہ
اللہ
فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد چہارم
باب القران والتمتع

باب القران والتمتع

اہل جدہ کیلئے تمتع اور قران کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جدہ میں رہنے والے جب حج کیلئے مکہ مکرمہ جانا چاہے تو جدہ سے احرام باندھے یا بغیر احرام کے جائے یعنی جدہ میقات کے اندر ہے یا باہر؟ اور جدہ کے لوگ قران اور تمتع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شائستہ خان بلوچ جدہ......۱۸/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: جن علماء نے جدہ کو میقات سے باہر شمار کیا ہے، **وھو الظاھر الراجح**﴿۱﴾تو

﴿۱﴾ قال الشیخ المفتی نظام الدین الاعظمی الدیوبندی: خود جدہ بھی مکہ مکرمہ سے دو منزل سے کچھ زائد فاصلہ (تقریباً ۴۶/میل انگریزی سے) پر حل کبیر اور آفاق میں واقع ہے اور حد میقات وخط میقاتی جدہ سے تقریباً ایک منزل مکہ مکرمہ کی جانب آگے بڑھ کر اس خط مستقیم پر واقع ہے جو یلملم سے چل کر سیدھا رابغ وجحفہ کو پہنچتا ہے اور وہی خط مستقیم خط میقاتی ہے اور محاذاۃ میقات اسی خط پر واقع ہوتی ہے۔

کیونکہ اس خط کا مقام اور جگہ معلوم ومتعین نہیں ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حدود میقات سے تجاوز کئے بغیر مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ جائے اور میقات ومحاذات میقات کا علم ویقین نہ ہو تو کعبۃ اللہ سے دو منزل کی دوری پر ہی احرام باندھ لے، کما فی الدر المختار......اور جدہ سے قبل چونکہ کسی میقات سے یا کسی میقات کی محاذات سے تجاوز نہیں ہوتا اور نہ دو منزل سے کم کا فاصلہ مکہ مکرمہ سے کہیں ہوتا ہے اس لئے جدہ پہنچنے سے قبل احرام باندھنا واجب ولازم نہیں ہوتا......حدود میقات یا محاذات میقات کا اگر کوئی شخص یہ مفہوم لے کہ بیت اللہ شریف سے کوئی خط مستقیم چل کر کسی میقات پر سے گزرتا ہوا سیدھا آگے بڑھتا ہوا حل کبیر وآفاق میں سمندری علاقہ میں گزرتا ہوا چلا جائے تو وہ سب خط میقاتی ہے اور اس خط پر بغیر احرام باندھے......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ان علماء کے نزدیک اہل جدہ تمتع اور قران کر سکتے ہیں ﴿۱﴾ اور بغیر احرام کے (بغیر نیت عمرہ کے) مکہ معظمہ داخل نہیں ہو سکتے (شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

اشہر حج میں جدی حاجی عمرہ کے بعد حج کی نیت کرے تو......؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید جدہ میں ہے اس نے اشہر حج میں عمرہ بھی ادا کیا ہے بعد عمرہ کے حلال ہو کر دوبارہ قران کا احرام باندھا، کیا زید پر دم واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمر دراز ٹنڈو محمد خان سندھ

الجواب: اگر جدہ زمین حل سے باہر ہو، کما هو رأی بعض الاکابر ﴿۳﴾ تو اس شخص پر

(بقیہ حاشیہ) ہوئے آگے بڑھنا اور تجاوز کرنا حدود میقات سے تجاوز کرنا شمار ہوگا تو یہ مفہوم بچند وجوہ غلط ہے الخ۔

(نظام الفتاویٰ ۲: ۱۸۰ کتاب الحج)

(ومثله فی جواهر الفقه للشیخ المفتی محمد شفیع الدیوبندی)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: والمكي ومن فی حكمه (ای من اهل داخل المواقیت) یفرد فقط ولو قرن او تمتع جاز واساء وعلیه دم جبر.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۱۴ باب التمتع)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وحرم تأخیر الاحرام عنها لمن ای لآفاقی قصد دخول مكة یعنی الحرم ولو لحاجة غیر الحج.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۶۷ فصل فی المواقیت)

﴿۳﴾......☆ مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احقر نے جہاں تک غور وفکر کیا ترجیح اسی کی معلوم ہوئی کہ بحری مسافروں کیلئے جدہ تک احرام کو مؤخر کرنا اور جدہ سے باندھنا نہ کوئی گناہ ہے نہ اس سے دم لازم آتا ہے۔

......☆ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اہل ہند کیلئے بحری جہاز سے آنے کی صورت میں جدہ ہی کو ان کا میقات قرار دیتے تھے اور امداد الفتاویٰ تتمہ خامسہ طبع قدیم میں ہے کہ حضرت سہارنپوری صاحب نے عرض کیا کہ مدینہ کا راستہ بند ہونے کی...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دم شکر واجب ہوگا، اور اگر زمین حل یعنی مواقیت کی محاذات سے باہر نہ ہو بلکہ داخل ہو﴿۱﴾ تو اس شخص پر دم

(بقیہ حاشیہ) صورت میں حج بدل کا احرام جدہ سے ہوگا، اور یہ ظاہر ہے اہل ہند کیلئے یلملم کے محاذات کسی معتبر طریقے سے نہیں ہوتی لہٰذا جدہ ان کیلئے میقات ہے۔

(ملخص جواہر الفقہ ۱: ۴۷۸، ۴۸۷ مواقیت احرام)

......☆ مولانا مفتی نظام الدین اعظمی (دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں: کہ خود جدہ بھی مکہ مکرمہ سے دو منزل سے کچھ زائد فاصلہ (تقریباً ۴۶/میل انگریزی میل سے) پر حل کبیر اور آفاق میں واقع ہے۔

(نظام الفتاویٰ ۲: ۱۸۰ کتاب الحج)

﴿۱﴾ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صرف اتنی بات تجاوز عن المیقات کیلئے کہ مسافت جدہ اور یلملم برابر ہے جدہ سے احرام باندھنے کیلئے کافی نہیں...... میرے نزدیک فقہی مسئلہ یہی ہے کہ بحری مسافر کو یلملم کی محاذات ہی سے احرام باندھنا ضروری ہے ورنہ دم لازم آئے گا اور توبہ بھی کرنا پڑے گی۔

(جواہر الفقہ ۱: ۴۸۲ حضرت بنوری کی رائے)

......☆ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نتیجہ یہ کہ محاذات یلملم کا علم ہوتے ہوئے جدہ تک تجاوز بدون احرام ناجائز ہے۔

(جواہر الفقہ ۱: ۴۸۶ مفتی رشید احمد صاحب کی رائے)

...... ☆ حضرت سیدی وشیخی واستادی واستاد العلماء حضرت مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم کے نزدیک ان دو رائے میں سے راجح رائے یہ ہے کہ جدہ میقات سے باہر ہے **كما صرح به في بعض الفتاوى**، اسی طرح **منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذي ۴: ۱۰۴ "باب في مواقيت الاحرام لاهل الآفاق"** میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے کہ مواقیت کے درمیان خطوط مستقیمہ کی صورت میں جدہ آفاق اور حل کبیر میں آتا ہے لیکن اس میں اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ **بان لاتكون المسافة من هذا الخط الى مكة اقل من مرحلتين تقديما لتصريحات الفقهاء على تحقيقات العلماء،** اور دوسری رائے جو دائرہ کی صورت میں ہے اس پر فقہی اشکال کو وجہ ضعف بنایا ہے کہ **الوصول الى محيط الدائرة المارة على الميقات يكون مركزها مكه وهو تحقيق بعض الشيوخ ..... ويرد عليه ان الذى يمر بعيدا من الميقات ولم يدر المحاذاة يلزم ان لا يصح احرامه من مرحلتين وهو خلاف تصريحات الفقهاء. (ازمرتب)**

جبر واجب ہوگا﴿۱﴾۔وھو الموفق

حج تمتع کی صورت میں دم شکر واجب اور عمرہ کے بعد احرام کھولنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند حجاج کرام حج تمتع کیلئے ذی الحجہ سے کوئی چار ماہ قبل مکہ مکرمہ پہنچے اور عمرہ کے بعد احرام کھول لیا، شوال میں ایک مہینہ مدینہ منورہ میں گزارنے کیلئے وہاں چلے گئے، اور ذی قعدہ میں واپسی پر ذوالحلیفہ میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھا، اب سوال یہ ہے کہ یہ لوگ عمرہ کے بعد احرام کھول سکتے ہیں یا حج کی ادائیگی تک احرام میں رہ سکتے ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ سے واپسی پر عمرہ کے بعد قبل از حج احرام کھول لینے سے دم واجب ہوتا ہے اور بعض لاباس بہ کہتے ہیں کہ سات ذی الحجہ یعنی یوم ترویہ یا آٹھویں ذی الحجہ کو حج کی نیت سے احرام باندھنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیع......۱۹۷۴ء/۳/۵

الجواب: اگر یہ شخص تمتع کا ارادہ رکھتا ہو تو ذوالحلیفہ والے عمرہ سے طواف اور سعی کے بعد احرام کھولے گا اور اس کے بعد حج کا احرام باندھے گا اور ایک دم شکر دے گا، جو کہ واجب ہے، صرح بہ فی القرآن﴿۲﴾ وصرح به فی الهداية والفتح﴿۳﴾......

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: (المتمتع) ذبح كالقارن...... والمكي ومن في حكمه يفرد ولو قرن او تمتع جاز واساء وعليه دم جبر.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۲۱۳،۲۱۴ باب التمتع)

﴿۲﴾ قال الله تبارك وتعالىٰ: فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرة الى الحج فمااستيسر من الهدى، فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام في الحج وسبعة اذا رجعتم . (البقرة:۱۹۶)

﴿۳﴾قال العلامة المرغيناني: وصفة التمتع ان يبتدى ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

...... والبحر﴿۱﴾ وردالمحتار﴿۲﴾ وغيره. وهو الموفق

مکہ مکرمہ میں مقیم کا شوال میں عمرہ ادا کرنے کی صورت میں حج افراد یا تمتع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اٹھارہ رمضان المبارک سے مکہ مکرمہ میں بہ نیت حج مقیم ہوں شوال کے مہینہ میں میں نے عمرہ ادا کیا، اب میرے لئے شرعا کیا حکم ہے؟ کیا میں دم ادا کروں اور حج افراد کی نیت کروں یا میں حج تمتع کی نیت کروں اور قربانی کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحفیظ بقالۃ الفضل الزاہر شارع الحج مکہ مکرمۃ ۱۹۸۹ء/۶/۱۷

الجواب: اگر آپ اس عمرہ کے بعد (جو کہ شوال میں آپ نے ادا کیا ہے) قبل از حج مدینہ منورہ نہیں گئے ہوں تو آپ مفرد ہیں متمتع نہیں ہیں، اور اگر آپ اس عمرہ کے بعد قبل از حج مدینہ منورہ گئے ہوں اور وہاں سے واپسی پر عمرہ کا احرام کیا اور اس کے بعد حج کیا تو عندالامام آپ مفرد ہیں، اور اگر مدینہ

(بقيه حاشيه) من الميقات في اشهر الحج فيحرم بالعمرة ويدخل مكة فيطوف لها ويسعى ويحلق او يقصر وقد حل من عمرته وهذا هو تفسير العمرة، قال ابن الهمام: فتحرير الضابط للمتمتع ان يفعل العمرة او اكثر طوافها في اشهر الحج عن احرام بها قبلها او فيها ثم حج من عامه بوصف الصحة من غير ان يلم باهله بينهما الماما صحيحا.

(هداية مع فتح القدير ۲: ۴۲۲ باب التمتع)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله وهو ان يحرم بعمرة من الميقات...... ثم يحرم بالحج من الحرم ويحج ويذبح) فقوله من الميقات للاحتراز عن مكة فانه ليس لاهلها تمتع ولاقران الخ. (البحر الرائق ۲: ۳۶۲ باب التمتع)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: هو ان يفعل العمرة او اكثر اشواطها في اشهر الحج...... واقام بمكة حلالا ثم يحرم للحج في سفر واحد ..... وذبح كالقارن.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۱۱، ۲۱۲ باب التمتع)

منورہ سے واپسی کے وقت حج کا احرام کیا تو آپ متمتع ہیں (هندية از محيط)﴿۱﴾. وهو الموفق

تمتع کے تین روزے دسویں ذی الحجہ سے پہلے ایام حج میں رکھے جائیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید حج کیلئے گیا، پندرہ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچا اور چھ ذی الحجہ کو سب نقدی وغیرہ گم ہوگئی، پھر ذاتی استعمال کے کپڑے گھی وغیرہ فروخت کر کے سوڈیڑھ سو ریال حاصل کئے موجودہ رقم میں ایک یا دو قربانیاں کی جاسکتی تھی لیکن اس صورت میں جیب خالی ہو جاتی اور واپسی پر باقی ایام میں خرچہ نہ ہوتا، سات ذی الحجہ کو صحیح مسئلہ معلوم ہوا کہ روزے رکھے جائیں، چونکہ ساتویں ذی الحجہ کو روزہ ممکن نہیں تھا البتہ آٹھویں کو روزہ رکھا، پھر نویں اور دسویں ذی الحجہ کو پیدل حج کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا اسلئے دو روزے تیرہ اور چودہ ذی الحجہ کو رکھ لئے اور سات پاکستان میں رکھ لئے، اب سوال یہ ہے کہ اس حج تمتع کی قربانی جو واجب تھی کیا ان روزوں سے یہ واجب ادا ہوا، اگر ادا نہیں ہوا تو اب اس قربانی کا کیا کیا جائے؟ بينوا توجروا

المستفتی: محمد حمزہ گورنمنٹ کالج گوجرہ......۱۹۷۴ء/۳/۲

الجواب: واضح رہے کہ اس شخص پر ذبح متعین ہوا ہے صوم سے اس کا ذمہ فارغ نہیں ہوا ہے

﴿۱﴾ وفي الهندية: لو احرم لعمرة قبل اشهر الحج فقضاها وتحلل واقام بمكة فاحرم بعمرة ثم حج من عامه ذلك لم يكن متمتعا فان كان حين فرغ من الاولى خرج فجاوز الميقات قبل اشهر الحج فاهل منه لعمرة في اشهر الحج وحج من عامه فهو متمتع وان كان جاوز الميقات في اشهر الحج لم يكن متمتعا الا اذا خرج الى اهله ثم اعتمر ثم حج من عامه عند ابي حنيفه رحمه الله وعندهما هو متمتع جاوز الميقات قبل اشهر الحج او بعدها كذا في محيط السرخسي.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۲۴۰ الباب السابع في القران والتمتع)

پس یہ شخص دوقربانیاں کرے گا(بحر ۲: ۳۶۰)﴿۱﴾ اور یہ دوقربانیاں حرم میں کرنے ہوں گے اصالۃ یا وکالۃ اگرچہ ایام ذبح میں نہ ہو(شامی ۲: ۳۴۴)﴿۲﴾ اور گائے میں دو حصے بھی کافی ہے (بحر ۲: ۳۵۹)﴿۳﴾. وھو الموفق

دم شکر صرف قارن یا متمتع پرواجب ہے مفرد پرنہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قربانی صرف قارن اور متمتع پر واجب ہے یا مفرد پر بھی؟ اگر مفرد قربانی کرے تو جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رشید گل سعودی عرب......۱۹۸۴ء/۶/۱۹

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: والعبرة لایام النحر فی العجز والقدرة وکذا لو قدر علی الهدی قبل ان یکمل صوم الثلاثة ایام او بعد ما اکمل قبل ان یحلق ویحل وهو فی ایام الذبح بطل صومه ولا یحل الا بالهدی...... ان لم یصم الثلاثة حتی دخل یوم النحر لم یجزه الصوم اصلا وصار الدم متعینا لان الصوم بدل والابدال لا تنصب الا شرعا والنص خصه بوقت الحج وجواز الدم علی الاصل وعن ابن عمر انه امر فی مثله بذبح الشاة فلو لم یقدر علی الهدی تحلل وعلیه دمان دم التمتع ودم التحلل قبل الهدی.

(البحر الرائق ۲: ۳۶۱ قبیل باب التمتع)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (ویتعین الحرم لامنی) ای بل یسن لما فی المبسوط من ان السنة فی الهدایا ایام النحر منی وفی غیر ایام النحر فمکة هی الاولیٰ شرح اللباب.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۷۴ باب الهدی)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: (ذبح شاة او بدنة او سبعها) واطلق البدنة فشملت البعیر والبقرة والسبع جزء من سبعة اجزاء وانما کان مجزئا لحدیث الصحیحین.

(البحر الرائق ۲: ۳۵۹ باب القران)

الجواب: قربانی (دم شکر) صرف قارن یا متمتع پر واجب ہوتی ہے نہ کہ مفرد پر، کما فی الھدایة ﴿۱﴾ وردالمحتار ﴿۲﴾ والھندیة﴿۳﴾ وغیرھا، اس میں فرض اور نفل کا کوئی فرق نہیں ہے اور اگر مفرد اس قربانی میں کمزوریوں کے ازالہ کی نیت کرے تو جائز ہے بخلاف القارن والمتمتع﴿۴﴾ اور اگر متمتع یا قارن قربانی کو رمی پر مقدم کرے تو اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دم واجب ہے، خلافا لمن سواہ (ھدایة﴿۵﴾ ردالمحتار﴿۶﴾ ھندیةوغیرھا). وھو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة المرغیناني: واذا رمی الجمرة یوم النحر ذبح شاة او بقرة او بدنة او سبع بدنة فھذا دم القران لانه في معنی المتعة والھدی منصوص علیه فیھا.
(ھدایة ۱: ۲۴۰ باب القران)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وذبح للقران وھو دم شکر ای لما وفقه الله تعالیٰ للجمع بین النسکین فی اشھر الحج بسفر واحد. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۲۰۹ باب القران)

﴿۳﴾وفی الھندیة: اذا رمی جمرة العقبه یوم النحر یذبح دم القران وھذا الدم نسک من المناسک. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۳۸ الباب السابع فی القران والتمتع)

﴿۴﴾ وفی الھندیة: ثم یرجع الی منیٰ فان کان معه نسک ذبحه وان لم یکن فلا یضره لانه مفرد بالحج ولو کان قارنا او متمتعا فلا بدله من الذبح.
(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۳۱ باب فی کیفیة اداء الحج)

﴿۵﴾ قال العلامة المرغیناني: ومن اخر الحلق حتی مضت ایام النحر دم عند ابی حنیفة وکذا اذا اخر طواف الزیارة وقالا لا شیئ علیه فی الوجھین وکذا الخلاف فی تاخیر الرمی وفی تقدیم نسک علی نسک کالحلق قبل الرمی ونحر القارن قبل الرمی
(ھدایة ۱: ۲۸۷ باب الجنایات)

﴿۶﴾قال العلامة الحصکفي: او قدم نسکا علی آخر فیجب فی یوم النحر اربعة اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف لکن لا شیئ ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوجود روزے رکھنا کافی نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حاجی وہاں قربانی نہ کرے اوردس روزے متواتر رکھے کیااس پردم واجب ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالمجید پشاور شہر......۱۴/صفر۱۳۹۵ھ

الجواب: جوحاجی متمتع یا قارن ہواس پرقربانی لازم ہےاورعدم قدرت کی صورت میں دس روزے رکھنا کافی ہے،لیکن باوجودقدرت کےروزے رکھنا کافی نہیں،قربانی (ہدیہ) ذبح کرنا ضروری ہے، ماخوذ از ردالمحتار ﴿۱﴾. وهو الموفق

حاجی پرعیدالاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائیوں میں سے ایک حج کیلئے گیا گھرپر جو بھائی رہ چکا ہے اس پراس حاجی بھائی کی طرف سے قربانی واجب ہوگی یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: مختار سید بنوی......۱۹۸۳ء/۸/۱۶

الجواب: حاجی پرقربانی واجب نہیں ہے،نہ منیٰ میں اورنہ وطن میں، كمافي البدائع

(بقیہ حاشیہ)على من طاف قبل الرمي والحلق، قال ابن عابدين: قوله فيجب الخ لما كان قوله او قدم الخ بيانا لوجوب الدم بعكس الترتيب فرع عليه ان الترتيب واجب مع بيان مايجب ترتيبه ومالا يجب فافهم.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۲۲ باب الجنايات)

﴿۱﴾ قال العلامةالحصكفي: وذبح للقران وهو دم شكر ... وان عجز صام ثلاثة ايام آخرها يوم عرفة. ... وسبعة بعد تمام ايام حجه فرضا او واجبا وهو بمعنى ايام التشريق.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۰۹ باب القران)

۲۳:۵ وذكر في الاصل وقال ولا تجب الاضحية على الحاج واراد بالحاج المسافر الخ﴿۱﴾ وتمام الكلام في الساری﴿۲﴾. وهو الموفق

حرمین میں مقیم حاجی پر اضحیہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب نے امسال حج پر روانہ ہونے سے پہلے مجھے کہا کہ آپ میری طرف سے ایک بکرا ذبح کریں جو کہ دم اضحیہ ہے اور مجھ پر واجب ہے، باقی دم شکر کا بکرا میں خود ذبح کروں گا، میں نے مقامی علماء سے پوچھا انہوں نے کہا دو دم نہیں ہیں اسلئے میں نے والد صاحب کی جانب سے قربانی نہیں کی، جب وہ واپس تشریف لائے اور انہیں معلوم ہوا تو بہت خفگی کا اظہار کیا اب از روئے شرع اس قربانی کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سردار علی خان ۲۴/۲/۱۹۷۴ء

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۴:۱۹۵ کتاب التضحية فصل شرائط الوجوب)

﴿۲﴾ قال العلامة ملا علی قاری: اعلم ان الاضحية واجبة على كل مسلم حر مقيم موسر ويستوى فيه المقيم بالامصار والقرىٰ والبوادى فلا تجب على المسافرين ولا على الحاج اذا كان محرما وان كان من اهل مكة كذا في الخزانة ولعل وجهه انه يجب على الحاج دم القران او متعة ويستحب لهم دم افراد فيسقط عنهم دم الاضحية تخفيفا عليهم كما سقط عنهم صلاة العيد اجماعا وكذا صلاة الجمعة بمنىٰ عند بعضهم قال السنجارى في منسكه ولا تجب الاضحية على المسافر والحاج لان فيه الحاق المشقة بالمشقة وتجب على اهل مكة لعدم المشقة فيهم ولعله اراد باهل مكة من لم يحج منهم ولا يبعد انه اذا اراد عمومهم فقد قال الحدادى واما اهل مكة فتجب عليهم وان كانوا حجوا كذا في الكرخى وذكر في الخجندى انها لا تجب على الحاج اذا كان محرما وان كان من اهل مكة، والله اعلم.

(ارشاد الساری ۲۶۳ مطلب في التحقيق في اضحية اهل مكة اذا حجوا)

الجواب: محترم وعلیکم السلام کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ کے والد صاحب رمضان میں مدینہ منورہ گئے ہوں اور وہاں سے شوال میں عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ واپس ہوا ہو تو آپ کے والد صاحب متمتع تھے اس پر دم تمتع واجب ہوا ہے جو کہ اس نے ادا کیا ہے اور چونکہ آپ کے والد صاحب حرمین میں مقیم تھے، **کما هو الظاهر لانه نوىٰ اكثر من خمسة عشر يوما،** لہٰذا اس پر اضحیہ واجب تھا ﴿۱﴾ اور جب آپ نے اس کی طرف سے اضحیہ ذبح نہیں کیا ہے تو ابھی ایک متوسط شاۃ (دنبہ) جو کہ چھ ماہ سے زائد عمر کا ہو اور اتنا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو کی قیمت مساکین میں تقسیم کریں، **كما في ردالمحتار ۵: ۲۸۰** ﴿۲﴾. **وهو الموفق**

ایام النحر میں دم نہ کرنے والا حاجی اب کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک حاجی ایام النحر میں

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: وذكر في الاصل وقال: ولا تجب الاضحية على الحاج واراد بالحاج المسافر فاما اهل مكة فتجب عليهم الاضحية وان حجوا لما روىٰ نافع عن ابن سيدنا عمر رضى الله عنهما انه كان يخلف لمن لم يحج من اهله اثمان الضحايا ليضحوا عنه تطوعا. (بدائع الصنائع ۴: ۱۹۵ كتاب التضحية فصل شرائط الوجوب) ومثله في ارشاد السارى ۱: ۲٦۳ مطلب في التحقيق في اضحية اهل مكة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله وتصدق بقيمتها غني شراها اولا) وتعقبه الشيخ شاهين بان وجوب التصدق بالقيمة مقيد بما اذا لم يشتر اما اذا اشترى فهو مخير بين التصديق بالقيمة او التصدق بها حية كما في الزيلعي ابو السعود...... فبين ان المراد اذا لم يشترها قيمة شاة تجزئ في الاضحية كما في الخلاصة وغيرها قال القهستاني او قيمة شاة وسط كما في الزاهدى والنظم وغيرهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۲۲٦ كتاب الاضحية)

لاعلمی، بھول یا کسی اور وجہ سے دم ادا نہ کرے جبکہ فریضہ حج سے پہلے برائے زیارت مدینۃ الرسول ﷺ گیا ہو اب یہ حاجی ایک دم ادا کرے گا یا دو؟ اور ایام النحر میں یا دوسرے ایام میں بھی ادا ہو سکتا ہے؟ نیز زمین حرم میں یا زمین حل میں بھی ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ہادی حقانی خرکی ضلع مردان......۱۹۷۴ء/۹/۸

الجواب: اگر یہ حاجی مدینہ منورہ سے رمضان میں واپس ہوا ہو تو اس پر دم تمتع نہیں ہے البتہ اگر اس نے عام قربانی ایام نحر میں نہیں کی ہو تو وہ ایک شاۃ کی قیمت بطور تصدق مساکین میں تقسیم کرے ﴿۱﴾ اور اگر مدینہ منورہ سے شوال میں عمرہ کے احرام سے آیا ہو تو اس پر دم تمتع واجب ہوگا ﴿۲﴾ اور تاخیر کی وجہ سے دم جنایت بھی واجب ہوگا، اور زمین حرم کے ساتھ مختص ہوگا (ہندیہ) ﴿۳﴾ اور اگر یہ حاجی وقوف عرفات سے پہلے فوت ہوا ہو تو اس پر نہ قربانی ہے اور نہ دم تمتع وغیرہ، پس اگر اس حاجی نے حج مکمل کیا ہو لیکن دم تمتع ذبح نہ کیا ہو تو کسی کو وکیل بنا کر حرم میں دو دنبے وغیرہ ذبح کروائے خواہ ایام حج میں ہو یا پہلے ہو۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وتصدق بقيمتها غني شراها اولا لتعلقها بذمته بشرائها اولا فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزی فيها.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۵:۲۲۶ قبيل فروع كتاب الاضحية)

﴿۲﴾ وفي الهندية: والمتمتع من يأتي باعمال العمرة في اشهر الحج اويطوف اكثر طوافها في اشهر الحج ثم يحرم بالحج ويحج من عامه ذلك قبل ان يلم باهله بينهما الماما صحيحا. (فتاویٰ عالمگيريه ۱:۲۳۸ باب القران والتمتع)

﴿۳﴾ وفي الهندية: لا يجوز ذبح هدى المتعة والقران الا في يوم النحر حتى لو ذبح قبله لا يجوز اجماعا وبعده كان تاركا للواجب عند الامام فيلزمه دم ويجوز ذبح بقية الهدايا في اى وقت شاء ولا يجوز ذبح الهدايا الافي الحرم.

(فتاوى عالمگيريه ۱:۲۶۱ الباب السادس عشر في الهدى)

حج کی قربانی سے کھانا ضروری نہیں خون بہانے سے ثواب مل جاتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں لاکھوں قربانیاں ہوکر آخر میں اسے جلایا جاتا ہیں لوگ تھوڑا بہت گوشت کھالیتے ہیں باقی چھوڑ دیتے ہیں اور ضائع ہو جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

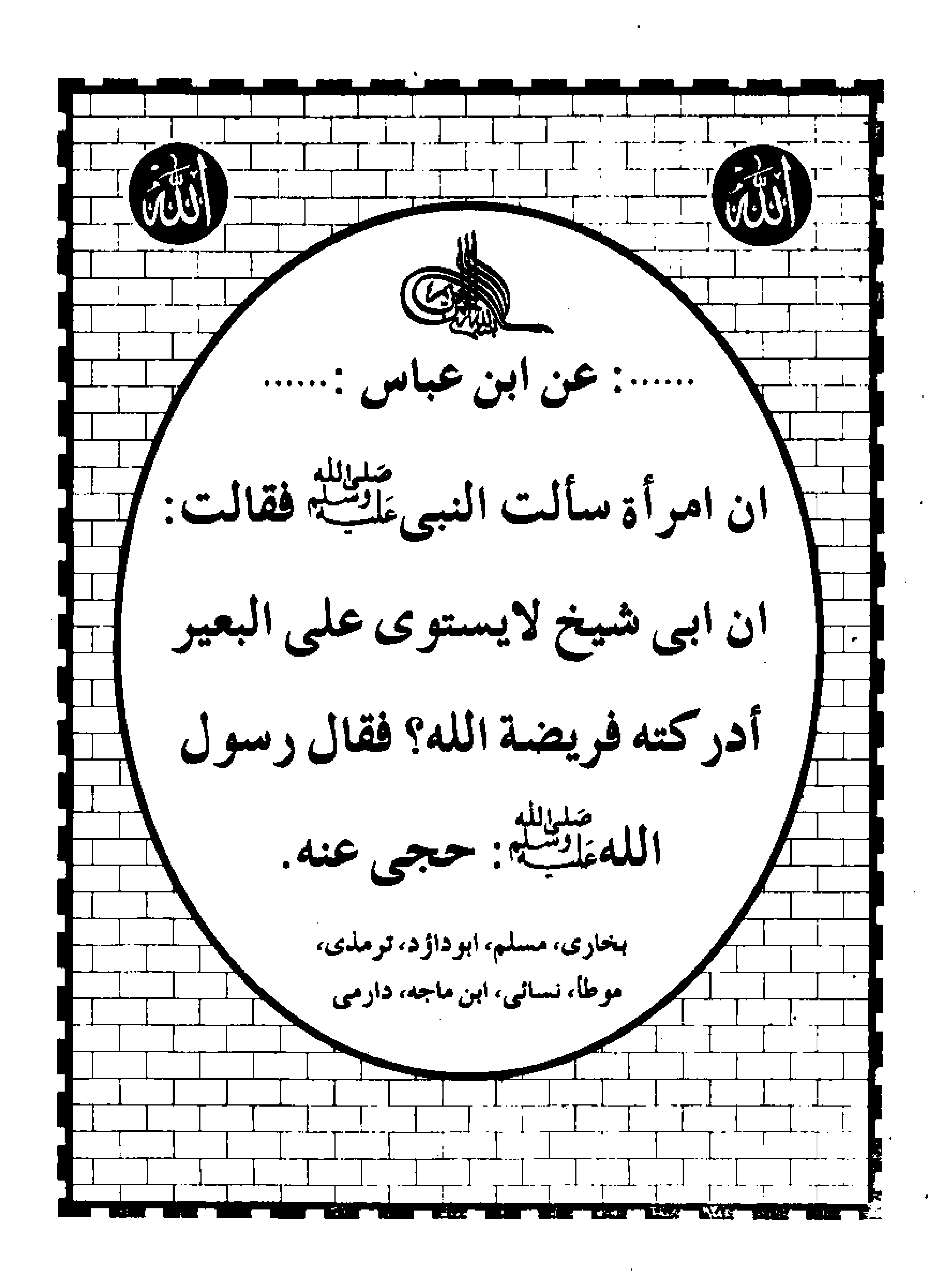
المستفتی: لیفٹیننٹ محمد دین جدہ سعودیہ.....۱۹۸۳ء/۸/۱۰

الجواب: قربانی کے گوشت میں سے کھانا ضروری نہیں خون بہانے سے ثواب مل جاتا ہے﴿۱﴾۔وھوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابی بکر بن علی الحداد الیمنی: الاضحیة اراقة الدم من النعم دون سائر الحیوان والدلیل علی انها الاراقة انه لو تصدق بعین الحیوان لم یجز والصدقة بلحمها بعد الذبح مستحب ولیس بواجب حتی لولم یتصدق به جاز قال فی الواقعات شراء الاضحیة بعشرة دراهم خیر من التصدق بالف درهم لان القربة التی تحصل باراقة الدم لا تحصل بالصدقة. (الجوهر النیرة ۲: ۲۸۱ کتاب الاضحیة)




الله
الله
فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد چہارم
باب الحج عن الغیر



......: عن ابن عباس :......

ان امرأة سألت النبی ﷺ فقالت:
ان ابی شيخ لايستوی علی البعير
أدركته فريضة الله؟ فقال رسول
الله ﷺ: حجی عنه.

بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی،
موطأ، نسائی، ابن ماجه، دارمی

باب الحج عن الغير

حج عن الغیر میں حج تمتع کرنا جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چندآدمیوں نے حج بدل کاارادہ کیاہے، معلم الحجاج ملقب باشرف المناسک میں لکھا ہے کہ حج عن الغیر کرنے والاتمتع نہیں کرسکتا، اورتمتع اجازت سے بھی جائزنہیں، مولاناخلیل احمدمہاجرمدنی شارح سنن ابی داؤدبھی عدم جواز کافتوئی دیتے تھے، اب پوچھنایہ ہے کہ حج عن الغیر میں تمتع ہوسکتا ہے یانہیں؟بینو اتوجروا

المستفتی:عبدالجلیل کربوغہ شریف......۱۹۷۸ء/۸/۹۰

الجواب: حج بدل میں جب آمرکی اجازت سے قران اورتمتع کئے جائیں تواس میں اختلاف ہے، ملاعلی قاری ﴿۱﴾ اورحضرت گنگوہی ﴿۲﴾ وغیرہ نے عدم جوازکومختارکیاہےاورارشادالساری ۳۰۴ نے

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ان هذا القید سهو ظاهر اذ التفویض المذکور فی کلام المشائخ مقید بالافراد والقران لاغیر...... واما ما فی قاضی خان من التخییر بحجة او عمرة وحجة او بالقران فلا دلالة علی جواز التمتع اذالواو لا تفید الترتیب فیحمل علی حج وعمرة بان یحج اولا عنه ثم یأتی بعمرة له ایضا.

(ارشاد الساری الی مناسک القاری ۳۰۴ قبیل فصل ولوصی المیت او وارثه......)

﴿۲﴾ قال الشیخ الجنجوهی: پس اگرآمرنے حج کوکہااورمامورنےتمتع کردیاتوضمان دیوےگااورحج مامورکاہووےگانہ آمرکاعلی ہذا......اورتمتع کرناکسی حال میں درست نہیں اگرچہ آمرنے اذن دیاہوالخ۔

(تالیفات رشیدیہ (رسالہ زبدة المناسک ۲۴۷ باب الحج عن الغیر)

ملا علی قاری پر رد کیا ہے اور جواز کو راجح قرار دیا ہے ﴿۱﴾، قلت وهو الاقوی لان کلام ابی بکر محمد بن الفضل لغير الجواز حيث قال اذا امر غيره بان يحج عنه ينبغي ان يفوض الامر الى المأمور فيقول حج عني بهذا المال كيف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا كذا في الخانية على هامش الهندية ۱ : ۲۸۱ ﴿۲﴾ وكذا يقتضيه كلام غاية البيان حيث قال في شرح قوله الهداية فان امره غيره ان يقرن عنه فالدم على من احرم واراد بالقران الجمع بين النسكين قرانا كان او تمتعا فافهم ﴿۳﴾، واستدلال المخالف بعبارات الفقهاء لا يصح لانها وردت عند الامر بالافراد وعللوها بعدم الاذن، وفي الصورة المسؤلة يأمره الآمر بالحج وهو في عرفنا شامل للاقسام الثلاثة وكذا لاريب في الاذن لا سيما عند الاستيذان ومزيد التفصيل في جواهر الفقه ۱ : ۵۰۸ فليراجع ﴿۴﴾. وهو الموفق

حج بدل میں تینوں اقسام حج آمر سے واقع ہوتے ہیں

سوال: حج بدل یعنی حج عن الغیر میں اگر مامور نے میقات سے احرام باندھ کر پہلے عمرہ ادا کیا خواہ

﴿۱﴾ قال الشيخ حسين بن محمد سعيد المكي: قوله فيه ان هذا القيد سهو ظاهر قال القاضي عيد في شرحه لهذا الكتاب ولا يخفى ان هذا سهو منه لان الميت لو امره بالتمتع فتمتع المأمور صح ولا يكون مخالفا بلا خلاف بين الائمة الاسلاف فتدبر.

(ارشاد الساری الی مناسک القاری ۳۰۴ قبیل فصل ولوصی المیت)

﴿۲﴾ (فتاوی قاضی خان علی هامش الهندیة ۱ : ۳۰۷ فصل فی الحج عن المیت)

﴿۳﴾ (هدایة ۱ : ۲۸۰ باب الحج عن الغیر)

﴿۴﴾ (جواهر الفقه ۱ : ۵۰۸ رساله منهج الخیر فی الحج عن الغیر)

اپنے لئے ہو یا آمر کیلئے، بعد میں حج ادا کیا مکہ مکرمہ سے، کیا یہ حج آمر کیلئے ہوا یا نہیں؟ بعض کتب میں لایجوز مذکور ہے ان کی عبارات یہ ہیں، ان من شروط الحج عن الآمر ان یحرم من المیقات فلو اعتمر وقد امرہ بالحج ثم حج من مکة یضمن فی قولھم جمیعا ولا یجوز ذلک عن حجة الاسلام، الثالث عشر عدم المخالفة فلو امرہ بالافراد فقرن او تمتع ولو للمیت لم یقع حجه عن الآمر ویضمن النفقة الخ، اس مسئلہ میں یہاں کے علماء کرام میں بہت اختلاف ہے بعض وقوع وجواز کے قائل ہیں اور بعض عدم وقوع وعدم جواز کے قائل ہیں، براہ مہربانی وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی نوراجان

الجواب عن عبد الله جان ناصر دکی: یہاں تفصیل کی ضرورت ہے اس کے بعد صراحتاً معلوم ہوجائے گا کہ یہ حج آمر کیلئے واقع اور جائز ہے تفصیل یہ ہے، عبارت بحر الرائق ۲:۳۱۸ لان الافاقی اذا قصد موضعا من الحل کخلیص یجوز له ان یتجاوز المیقات غیر محرم واذا وصل الیه التحق باھله، ومن کان داخل المیقات فله ان یدخل مکة بغیر احرام اذا لم یقصد الحج اوالعمرة وھی الحیلة لمن اراد ان یدخل مکة بغیر احرام وینبغی ان لا تجوز ھذہ الحیلة للمامور بالحج (لانه حینئذ لم یکن سفرہ للحج) ولانه مامور بحجة آفاقیة واذا دخل مکة بغیر احرام صارت حجته مکیة فکان مخالفا وھذہ المسئلة یکثر وقوعھا فیمن یسافر فی البحر الملح وھو مامور بالحج ویکون ذلک فی وسط السنة فھل له ان یقصد البندر المعروف بجدة لیدخل مکة بغیر احرام حتی لا یطول الاحرام علیه لو احرم بالحج فان المامور بالحج لیس له ان یحرم بالعمرة، پھر ملاحظہ ہو اسی صفحہ ۳۱۸ جلد ۲ پر عبارت منحة الخالق علی البحر لابن عابدین تحت قوله لانه

حينئذ لم يكن سفره للحج، هذا التعليل يفيد انه لا ترتفع المخالفة بخروجه بعد الى احد المواقيت واحرامه منه، ونقل كلام المولف هنا الشيخ حنيف الدين المرشدى فى شرح منسكه واقره ونقله عنه القاضى محمد عيد فى شرح منسكه كما فى حاشية المدنى على الدرالمختار، ثم قال فيها ونقل الملا على قارى فى رسالته المسماة. (بيان فعل الخير اذا دخل مكة من حج عن الغير)انه وقعت مسئلة اضطرب فيها فقهاء العصر وهى ان الآفاقى الحاج عن الغير اذ انفصل عن الميقات بغير احرام للحج هل هو مخالف ام لا؟ فقيل نعم فيبطل حجه عن الآمر وان عاد الى الميقات، واحرم وقيل لا بل عليه ان يرجع الى الميقات ويحرم عن الآمر واعتمد الاولون على ظاهر ما فى المنسک الكبير للسندى ان من شروط صحة الحج عن الآمر ان يحرم من الميقات فلو اعتمر وقد امره بالحج ثم حج من مكة يضمن فى قولهم جميعا ولا يجوز ذلک عن حجة الاسلام، لانه مامور بحجة ميقاتيته الخ..... ولا يصح الاعتماد عليه لان الشرط فرض لا يثبت الا بدليل قطعى فمجرد قوله من غير نقله عن مجتهد او اسناده الى دليل غير مقبول، واطال الى ان قال وبما ذكرناه افتى الشيخ قطب الدين وشيخنا سنان الرومى فى منسكه وافتى به الشيخ على المقدسى ونقل فتواه فراجعها الخ ما فى الحاشية ملخصا اقول وفى رده ما ذكره السندى نظر ، لان المسئلة منقولة والمقلد متبع للمجتهد وان لم يظهر دليله ففى التتارخانية عن المحيط ولو امره بالحج فاعتمر ثم حج من مكة فهو مخالف فى قولهم وفى الخانية ولا يجوز ذلک عن حجة الاسلام عن نفسه وكذا لو حج ثم اعتمر كان مخالفا عند العامة، وفى المحيط ولو امره بالعمرة فاعتمر اولا ثم حج عن نفسه لم يكن مخالفا وان حج اولا ثم اعتمر فهو مخالف الخ

فليتأمل وفي قول ابن عابدين فليتأمل اشارة الى جواب نظره وهو ان نقل الدليل عن مجتهد او اسناده الى دليل لا ينافي التقليد والاتباع وايضا قال ملا على قارى فى كتاب المناسک ٢٥٣ وايضا فيه اشكال آخر حيث ان الميقات من اصله ليس شرطا لمطلق الحج واصالته بل انه من واجباته فكيف يكون شرطا وقت نيابته فان وجد نقل صريح او دليل صحيح فالامر مسلم والا فلا.

حاصل ما قال الملا على قارى فى المنحة وفى كتاب المناسک ان الميقات اما ان يكون شرطا اولا، فان كان شرطا فالشرط فرض لا يثبت الخ ولم يأت احد بدليل قطعي الى الآن ولم يوجد، وان لم يكن شرطا بل من واجبات الحج فكيف يكون شرطا وقت نيابته فان وجد نقل صريح ودليل صريح فالامر مسلم والا فلا.

وبقوله ان الشرط فرض الخ وان الميقات من اصله ليس شرطا الخ اندفع ما قال في ردالمحتار في باب الحج عن الغير ٢١١، ٢١٢ وهذا يفيد جواز الحيلة المذكورة اذا عادل الميقات واحرم على ان البحر الرائق علل بعلتين احدهما قوله لانه حينئذ لم يكن سفره للحج وثانيهما لانه مامور بحجة افاقية وبينهما تناقض كما يظهر بادنى تامل، وهو ان قوله لانه حينئذ تعليل يفيد انه لا ترتفع المخالفة بخروجه بعد الى احد المواقيت واحرامه منه كما ذكرناه آنفا، وقوله لانه مامور بحجة آفاقية تعليل يفيد ويفهم منه انه لو خرج الى الميقات واحرم منه انه يصح ولعل البحر لهذا التناقض اتى وجاء بلفظ ينبغي وهو غير صريح في اشتراط الاحرام من الميقات وعلل الشيخ السندى بعلة واحدة وهي قوله لانه مامور بحجة ميقاتية وهي ايضا منقوضة بما قال في المنحة على البحر ٣: ٦٣ وهو (قول السندى لانه مامور بحجة ميقاتية) يفهم منه انه لو

خرج الی المیقات واحرم منه انه یصح لکن یرد علیه انه لما اعتمر جعل سفره للعمرة ولم یؤمر به فیکون مخالفا کما یفیده قوله الآتی (لانه جعل المسافة) والقول الآتی من آخر صفحة ۶۳ الی نصف سطری ثانیة ۶۴.

وایضا قال ملا علی قاری فی کتاب المناسک ۱۵۳ تحت قوله فلو امره بالافراد فقرن او تمتع به ولعل وجهه انه مامور بتجرید السفر للحج فانه المفروض علیه وینصرف مطلق الامر الیه الا انه یشکل علیه اذا امره بافراد العمرة ثم اتیان الحج بعده او صرح بالتمتع فی سفره او بتفویض الامر الیه. اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ حج آمر کی طرف سے واقع اور جائز ہے۔

المجیب: عبداللہ جان ناصر دکی لورآلائی

الجواب عن مفتی صاحب دامت برکاتھم: ان عبارات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حج آمر سے واقع ہوتا ہے البتہ عوام کے عرف میں حج کا افراد اور تمتع اور قران تینوں اقسام پر اطلاق ہوتا ہے لہٰذا اسی بناپر یہ حج آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہے فافهم﴿۱﴾. وهو الموفق

محمد فرید عفی عنہ ...... ۲۸/ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

﴿۱﴾ اس میں اصل یہ ہے کہ میقات کے ذکر کے بغیر امر کرنے کی صورت میں آفاقی کے میقات سے احرام باندھنا جو شرط ہے وہ میقات کا یہ امر دلالۃً ثابت ہونے کی وجہ سے ہے پس جب آمر کی اجازت اس سے خلاف واقع ہوئی مثلاً اس کو قران کا امر کیا یا اس معاملہ کو اس کے اختیار پر چھوڑ دیا تو یہ شرط بھی ساقط ہو جائے گی. یہاں تک کہ اگر اس نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا پھر مکہ مکرمہ سے اس کے ساتھ اس کی طرف سے حج کے احرام کو ملالیا حتی کہ اس کا قران ہو گیا تو جائز ہے اسلئے کہ اس نے اس کے امر کے مطابق ادا کر دیا ہے اور اب وہ مکہ مکرمہ سے اس کے حج کا احرام باندھنے کی وجہ سے مخالف نہیں ہوگا، کیونکہ اس کو اس کی اجازت حاصل ہے اسی طرح اگر آمر نے تمتع کا امر کیا تو تمتع میں نیابت جائز ہونے کے قول کی بناپر مامور کا تمتع کرنا بھی جائز ہو جائے گا، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کسی حاجی کی جانب سے حج بدل کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پہلے حج ادا کیا ہے کیا اس کی جانب سے حج بدل کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی ظفر الحق.....۲۷/ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

الجواب: جس نے فریضہ حج ادا کیا ہو تو اس کی طرف سے دوبارہ حج کرنا جائز ہے﴿۱﴾ اور جس شخص نے فریضہ حج ادا کیا ہو وہ دوسرے کی طرف سے بلا کراہت حج بدل کر سکتا ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) پس یہ میقات سے احرام کی شرط نیابت حج کیلئے فی نفسہ شرط نہیں ہے بلکہ آمر کے امر سے دلالۃ ثابت ہونے کی وجہ سے ہے (عمدۃ الفقہ ۴:۲۵۴) بالا قول سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارے عرف میں چونکہ حج یہی مشہور قسم یعنی تمتع کا نام ہے اور عوام اس میں فرق نہیں کرتے بلکہ مطلق حج کا امر کرتے ہیں اور ہر قسم حج کی جازت ہوتی ہے، تو دلالۃ اس سے یہی حج تمتع مراد ہوتا ہے۔ نیز نظام الفتاویٰ ۱:۱۵۱ میں ہے "اور اگر آمر نے قران اور تمتع کی اجازت دے دی ہے خواہ مجملاً ہی دی ہو مثلاً بایں طور کہ تم کو اختیار ہے کہ میری طرف سے جس طرح چاہو حج بدل کر آؤ تو اس صورت میں مامور کو حج تمتع اور قران دونوں کرنا جائز رہے گا..... **كما في الدر المختار ودم القران والتمتع والجناية على الحاج ان اذن له الآمر والا فيصير مخالفا فيضمن** ، معلوم ہوا کہ باذن آمر اور بغیر اذنہ دونوں کا حکم یکساں نہیں بلکہ فرق ہے، انتہیٰ، پس معلوم ہوا کہ ہمارے عرف میں حج تمتع کی اجازت مجملاً دلالۃ ہوتی ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے، **اذا امر غيره بان يحج عنه ينبغي ان يفوض الامر الى المأمور فيقول حج عني بهذا المال كيف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا.**

(فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية ۱:۳۰۷ حج عن الغير)..... از مرتب

﴿۱﴾ وفي الهندية: ففي الحج النفل تجوز النيابة حالة القدرة لان باب النفل اوسع كذا في السراج الوهاج. (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۵۷ باب الحج عن الغير)

﴿۲﴾ وفي الهندية: والافضل للانسان اذا اراد ان يحج..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

حج بدل میں نفقہ بذمہ آمر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والدہ نے اپنے لڑکے کو دیگر بھائیوں سے کچھ زیادہ رقم دی تھی اب یہ لڑکا حج بدل کرنا چاہتا ہے کیا والدہ کی طرف سے اس مال پر حج بدل کیا جائے گا یا دیگر مال کی ضرورت ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مختار احمد غازی ہری پور

الجواب: حج بدل میں یہ ضروری ہے کہ خرچہ آمر کے مال سے کرنا ہوگا، کما فی ردالمحتار ۲: ۳۲۸ ﴿۱﴾. وهو الموفق

عورت کیلئے محرم نہ ملنے کی صورت میں حج بدل کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت غنی ہے اور محرم کا خرچہ بھی ادا کرسکتی ہے لیکن اسے کوئی محرم ایسا نہیں مل رہا ہے جس کے ساتھ حج کرنا جائز ہو کیا یہ عورت حج بدل کراسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: عورت بغیر محرم شرعی کے حج کیلئے نہیں جاسکتی ہے اور محرم یا زوج کا موجود ہونا کسی

(بقیہ حاشیہ) رجلا عن نفسه ان یحج رجلا قد حج عن نفسه ومع هذا لو احج رجلا لم یحج عن نفسه حجة الاسلام یجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر كذا في المحيط.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۷ باب الحج عن الغیر)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: النفقة من مال الآمر ای المحجوج عنه ومحترزه قوله الآتی ولو انفق من مال نفسه الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

بھی وقت ممکن ہوسکتا ہے اس لئے کسی کو حج بدل کیلئے نہیں مقرر کر سکتی، البتہ اگر یہ عدم محرم ایسا دوام اختیار کرے کہ موت تک بھی اس کی امید نہ ہو تو مریض دائم کی طرح پھر حج بدل کرا سکتی ہے، وفی ردالمحتار فیجوز کالمریض اذا احج رجلا ودام المرض الخ ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حج بدل کرنے کی وجہ سے فقیر آدمی پر حج فرض نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک فقیر آدمی ہے اور عمر اسے اپنی والدہ کے حج بدل کیلئے بھیجنا چاہتا ہے اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ فقیر اور نادار آدمی حج بدل کیلئے نہیں جا سکتا، کیونکہ پھر اس پر خود حج فرض ہو جاتا ہے اگر وہ زمین حرم تک پہنچ جائے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت سید شوڈاگئی تالاش دیر.....۱۹۷۲ء/ ۸/ ۲۸

الجواب: بہتر یہ ہے کہ حج بدل کیلئے ایسا شخص بھیجا جائے جس نے فریضہ حج ادا کیا ہو لیکن باوجود اس کے اگر نادار اور فقیر شخص کو روانہ کیا جائے تو اس پر حج فرض نہیں ہوتا ہے (والتفصیل فی ردالمحتار ۲: ۳۳۲) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ومن العجز الذی یرجی زواله عدم وجود المرأة محرما فتقعد الی ان تبلغ وقتا تعجز عن الحج فیه ای لکبر او عمی او زمانة فحینئذ تبعث من یحج عنها اما لو بعث قبل ذلک لا یجوز لتوهم وجود المحرم الا ان دام عدم المحرم الی ان ماتت فیجوز کالمریض اذا احج رجلا ودام المرض الی ان مات کما فی البحر وغیره.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: جاز حج الصرورة من لم یحج...... وغیرهم اولیٰ لعدم الخلاف، قال ابن عابدین فی التنبیه: ان الفقیر الآفاقی اذا وصل الی میقات فهو کالمکی...... لکن هذا لا یدل علی ان الصرورة الفقیر کذلک لان قدرته بقدرة غیره کما قلنا وهی غیر معتبرة بخلاف ما لو خرج لیحج عن نفسه وهو فقیر فانه...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ایام حج سے پہلے مدینہ منورہ سے واپسی پر ایکسیڈنٹ میں شہید ہونے والوں کے حج کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال دو آدمی ہمارے گاؤں سے حج کیلئے گئے، عمرہ ادا کرنے کے بعد زیارت نبوی ﷺ کیلئے مدینہ منورہ چلے گئے، واپسی پر بس میں سوار ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے کہ ایکسیڈنٹ میں دونوں حضرات شہید ہو گئے، اب ان کے ورثا پر ان کی طرف سے حج بدل لازمی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی امیر احمد تجوڑی لکی مروت......۱۹/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر یہ مرحومین اس سال وفات سے قبل سال میں صاحب استطاعت تھے اور انہوں نے حج کرانے کے متعلق وصیت کی تھی تو ورثا پر ان کی طرف سے حج کرنا ضروری ہے اور اگر امسال صاحب استطاعت ہوئے ہوں اور یا وصیت نہ کی ہو تو ورثا پر حج کرنا ضروری نہیں ہے (ارشاد الساری وغیرہ)﴿۱﴾۔وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) عند وصوله الی المیقات صار قادرا بقدرة نفسه فیجب علیه۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۶۱، ۲۶۲ مطلب فی حج الصرورة)

﴿۱﴾ قال العلامة الملا علی قاری: اعلم ان کل من وجب علیه الحج ..... وهو قادر علی الاداء بنفسه وحضره الموت او خافه یجب علیه الوصیة بالاحجاج عنه بعد موته فان قدر علیه اولا وعجز عن الاداء بنفسه ای بعده یجب علیه الاحجاج..... ان فرط ای قصر فی التأخیر بان وجب علیه فلم یخرج الیه فی عامه وفیه الایماء الی ان وجوب الایصاء انما یتعلق بمن لم یحج بعد الوجوب اذا لم یخرج الی الحج حتی مات فاما من وجب علیه الحج فحج من عامه فمات فی الطریق لا یجب علیه الایصاء بالحج لانه لم یؤخر بعد الایجاب..... وان مات قبل التمکن من ادائه سقط عنه الحج..... ولا تجب علیه الوصیة به..... ای من لزمه الحج فلم یحج حتی مات قبل التمکن من ادائه..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حج بدل کیلئے جانے والا اپنا حج کرے اور بدل کیلئے حرمین میں کوئی مقرر کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی والدہ کیلئے عمر کو حج بدل پر بھیجنا چاہتا ہے لیکن عمر کہتا ہے کہ میں اپنے لئے حج کروں گا اور تمہاری والدہ کیلئے حرمین شریفین میں کسی کو حج بدل کیلئے منتخب کروں گا، تو مجھے اپنے حج کیلئے اور اسی طرح حج بدل والے کیلئے جو خرچ ہو وہ دو گے، کیا یہ طریقہ حج بدل صحیح ہے اور ذمہ فارغ ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: روئیداد خان نخونسوں بنکاک...... ۱۹۷۷ء/۹/۳۰

الجواب: نہ یہ طریقہ مذکورہ مشروع ہے اور نہ اس سے زید کی والدہ کا ذمہ فارغ ہوتا ہے، **اما الاول فلان عمرا لم یحج ام زید، واما الثانی فلما فی ردالمحتار ۲: ۳۲۹ الحادی عشر ان یحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث والا فمن حیث یبلغ کما سیأتی بیانه ﴿۱﴾. وهو الموفق**

پاکستانی کیلئے ابوظہبی سے حج بدل کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ہمارے ایک ساتھی کی والدہ ضعیف العمری اور کمزوری کی وجہ سے مناسک حج ادا نہیں کرسکتی اسلئے اس کا بیٹا یہاں سے والدہ کیلئے حج بدل ادا کرسکتا ہے یا پاکستان سے ادا کرے گا؟

(۲) اگر کوئی شخص فوت شدہ والدین یا کسی رشتہ دار کی طرف سے حج بدل کرنا چاہے جبکہ اس نے وصیت نہیں کی ہو تو وہ یہاں ابوظہبی سے حج بدل کراسکتا ہے یا پاکستان سے حج بدل کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اکبر ابوظہبی متحدہ عرب امارات...... ۲۲/ شعبان ۱۴۰۳ھ

(بقیه حاشیه) سقط عنه الفرض بالاتفاق وان مات بعد التمکن لم یسقط عند الشافعی واحمد هذا الخ. (ارشاد الساری ۲۸۷ باب الحج عن الغیر)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۰ مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

الجواب: (۱)اگراس شخص کی والدہ پر حج فرض ہوتو حج بدل کرنے والا والدہ کی نفقہ پر (والدہ کے وطن) پاکستانی میقات (یلملم) سے احرام باندھے گا (شامیہ)﴿۱﴾ اور والدہ کی اجازت سے حج کرے گا، اور اگر والدہ یہ کہے کہ وہاں ابوظہبی سے میرے لئے حج کیا جائے تو پاکستان آنے کی ضرورت نہ ہوگی (ارشادالساری ۲۹۱)﴿۲﴾۔

(۲)تبرع کی صورت میں توسع ہے اور یہ تنگی حج بدل اور وصیت کی صورت میں ہے﴿۳﴾ وھو الموفق

حج بدل کیلئے جانے والے کا حرم شریف سے حج بدل کا احرام باندھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج بدل کیلئے جارہا ہے لیکن میقات سے حج بدل کیلئے احرام نہیں باندھا ہے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے کیا حرم شریف سے حج بدل کیلئے احرام باندھ کر حج بدل ہو جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی دل محمد محلات افغان ابوظہبی ۳/۵/۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله النفقة من مال الآمر الخ) ای المحجوج عنه..... ان یحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث والا فمن حیث یبلغ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۵۹، ۲۶۰ مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة الملا علی القاری: ولو اوصی ای من له وطن ان یحج عنه من غیر بلده یحج عنه کما اوصیٰ به قرب ذلک المکان الموصیٰ به من مکة او بعد.

(ارشاد الساری الی مناسک الملا علی قاری ۲۹۱ قبیل مطلب جواز اخراج البدل من مکة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: وانما شرط غیر المنوب للحج الفرض لا النفل لجواز الانابة مع القدرة فی حج النفل لان المقصود منه الثواب.

(البحرا لرائق ۳: ۲۲ باب الحج عن الغیر)

الجواب: اگرآمر نے تمتع کی اجازت دی ہوتو بنابر تحقیق آمر کا ذمہ فارغ ہوگا﴿۱﴾۔وهو الموفق

اگر حج فرض نہ ہوتو ایصال ثواب کیلئے حرمین میں کوئی شخص بدل کیلئے مقرر کرسکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پاکستان سے حج کیلئے چلا گیا، اس کے والدین معذور ہیں خود حج کیلئے نہیں جا سکتے ہیں اسلئے اس شخص نے حرم شریف میں دو آدمیوں کومثلا دو دو صدروپیہ دیئے کہ میری ماں اور باپ کی طرف سے حج بدل ادا کرو، انہوں نے یہ حج بدل ادا کیا، کیا یہ فریضہ حج ان کی طرف سے ادا ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالودود مدرس مدرسہ شمس المدارس لنڈیواکرک

الجواب: محترم المقام مولانا عبدالودود سلمہ الرحمٰن السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امابعد! پس واضح رہے کہ صورت مسئولہ میں اگر زید کے والدین پر حج فرض نہ ہوتو اس طریقہ کار میں کوئی حرج نہیں ہے، **لان ایصال الثواب لا یشترط فیه الامر وغیره بخلاف فراغ الذمة عن الواجب﴿۲﴾** اور اگر والدین پر حج فرض ہوتو اس طریق کار سے ان کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا، **کما فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ﴿۳﴾ والظاهر ان ههنا النفقة من مال الولد وكذا الظاهر ان الوالدين**

﴿۱﴾ قال الفرغاني: اذا امر غيره بان يحج عنه ينبغي ان يفوض الامر الى المأمور فيقول حج عني بهذا المال كيف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا.

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية ۱:۳۰۷ فصل فی الحج عن الغير)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: لو اهل بحج عن ابويه او غيرهما من الاجانب حال كونه متبرعا فعين بعد ذلك جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲:۲٦٦ قبیل فروع وباب الهدی)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: وبشرط الامر بالحج عنه ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

لم یأمراہ وھذا بخلاف ما اذا ماتا فلیراجع الی باب الحج من الغیر. وھو الموفق

ضعیف والد کیلئے سعودی عرب میں مقیم بیٹے کا حج بدل کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہو اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو لیکن خود ضعف اور بیماری کی وجہ سے حج نہیں کر سکتا، کیا اس کا بیٹا یا نواسہ جو سعودیہ یا امارات میں مزدوری کے سلسلے میں مقیم ہو اور خود حج کیا ہو کیا وہ والد کیلئے حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور حج کے بعد اس کا یہاں پاکستان میں گھر آنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا حج کرنے سے پہلے پاکستان میں گھر آنا اور والد صاحب سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: انجنیئر عارف اللہ الیکٹریکل کالج آف ٹیکنالوجی پشاور......۱۹۸۶/۱/۱۸

الجواب: اگر آپ کے والد صاحب پر حج فرض ہو تو اپنے وطن سے کسی قریب یا اجنبی کیلئے اپنے مملوکہ مال سے حج بدل کا داخلہ کردے البتہ افضل یہ ہے کہ مسائل حج سے واقف شخص کو جو کہ ایک دفعہ حج کر چکا ہو حج کیلئے روانہ کرے (ماخوذ از مسلک المتقسط) ﴿۱﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنہ الا اذا حج او احج الوارث عن مورثہ لوجود الامر دلالۃ وبقی من الشرائط النفقۃ من مال الآمر کلھا او اکثرھا وحج المأمور بنفسہ وتعینہ ان عینہ الخ. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: اعلم ان کل من وجب علیہ الحج... وعجز عن الاداء بنفسہ... یجب علیہ الاحجاج بان یحج عنہ فی حال حیاتہ او بعد مماتہ ..... ویتحقق العجز بالموت والحبس والمنع ... والعرج والھرم ..... والسادس ان یحج بمال المحجوج عنہ..... والثامن ان یحج عنہ من وطنہ..... ولا یشترط لجواز الاحجاج ان یکون الحاج المأمور قد حج عن نفسہ... الا ان الافضل کما فی البدائع ان یکون قد حج عن نفسہ ای للخروج عن الخلاف الذی ھو مستحب بالاجماع.

(المسلک المتقسط ۲۸۷ تا ۳۰۰ باب الحج عن الغیر)

عورت کا مرد کی طرف سے حج بدل کیلئے جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت مرد کی طرف سے حج بدل کیلئے جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ندیم رستم ضلع مردان

الجواب: مرد کی طرف سے عورت (محرم کے ساتھ) حج بدل کیلئے جاسکتی ہے البتہ کراہت سے خالی نہیں، کما صرح به الفقهاء ﴿۱﴾. وهو الموفق

میت کی جانب سے حج کرنے سے ذمہ فارغ ہو جائے گا ان شاء اللہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی پر حج فرض تھا مگر زندگی

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ویجوز احجاج المرأة باذن زوج لها ووجود محرم معها والعبد والامة باذن المولی مع الکراهة فيه انه لا يظهر وجه الکراهة لا سيما فی احجاج المرأة عن المرأة فان الظاهر ان يکون اولیٰ وانسب ويدل عليه اطلاق الفتاویٰ السراجية حيث قال وسواء کان عبدا او امة من غير ذکر امرأة.

(ارشاد الساری ۳۰۱ قبيل فصل ولو اوصیٰ ان يحج عنه)

قال العلامة ابن الهمام: ويجوز احجاج الحر والعبد والامة والحرة وفی الاصل نص علی کراهة المرأة فی المبسوط فان احج امرأته جاز مع الکراهة لان حج المرأة نقص فانه ليس عليها رمل ولا سعی فی بطن الوادی ولا رفع صوت بالتلبية ولا الحلق.

(فتح القدير ۳: ۷۲ باب الحج عن الغير)

وفی الهندية: ولو احج عنه امرأة او عبدا او امة باذن السيد جاز ويکره هکذا فی محيط السرخسی.

(فتاویٰ عالمگيريه ۱: ۲۵۷ الباب الرابع عشر فی الحج عن الغير)

میں ادانہیں کیا اور فوت ہوا اور حج کی وصیت بھی نہیں کی کیا اب اس کے ورثا اس سے حج کر سکتے ہیں اور ذمہ فارغ ہوجائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود العنوان......۱۹۸۴ء/۸/۲۵

الجواب: اولاد وغیرہ میت کی طرف سے حج کر سکتے ہیں اس سے ان شاء اللہ اس کا ذمہ فارغ ہوجائے گا اگر چہ اس نے وصیت نہیں کی ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

وصی خود بھی حج بدل کر سکتا ہے اور کسی اور شخص سے بھی کرا سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مرتے وقت اپنے لئے چار وصی مقرر کئے جن میں سے دو میت کے بیٹے اور دو اجنبی آدمی تھے، جبکہ میت کے ورثا میں نابالغ افراد بھی ہیں، وصیت یہ کی تھی کہ میری جائیداد کے ایک تہائی حصہ میں سے میرے لئے حج اور خیرات وغیرہ کئے جائیں، اب میت کے دو وصی جو وارث بھی ہیں میت کی جانب سے حج ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز غیر ورثاء وصیان حج ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا ان چاروں کے علاوہ کوئی اور اجنبی شخص حج بدل ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالستار حقانی

الجواب: یہ اوصیاء خود بھی حج بدل کر سکتے ہیں اور دوسرے شخص کو بھی بھیج سکتے ہیں، لکون الایصاء مطلقا ویدل علیه ما فی الهندیة ۱:۲۷٦ ولو اوصیٰ المیت ان یحج عنه ولم یذکان للوصی ان یحج بنفسه فان کان الوصی وارث المیت او دفع المال الی وارث المیت لیحج عن المیت الخ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین ابن عابدین: (قوله الا اذا حج او احج الوارث) ای فیجزئه ان شاء الله تعالیٰ کما فی البدائع واللباب وھذا اذا لم یوص المورث.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)
﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۹ الباب الخامس عشر فی الوصیة بالحج)

وصی کے حج بدل پر دوبارہ استفسار

سوال: جناب مفتی صاحب! آپ صاحبان کا فتویٰ موصول ہوا لیکن نظر ثانی کیلئے دوبارہ ارسال خدمت ہے لہٰذا آپ صاحبان تسلی بخش وضاحت کے ساتھ لکھ کر بندہ کو ارسال کرے نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبدالستار حقانی

الجواب بالوضاحۃ: یہ اوصیاء خود بھی حج بدل کر سکتے ہیں البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے جو کہ اس عبارت مذکورہ اور ردالمحتار ۲: ۳۴۱ قبیل باب الهدی میں مسطور ہے اور وہ یہ ہے کہ وصی غیر، غیر وارث اجازت کا محتاج نہیں ہے (جبکہ وصی وارث اجازت کا محتاج ہے) اور وصی وارث بالغ باقاعدہ اجازت دینے کا اہل ہے نابالغ اجازت کا اہل نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حج بدل سے میت کے فراغ ذمہ کی امید ہے اگر وصیت نہ کی ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا والد بغیر ادائیگی فریضہ حج وفات پا گیا ہے اور وصیت بھی نہیں کی ہے اب اس کا وارث بیٹا ایک غیر وارث شخص کو حج بدل کیلئے مقرر کرتا ہے کیا یہ جائز ہے اور مسقط الفرض ہے؟ اگر ہے تو حج افراد کرے گا یا تمتع؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید جلال الدین مہتمم زرگری.....۱۹۷۵ء/۹/۲۵

الجواب: جس شخص پر حج فرض ہو تو وہ افراد تمتع قران میں سے جو بھی ادا کرے جائز اور مشروع ہوتا ہے لہٰذا مامور بھی باجازت ہر ایک کر سکتا ہے ﴿۲﴾ اور اسی سے اس غیر کا ذمہ فارغ ہوگا، پس

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: لو اوصى ان يحج عنه ولم يزد على ذلک كان للوصي ان يحج عنه بنفسه الا ان يكون وارثا او دفعه لوارث ليحج فانه لا يجوز الا ان تجيز الورثة وهم كبار. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۹ قبيل باب الهدى فى الفروع)

﴿۲﴾ قال العلامة فخر الدين الفرغاني: اذا امر غيره بان......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

صورت مسئولہ میں یہ شخص اصالۃً یا وکالۃً اپنے والد کا ذمہ فارغ کرسکتا ہے، افراد، تمتع اور قران سے کوئی بھی مخل نہیں ہے، نیز عدم وصیت بھی مخل نہیں ہے، کما فی الدر المختار وبشرط الامر به ای بالحج عنه فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنه الا اذا حج او احج الوارث عن مورثه، وفی ردالمحتار ۲:۳۲۸ هذا اذا لم یوص المورث﴿۱﴾. وهو الموفق

اگر وصیت نہ کی ہو تو وارث کے حج بدل سے ان شاء اللہ ذمہ فارغ ہوجائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بغیر وصیت حج کے فوت ہوجائے اور وارث اپنی خوشی سے حج بدل ادا کرے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی صالح موسیٰ زئی... ۲۹/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: صورت مسئولہ میں ان شاء اللہ والد کا ذمہ فارغ ہوگا، کما فی ردالمختار ۲:۳۲۷ وان لم یوص به ای بالاحجاج فتبرع عنه الوارث فحج بنفسه او احج عنه غیره جاز والمعنی جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله تعالیٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

حج بدل کا تفصیلی مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے خود فریضہ حج ادا کیا ہے اس سال ارادہ ہے کہ والد مرحوم کیلئے حج بدل ادا کروں کیا یہ ہوسکتا ہے جبکہ میری والدہ زندہ ہے نیز میرا ادادا

(بقیہ حاشیہ) یحج عنه ینبغی ان یفوض الامر الی المأمور فیقول حج عنی بهذا المال کیف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا.

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۱:۳۰۷ فصل فی الحج عن المیت)

﴿۱﴾ الدر المختار مع ردالمحتار ۲:۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۲۵۹ مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

بھی فوت ہو چکا ہے اس کیلئے بھی حج بدل کرنا چاہتا ہوں یعنی دوسرے آدمی کو سارا خرچہ دے کر حج کراؤں گا کیا یہ درست ہے؟ اور حج بدل صرف رشتہ دار کر سکتا ہے یا غیر رشتہ دار بھی؟ جبکہ میری دادی ضعیف العمر ہے بہت کمزور ہے کیا دوسرے آدمی سے اس کیلئے حج کرا سکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جلال الدین تبوک سعودی عرب

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ کے والد، والدہ اور دادا پر حج فرض تھا یا نہیں؟ اور فرض ہونے کی صورت میں انہوں نے وصیت کی ہے یا نہیں؟

(الف) بہر حال! اگر ان پر فریضہ حج عائد نہیں تھا تو آپ ان کی طرف سے حج کر سکتے ہیں اور کرا سکتے ہیں خود رشتہ دار مامور کریں یا غیر رشتہ دار، اور بغیر کسی تقید کے کر سکتے ہیں اور کرا سکتے ہیں ﴿۱﴾۔

(ب) اور اگر ان پر فریضہ حج عائد تھا اور وہ وفات پا چکے ہیں تو وصیت نہ کرنے کی صورت میں بھی کوئی پابندی نہیں ہے اور وصیت کی صورت میں یہ شرط ہے کہ نفقہ ان کا خرچ کیا جائے گا اور یلملم سے احرام باندھا جائے گا، اور ان میں سے جو شخص زندہ ہو تو عجز کی صورت میں آپ ان کیلئے حج کر سکتے ہیں اور کرا سکتے ہیں (بغیر اشتراط رشتہ دار ہونے کے) البتہ نفقہ اور میقات حسب سابق واجب الرعایت ہے (ماخوذ از شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: بخلاف ما لو اهل بحج عن ابويه او غيرهما من الاجانب حال كونه متبرعا فعين بعد ذلك جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما وفي الحديث من حج عن ابويه فقد قضى عنه حجته وكان له فضل عشر حجج وبعث من الابرار. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۶۵، ۲۶۶ باب الحج عن الغير)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وبشرط الامر به اى بالحج عنه فلا يجوز حج الغير بغير اذنه الا اذا حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة وبقي من الشرائط النفقة من مال الآمر الخ.

قال العلامة ابن عابدين: الرابع الامر اى بالحج ..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

والدین کو ایصال ثواب کیلئے ہر قسم حج ہر جگہ سے کر سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں والدین میں سے کسی ایک کی طرف سے حج کرنا چاہتا ہوں کیا میں ان کیلئے حج قران کر سکتا ہوں؟ نیز میں سعودیہ عربیہ میں ہوں میں ابھی سعودی سے یہ فریضہ حج ادا کر سکتا ہوں یا وطن سے آنا لازمی ہے؟ بینو اتو جروا

المستفتی: رسول خان مشیط سعودیہ عربیہ......۸/محرم ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ والد یا والدہ نے وصیت نہیں کی ہے لہٰذا ہر جگہ سے ان کیلئے حج ادا کر سکتے ہیں خواہ قران ہو یا تمتع یا افراد ﴿۱﴾ کیونکہ یہ محض ایصال ثواب ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

والدین کیلئے حج کرنے میں والد کو مقدم رکھیں یا والدہ کو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے فریضہ حج ادا کیا ہے اب

(بقیہ حاشیہ) فلا یجوز حج غیرہ بغیر امرہ ان اوصیٰ بہ ای بالحج عنه فانه ان اوصی بان یحج عنه فتطوع عنه اجنبی او وارث لم یجز وان لم یوص به ای بالاحجاج فتبرع عنه الوارث وکذا من هم اهل التبرع فحج ای الوارث ونحوه بنفسه ای عنه او احج عنه غیره جاز والمعنی جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله تعالیٰ کما قاله فی الکبیر الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: وان لم یوص بالاحجاج فتبرع عنه الوارث وکذا من هم اهل التبرع ونحوه فحج الوارث ونحوه بنفسه او احج عنه غیره جاز ذلک التبرع او الحج اوالاحجاج والمعنیٰ جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله تعالیٰ الخ.

(ارشاد الساری ۲۸۸ باب الحج عن الغیر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (وشرط العجز المذکور للحج الفرض) دون النفل فلا یشترط فی النفل شیئ منها الا الاسلام والعقل ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والدین میں سے کسی ایک کیلئے نفلی حج کا ارادہ ہے، میں نے کسی سے سنا ہے کہ والد کیلئے حج کرنے پر دس حجوں کا ثواب ملتا ہے لیکن میں نے خیال کیا کہ والدہ کا حق زیادہ ہے اب آپ صاحبان لکھدیں کہ والد یا والدہ میں سے کس کیلئے حج کرنے میں ثواب زیادہ ہے اور اگر میں وہاں مکہ میں کسی کو حج بدل کیلئے مقرر کروں تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی رحمت اللہ سنگاپور......۱۹۷۵ء/۹/۱۱

الجواب: محترم المقام السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ کے والدین میں سے کسی ایک پر حج فرض نہیں تھا تو آپ ان کی طرف سے اصالۃً بھی حج کر سکتے ہیں اور دوسرے شخص سے بھی کرواسکتے ہیں، البتہ چونکہ یہ عمل احسان اور بر ہے نہ کہ تعظیم اور توقیر، لہٰذا والدہ کو مقدم کرنا افضل ہے ﴿۱﴾ اور اگر آپ کے والدین میں سے کسی ایک پر یا دونوں پر حج فرض تھا تو ان میں سے کسی ایک نے اگر وصیت کی ہو تو اس کو مقدم کیا جائے گا، اور اگر وصیت کسی ایک نے نہیں کی ہو اور دونوں پر حج فرض تھا تو والدہ کو مقدم کرنا افضل ہے اور والدین کی طرف سے نفلی حج کرنے میں دس گنا ثواب زائد ہے (شامی) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) والتمیز...... لانه يتسامح في النفل ما لا يتسامح في الفرض الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۱ قبیل مطلب في حج الصرورة)

﴿۱﴾ وفي الهندية: اذا تعذر جمع مراعاة حق الوالدين بان يتأذى احدهما بمراعاة الاخر يرجح حق الاب فيما يرجع الى التعظيم والاحترام وحق الام فيما يرجع الى الخدمة والانعام وعن علاء الائمة الحمامي قال مشائخنا رحمهم الله تعالىٰ الاب يقدم على الام في الاحترام والام في الخدمة حتى لو دخلا عليه في البيت يقوم للاب ولو سألا منه ماء ولم يأخذ من يده احدهما فيبدأ بالام كذا في القنية.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۳۶۵ كتاب الكراهية الباب السادس والعشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: لو اهل بحج عن ابويه......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والدین، صحت مند آدمی اور نابالغ بچوں کی طرف سے حج وعمرہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ(۱) میرے والدین ضعیف العمر ہیں کیا میں اپنا حج کیے بغیر ان کی جگہ حج کرسکتا ہوں؟

(۲) والدین میں سے پہلے کس کا حق ہے والد کا یا والدہ کا؟

(۳) کسی مرحوم کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے؟

(۴) کیا صحت مند آدمی کی جانب سے عمرہ کیا جاسکتا ہے؟

(۵) کیا بیوی کی جانب سے شوہر عمرہ کرسکتا ہے؟

(۶) نابالغ بچوں کی جانب سے عمرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد از رم تبوک سعودی عرب...... ۷/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

الجواب: (۱،۲) بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی طرف سے اولاً حج ادا کریں اور ثانیاً والدین کی طرف

(بقیہ حاشیہ) او غیرهما من الاجانب حال کونه متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما وفی الحدیث من حج عن ابویه فقد قضی عنه حجته وکان له فضل عشر حجج وبعث من الابرار، قال ابن عابدین: وکذا لو احرم عن احدهما مبهما یصح تعیینه بعد ذلک بالاولیٰ کما فی الفتح قال ومبناه علی ان نیته لهما تلغو لعدم الامر فهو متبرع فتقع الاعمال عنه البتة وانما یجعل لهما الثواب وترتبه بعد الاداء فتلغو نیته قبله فیصح جعله بعد ذلک لاحدهما اولهما ولا اشکال فی ذلک اذا کان متنفلا عنهما فان کان علی احدهما حج الفرض واوصی به لا یسقط عنه بتبرع الوارث عنه بمال نفسه وان لم یوص به فتبرع الوارث عنه بالاحجاج او الحج بنفسه قال ابو حنیفة یجزیه ان شاء الله تعالیٰ لقوله ﷺ للخثعمیة ارأیت لو کان علی ابیک دین الحدیث الخ.

(الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۲۶۵ باب الحج عن الغیر)

سے (شامی ﴿۱﴾ مشکواۃ ﴿۲﴾) اور چونکہ یہ عمل باب ترحم سے ہے نہ کہ باب اکرام سے لہٰذا اس میں قواعد کی رو سے والدہ کی تقدیم مناسب ہے ﴿۳﴾۔

(۳) مرحومین کی طرف سے عمرہ اور حج ادا کئے جا سکتے ہیں یہ ایصال ثواب میں داخل ہے ﴿۴﴾۔

(۴،۵) عمرہ اور نفلی حج صحت مند اور بیوی کی طرف سے ادا کئے جا سکتے ہیں ﴿۵﴾۔

(۶) نہ ممنوع ہے اور نہ مندوب ہے نابالغ کے نفل پڑھنے جیسا ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: والافضل ان يكون قد حج عن نفسه حجة الاسلام خروجا عن الخلاف ثم قال والافضل احجاج الحر العالم بالمناسک الذی حج عن نفسه وذكر في البدائع كراهة احجاج الصرورة لانه تارک فرض الحج الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۲ قبيل مطلب العمل على القياس دون الاستحسان)

﴿۲﴾ عن ابن عباس قال ان رسول الله ﷺ سمع رجلا يقول لبيک عن شبرمة قال من شبرمة قال اخ لی او قريب لی قال احججت عن نفسک قال لا قال حج عن نفسک ثم حج عن شبرمة رواه الشافعی وابوداؤد وابن ماجة.

(مشكواة المصابيح ۱: ۲۲۲ كتاب المناسک الفصل الثانی)

﴿۳﴾ قال الفقيه محمد عبد الحی اللكهنوی: اذا تعذر مراعاة جمع حقوق الوالدين رجح جانب الاب فيما يرجع الى التعظيم والاحترام وحق الام فيما يرجع الى الخدمة والانعام حتى لو دخلا عليه في البيت يقوم للاب ولو سئل ما لايبتدئ بالام واذا خالف امره امرها يطيعه فيما يرجع الى التعظيم ويطيع امرها فيما يتعلق بالانعام كذا فی مطالب المؤمنين عن القنية.

(نفع المفتی والسائل ۴۲۲ ما يتعلق من خفض الجناح للوالدين)

﴿۴﴾ قال العلامة الحصكفی: لو اهل بحج عن ابويه او غيرهما من الاجانب حال كونه متبرعا فعين بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۶۵ باب الحج عن الغير)

﴿۵﴾ قال العلامة الحصكفی: وشرط العجز المذكور (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

رواجی شرکت کی صورت میں شرکاء کی اجازت کے بغیر اپنی کمائی سے حج کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے والدین زندہ ہیں اور بھائی بھی زندہ ہیں اور تمام مال شریک ہے زید مزدوری کرتا ہے اور کماتا ہے سعودی عرب میں مقیم ہے، کیا والدین اور بھائیوں کی اجازت کے بغیر زید نفلی حج ادا کرسکتا ہے؟ اور کیا اپنے دادا، والد، والدہ وغیرہ کیلئے حج بدل ان کی اجازت کے بغیر کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الرحمٰن ریاض سعودی عرب......۴/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: زید کا والدین اور برادران کے ساتھ شراکت رواجی شراکت ہے شرعی شراکت نہیں ہے یہ شرکت فقہائے کرام کے ذکر کردہ اقسام میں داخل نہیں ہے پس بہرحال زید زکواۃ، خیرات اور حج کرنے میں خودمختار ہے﴿۱﴾ البتہ دوسرے شخص (والد وغیرہ) کی طرف سے حج بدل کو بغیر اجازت کے کرنا

(بقیہ حاشیہ) للحج الفرض لا النفل لا تساع بابه، قال ابن عابدين: اى لانه يتسامح فى النفل ما لايتسامح فى الفرض قال فى الفتح اما الحج النفل فلا يشترط فيه العجز لانه لم يجب عليه واحده من المشقتين اى مشقة البدن ومشقة المال فاذا كان له تركهما كان له ان يتحمل احداهما تقربا الى ربه عزوجل فله الاستنابة فيه صحيحا.

(الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۲۶۱ قبيل مطلب فى حج الصرورة)

﴿۱﴾ ہمارے ہاں جو شرکت اموال وکمائی وغیرہ رائج ہے کہ گھر کے افراد میں سے کچھ کماتے ہیں اور کچھ گھر کی دیکھ بھال اور کام کاج کرتے ہیں اور بھائی بندی کے ساتھ باہم رہتے ہیں اور والد یا بڑا بھائی سرپرستی کرتا ہے، اب اس صورت میں جب اختلاف پیدا ہو جائے تو عموماً ایسا کیا جاتا ہے کہ تمام سرمایہ باہم تقسیم کرتے ہیں اور ہر ایک برادر اپنا اپنا حصہ لیتا ہے، لیکن اگر ایک بھائی جو محنت ومزدوری کرتا ہے یا بیرون ملک ملازمت کر کے کماتا ہے اور وہ دعویٰ کرے کہ یہ کمائی میری ہے لہٰذا یہ مال سب کے سب میرا ہے تو اس صورت میں اس کا سب بھائی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا، لیکن یہ اس صورت میں کہ والد اور بیٹے یا بھائیوں کی صنعت ایک نہ ہو...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بے سود ہے﴿۱﴾ اورانہیں نفلی حج کا ایصال ثواب مشروع ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

حج بدل میں اپنی نذر کا عمرہ ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرہ کی نذر مانی تھی، دریں

(بقیہ حاشیہ) اور دونوں کا سابق مال نہ ہو، نیز یہ بیٹا والد کی عیالداری میں نہ ہو، کما صرح بہ فی فتاویٰ الخیریة ۲: ۹۲ (سئل) فی ابن کبیر ذی زوجة وعیال لہ کسب مستقل حصل بسببہ اموالا ومات ھل ھی لوالدہ خاصة ام تقسم بین ورثتہ (اجاب) ھی للابن تقسم بین ورثتہ علی فرائض اللہ تعالیٰ حیث کان لہ کسب مستقل بنفسہ واما قول علمائنا اب وابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لھما شیئ ثم اجتمع لھما مال یکون کلہ للاب اذا کان الابن فی عیالہ فھو مشروط کما یعلم من عبارتھم بشروط منھا اتحاد الصنعة وعدم مال سابق لھما وکون الابن فی عیال ابیہ فاذا عدم واحد منھا لا یکون کسب الابن للاب وانظر الی ما عللوا بہ المسئلة من قولھم لان الابن اذا کان فی عیال الاب یکون معینا لہ فیما یصنع فمدار الحکم علی ثبوت کونہ معینا لہ فیہ. (فتاویٰ خیریہ علی ھامش تنقیح الحامدیة ۲: ۹۲)...... (ازمرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وبشرط الامر بہ ای بالحج عنہ فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنہ الا اذا حج او احج الوارث عن مورثہ لوجود الامر دلالة.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۵۹ قبیل شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: فلا یشترط فی النفل شیئ منھا (ای من الشروط) الا الاسلام والعقل والتمییز وکذا عدم الاستئجار لا تساع باب النفل انہ یتسامح فی النفل ما لا یتسامح فی الفرض قال فی الفتح اما الحج النفل فلا یشترط فیہ العجز لانہ لم یجب علیہ واحدة من المشقتین ای مشقة البدن ومشقة المال فاذا کان لہ ترکھما کان لہ ان یتحمل احداھما تقربا الی ربہ عزوجل فلہ الاستنابة فیہ صحیحا.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۲۶۱ قبیل مطلب فی حج الصرورة)

اثناز یدکسی کیلئے حج بدل پر گیا، حج سے فارغ ہوکر زید نے اپنے خرچ سے عمرہ منذورہ ادا کیا، کیا زید کا ذمہ فارغ ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالباقی گندف ضلع صوابی.....۲/۴/۱۴۰۱ھ

الجواب: بظاہراس نے اداء کما التزم کیا ہے اور ذمہ فارغ ہوا ہے کیونکہ اس نے اولاً حج بدل کیا ہے اور آمر سے کوئی مخالفت نہیں کی ہے اور ثانیاً اپنی نذر ادا کی ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مامور نے حج نہیں کیا ہو حج بدل کرسکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے خود حج نہیں کیا ہے لیکن دوسرے شخص کی طرف سے حج بیت اللہ کیلئے چلا گیا ہے کیا غیر حاجی شخص حج بدل کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ انداز گل سکنہ جمرود

الجواب: یہ حج آمر کی طرف سے ادا ہوتا ہے اگر چہ مامور نے حج نہیں کیا ہو فی الهندية، لو احج رجلا لم يحج عن نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر كذا في المحيط (هندية ۱: ۲۵۷)﴿۲﴾. وهو الموفق

جس شخص نے حج نہیں کیا ہو اس سے حج بدل کرانا خلاف افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے متوفی والد کی جانب

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: بخلاف ما اذا امره بالعمرة فاعتمر ثم حج عن نفسه لم يكن مخالفا والنفقة في مدة اقامته للحج في ماله لانه اقام في منفعة نفسه بخلاف ما اذا حج اولا ثم اعتمر للآمر فانه يكون مخالفا لانه جعل المسافة للحج وانه لم يؤمر به.

(البحر الرائق ۳:۶۳ باب الحج عن الغير)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۲۵۷ باب الحج عن الغير)

سے حج بدل کرنا چاہتا ہے جبکہ خود اس پر حج فرض ہے اور اس نے ابھی تک ادا نہیں کیا ہے امسال وہ اس مقدس فریضہ کیلئے والد کی طرف سے منتخب ہوا ہے اب وہ یہ حج کس کی طرف سے ادا کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فلائیٹ لفٹننٹ ولایت حسین پی اے ایف پشاور

الجواب: جس شخص نے اپنی طرف سے فریضہ حج ادا نہیں کیا ہو اس کو حج بدل کیلئے منتخب کرنا جائز ہے البتہ افضل نہیں ہے، کما فی شرح التنویر جاز حج الصرورۃ (باب الحج عن الغیر) وتمام الکلام فی ردالمحتار ۳: ۲۰۳ فلیراجع ﴿۱﴾. وھو الموفق

حج بدل میں نماز ونوافل کا ثواب کس کو ملے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی دوسرے کیلئے حج بدل کرتا ہے اب حرم شریف میں نماز کا ثواب ایک لاکھ کا ہے، اسی طرح یہ آدمی نوافل وغیرہ کرتا ہے تو یہ ثواب کس کو ملے گا آمر کو یا مأمور کو؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل منان قطر

الجواب: جن امور میں یہ مأمور نائب نہ ہو تو اس کا ثواب مأمور کو ملے گا نہ کہ آمر کو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: فجاز حج الصرورۃ بمھملۃ من لم یحج، وقال ابن عابدین: والصرورۃ یراد بہ الذی لم یحج عن نفسہ ای حجۃ الاسلام (الی ان قال) وفی الفتح والافضل ان یکون قد حج عن نفسہ حجۃ الاسلام خروجا عن الخلاف، والافضل احجاج الحر العالم بالمناسک الذی حج عن نفسہ. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۶۱، ۲۶۲ مطلب فی حج الصرورۃ)

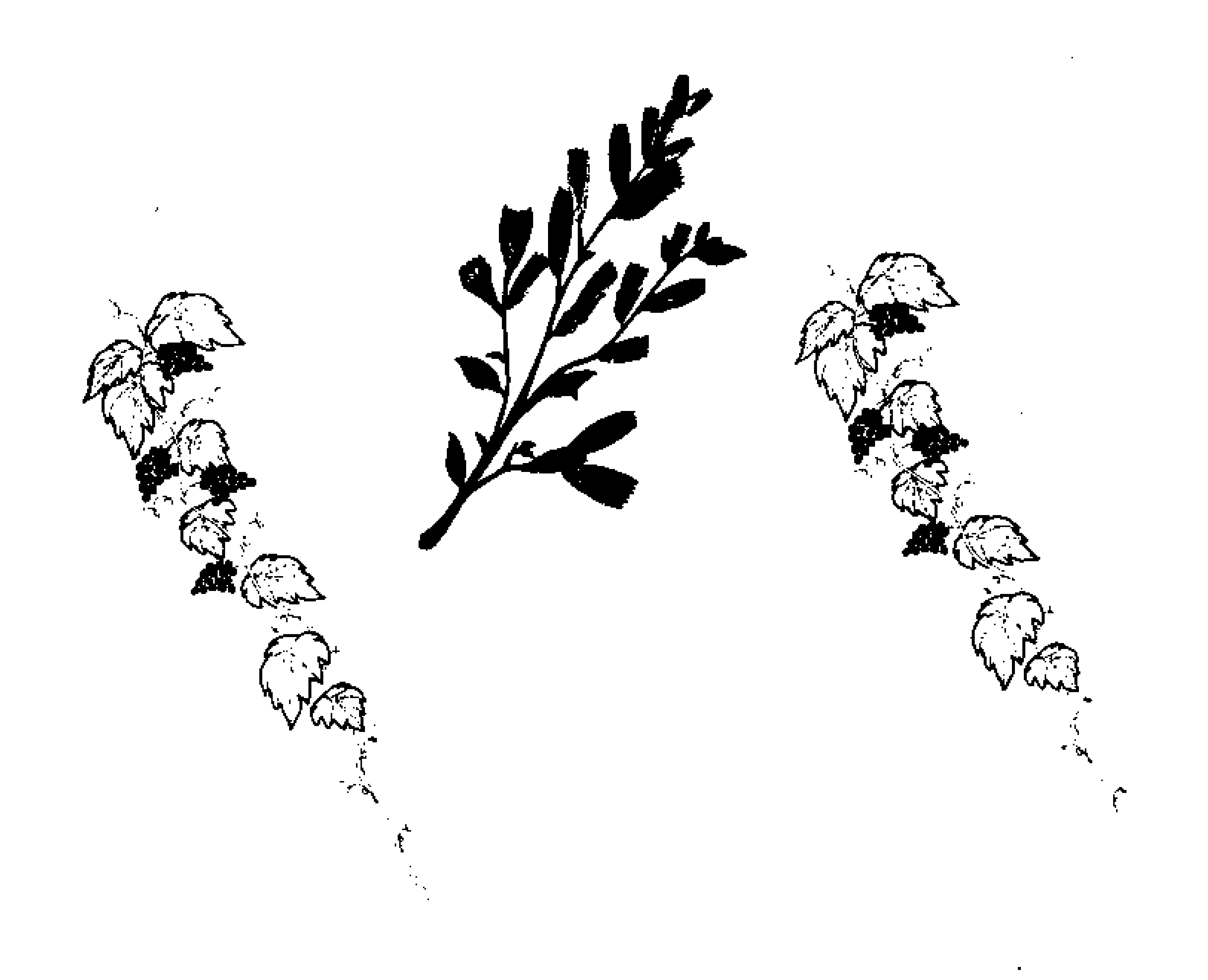
﴿۲﴾ قال الشیخ المفتی الاعظم محمد شفیع دیوبندی: حج فرض جس...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(بقیہ حاشیہ) کی طرف سے کیا گیا صحیح اور راجح فقہاء کے نزدیک یہی ہے کہ یہ حج وعمرہ آمر یعنی حج کرانے والے کا ہوگا، اور حج وعمرہ کرنے والے کو اس کی امداد کرنے کا ثواب ملے گا اور حج کے بعد زائد عمرے یا طواف وغیرہ کرے گا تو وہ خود اس کے ہوں گے عمرہ یا حج نفل میں بھی جبکہ آمر کے خرچ سے کیا گیا ہو یہی حکم ہے کہ آمر کا ہوگا، مامور کو اس کے عمل کا ثواب ملے گا۔

(کذا فی کافی الحاکم، ارشاد الساری وغنیة).

(جواہر الفقہ ۱:۵۰۶ حج بدل اور اس کے احکام)



باب العمرة

رمضان میں عمرہ کی فضیلت مروی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی ﷺ نے رمضان المبارک میں کوئی عمرہ ادا فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ادا فرمایا ہے تو پھر رمضان میں عمرہ کی فضیلت مروی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نصیر احمد جدہ......۱۹۷۹ء/۳/۲۹

الجواب: نبی علیہ السلام نے چار عمروں کیلئے احرام باندھا ہے ﴿۱﴾ اور رمضان میں عمرہ ادا نہیں کیا ہے، البتہ رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت احادیث میں مروی ہے ﴿۲﴾ فلیراجع الی ردالمحتار ۲: ۴۷۳ ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي المنهاج: قوله اعتمر اربع عمر اى احرم بالاربع و كان احرامها فى ذى القعدة واعمالها ايضا كانت في ذى القعدة الا اللتى كانت مع حجة الوداع والا عمرة الحديبية فانها رفضت قبل التمام. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى ۴: ۹۰ باب ماجاء كم اعتمر النبى ﷺ)

﴿۲﴾عن ابى بكر بن عبد الرحمن...... فقالت يارسول الله انى امرأة قد كبرت وسقمت فهل من عمل يجزئ عنى من حجتى قال عمرة فى رمضان تجزئ حجة.

(سنن ابى داؤد ۱: ۲۷۹ كتاب الحج باب العمرة)

﴿۳﴾قال العلامة ابن عابدين: قوله وندبت في رمضان...... اى انها فيه افضل منها فى غيره واستدل له فى الفتح بما عن ابن عباس عمرة فى رمضان تعدل حجة وفى طريق لمسلم تقضى حجة او حجة معى قال وكان السلف رحمنا الله تعالىٰ بهم يسمونها الحج الاصغر وقد اعتمر النبى ﷺ اربع عمرات كلهن بعد الهجرة فى ذى القعدة على ما هو الحق وتمامه فيه. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۶۴ مطلب احكام العمرة)

متمتع حاجی کا متعدد عمرے کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حج کیلئے جارہا ہے جب ایک عمرہ ادا کرے، اور پھر حج کا بھی ارادہ ہے، کیا وہ اس عمرہ سے حج تک دیگر عمرے ادا کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی دل محمد محلات افغان ابوظہبی.....۳/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: راجح یہ ہے کہ یہ شخص جتنے عمرے ادا کرنا چاہتا ہے کرسکتا ہے﴿۱﴾۔ وهو الموفق

عمرہ کیلئے ممنوع ایام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا چاہئے اور شوال، ذی قعدہ میں عمرہ ممنوع ہے کیونکہ اشہر حج میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنا چاہئے، صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لیفٹیننٹ محمد دین جدہ سعودیہ.....۳۰/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: ایام تشریق، عرفہ اور عید کے دن کے علاوہ تمام سال میں عمرہ کرنا جائز ہے﴿۲﴾ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: فالحاصل ان من اراد الاتيان بالعمرة على وجه افضل فيه فبأن يقرن معه عمرة فتح فلا يكره الاكثار منها خلافا لمالك بل يستحب على ماعليه الجمهور وقد قيل سبع اسابيع من الاطوفة كعمرة شرح اللباب. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۶۴ قبيل مطلب في المواقيت)

وقال الملا على قارى: وهذا المتمتع آفاقي غير ممنوع من العمرة فجاز له تكرارها لانها عبادة مستقلة ايضا كالطواف.

(ارشاد السارى ۱۹۳ مطلب مهم فى ان المتمتع الآفاقى غير ممنوع من العمرة الخ)

﴿۲﴾ وفى الهندية: ووقت العمرة جميع السنة الا خمسة ايام تكره فيها العمرة لغير القارن وهى يوم عرفة ويوم النحر وايام التشريق. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۲۳۷ الباب السادس فى العمرة)

تندرست آدمی کا عمرہ بدل کرانا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تندرست آدمی ہے خود عمرہ نہیں کرتا، بلکہ دوسرے آدمی سے عمرہ کراتا ہے کیا یہ دوسرا آدمی اس کی طرف سے عمرہ کرسکتا ہے اوراس دوسرے آدمی کو اس کا ثواب مل سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ......۲۹/۷/۱۹۷۹ء

الجواب: حج بدل کی طرح عمرہ بدل بھی درست ہے، لان هذا الباب بناء على ايصال الثواب﴿۱﴾ وهو صحيح في العمرة كما في ردالمحتار ۲:۵۹۵ طبع مصطفى الحلبي قوله لعبادة ما اى سواء كانت صلاة او صوما او صدقة او قراء ة او ذكرا او طوافا او حجا او عمرة او غير ذلك﴿۲﴾ ويقتضيه ما في الخانية على هامش الهندية ۱:۳۱۰ ولو امر غيره بالعمرة فاعتمر ثم حج بمال نفسه لايكون مخالفا ، فافهم﴿۳﴾. وهو الموفق.

فقیر آدمی عمرہ ادا کرکے واپس آجائے تو حج کا کیا حکم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض نہیں ہے اور عمرہ

﴿۱﴾ويدل عليها ما في ردالمحتار: (قوله وشرط العجز) قد علمت مما قدمناه عن اللباب ان الشروط كلها شروط للحج الفرض دون النفل فلا يشترط في النفل شيئ منها الا الاسلام والعقل والتميز...... لاتساع بابه اى انه يتسامح في النفل مالايتسامح في الفرض قال في الفتح اماالحج النفل فلا يشترط فيه العجز الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۲۶۱ قبيل مطلب في حج الصرورة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۲۵۶ مطلب في اهداء ثواب الاعمال للغير)

﴿۳﴾ (فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية ۱:۳۱۰ قبيل فصل في محظورات الحرم)

کیلئے بیت اللہ شریف جا کر عمرہ ادا کر کے واپس آ جائے، کیا اس شخص پر اب حج فرض ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود پائمال شریف ہزارہ......۱۹/شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: قواعد کی رو سے اس پر حج اس وقت فرض ہوگا جبکہ اس نے عمرہ ان ایام میں ادا کیا ہو جب یہ میقاتی لوگ (مکہ مکرمہ وغیرہ کے لوگ) حج کی تیاری کر رہے ہوں، یدل علیہ ما فی شرح التنویر: والعبرة لوجوبها ای العدة المانعة من سفرها وقت خروج اهل بلدها وكذا سائر الشرائط﴿۱﴾ (فافهم ولم اجده صريحا). وهو الموفق

عمرہ ادا کرنے سے حج کے فرض ہونے کا شبہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو صاحب استطاعت نہ ہو وہ سعودی عرب جا کر عمرہ ادا کرے، خواہ عمرہ کی غرض سے گیا ہو یا عمرہ کی غرض سے نہ گیا ہو، کیا اس پر عمرہ کی وجہ سے حج فرض ہوا ہے یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں صحیح مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ فجزاكم الله احسن الجزاء

المستفتی: (مفتی) مختار اللہ جہانگیروی کان اللہ لہ (مرتب فتاویٰ حقانیہ)......۱۹۸۹ء/۸/۱۷

الجواب: جو شخص شوال داخل ہونے کے بعد عمرہ کیلئے جائے تو اس پر حج فرض ہوا، اور وہ وقت جو وجوب حج کیلئے شرط ہے یا استطاعت اور دیگر شرائط کا وقت ہے یا قافلوں کی روانگی کا وقت ہے (یعنی جن بلاد بعیدہ سے شوال سے قبل قافلے روانہ ہوئے ہوں) یا اشہر حج کے دخول کا وقت ہے، فليراجع الى شرح اللباب﴿۲﴾

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۹ قبيل مطلب فى فروض الحج وواجباته)

﴿۲﴾قال الملا على قارى: ومن شرائط الوجوب الوقت وهو اشهر الحج او وقت خروج اهل بلده ان كانوا يخرجون قبلها فلا يجب الا على القادر فيها او فى وقت خروجهم فان ملكه المال قبل الوقت اى قبل الاشهر او قبل ان يتأهب اهل......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وغیرہ﴿۱﴾. وهو الموفق

عمرہ کرنے والے پر حج کی عدم فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سعودی عرب گیا تھا اس نے شوال میں چند عمرے بھی کئے، پندرہ شوال کو کاغذات کی وجہ سے حکومت سعودیہ نے اسے گرفتار کر کے واپس وطن بھیج دیا اور حج کی سعادت سے محروم رہا، کیا اب اس شخص پر حج باقی ہے یعنی اس پر فرضیت آئی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سلطان محمود غفرلہ.....۲۵/ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

(بقیہ حاشیہ) بلده فله صرفه حيث شاء ولا حج عليه اى وجوبا لانه لا يلزمه التأهب في الحال...... واقتصر في الينا بيع على الاول وما ذكرناه اولىٰ لان هذا اى ماذكر في الينا بيع يقتضي انه لو ملك في اوائل الاشهر وهم يخرجون في اواخرها جازله اخراجها ولا يجب عليه الحج الخ. (ارشاد الساری ۳۳ مبحث فی تحقيق الراحلة وكونها على الآفاقي وغيره)

﴿۱﴾وفي الهندية: ومن الشرائط لوجوب الحج من الزاد والراحلة وغير ذلك يعتبر وجودها وقت خروج اهل بلده الى مكة. (فتاوىٰ عالمگیریه ۱: ۲۱۹ كتاب المناسک)

وقال العلامة علاء الدين السمرقندي: ثم هذه الشرائط التي ذكرنا انما تعتبر عند خروج اهل بلدة الى الحج لان ذلك وقت الوجوب في حقه حتى انه اذا كان عنده دراهم قبل خروج اهل بلده واشترى بها المسكن والخادم واثاث البيت ونحو ذلك فعند خروج اهل بلده لا يجب عليه ان يبيع ذلك ولايجب الحج عليه فاما اذا كان له دراهم وقت الخروج مقدار الزاد والراحلة ولم يكن له مسكن ولا خادم ولا زوجة فاراد ان يصرفها الى هذه الاشياء فانه يأثم ويجب عليه الحج ويلزمه الخروج معهم.

(تحفة الفقهاء ۱: ۵۹۲ كتاب الحج)

الجواب: چونکہ اس شخص نے نہ احرام باندھا ہے اور نہ اہل جدہ کے حج کے روانگی کے وقت تک رہا ہے، لہٰذا اس شخص پر حج فرض نہیں ہوا ہے، کما فی الهندیة ۱ : ۲۳۳ ثم ما ذکر من الشرائط لوجوب الحج من الزاد والراحلة وغیر ذلک یعتبر وجودها وقت خروج اهل بلده الی مکة حتی الخ﴿۱﴾. وهو الموفق

کیا حج عن الغیر کی صورت میں حج تمتع کیا جاسکتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ حج بدل میں عمرہ کی نیت صحیح نہیں صرف حج کی نیت کی جائے گی، جبکہ صرف حج کی نیت کی صورت میں طوالت احرام مشکل بھی ہے لہٰذا اگر حج بدل میں عمرہ کی نیت صحیح ہو تو تحریر فرما کر ممنون فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی شیر علی جمال گڑھی مردان......۲۱/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: یہ حکم تب ہے جبکہ یہ حاجی بدل حج افراد پر مامور ہو اور ہمارے بلاد میں چونکہ افراد تمتع اور قران تینوں کو حج کہا جاتا ہے اور آمر کی طرف سے بھی تینوں کی اجازت ہوتی ہے لہٰذا یہ ماً مور تمتع کرسکتا ہے﴿۲﴾ خصوصاً جبکہ افراد میں یہ حرج مذکور بھی ہے۔ وهو الموفق

عمرہ کے بعد باقاعدہ حلق یا قصر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمرہ کرے، لیکن جب

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱ : ۲۱۹ بحث ومنها عدم قیام العدة فی حق المرأة)

﴿۲﴾ قال العلامة فخر الدین الاوزجندی الفرغانی: اذا امر غیره بان یحج عنه ینبغی ان یفوض الامر الی المأمور فیقول حج عنی بهذا المال کیف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قراناً.

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۱ : ۳۰۷ فصل فی الحج عن الغیر)

عمرہ ختم کرے تو کیا اس کیلئے سر منڈانا ضروری ہے؟ اگر سر نہ منڈائے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

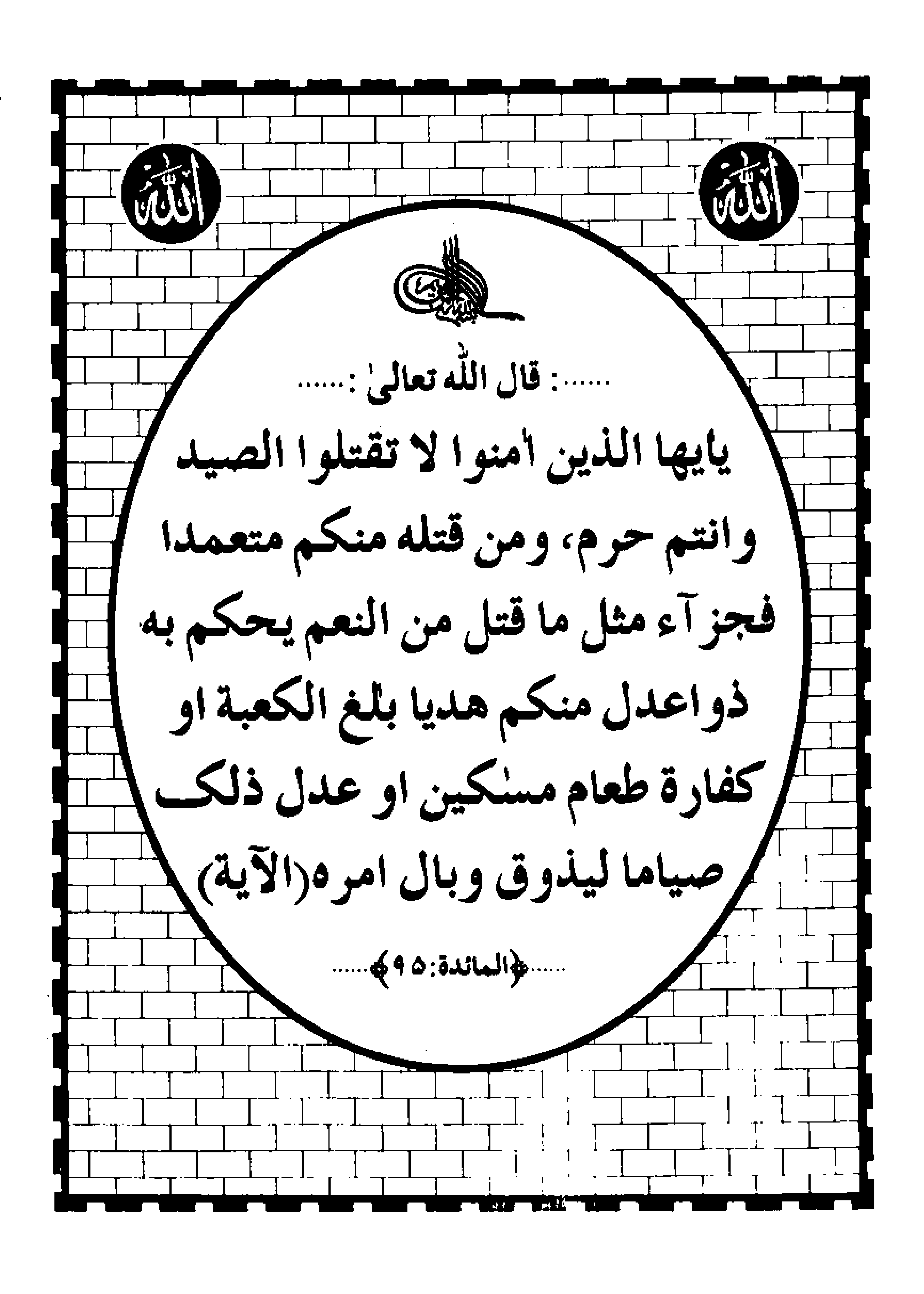
المستفتی: نامعلوم......۲۲/ جولائی ۱۹۷۹ء

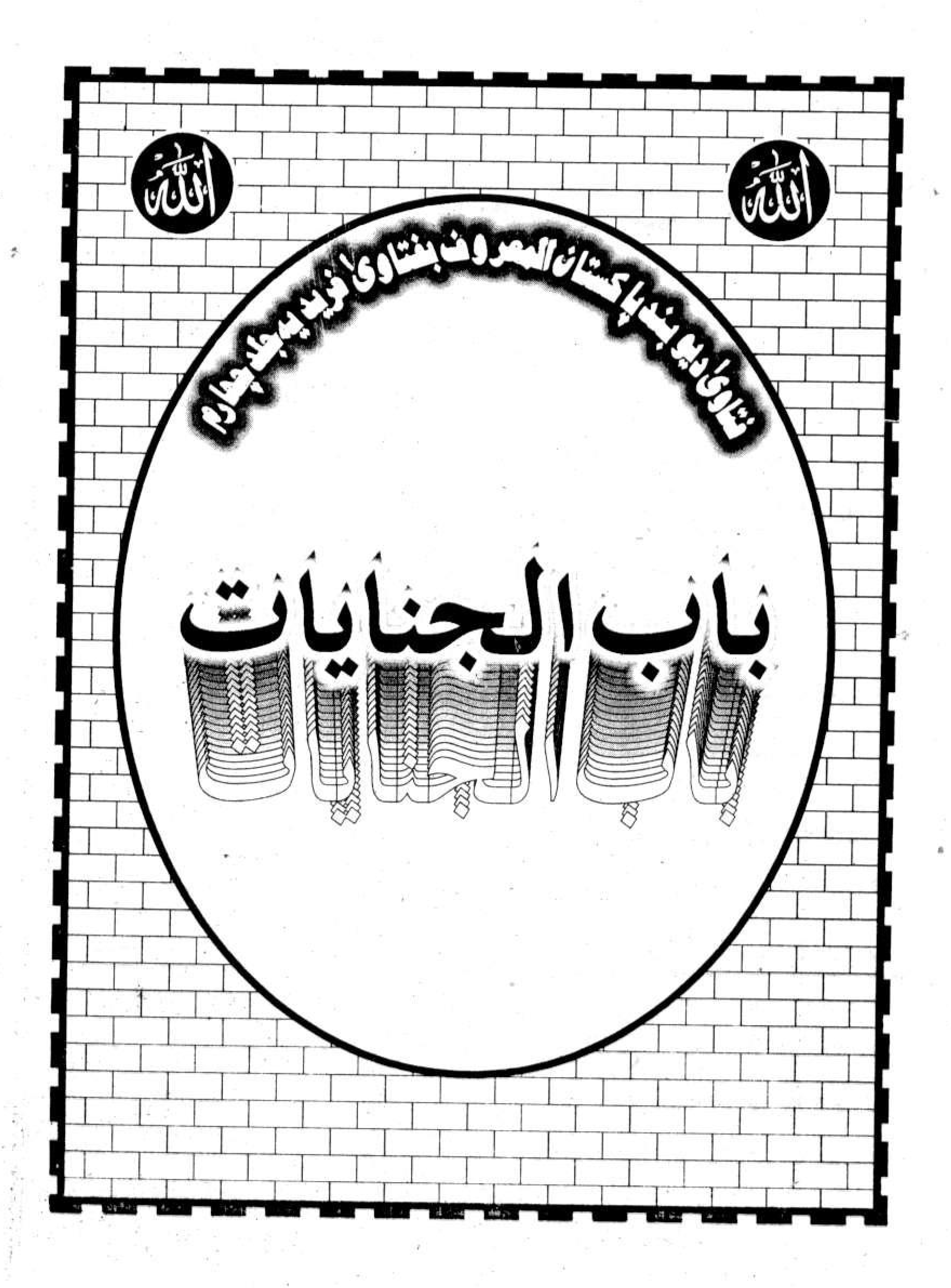
الجواب: عمرہ میں باقاعدہ حلق یا قصر واجب ہے اس کو ترک کرنا یا حرم سے باہر ادا کرنا موجب دم ہیں، قال فی الخانیة واجبها شیئآن السعی بین الصفا والمروة والحلق (هامش هندیة ۱: ۳۰۱) ﴿۱﴾ وفی الهندیة (۱: ۲۴۷) وتجب شاة بتاخیر المناسک عن مکانه کما اذاخرج من الحرم وحلق رأسه سواء کان الحلق للحج اوالعمرة﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۱: ۳۰۱ فصل فی العمرة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۴۷ قبیل الباب التاسع فی الصید)




الله
الله
بسم الله الرحمن الرحيم
......: قال الله تعالىٰ :......
يايها الذين اٰمنوا لا تقتلوا الصيد
وانتم حرم، ومن قتله منكم متعمدا
فجزآء مثل ما قتل من النعم يحكم به
ذوا عدل منكم هديا بلغ الكعبة او
كفارة طعام مسٰكين او عدل ذلك
صياما ليذوق وبال امره (الآية)
......﴿المائدة: ٩٥﴾......


الله
الله
فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ جلد چہارم
باب الجنایات

باب الجنایات

دم جنایت حرم میں ادا کرنی ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام حج میں جو دم عرفات، منیٰ، مزدلفہ، مکہ معظمہ یا حدود حرم میں واجب ہو جائے اس کی ادائیگی صرف حرم ہی میں ہو سکتی ہے یا پاکستان آ کر اس کی ادائیگی ہو سکتی ہے؟ اس مسئلہ میں ہمارے ہاں کچھ اختلاف ہے لہٰذا مسئلہ کی صحیح صورت واضح فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مہمان از دفتر اہتمام دار العلوم حقانیہ......۲۷/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: تمام فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اس دم کا حرم میں ہونا ضروری ہے خواہ اصالۃً ہو یا وکالۃً ہو، پس پاکستان میں وارد شدہ شخص کسی کو وکیل بنا کر دم ادا کر سکتا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

خارج میقات تلبیہ بھول گیا میقات کے اندر تلبیہ شروع کیا تو دم واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی میقات سے حج یا عمرہ کی نیت کرے اور تلبیہ بھول گیا، سیدھا گاڑی میں سوار ہو کر داخل میقات یعنی مکہ معظمہ کے راستے میں تلبیہ

﴿۱﴾ قال الامام ابی بکر الحداد الیمنی: الدماء فی المناسک علی ثلاثة اوجه فی وجه یجوز تقدیمه علی یوم النحر بالاجماع بعد ان حصل الذبح فی الحرم وهو دم الکفارات والنذور وهدی التطوع...... ولا یجوز ذبح الهدایا الا فی الحرم قال الله تعالیٰ ثم محلها الی البیت العتیق...... وان کان واجبا فعلیه ان یقیم غیره مقامه لان الوجوب باق فی ذمته.
(الجوهرة النیرة علی القدوری ۱: ۲۲۴ باب الهدی)

شروع کی اس جنایت سے کوئی دم وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی جمال خان وزیرستان.....۱۳/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

الجواب: قواعد کی رو سے اس شخص پر دم (شاۃ ذبح کرنا) لازم وواجب ہے کیونکہ صرف نیت سے بغیر تلبیہ وغیرہ کے احرام میں داخل ہونا غیر ظاہر الروایت ہے، کما فی البدائع ﴿۱﴾ پس اس شخص پر ضروری ہے کہ کسی شخص کے ذریعہ سے حرم میں ذبح کروائے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: هذا الذى ذكرنا في ان الاحرام لا يثبت بمجرد النية مالم يقترن بها قول او فعل هو من خصائص الاحرام او دلائله ظاهر مذهب اصحابنا، وروى عن ابى يوسف انه يصير محرما بمجرد النية وبه اخذالشافعي وهذا يناقض قوله ان الاحرام ركن لانه جعل نية الاحرام احراما والنية ليست بركن بل هى شرط لانها عزم على الفعل والعزم على فعل ليس ذلك الفعل بل هو عقد على ادائه..... ثم جعل الاحرام عبارة عن مجرد النية مخالف للغة فان الاحرام في اللغة هو الاهلال يقال احرم اى اهل بالحج..... فدل قوله قولى ما يقول الناس في حجهم على لزوم التلبية لان الناس يقولونها وفيه اشارة الى ان اجماع المسلمين حجة يجب اتباعها حيث امرها باتباعهم بقوله قولى ما يقول الناس فى حجهم، وروينا عن عائشة رضى الله عنها انها قالت لا يحرم الا من اهل ولبى ولم يروعن غيرها خلافه فيكون اجماعا ولان مجرد النية لا عبرة به فى احكام الشرع عرفنا ذلك بالنص والمعقول.

(بدائع الصنائع ۲: ۳۶۹ كتاب الحج بيان مايصير به محرما)

وفى الهندية: ولا يصير شارعا بمجرد النية مالم يأت بالتلبية او ما يقوم مقامها من الذكر او سوق الهدى او تقليد البدنة. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۲۲۲ الباب الثالث فى الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامة المودود الموصلي: ولا يجوز للآفاقي ان يتجاوزها الا محرما اذا اراد دخول مكة فان جاوزها الآفاقي بغير احرام فعليه شاة لانه منهى عنه لما في الحديث وقال عليه السلام: لا يتجاوز احد الميقات الا محرما.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۸۳ كتاب الحج)

حالت احرام میں عینک لگانے سے دم یا صدقہ لازم نہیں ہوتا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی نظر کمزور ہو اور وہ حالت احرام میں عینک لگادے جس سے چہرہ کا کچھ حصہ چھپتا ہے اس پر دم یا صدقہ وغیرہ آتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہد نواز خان افریدی

الجواب: عذر کی وجہ سے عینک لگا کر حج کرنا جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا، اس سے مقصد چہرہ کا چھپانا نہیں ہوتا ہے (ارشاد الساری ۲۰۶)﴿۱﴾. وھو الموفق

حالت احرام میں زخمی ہونا موجب دم نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران حج عرفات میں ایک نلکے سے پانی لینے کیلئے قطار میں انتظار کر رہا تھا، جب میری باری آ گئی تو ایک حاجی صاحب نے مجھے پیچھے ہٹایا اس دھکم پیل میں میرا ہاتھ زخمی ہو کر اس سے خون بہنے لگا چونکہ اس صورت میں میں احرام میں تھا اس سے میرے حج میں کیا نقصان واقع ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: الحاج ولی محمد نصرت زئی شبقدر فورٹ چارسدہ......۱۹۸۶ء/۹/۲۹

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: وان کان مما لا یقصد به ذلک ای التغطی کاء جانة ای مرکن او عدل ای احد شقی حمل الدابة او جوالق ای خیشن اوخیشة او مکتل ای ما یکتال فیه مما یصنع من خوص او طاسة وھی اناء یشرب منه والمعروف انھا ظرف خاص من نحاس او صفر او طست او حجر او مدر او صفر او حدید او زجاج او خشب ونحوھا ای من فضة وذھب وورق مما یغطی کل رأسه او بعضه فلا بأس به لکن ترکه افضل للمخالفة ظاھر السنة.

(ارشاد الساری ۲۰۶ فصل فی تغطیة الرأس والوجه)

الجواب: محرم کا زخمی ہونا یا اس کے بدن سے خون بہنا جنایات سے نہیں ہے﴿۱﴾البتہ اگر بال کٹ گئے ہوں تو پاکستان میں کسی کو مناسب صدقہ (دو تین روپیہ) دے دیں﴿۲﴾۔وھو الموفق

محرم کا ذبح کے وقت اپنے آپ کو زخمی کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محرم نے جانور کو ذبح کر لیا ذبح کے دوران میں وہ چھری سے زخمی ہوا اور خون جاری ہوا، اس کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: رسول خان مشیط سعودی عرب......۸/محرم ۱۴۰۲ھ

الجواب: زخمی ہونا جنایت نہیں ہے البتہ اگر بال کٹ گئے ہوں تو صدقہ دینا ہوگا﴿۳﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (والجنايات) وهو ما يكون حرمته بسبب الاحرام او الحرم وحاصل الاول انه الطيب ولبس المخيط وتغطية الرأس او الوجه وازالة الشعر من البدن وقص الاظفار والجماع صورة ومعنى او معنى فقط وترك واجب من واجبات الحج والتعريض للصيد وحاصل الثاني التعرض لصيد الحرم وشجره.

(البحر الرائق ۳: ۲ باب الجنايات)

﴿۲﴾ وفي الهندية: وان نتف من رأسه او من انفه اولحيته شعرات ففي كل شعرة كف من الطعام كذا في قاضي خان، واذا حک المحرم رأسه او لحيته فانتثر منها شعر فعليه صدقة كذا في السراج الوهاج...... والافضل ان يتصدق على فقراء مكة ولو تصدق على غير فقراء مكة جاز كذا في المحيط.

(فتاویٰ عالمگيريه ۱: ۲۴۳ كتاب الجنايات الفصل الثالث)

وقال القاري: في سقوط الشعر...... حين مسه وحكه فعليه كف من طعام كما روى عن محمد او كسرة من خبز او تمرة لكل شعرة.

(ارشاد الساری ۱: ۲۲۰ فصل في سقوط الشعر)

﴿۳﴾ وفي الهندية: وان نتف من رأسه او من انفه او لحيته ......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

چھوٹی بچی کا دوران حج پیشاب کرنے اور دم جنایت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں امسال حج کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں میرے ساتھ میری بچی بعمر پندرہ ماہ بھی ہوگی، اب اگر یہ بچی پیشاب وغیرہ کرے تو حج کے دوران میں کیا کرنا چاہئے، اور بچی کیلئے قربانی کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: انیس احمد c/o دفتر اہتمام.....۱۹۸۳ء/۸/۱۰

الجواب: آپ اس بچی کی طرف سے احرام کر سکتے ہیں اور اگر یہ بچی کوئی جنایت کرے تو اس پر کوئی دم واجب نہ ہوگا ﴿۱﴾ اور مقامات مقدسہ میں پیشاب کرنا موجب دم نہیں ہے خواہ یہ پیشاب بالغ کرے یا نابالغ، ہاں قصداً ان خاص مقامات میں پیشاب کرنا گناہ ہے۔ وهو الموفق

بینک کے ذریعے قربانی اور حلق کی تقدیم کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال حکومت سعودیہ نے منیٰ میں ایک نئی قربان گاہ قائم کی ہے جس کا مقصد گوشت کو محفوظ رکھ کر باہر ممالک کے ناداروں کو بھجوانا

(بقیہ حاشیہ)شعرات ففي كل شعرة كف من الطعام كذا في فتاوىٰ قاضي خان...... واذا خبز المحرم فاحترق بعض شعره تصدق له واذا حك المحرم رأسه او لحيته فانتثر منها شعر فعليه صدقة كذا في السراج الوهاج.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱ :۲۴۳ الفصل الثالث في حلق الشعر وقلم الاظفار)

﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: قوله فلو احرم صبي او احرم عنه ابوه صار محرما ، قال في اللباب وشرحه وينبغي لوليه ان يجنبه من محظورات الاحرام كلبس المخيط والطيب وان ارتكبها الصبي لا شيئ عليهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ :۱۵۹ قبيل مطلب في فروض الحج وواجباته)

ہے لیکن اس طریقہ قربانی میں احناف کیلئے چند مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مثلا حاجی نے بینک میں مقررہ رقم جمع کروائی اور رسید لی، بینک عملہ نے یقین دہانی کرادی کہ دس ذی الحجہ کو قربانی کی جائے گی، اب پتہ نہیں لگتا کہ یہ قربانی کس وقت ہوگی، اس لئے حاجی بغیر تحقیق وانتظار کے حلق کراتے ہیں اور بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ قربان گاہ میں قربانی دیر سے کی گئی ہے اور یوں حلق قبل ذبح واقع ہوتا ہے اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق طارق الخمیس مشیط مملکت سعودیہ عربیہ......۱۹۸۶ء/ ۸/ ۵

الجواب: امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذبح کی تقدیم حلق پر واجب ہے، لما رواه ابن ابی شیبة عن ابن عباس رضی الله عنه انه افتی بوجوب الدم علی من قدم الحلق، واما ما روی عنه وعن غیره مرفوعا من عدم الحرج معناه عدم الاثم لا عدم الدم او عدم الدم مخصوص بهذا الحج لکونه اول حج ﴿۱﴾ پس اس مذکورہ بینک میں ذبح واجب (دم قران وتمتع)

﴿۱﴾ وفی المنهاج: احتج الجمهور بحدیث الباب (باب ماجاء ان عرفة کلها موقف) وغیره، واحتج ابوحنیفة بما رواه ابن ابی شیبة عن ابن عباس موقوفا وهو احد رواة حدیث "لا حرج من قدم شیئا من حجه او اخره فلیهرق لذلک دما" وفی اسناده ابراهیم بن مهاجر وفیه مقال، قلنا رواه الطحاوی باسناد صحیح فعلم منه ان المراد من رفع الحرج رفع الاثم لا رفع الدم والجزاء، کما ارید هذا المعنی فی الحدیث الذی رواه ابوداؤد من حدیث اسامة بن شریک،، قال: خرجت مع رسول الله ﷺ حاجا فکان الناس یأتونه فمن قائل یا رسول الله! سعیت قبل ان اطوف او اخرت شیئا او قدمت شیئا فکان یقول لا حرج الا علی رجل افترض عرض مسلم وهو ظالم فذلک الذی حرج وهلک، وبالجملة ان حجة الجمهور ساکتة عن رفع الجزاء، وکم من فرق بین عدم الذکر وبین ذکر العدم، ولو سلم ان مراد الحدیث نفی الجزاء لجاز لنا ان نقول انما عذرهم بالجهل...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیلئے داخلہ کرنا جائز نہیں اس سے ترتیب اور تقدیم تو درکنار نفس ذبح بھی مشکوک ہو جاتا ہے پس حکومت اگر مساکین کی اعانت کرنا چاہتی ہے تو حجاج کیلئے ذبح شدہ حیوانات کا گوشت اور کھال مساکین پر صرف کرنے کا انتظام کرے نہ کہ ذبح وغیرہ کا﴿۱﴾۔ وھو الموفق

سرکاری ڈیوٹی کی وجہ سے گیارہویں کی رمی اور طواف صدر چھوڑنے سے بھی دم واجب ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص محکمہ حج واوقاف میں حجاج کی خدمت پر مامور تھا اسی وجہ سے اس نے گیارہویں ذی الحجہ کی رمی نہیں کی، کیا اس پر دم واجب ہے؟ اسی طرح ایک آدمی مدینہ منورہ میں ڈیوٹی انجام دینے کی وجہ سے طواف وداع چھوڑ کر چلا گیا اور یہ شخص متمتع تھا کیا اس شخص پر دم واجب ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن جدہ سعودیہ عربیہ......۱۶/۵/۱۴۰۱ھ

(بقیه حاشیه) لان الحال اذ ذاک فی ابتداء ه.

فائدة:...... ارباب الحكومة فی عهدنا یأخذون من الحجاج قیمة الشاة یشتروابها الشاة ویذبحوها فی وقت معین ویعینوا المساكین باللحم الطیب الطری وهذه مظنة ترک الواجب او السنه المؤكدة نعم لاحرج فیه لمن لم یكن قارنا ولا متمتعا.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴:۱۳۷ باب ماجاء ان عرفة كلها موقف)

﴿۱﴾ قال الشیخ عبد الرحیم لاجپوری: قربانی اراقۃ دم کا نام ہے اور اس سے ہی عبادت ادا ہو جاتی ہے، اس کے بعد گوشت کا انتظام کرنا حجاج کرام کی ذمہ داری نہیں یہ انتظام حکومت کی ذمہ داری ہے اگر یہ کہا جائے کہ حکومت اس کے انتظام سے قاصر ہے تو یہ بات بظاہر سمجھ میں نہیں آتی جو حکومت ایک شب و روز میں ہزاروں خیمہ کا انتظام کرسکتی ہے، (جیسا کہ منیٰ میں آگ کے حادثہ میں ہوا) کیا وہ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: یہ شخص زمین حرم میں دو دنبے ذبح کرے یا کرائے، ایک دنبہ ترک رمی کی وجہ سے ﴿۱﴾ اور دوسرا ترک طواف صدر کی وجہ سے، البتہ طواف صدر اب بھی ہو سکتا ہے یعنی عمرہ کی نیت کر کے عمرہ ادا کیا جائے تو اس طواف عمرہ سے طواف صدر ادا ہو جائے گا اور دنبہ کا ذبح ساقط ہو جائے گا، (ماخوذ از ردالمحتار ۳: ۲۸۴)﴿۲﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ان جانوروں کے گوشت کا انتظام نہیں کر سکتی؟ ملخصاً۔

(فتاویٰ رحیمیہ ۸: ۱۱۶ جنایات اور دم)

قال الشیخ نظام الدین الاعظمی: مناسک حج کا اضحیہ خالص اور اعلیٰ شعائر اسلامیہ میں سے ہے اور اس میں محض اظہار تعبد بشکل اراقۃ دم ہے......اور یہ اسکیمیں (بینک کے ذریعے قربانی تا کہ گوشت مساکین کیلئے محفوظ ہو) اگر چہ بظاہر خوشنما ہی نہیں قدرے مفید بھی معلوم ہوتی ہیں مگر اظہار تعبد کے منافی ہیں اور اس مقصد کو فوت کرتی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل سے ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ اس طرح کار بند ہونے پر بعد چندے یہ عمل (اراقۃ دم) محض ایک سیاسی، تجارتی، معاشی مقصد ہو کر رہ جائے گا، اور اظہار تعبد فنا ہو کر مسخ مذہب کا ذریعہ بن جائے گا۔ (نظام الفتاویٰ ۱: ۱۴۹ کتاب الحج)

﴿۱﴾ **قال العلامة الشامي: (قوله اوالرمي كله) انما وجب بتركه كله دم واحد لان الجنس متحد كما في الحلق(قوله او في يوم واحد) ولو يوم النحر لانه نسك تام بحر (اوالرمي الاول) داخل فيما قبله كما علمت الخ.**

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۲۵ باب الجنايات)

﴿۲﴾ **قال العلامة محمد امين ابن عابدين: (قوله او ترك طواف الصدر او اربعة منه ولا يتحقق الترك الا بالخروج من مكة) لانه ما دام فيها لم يطالب به مالم يرد السفر قال في البحر واشار بالترك الى انه لو اتى بما تركه لا يلزمه شيئ مطلقا لانه ليس بمؤقت اى ليس له وقت يفوت بفوته وقدمنا...... انه لو نفر ويطف وجب عليه الرجوع ليطوف مالم يجاوز الميقات فخير بين اراقة الدم والرجوع باحرام جديد بعمرة ولا شيئ عليه لتاخيره.**

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۲۴ باب الجنايات)

جمرہ عقبہ کے بعد چوتھائی سے کم بال کٹوا کر واپس آنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس حاجی نے رمی جمرہ عقبہ کے بعد چوتھائی سر سے کم بال کٹوائے اور وطن واپس آیا، اب اس پر بال ناخن وغیرہ لینے سے دم لازم آئے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالجلیل ریاض المملکة السعودیة العربیة......۱۹۸۶ء/۶/۷

الجواب: چونکہ غلبۂ جہل کی وجہ سے اس تقصیر میں ابتلاء عامہ ہے حالانکہ یہ شوافع وغیرہم رحمہم اللہ کا مذہب ہے، احناف کا مذہب نہیں ہے ﴿۱﴾ لہٰذا اس کے متعلق (یسروا ولا تعسروا) ﴿۲﴾ پر عمل کرنا مناسب ہے، لا سیما اذا روی عن مشائخنا فی غیر المشهور عنهم کما فی شرح المبسوط لخواهر زاده وفی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان وقد صرحوا انه جاز الافتاء بالقول الضعیف عند الضرورة ، فافهم ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الدکتور وهبة الزحیلی: والرأس یقع علی جمیعه فان حلق بعض الرأس لم یجزه عند الحنفیة اقل من الربع وان حلق ربع الرأس اجزاه مع الکراهة لان ربع الرأس یقوم مقام کله کمسح ربع الرأس فی الوضوء...... وقال الشافعیة: اقل ازالة شعر الرأس او التقصیر ثلاث شعرات لقوله تعالیٰ محلقین رؤوسکم (الفتح) ای شعر رؤوسکم، والشعر جمع واقله ثلاث. (الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۲۲۶۹ المطلب الثالث الحلق والتقصیر)

﴿۲﴾ (اخرجه البخاری: ۶۹، ومسلم: ۴۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۴، واحمد: ۳: ۱۳۱، وابویعلی: ۴۱۷۲، وابن حبان: ۵۳۷۳)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: وقد ذکر صاحب البحر فی الحیض فی بحث الوان الدماء اقوالاً ضعیفة ثم قال وفی المعراج عن فخر الائمة لو افتی مفت بشیئ من هذه الاقوال فی مواضع الضرورة طلبا لتیسیر کان حسنا، وبه علم ان المضطر له العمل بذلک لنفسه کما قلنا وان المفتی له الافتاء به للمضطر فما مر من انه لیس له العمل بالضعیف ولا الافتاء به محمول علی غیر موضع الضرورة. (شرح عقود رسم المفتی ۱۰۲ شعر ولا یجوز بالضعیف العمل)

باقاعدہ تحلیل سے قبل عمرے کا احرام باندھنا اور سلے ہوئے کپڑے پہننا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے احرام باندھ کر طواف اور سعی کی، اختتام پر ربع حصہ بال نہیں کٹوائے اور پھر سلے ہوئے کپڑے پہن کر میقات سے احرام باندھ کر دوسرا عمرہ ادا کیا، سعی کے اختتام پر پھر وہی کام کیا اسی طرح سات عمرے کئے، سلے کپڑوں کا بدن پر تین گھنٹے اور بعض کا آٹھ دس گھنٹے وقت ہو چکا تھا، پھر آخری عمرہ کر کے کپڑے پہن لئے، پھر جدہ جا کر تمام سر کو منڈوایا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد نبی ریاض سعودی عرب

الجواب: واضح رہے کہ باقاعدہ تحلیق یا تقصیر سے قبل عمرے کا احرام باندھنا موجب دم ہے، یعنی ایک قربانی واجب ہے (ہندیہ ۱: ۲۷۱) ﴿۱﴾ دن یا رات سے کم سلے ہوئے کپڑے پہننا موجب صدقہ ہے، اور دن یا رات سے زائد پہننا موجب دم ہے (شرح التنویر) ﴿۲﴾. وهو الموفق

رمی جمار میں بلا وجہ شرعی توکیل صحیح نہیں اور دم واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی حج پر گئے، میاں جب منٰی میں آیا تو وہ اپنا ٹمینٹ بھول گیا وہ سیدھا مکہ شریف چلا گیا وہاں پر دو دن ٹھہرا رہا، تندرست ہے، چل پھر سکتا ہے

﴿۱﴾ وفي الهندية: ومن فرغ من عمرته الا التقصير فاحرم باخرىٰ فعليه دم لاحرامه قبل الوقت وهو دم جبر وكفارة كذافي الهداية.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۲۵۴ الباب الحادي عشر في اضافة الاحرام الى الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامه الحصكفي: او لبس مخيطا لبسا معتادا او ستر رأسه يوما كاملا او ليلة كاملة وفي الاقل صدقة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۲۰ باب الجنايات)

لیکن بدن سے بہت بھاری ہے بیوی منیٰ میں رہ گئی بیوی جوان ہے تندرست ہے لیکن ازدحام کی وجہ سے شیطان کو کنکریاں نہ ماریں، اس نے اپنی طرف سے اور خاوند کی طرف سے دوسرے شخص کو کنکریاں دیں، اس نے وہاں شیطان کو کنکریاں ماریں، کیا یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ بیوی شوہر کا رشتہ قائم رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالمجید پشاور شہر......۱۹۷۵ء/۲/۲۶

الجواب: واضح رہے کہ عورت کیلئے رات کے وقت رمی کرنا بلاکراہت جائز ہے اور مرد کیلئے باوجود کراہت کے فراغت کا ذریعہ ہے لہٰذا اس عورت پر ضروری ہے کہ ایک دنبہ کسی کے ذریعہ سے حرم میں (منیٰ میں) ذبح کروائے، اور اگر یہ مرد اتنا معذور ہو کہ اٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو اس کا ذمہ فارغ ہوا ہے ورنہ اس پر ذبح باقاعدہ لازم ہوگا﴿۱﴾۔ وهو الموفق

۱۲/ذی الحجہ کی رمی جمار چھوڑ کر ۱۳/ذی الحجہ کو کرنے سے وجوب دم میں اختلاف ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بارہ ذی الحجہ کو رمی جمرات کے وقت کثرت ازدحام کی وجہ سے ہم آٹھ رفقاء گر گئے اور ہمارا برا حال ہو گیا، ہم لوگ رمی نہ کر سکے، اگلے روز یعنی تیرہ ذی الحجہ کو مسئلہ دریافت کیا بعض علماء نے کہا کہ دم واجب ہے بعض نے کہا کہ آج اس کی قضا کرے

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: الخامس ان یرمی بنفسه فلا تجوز النیابة عند القدرة وتجوز عند العذر فلو رمی عن مریض لا یستطیع الرمی بامره...... جاز...... لان الرمی عن المریض بغیر امره لا یجوز...... قیل فی حد المریض ان یصیر بحیث یصلی جالسا...... والرجل والمرأة فی الرمی سواء الا ان رمیها فی اللیل افضل وفیه ایماء الی انه لا تجوز النیابة عن المرأة بغیر عذر...... والحاصل ان الرمی هو من واجبات الحج اما اداء او قضاء فاذا فات وقتهما تعین الدم لترک الرمی اتفاقا.

(شرح لباب المناسک ۱۲۶، ۱۲۷ فصل فی احکام الرمی وشرائطه)

دم کی ضرورت نہیں ہم نے قول ثانی پر عمل کرتے ہوئے تیرہ ذی الحجہ کورمی جمار کرلیا، اب سوال یہ ہے کہ اس تیرہ ذی الحجہ کورمی کی کیا حیثیت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض محمد بورے والا ضلع وہاڑی......۱۹۸۴ء/۷/۱۵

الجواب: صورت مسئولہ میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک دم واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک واجب نہیں ہے، کما فی المسلک المتوسط للقاری ۱۶۱ ﴿۱﴾. وهو الموفق

سعی واجب کا ترک کرنا موجب دم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں سعی واجب ترک ہوا ہے اب گھر آکر اس کا کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد اسلم صوابی ضلع مردان......۲/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: آپ کسی حاجی کو رقم دے کر منیٰ میں قربانی کرائیں، یہ قربانی ہر وقت جائز ہے ایام النحر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، کما فی الهداية، ومن ترک السعی بین الصفا والمروة فعليه دم وحجته تام﴿۲﴾ وفيها ايضا يجوز ذبح بقية الهدايا فی ای وقت شاء ولا يجوز ذبح الهدايا الا فی الحرم﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة القاری: واذا طلع الفجر ای صبح الرابع فقد فات وقت الاداء ای عند الامام خلافا لهما وبقی وقت القضاء ای اتفاقا الی آخر ايام التشريق فلو اخره ای الرمی عن وقته المعين له فی کل يوم فعليه القضاء والجزاء وهو لزوم الدم.

(ارشاد الساری ۱۶۱ قبيل فصل فی وقت الرمی فی اليوم الرابع)

﴿۲﴾ (هداية ۱: ۲۵۶ باب الجنايات)

﴿۳﴾ (هداية ۱: ۲۸۱ باب الهدی)

غلطی سے احرام کی چادر دور کرکے کپڑے پہننے اور حج کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک پاکستانی ہوں اور مدینہ منورہ میں رہتا ہوں اگلے سال میں نے حج اور عمرہ کی نیت کرکے احرام باندھ لیا، عمرہ ختم کرکے ہمارے پاس ایک بدو نے میرے سر سے تھوڑے بال کاٹے، لاعلمی کی وجہ سے میں نے فوراً احرام دور کیا اور کپڑے پہن لئے اور حج کا ارادہ کیا کیا میرا یہ حج ہوگیا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مرزا خان حلة التحیل طریقة المدینة المنورة سعودیہ.....۱۹۸۴ء/۴/۲۱

الجواب: آپ ایک دم (شاۃ) ذبح کریں تو ذمہ فارغ ہوجائے گا، اور عمرہ اور حج دونوں درست ہوں گے﴿۱﴾۔وھو الموفق

ترک مبیت منیٰ سے دم لازم نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امسال حج کے دوران میں جب ہم نے رمی کیا اور طواف زیارت کیلئے روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھ خواتین اور ضعیف العمر آدمی بھی تھے، دوران طواف ہم سے بعض ساتھی بچھڑ گئے ہم نے طواف پورا کیا، تھکاوٹ اور ساتھیوں کے ڈھونڈنے کی وجہ سے ہم نے مکہ میں رات قیام کیا صبح سعی کرلی، اور جمعہ کی نماز پڑھ کر منیٰ روانہ ہوگئے، اب ہم نے جو رات مکہ معظمہ میں قیام کیا تھا اور منیٰ نہیں گئے تھے کیا ہم پر دم لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم حمید الدین دہلوی دواخانہ راولپنڈی.....۱۷/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: او لبس مخیطا او ستر رأسه یوما کاملا او لیلة کاملة وفی الاقل صدقة، قال ابن عابدین: الظاهر ان المراد مقدار احدهما فلو لبس من نصف النهار الی نصف اللیل من غیر انفصال او بالعکس لزمه دم کما یشیر الیه قوله وفی الاقل صدقة.

(الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۲۲۰ باب الجنایات)

الجواب: چونکہ آپ ترک سنت کے مرتکب ہوئے ہیں ترک واجب کے نہیں لہٰذا آپ پر دم واجب نہیں ہے، کما فی الشامیة ۲: ۲۵۲ قوله فیبیت بها للرمی ای لیالی ایام الرمی هو السنة فلو بات بغیرها کره ولا یلزمه شیئ (لباب)﴿۱﴾. وهو الموفق

متعدد عمرے کرنے والی عورت قصر نہ کریں تو کفارہ اور ایک دم واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے متعدد عمرے کئے اور بال نہیں کاٹے کیا یہ ایک جنایت شمار ہوگی اور ایک دم واجب ہوگا یا متعدد جنایات؟ بینوا توجروا

المستفتی: دلاور شاہ ٹل کوہاٹ......۲۵/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: اس عورت پر احرام قبل از وقت کی وجہ سے کفارہ اور ایک دم واجب ہے، کما یدل علیه مافی الهندیة ۱: ۲۵۴ ومن فرغ من عمرته الا التقصیر فاحرم باخریٰ فعلیه دم لاحرامه قبل الوقت وهو دم جبر وکفارة کذا فی الهدایة﴿۲﴾. وهو الموفق

قربانی سے قبل حلق، رمی کی قضا، طواف زیارت میں ترک سعی، مزدلفہ میں عدم بیتوتت وغیرہ مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) رمی کے بعد اور قربانی سے قبل بال کٹوانے کا کیا حکم ہے؟

(۲) منیٰ میں رات کو نہ ٹھہرنے کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کسی بھی دن جمرات مارے تو کیا دوسرے دنوں کے جمرات ایک ساتھ مار سکتے ہیں؟

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۰۰ قبیل مطلب فی حکم صلاة العید والجمعة فی منیٰ)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۴ باب اضافة الاحرام الی الاحرام)

(۴) طواف زیارت میں اگر طواف کرے اور سعی چھوڑ دے پھر قضا کی صورت میں صرف سعی کرے گا یا طواف اور سعی دونوں؟

(۵) مزدلفہ میں رات کو نہ ٹھہرنے کا کیا حکم ہے؟

(۶) اگر غلطی سے آدمی میقات سے تھوڑا دور چلا گیا اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد ابراہیم سکنہ سلیم خان صوابی.....۱۹۸۴ء/۱۰/۷

الجواب: (۱) امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جنایت اور موجب دم ہے (شامی باب الجنایات)﴿۱﴾.

(۲) منیٰ میں بیتوتت ترک کرنا خلاف سنت ہے لیکن موجب دم وغیرہ نہیں ہے (شامی ۲:۲۵۲)﴿۲﴾.

(۳) ایام منیٰ میں جب کسی دن کی رمی ترک کردے تو دم واجب ہوگا، خواہ باقاعدہ قضا کرے یا نہ کرے، (ارشاد الساری ۲۴۰)﴿۳﴾.

﴿۱﴾ قال العلامة الشامی: (قوله او قدم نسكا علی آخر فيجب) لما كان قوله او قدم الخ بيانا لوجوب الدم بعكس الترتيب فرع عليه ان الترتيب واجب الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۲۲۶ باب الجنايات)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (ثم اتی منیٰ فيبيت بها للرمی) ای ليالی ايام الرمی هو السنة فلوبات بغيرها كره ولا يلزمه شیئ لباب.

(فتاویٰ الشامية ۲:۲۰۰ قبيل مطلب حكم صلاة العيد والجمعة فی منیٰ)

﴿۳﴾قال الملا علی قاری: ولو ترک رمی يوم من ايام النحر كله او اكثره كأربع حصيات فما فوقها فی يوم النحر او احد عشرة حصاة فيما بعده او آخره الی يوم آخر فعليه دم ای لتركه او تاخيره. (ارشاد الساری ۱:۲۴۰ فصل فی الجناية فی رمی الجمرات)

(۴) اگر اس شخص نے طواف قدوم یا طواف تطوع کے بعد سعی نہ کی ہو تو جب تک میقات سے باہر نہیں ہوا ہے صرف سعی سے اس کا ذمہ فارغ ہوگا، اگر چہ یہ تاخیر کئی ماہ ہوا اور اگر میقات سے باہر ہوا ہو تو بہتر یہ ہے کہ دم ذبح کرے، اور اگر عمرہ یا حج کا احرام باندھ لے اور واپس آجائے اور یہ مناسک ادا کر لے سعی بھی کر لے تو یہ بھی جائز ہے (ارشاد الساری ۲۳۸) ﴿۱﴾.

(۵) مزدلفہ میں رات گزارنا مسنون ہے لیکن طلوع فجر کے بعد کچھ ٹھہرنا واجب ہے اور موجب دم ہے (شامی) ﴿۲﴾۔

(۶) جب واپس ہو کر احرام باندھ لے تو دم واجب نہیں ہے (ہندیہ ۱:۲۵۳) ﴿۳﴾۔

اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو ایک یا دو سوال روانہ کریں۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ولو ترک السعی کله او اکثر فعلیه دم وحجه تام..... وان ترکه لعذر فلا شیئ علیه..... ولو سعی قبل الطواف..... لم یعتدبه..... فان لم یعده فعلیه دم اتفاقا ولوترک السعی من اصله ورجع الی اهله بان خرج من المیقات فاراد العود الی مکة یعود باحرام جدید..... واذا اعاده سقط الدم قال فی الاصل والدم احب الی من الرجوع لان فیه منفعة الفقراء. (ارشاد الساری ۲۳۸ فصل فی الجنایة فی السعی)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امین: (ثم وقف بمزدلفة) هذا الوقوف واجب عندنا لاسنة والبیتوتة بمزدلفة سنة مؤکدة الی الفجر لا واجبة..... واول وقته طلوع الفجر الثانی من یوم النحر وآخره طلوع الشمس منه فمن وقف بها قبل طلوع الفجر او بعد طلوع الشمس لا یعتد به وقدر الواجب منه ساعة ولو لطیفة الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۹۳ مطلب فی الوقوف بمزدلفة)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: وان عاد الی المیقات واحرم فهذا علی وجهین فان احرم بحجة او عمرة عما لزمه خرج عن العهدة وان احرم بحجة الاسلام او عمرة کانت علیه ان کان ذلک فی عامه اجزأه عما لزمه لدخول مکة بغیر احرام استحسانا کذا فی المحیط.

(فتاوىٰ عالمگیریه ۱:۲۵۳ الباب العاشر فی مجاوزة المیقات بغیر احرام)

ضعیف وناتوان کا رمی جمار میں توکیل اور دم وغیرہ کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے حج پر جا کر تمام افعال خود ادا کئے، لیکن کمزوری وناتوانی اور بڑھاپے کی وجہ سے رمی جمار کسی دوسرے سے کروایا اب:

(۱) اس شخص پر دم وغیرہ واجب ہے؟

(۲) اگر واجب ہے تو ایک یا تین؟

(۳) اس دم کا ذبح کہاں پر ضروری ہے؟

(۴) اگر منیٰ میں ضروری ہے اور وہ شخص واپس آیا ہے پھر کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ نعمانی جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

الجواب: (۱) جو شخص بذات خود رمی پر ضعف یا مرض کی وجہ سے قادر نہ ہو نہ دن کو اور نہ رات کو وہ دوسرے شخص سے رمی کرواسکتا ہے (ہندیہ) ﴿۱﴾۔

(۲) جو شخص باوجود قدرت کے تمام رمیات ترک کرے اس پر ایک دم واجب ہے (شامی) ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ وفی الھندیة: مریض لا یستطیع الرمی توضع الحصاة فی کفه لیرمی به او یرمی عنه غیره بامره کذا فی محیط السرخسی فی صفة الرامی.

(فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۳۶ فصل فی المتفرقات)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (او الرمی کله) انما وجب بترکه کله دم واحد لان الجنس متحد کما فی الحلق والترک انما یتحقق بغروب الشمس من آخر ایام الرمی وهو الرابع الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۲۵ باب الجنایات)

(۳) دم جنایت زمین حرم سے مختص ہے خواہ منیٰ میں ہو یا مکہ میں، اس میں سے ہر جگہ یہ ذبح کافی ہے (بحر ﴿۱﴾ شامی ﴿۲﴾)۔

(۴) دوسرے شخص کو وکیل اور مامور کر کے ذبح حرم میں کروائے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

حائضہ کا طواف زیارت اور طواف وداع ترک کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی زوجہ کا حیض ہمیشہ دس دن ہوتا ہے جب منیٰ اور عرفات کے درمیانی وقفے میں حیض آ گیا اس کے بعد ہم جدہ شریف جانے والے تھے اور ابھی تک زوجہ زید کے ایام حیض میں چھ دن باقی تھے، اب سوال یہ ہے کہ اس زوجہ کے ذمہ ایک طواف زیارت باقی تھا اور دوسرا طواف وداع بھی، اب ہم کیا تدبیر کرتے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۴ء/۴/۱۰

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: (وخص ذبح هدی المتعة والقران بیوم النحر والكل بالحرم لا بفقیره) بیان لكون الهدی موقتا بالمكان سواء كان دم شكر او جناية...... واما توقيته بالزمان فمخصوص بهدی المتعة والقران واما بقية الهدايا فلا تتقيد بزمان.

(البحر الرائق ۲: ۷۲ باب الهدی)

﴿۲﴾ قال في الشامية: (ذبح في الحرم) فلو ذبح في غيره لم يجز.

(فتاویٰ الشامية ۲: ۲۲۸ باب الجنايات)

﴿۳﴾ قال العلامة الموودود الموصلي: ولا يذبح الجميع الا في الحرم قال تعالیٰ في جزاء الصيد (هديا بالغ الكعبة) وفي دم الاحصار (حتى يبلغ الهدى محله) ولان الهدى ما عرف قربة الا في مكان معلوم وهو الحرم ، قال عليه السلام منى كلها منحر وفجاج مكة كلها منحر رواه ابوداؤد وابن ماجة والدارمي واحمد.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۲۲۱ باب الهدی)

الجواب: اگر یہ عورت حالت حیض میں طواف زیارت کرتی تو باوجود حرمت کے فریضہ حج ادا ہوتا اور ایک بدنہ ذبح کرنے سے جنایت سے بری ہوتی (شامی۲:۲۵۹)﴿۱﴾لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت وطن کو واپس ہوئی ہے اس لئے اس کیلئے دوبارہ مکہ جانا ضروری ہے تاکہ طواف زیارت کرے اور اس کیلئے جماع کرنا ممنوع ہے اگرچہ کئی سال گزر جائیں (ہندیہ۱:۲۴۶)﴿۲﴾اور حائضہ کیلئے طواف صدر ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے(شامی ۲:۲۵۵)﴿۳﴾. وهو الموفق

حج میں حاملہ عورت کیلئے واجبات ترک کرنے کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب کی اہلیہ حاملہ تھی اس مجبوری کی وجہ سے مختصر حج کیا، اگرچہ معلم الحجاج میں جوابات موجود ہیں تاہم مزید تسلی کیلئے لکھ رہا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ ڈاکٹر نے بھی حاملہ ہونے کی صورت میں حج پر جانے سے منع کیا مگر اس کے باوجود دونوں نویں ذی الحجہ کو سپیشل موٹر لیکر مکہ معظمہ پہنچے وہاں طواف قدوم کیا اور پھر زوال سے پہلے عرفات پہنچے، غروب کے بعد وہاں

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدين: لوهم الركب على القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف ام لا قالوا يقال لها لا يحل لك دخول المسجد وان دخلت وطفت اثمت وصح طوافك وعليك ذبح بدنة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۹۹ مطلب في طواف الزيارة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: وان ترك كلا الطوافين فهو حرام على النساء ابدا وعليه ان يرجع ويطوف طواف الزيارة وطواف الصدر.

(فتاویٰ عالمگيريه ۱:۲۴۶ الفصل الخامس في الطواف والسعي)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامي: (وطواف الصدر واجب الا على اهل مكة) اى فلا يجب على المكي ولا على المعتمر مطلقا والمجنون والصبي والحائض والنفساء كما في اللباب وغيره.

(فتاوىٰ الشامية ۲:۲۰۲ مطلب في طواف الصدر)

سے نکل کر مزدلفہ ہوتے ہوئے راتوں رات حرم شریف پہنچے، دسویں کو صبح صادق کے بعد طواف زیارت کرلیا، اسی طرح وقوف مزدلفہ اور رمی نہ کر پائے، معلم الحجاج میں لکھا ہوا ہے کہ واجبات حج اگر عذر شرعی کی بنا پر فوت ہو جائیں تو دم لازم نہیں آتا، اب اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید خان ریاض سعودی عرب......۱۹۷۲ء/۲/۸

الجواب: چونکہ ان حضرات سے واجبات بلا عذر شرعی فوت ہو چکے ہیں لہٰذا ان پر تمام واجبات کا دم دینا ضروری ہے ﴿۱﴾ مگر بیوی پر وقوف مزدلفہ کا دم نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

قبل از ادائیگی طواف زیارت زوجہ سے جماع کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی سے طواف زیارت رہ جائے کیا قبل از ادائیگی طواف زیارت اپنی زوجہ سے جماع کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی ظفر الحق......۱۹۸۵ء/۱۲/۱۱

﴿۱﴾ وفی الھندیة: ولو ترک الجمار کلھا او رمی واحدة او جمرة العقبة یوم النحر فعلیه شاة.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۲۴۷ قبیل الباب التاسع فی الصید)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ثم وقف بمزدلفة ووقته من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مارا کما فی عرفة لکن لو ترکه بعذر کزحمة بمزدلفة فلا شیئ علیه، قال ابن عابدین: الا اذا کان لعلة او ضعف او یکون امراۃ تخاف الزحام فلا شیئ علیه...... فالاولیٰ تقیید خوف الزحمة بالمراۃ ویحمل اطلاق المحیط علیه لکون ذلک عذرا ظاهرا فی حقھا یسقط به الواجب بخلاف الرجل او یحمل علی ما اذا خاف الزحمة لنحو مرض ولذا قال فی السراج الا اذا کانت به علة او مرض او ضعف فخاف الزحام فدفع لیلا فلاشیئ علیه.

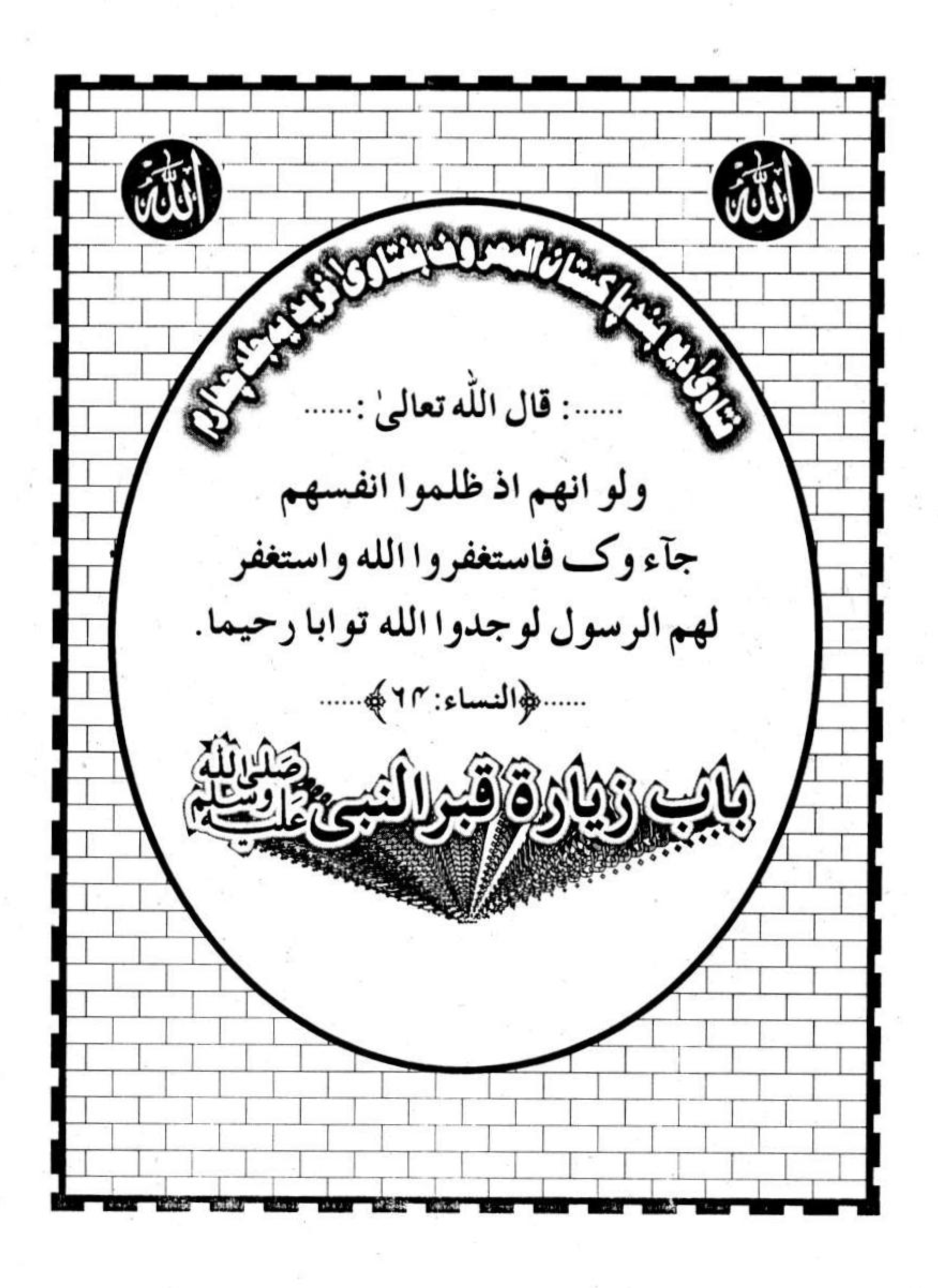
(ردالمحتار ھامش الدر المختار ۲:۱۹۳ مطلب فی الوقوف بمزدلفة)

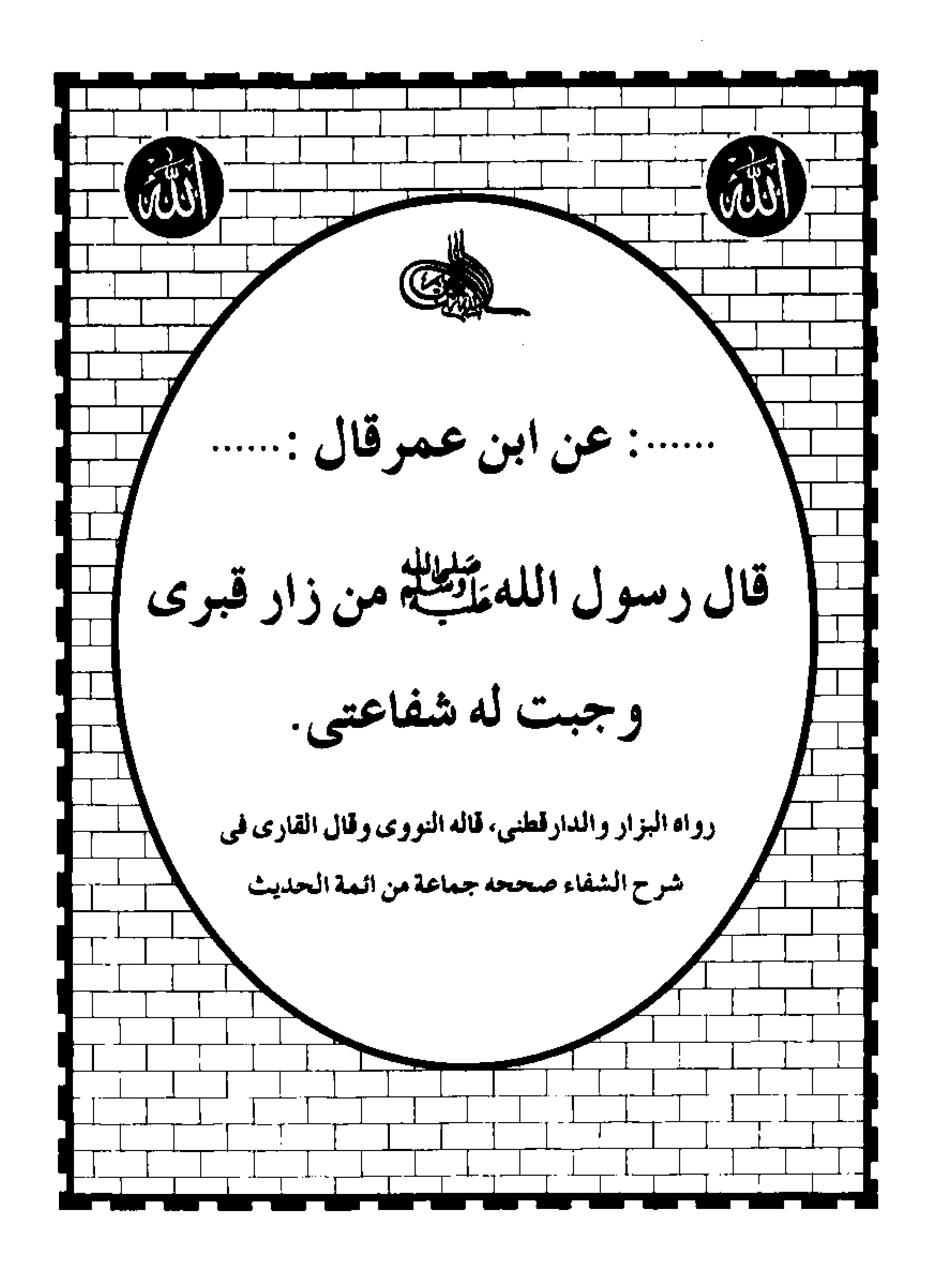
الجواب: رفض حج کے ارادہ سے قبل اس پر بیوی حرام ہوتی ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وبترك اكثره بقي محرما ابدا في حق النساء حتى يطوف فكلما جامع لزمه دم اذا تعدد المجلس الا ان يقصد الرفض فتح.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۲۲۴ باب الجنايات)




فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد چہارم
......: قال اللہ تعالیٰ :......
ولو انهم اذ ظلموا انفسهم
جآء وک فاستغفروا الله واستغفر
لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما.
......﴿النساء: ٦٤﴾......
باب زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم


......: عن ابن عمر قال :......
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من زار قبرى
وجبت له شفاعتى.
رواه البزار والدارقطني، قاله النووى وقال القارى فى
شرح الشفاء صححه جماعة من ائمة الحديث

باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

زیارت روضہ مبارکہ میں پہل افضل ہے یا حج میں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حج کرنے سے پہلے زیارت روضہ مبارکہ افضل ہے اور بعض بعد میں افضل کہتے ہیں صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: زرباز خان صوابی......۱۹۷۴ء/۴/۲۸

الجواب: جس شخص نے فرض حج نہیں کیا ہو اس کیلئے افضل یہ ہے کہ پہلے حج کرے اور حج کے بعد زیارت مدینہ منورہ کو جائے، اور اگر یہ حج نفلی ہو تو اسے اختیار ہے کہ ہر ایک پہلے کرے یا بعد میں اور جس حاجی کا راستہ مدینہ منورہ پر ہو تو یہ پہلے زیارت کرے گا (شرح لباب) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حج یا عمرہ میں زیارت روضہ نبوی کیلئے جانے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص حج یا عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ جائے کیا اس کیلئے زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مدینہ منورہ جانا لازمی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۴ء/۳/۱۳

﴿۱﴾ قال العلی بن سلطان محمد: ان کان الحج فرضا علیه فیبدأ بالحج ثم بالزیارة ای ابتدأ بالاھم فالاھم ولان الحج حق الله تبارک وتعالیٰ وھو مقدم علی حق رسوله...... لکنه مقید بما قاله ان لم یمر بالمدینة فی طریقه ای کاھل الشام وان مربھا بدأ بالزیارة لا محالة لان ترکھا مع قربھا یعد من القساوة والشقاوة...... وان کان الحج علیه نفلا فھو بالخیار ای اذا کان آفاقیا بین البداء ة بالمختار ای بزیارته صلی اللہ علیہ وسلم الخ.

(مناسک لملا علی قاری ۳۳۴ باب زیارة سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

الجواب: زیارت روضہ رسول ﷺ کیلئے مدینہ منورہ جانے کے بارے میں تین اقوال ہیں، مندوب، قریب الوجوب اور واجب، علامہ شامی ﴿۱﴾ اور مولانا تھانوی ﴿۲﴾ نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، خلافا لابن تیمیة ومن دان دینهم ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین :(بل قیل واجبة) ذکره فی شرح اللباب وقال بینته فی الدرة المضیة فی الزیارة المصطفویة وذکره ایضا الخیر الرملی فی حاشیة المنح عن ابن حجر وقال وانتصر له نعم عبارة اللباب والفتح وشرح المختار انها قریبة من الوجوب لمن له سعة الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۷۹ قبیل مطلب فی المجاورة بالمدینة ومکة المکرمة)

﴿۲﴾قال الشاه اشرف علی التهانوی: وفی ردالمحتار عن اللباب والفتح وشرح المختار انها قریبة من الوجوب لمن له سعة ، اس سے قول بالوجوب کے معنیٰ واضح ہوگئے یعنی ہے تو مندوب مگر اور مندوبات سے زیادہ مہتم بالشان جس کو قرب وجوب سے تعبیر کیا ہے، پس دونوں قول متطابق ہوگئے۔
(امداد الفتاویٰ ۲: ۱۲۹ مسائل منثورہ متعلقه بالحج)

﴿۳﴾ قال فی رسالة مسائل حج: ابن تیمیہ، امام جوینی اور امام الحرمین کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ کے روضہ کی زیارت کیلئے سفر ممنوع ہے حدیث لا تشد الرحال کی وجہ سے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ صرف مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی طرف سفر کیا جائے گا لیکن یہ لوگ خطا ہوئے ہیں کیونکہ اگر حدیث لا تشد الرحال کا یہ معنیٰ ہوتا تو پیغمبر ﷺ کی عین حیات میں نبی علیہ السلام کی ملاقات اور زیارت کیلئے سفر نا جائز ہوتا بلکہ تجارت، علم اور جہاد کیلئے بھی سفر نا جائز ہوتا، اس حدیث کا معنی حدیث مسند امام احمد بن حنبل سے معلوم ہے، کہ سوائے ان تین مساجد کے دیگر مساجد کو نماز کیلئے سفر کرنا مناسب اور افضل نہیں ہے زیارت القبور وغیرہ کے متعلق یہ حدیث ساکت ہے (شامی وغیرہ) انتہیٰ (مسائل حج ۲۶)۔

قلت: علاوہ ازیں زیارت قبر نبوی کی مشروعیت اور استحباب پر خصوصی روایات وارد ہیں جو بیهقی، دارمی، دارقطنی، مسند ابو داؤد طیالسی، عقیلی، وفاء الوفا اور موطا امام محمد میں مروی ہیں، اس کی بعض اسناد میں اگرچہ محدثین کا کلام ہے لیکن کثرت روایات اور کثرت...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ویزہ میں قلت ایام کی وجہ سے حاجی مدینہ منورہ نہ جاسکے حج متاثر نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سعودی عرب کے قانون کی رو سے حج کے ویزے میں وقت کم ہو اور حاجی مدینہ منورہ برائے زیارت قبر رسول ﷺ نہ جاسکے کیا اس کا حج پورا ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع الرحمٰن بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: زیارت روضہ رسول ﷺ ارکان حج میں سے نہیں ہے البتہ زیارت مدینہ منورہ روضہ اقدس کیلئے جانا قریب الی الوجوب ہے، قانونی مشکلات اور شرعی اعذار کی بناپر اگر نہ جاسکے تو یہ وجوب ساقط ہے بہر حال اس سے حج متاثر نہیں ہوتا (قواعد الفقه) ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) طرق کی وجہ سے اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور ان میں سے دو روایات صاحب مشکوٰۃ نے بھی روایت کی ہیں اور شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، والاحاديث في هذا الباب كثيرة وفضائل الزيارة شهيرة ومن انكرها انما انكر ما فيها من بدع نكيرة غالبها كبيرة.
(مرقاة المفاتيح ۵: ۶۳۲).

اور عبدالوہاب الازہری موطا امام محمد کی تعلیق میں فرماتے ہیں، والاحاديث في فضل زيارة القبر النبوي كثيرة وصحيحة والضعيف منها يرتقي الى درجة المقبول لتعدد طرقه وكثرة شواهده كما ذكره ابن حجر في التلخيص الحبير وما ذكره ابن الجوزي في التحقيق من ان حديث (من حج فلم يزرني فقد جفاني) موضوع وتابعه ابن تيمية في ذلك غير صحيح بل هو اما حسن عند بعض المحدثين واما ضعيف كما هو عند بعضهم وانظر في ذلك شفاء السقام للسبكي والجوهر المنظم لابن حجر الهيتمي ورسائل اللكنوي صاحب التعليق الممجد. ......(از مرتب)

﴿۱﴾ قال الملا علي قاري: ان زيارة سيد المرسلين ﷺ باجماع المسلمين اي من غير عبرة بما ذكره بعض المخالفين من اعظم القربات...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حرم نبوی ﷺ کی زیارت کے وقت افعال

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روضہ مبارکہ کی زیارت کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہوتو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: (۱) مسجد نبوی ﷺ کو باب السلام یا باب جبرئیل سے داخل ہونا مستحب ہے۔﴿۱﴾ لیکن اگر ازدحام کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف پہنچانے یا خود تکلیف میں پڑنے کا خطرہ ہوتو ان ابواب سے داخلہ ممنوع ہے، دیگر ابواب سے داخل ہو، (قواعد الشرع).

(۲) جب مسجد کو داخل ہوتو اول باقاعدہ تحیۃ المسجد ادا کرے اگر وقت مکروہ نہ ہو، پھر موجہ شریفہ کو جائے اور نبی علیہ السلام پر صلاۃ وسلام پڑھ لے، پھر ایک گز (شرعی) بائیں طرف ہو جائے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے، پھر ایک گز اور بائیں طرف ہو جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے (شرح لباب) ﴿۲﴾۔

(بقیہ حاشیہ) وافضل الطاعات وانجح المساعی لنیل الدرجات قریبة من درجة الواجبات بل قیل انها من الواجبات کما بینته فی الدرة المضیة فی الزیارة المصطفویة لمن له سعة ای وسعة واستطاعة وترکها غفلة عظیمة.

(ارشاد الساری ۳۳۴ باب زیارت سید المرسلین ﷺ)

﴿۱﴾قال الملا علی قاری: ویدخل من باب جبریل او غیره کباب السلام کما علیه العمل والافضل افضل لعل وجهه دخول جبریل علیه من ذلک الباب اولانه کان الی الحجرات من اقرب الابواب فاذا دخله قصد الروضة المقدسة الخ. (ارشاد الساری ۳۳۷ باب زیارة سید المرسلین ﷺ)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: ثم یبدأ بتحیة المسجد رکعتین ..... فاذا فرغ من ذلک قصد التوجه الی القبر المقدس ثم توجه مع رعایة غایة الادب ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) حجرہ مبارکہ کا بوسہ لینا، ہاتھ رکھنا، زیادہ قریب ہونا سجدہ کرنا، جھکنا اور زمین کا بوسہ لینا وغیرہ سب ناجائز ہیں (شرح لباب) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسجد نبوی میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد پڑھے پھر زیارت کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص زیارت روضۃ الرسول ﷺ کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہو تو وہ پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے یا پہلے زیارت کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رازق ہنگو کوہاٹ

الجواب: جب زیارت کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہو تو اول باقاعدہ دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کرے پھر مواجہ شریفہ کو جائے اور باقاعدہ صلاۃ وسلام ادا کرے (شرح اللباب) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فقام تجاه الوجه الشريف...... مستقبلا للوجه الكريم...... مستدبرا للقبلة...... ممثلا صورته الكريمة في خيالك...... مستشعرا بانه عليه الصلاة والسلام عالم بحضورك وقيامك وسلامك...... مسلما...... مقتصدا من غير رفع صوت ولا اخفاء بحضور وحياء السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته...... ثم يتأخر...... الى صوب يمينه اى متوجها الى جانب يساره قدر ذراع فيسلم على خليفة رسول الله ﷺ ابى بكر الصديق...... ثم يتأخر الى يمينه قدر ذراع فيسلم على خليفة رسول الله ﷺ عمربن الخطاب الخ.
(المسلك المتقسط ۳۳۸ باب زيارة سيد المرسلين ﷺ)

﴿۱﴾ قال العلامة علي بن سلطان محمد: ولا يمس عند الزيارة الجدار لانه خلاف الادب في مقام الوقار وكذا لا يقبله لان الاستلام والقبلة من خواص بعض اركان الكعبة والقبلة ولا يلتصق به اى بالتزامه ولصوق بطنه لعدم وروده ولا يطوف...... ولا ينحني ولا يقبل الارض فانه كل واحد بدعة اى غير مستحسنة فتكون مكروهة واما السجدة فلاشك انها حرام الخ.
(المسلك المتقسط في المنسك المتوسط ۳۴۲ باب زيارة سيد المرسلين ﷺ)

﴿۲﴾ قال العلامة القارى: ثم يبدا بتحية المسجد ركعتين ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

زیارت قبر اطہر کے وقت خطاب کے صیغے اور حروف ندا ذکر کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ زیارت روضہ اقدس کے پاس درودشریف کے صیغے "الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ" وغیرہ یعنی خطاب کے صیغے اور حروف ندا جو کہے جاتے ہیں ان کا ثبوت احادیث میں نہیں ہے کیا زید کا یہ کہنا صحیح ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا غلام مجتبیٰ دارالعلوم عثمانیہ راول پارک لاہور......۱۰/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: یہ خطاب کے صیغے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں مروی ہیں، رواہ ابوحنیفہ ﴿۱﴾ وایضا ان الخطاب جاز من البعید فی بعض الاحوال ﴿۲﴾ فکیف لا

(بقیہ حاشیہ) تعظیما وتقدیما لحقہ علی حق رسولہ کما یقتضی ترتیب حقوق الربوبیة والعبودیة والافضل ان تکون ای تلک الصلاة بمصلاه ﷺ ای فی مقامہ بمحرابہ...... فاذا فرغ من ذلک قصد التوجہ الی القبر المقدس...... ثم توجہ ای بالقلب والقالب مع رعایة غایة الادب فقام تجاه الوجہ الشریف الخ۔

(ارشاد الساری ۳۳۷ باب زیارة سید المرسلین ﷺ)

﴿۱﴾ ابوحنیفة عن نافع عن ابن عمر قال من السنة ان تأتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة ویجعل ظہرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجہک ثم تقول السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ، قال الشیخ محمد حسن السنبلی فی شرحہ: وفی روایة عبد الرزاق ان ابن عمر کان اذا قدم من سفر اتی قبر النبی ﷺ فقال السلام علیک یا رسول اللہ۔

(مسند امام ابی حنیفة مع شرحہ تنسیق النظام ۱۲۶ قبیل کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال الشاہ اشرف علی التھانوی: (یارسول اللہ گفتن) بارادہ استعانت واستغاثہ یا باعتقاد حاضروناظر ہونے کے منہی عنہ ہے اور بدون اس اعتقاد کے محض شوقا واستلذاذا ماذون فیہ ہے۔

(امداد الفتاویٰ ۵: ۳۸۵ کتاب العقائد والکلام)......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

يجوز من القريب لان سماع الموتیٰ حق﴿۱﴾. وهو الموفق

اسطوانہ ابولبابہ کے پاس دورکعت پڑھنا مستحب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زیارت روضہ مقدسہ کے بعد اسطوانہ ابولبابہ کے پاس دورکعت پڑھنا لازمی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خیر محمد ڈی آئی خان......۱۹۸۱ء/۶/۲۵

الجواب: مستحب یہ ہے کہ زیارت سے فارغ ہو کر اسطوانہ ابی لبابہ کے قریب دورکعت نماز ادا کرے بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو اور نہ کسی کو تکلیف دینے اور نہ خود تکلیف میں پڑنے کا خطرہ ہو اور مغفرت کی دعا کی جائے (هندیه وغیره)﴿۲﴾،﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وقال العلامة ابن عابدين: يستحب ان يقال عند سماع الاولىٰ من الشهادة صلى الله عليك يا رسول الله وعند الثانية منها قرت عيني بك يارسول الله.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱:۲۹۳ قبيل باب شروط الصلاة)

﴿۱﴾قال الشيخ خليل احمد السهارنفوری: فان قلت ماوجه الجواب بقوله ان الله حرم على الارض اجساد الانبياء فان المانع من العرض والسماع هو الموت وهو قائم قلت لاشک ان حفظ اجسادهم من ان ترم خرق للعادة المستمرة فكما ان الله تعالىٰ يحفظها منه فكذلک يمكن من العرض عليهم ومن الاستماع منهم صلوات الامة ويؤيده حديث نبی الله حيٌ يرزق. (بذل المجهود فی حل ابی داؤد ۲:۱۶۰ باب تفريع ابواب الجمعة)

﴿۲﴾ قال فی الهندية: ثم يأتی اسطوانة ابی لبابة التی ربط نفسه فيها حتی تاب الله عليه وهی بين القبر والمنبر فيصلی ركعتين ويتوب الی الله ويدعو بماشاء.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۶۶ خاتمة فی زيارة قبر النبی ﷺ)

﴿۳﴾قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلی: ثم يأتی اسطوانة ابی لبابة التی ربط نفسه فيها حتی تاب الله عليه وهی بين القبر والمنبر ويصلی...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مساجد خمسہ اور چہل نماز در مسجد نبوی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد خمسہ جو سرزمین عرب میں ہیں کہاں ہیں اور کس کتاب میں اس کا ذکر ہے، اور چالیس نمازوں کا مسئلہ مسجد نبوی میں کس کتاب میں ذکر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد قاسم جلال آباد افغانستان.....۱۴/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: حوالہ مساجد خمسہ نہ یافتم ﴿۱﴾ وحوالہ چہل نماز در مسجد نبوی در طبرانی اوسط و در مسند

(بقیہ حاشیہ) ركعتين ويتوب الى الله تعالىٰ ويدعو بما شاء. (الاختيار لتعليل المختار ۱: ۲۲۶ فصل في زيارة قبر النبي ﷺ)

قال الملا على قارى: وجميع سوارى المسجد اى المصطفوى فى اصل بنائها يستحب الصلاة عندها لانها لا تخلو عن النظر النبوى اليها اى الى ما كان فى موضعها والا فهى ليست عينها بل غيرها وصلاة الصحابة عندها اى فى اماكنها وقربها.

(ارشاد السارى ۳۴۴ قبيل فصل فى زيارة اهل البقيع)

﴿۱﴾ مسجد فتح یا مسجد احزاب یہ مسجد جبل سلع کے غربی کنارے کی بلندی پر واقع ہے اور خندق کے جنوب مغرب کی جانب قدرے جنوب کی طرف واقع ہے، غزوہ خندق کے دوران میں اس مقام پر جہاں اس وقت مسجد الفتح ہے آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی اور تین دن متواتر یعنی پیر منگل اور بدھ کو فتح ونصرت کی دعا فرمائی، پس بدھ کے روز بین الصلاتین آپ کی دعا قبول ہوئی اور طوفان اور آندھی کے باعث حملہ آور لشکر میں افراتفری پھیل گئی، اور وہ بے نیل ومرام پسپا ہو گئے، اسی مقام پر مسجد بنادی گئی، دعائے فتح ونصرت وقبولیت کی مناسبت سے مسجد الفتح کے نام سے مشہور ہے اور غزوہ احزاب کی وجہ سے مسجد الاحزاب اور بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے مسجد الاعلیٰ بھی کہلاتی ہے۔

مسجد فتح کی جنوبی سمت میں چار مسجدیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اور بھی ہیں یہ مسجدیں بھی مسجد فتح سمیت مساجد فتح کہلاتی ہیں اور ان کو مساجد خمسہ بھی کہتے ہیں، ان میں سے تین مسجدوں کے یہ نام مشہور ہیں، مسجد سلمان الفارسی، مسجد علی بن ابی طالب، مسجد ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) چوتھی مسجد کا ... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عن انس رضی اللہ عنہ است ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسجد قبا کی زیارت بروز ہفتہ مستحب اور اس میں نماز عمرہ کے برابر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب حاجی مدینہ منورہ جائے تو بروزہ ہفتہ مسجد قباء کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنا ضروری ہے اور اس میں دو رکعت نفل عمرہ کرنے کا برابر ثواب رکھتا ہے کیا واقعی یہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل شیر داوڑ وزیرستان

(بقیہ حاشیہ) نام مسجد فاطمہ ہے اور ان مذکورہ ناموں کی وجہ تسمیہ کی بھی کوئی سند نہیں ہے، اکثر زیارت کرانے والے مزور حاجیوں کو زیارات کراتے وقت ان ناموں سے ان مساجد کا تعارف کراتے ہیں کیونکہ وہ ان کے تاریخی نام نہیں جانتے تاہم مشہور یہ ہے کہ غزوہ خندق کے وقت مسلمانوں کا لشکر اس خطہ میں خیمہ زن تھا اور ان کیلئے اس جگہ نماز کی چند جگہیں بنائی گئی تھیں اور ان چار جگہوں میں رسول اللہ ﷺ نے خندق کے معرکے کے دنوں میں نماز پڑھی ہے، مسجد سلمان الفارسی یہ مسجد الفتح کے سب سے زیادہ قریب جنوب کی طرف واقع ہے، مسجد علی بن ابی طالب یہ مسجد سلمان الفارسی کے تقریبا جنوب میں قریب ہی واقع ہے، مسجد ابوبکر صدیق یہ مسجد علی بن ابی طالب کے قریب اس کے جنوب میں قدرے مائل بہ مشرق واقع ہے، لیکن ان مسجدوں کے ان ناموں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ محقق نہیں ہوئی اور ان مساجد اربعہ کی موجودہ عمارتیں عثمانی ترکی عہد کی ہیں انہوں نے نئے سرے سے بنائی ہوں گی، یا ترمیم وغیرہ کی ہوگی، واللہ اعلم۔ (ماخوذ از زیارۃ الحرمین، فصول و آثار وغیرہ با عمدۃ الفقہ)، اب کہتے ہیں کہ ان تمام مساجد کو ہٹا کر اس مقام پر ایک عظیم مسجد بنائی گئی ہے۔ از مرتب

﴿۱﴾ قال النبی ﷺ: من صلی فی مسجدی اربعین صلاۃ لا تفوته صلاۃ کتبت له براءۃ من النار ونجاۃ یوم القیامۃ، رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس بن مالک. ولم یروہ عن انس الانبیط تفرد به ابن ابی الرجال. (الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۲۳۹۷) وفی عمدۃ الفقه للزوار حسین رواہ احمد فی مسندہ والطبرانی فی معجمه الاوسط ورجاله ثقات.

(عمدۃ الفقه ۴: ۴۰۰ کتاب الحج)

الجواب: مسجد قباء کی زیارت ہر روز جائز ہے اور بروز ہفتہ مستحب ہے (ہندیہ) ﴿۱﴾ اور اس میں دو رکعت نماز عمرہ کا ثواب رکھتا ہے، رواہ الترمذی ﴿۲﴾ ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندية: ويستحب ان يأتي مسجد قباء يوم السبت كذا ورد عنه عليه السلام ويدعو يا صريخ المستصرخين وياغياث المستغثين يا مفرج كرب المكروبين يا مجيب دعوة المضطرين صل على محمد وآله واكشف كربی وحزنی كما كشفت عن رسولک كربه وحزنه فی هذا المقام... قالوا ليس فی هذه المواقف دعاء مؤقت فبأی دعاء دعا جاز كذا فی قاضی خان.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۶۷ قبيل كتاب النكاح)

﴿۲﴾ عن ابو الابرد مولى بنی خطمة انه سمع اسيد بن ظهير الانصاری وكان من اصحاب النبیﷺ قال الصلوٰة فی مسجد قبا كعمرة وفی الباب عن سهل بن حنيف.

(جامع الترمذی ۱: ۴۳ باب ماجاء فی الصلوٰة فی مسجد قباء)

﴿۳﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلی: يستحب زيارة المساجد الاخرىٰ مثل مسجد قباء وهو فی الجنوب الغربی من المدينة وهو اول مسجد اسس فی المدينة وذلک يوم السبت ناويا التقرب بزيارته والصلاة فيه لحديث الترمذی (صلاة فی مسجد قباء كعمرة) وفی الصحيحين عن ابن عمر قال كان رسول اللهﷺ يأتی مسجد قباء راكبا وماشيا فيصلی فيه ركعتين، وفی رواية صحيحة كان يأتيه كل سبت ويدعو بما شاء من كشف الكرب والحزن الخ. (الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۲۴۰۵ زيارة اهم المعالم الاثرية فی المدينة)




الله
الله
فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد ۴
کتاب النکاح
باب رسم النکاح
وشرائطه وآدابه



الله
الله
بسم الله الرحمن الرحيم
......: قال اللّٰه تعالىٰ :......
فانكحوا ماطاب لكم من النساء.
......﴿النساء: ٣﴾......
......: قال اللّٰه تعالىٰ :......
وانكحوا الايامى منكم والصالحين من
عبادكم وامائكم.
......﴿النور: ٣٢﴾......

کتاب النکاح

باب رسم النکاح وشرائطہ و آدابہ

منگنی اور باقاعدہ نکاح میں فرق

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:
کہ میری دختر کی شادی زید کے ساتھ ہوئی جس کی باقاعدہ عائلی قوانین کے مطابق رجسٹری ہوئی اورسرکاری دستاویزات موجود ہیں، نکاح کے چند دنوں بعد مخالفین نے جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کیا کہ میری دختر کا عقد نکاح سکندر کے ساتھ ہوا تھا اس دعوے پرانہوں نے آٹھ جھوٹے گواہ بھی پیش کئے، اس پر میں اپنے گاؤں کے ایک مولوی صاحب کے مشورے سے اپنی لڑکی کو شادی کے نو دن بعد اپنے گھر لے آیا، مولوی صاحب نے مشورہ دیا کہ چونکہ معاملہ جرگہ میں پیش ہوا ہے اسلئے بہتر ہے کہ فیصلہ ہونے تک فی الحال اپنی لڑکی کو گھر لے آؤ، بعدازاں برادری کے تین افراد بطور جرگہ مقرر ہوئے ثالثوں نے بیانات لے لئے پھر سکندر نے ثالثوں سے کہا کہ اگر یہ شخص مجھے دو ہزار روپیہ دے دیں تو میں اپنے دعوے سے دستبرار ہوتا ہوں ثالثوں نے زیادتی سمجھتے ہوئے فیصلہ کی منظوری دے دی، اخلاقی جرم یہ تھا کہ میں نے اقرار کیا اوراب بھی کرتا ہوں کہ میری لڑکی چھ سال کی تھی اور سکندر ایک سال کا تھا اور سکندر کے والد نے میری بیٹی منسوب کرنے کی خواہش کی اور یہ خواہش نہ میں نے واضح الفاظ میں قبول کی تھی اور نہ انکار کیا تھا اور نہ باقاعدہ منگنی ہوئی تھی اور نہ کوئی رواج ہوا تھا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ مجھے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ نہیں ہے

اسلئے میں نے مناسب رشتہ ملنے پر زید کے ساتھ نکاح کیا اور باقاعدہ نکاح ہوا، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ زید کے ساتھ نکاح درست ہوا ہے یا یہ سکندر کا حق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: انارگل پنڈی گیپ کیملپور......۱۹۷۲ء/۶/۲۹

الجواب: اگر آپ نے گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول نہ کیا ہو تو یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے لہٰذا اس لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ بلاشک وشبہ درست ہے، **قال فی المرقاۃ لاکن ان تزوج الثانی تلک المرأۃ بغیر اذن الاول صح النکاح الخ (۶: ۲۱۱)** ﴿۱﴾ **وفی تنقیح فتاویٰ الحامدیة (۱: ۳۱) لا تکون الخطبة واقعة موقع عقد النکاح اصلا** ﴿۲﴾. اگر آپ نے گواہوں کے روبرو یہ الفاظ کہے کہ میں نے فلانہ فلاں کیلئے نکاح میں دے دیا اور اس مجلس میں دوسری جانب سے یہ بولا گیا ہو کہ ہم نے فلاں کیلئے قبول کیا تو یہ نکاح شرعی ہے اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کالعدم ہے ﴿۳﴾۔ **وهو الموفق**

نکاح کیلئے باوصف عورت کا انتخاب اور شرعی طریقہ شادی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت میں کون سی صفات اور خوبیاں ہونی چاہئے جس کی بنا پر آدمی اس کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش کرے اور طریقہ شرعی حنفی شادی کا کیا ہے؟ **بینوا بالتفصیل توجروا عند الجلیل**

المستفتی: شہزادگل شیوہ......۱۹۷۵ء/۴/۸

﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح والخطبة والشرط الفصل الاول)

﴿۲﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۳۱ قبیل فوائد ذکرها المؤلف مفرقة)

﴿۳﴾ قال عبد الله بن مودود الموصلي: ورکن النکاح الایجاب والقبول وینعقد بلفظین ماضیین ولا ینعقدنکاح المسلمین الا بحضور رجلین او رجل وامرأتین الخ.

(الاختیار لتعلیل المختار ۲: ۱۰۹ کتاب النکاح)

الجواب: حدیث شریف میں مسطور ہے کہ عورت سے جمال، مال، حسب (جاہ) اور دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے لیکن مسلمان کیلئے مناسب یہ ہے کہ دینداری کو ملحوظ رکھے (متفق علیہ) ﴿۱﴾۔ نیز باکرہ ﴿۲﴾ شوہر کے ساتھ محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننی والی عورت سے نکاح کرے ﴿۳﴾ نکاح شادی سے پہلے کرے بلوغت کے بعد شادی کرے رسم ورواج سے بچیں اور شادی کے بعد ولیمہ کرے ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبیﷺ قال: تنكح المرأة لاربع: لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك متفق عليه. رواه البخاری (۵۰۹۰) ومسلم (الرضاع ۵۳، ۵۴) وابوداؤد (۲:۴۷) والنسائی (۶:۶۸) وابن ماجه (۱۸۵۸) والبيهقی (۷:۷۹) واحمد (۲:۴۲۸) والدارقطنی (۳:۳۰۳). (بلوغ المرام ۳۲۵ كتاب النكاح)

﴿۲﴾ قال رسول اللهﷺ عليكم بالابكار فانهن اعذب افواها وانتق ارحاما وارضى باليسير رواه ابن ماجة مرسلا. (مشكواة المصابيح ۲:۲۶۸ كتاب النكاح الفصل الثانی)

﴿۳﴾ عن معقل بن يسار قال قال رسول اللهﷺ تزوجوا الودود الولود فانی مكاثر بكم الامم رواه ابوداؤد والنسائی. (مشكواة المصابيح ۲:۲۶۷ كتاب النكاح الفصل الثانی)

﴿۴﴾ وفی الهندية: ووليمة العرس سنة وفيها مثوبة عظيمة وهي اذا بنى الرجل بامراته ينبغی ان يدعو الجيران والاقرباء والاصدقاء ويذبح لهم ويصنع لهم طعاما واذا اتخذ ينبغی لهم ان يجيبوا. (فتاویٰ عالمگیریه ۵:۳۴۳ الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات)

وقال الملا علی قاری: (قال رسول اللهﷺ شر الطعام طعام الوليمة) لانه كان من عادتهم مراعاة الاغنياء فيها وتخصيصهم بالدعوة وايثارهم وتطييب الطعام لهم ورفع مجالسهم وتقديمهم وغير ذلك مما هو الغالب فی الولائم ..... والحاصل انه ليس شر الطعام لذاته بل لما يعرض له غالبا من سوء حالاته وصفاته.

(مرقاة المفاتيح شرح المشكوٰة ۶:۲۵۳ باب الوليمة)

بلاوجہ بیٹیوں کو گھر میں رکھنے اور شادی نہ کرانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر کسی وجہ شرعی کے جو لوگ اپنی بیٹیاں یا بہنیں گھر میں پالتے ہیں اور میراث وغیرہ کی وجہ سے بیاہ نہیں دیتے اس کا شرعی گناہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الرحمٰن بازار گی بنیر ......۳/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ شخص ظالم ہے اور عنقریب فتنہ میں مبتلا ہونے والا ہے ﴿۱﴾ قال رسول اللہ ﷺ: من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه ، رواه البيهقي في شعب الايمان ﴿۲﴾. وهو الموفق

لڑکی کو کپڑے پہنانا اور آپس میں کھانا کھلانا اور دعا کرنا نکاح نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے رشتہ مانگا لڑکی کے والد نے کہا کہ میں تم سے دو کنال زمین لکھ کر لوں گا اگر یہ شرط منظور ہے تو رواج کے مطابق منگنی کرو، اس کے بعد سائل نے کپڑوں کا ایک جوڑہ لا کر لڑکی کو پہنایا ساتھ ہی دونوں طرف سے رشتہ دار بھی اکٹھے ہوئے اور کھانا کھا کر دعائے خیر ہوئی، اس وقت کے دو گواہوں کا بیان یہ ہے کہ ہمارے سامنے صرف یہ بات ہوئی تھی کہ بڑی لڑکی کا رشتہ تم کو دیں گے اب طرفین میں ناچاقی پیدا ہوگئی اور لڑکی والوں نے انکار کیا جبکہ لڑکے کا والد کہتا ہے کہ نکاح ہو گیا تھا براہ مہربانی یہ بتائیں کہ یہ نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: چوہدری علی مرڈ کوہالہ ایبٹ آباد

﴿۱﴾عن ابي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ اذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه ان لا تفعلوه تكن فتنة في الارض وفساد عريض، رواه الترمذی. (مشکوٰۃ المصابیح ۲:۲۶۷ کتاب النکاح الفصل الاول)

﴿۲﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۲۷۱ باب الولی فی النکاح الفصل الثالث)

الجواب: صورت مذکورہ میں صرف خطبہ موجود ہوا ہے جو کہ نکاح شرعی نہیں ہے لہٰذا اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح میں دینا درست ہے اگر چہ مکروہ ہے، فی المرقاۃ: لکن ان تزوج الثانی تلک المرأۃ بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یأثم (۶: ۲۱۱) ﴿۱﴾ وفی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ لا تکون الخطبۃ واقعۃ موقع النکاح اصلا (۱: ۳۱)﴿۲﴾. وھو الموفق

نکاح میں کونسی نیت کی جائے گی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح میں کونسی نیت کرنی چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود الخبر

الجواب: ینوی اتباع السنۃ وتحصین الفرج وتکثیر الامۃ﴿۳﴾. وھو الموفق

نکاح سے قبل ایمان مجمل ومفصل سنوانا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح سے پہلے تجدید ایمان کرانا

﴿۱﴾ (مرقاۃ شرح المشکواۃ ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)

﴿۲﴾ تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ ۱: ۳۱ قبیل فوائد ذکرھا المؤلف مفرقۃ)

﴿۳﴾ عن انس بن مالک ان النبی ﷺ حمد اللہ واثنیٰ علیہ وقال: لکنی انا اصلی، وانام، واصوم وافطروا تزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی، (متفق علیہ) وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال لنا رسول اللہ ﷺ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج، ومن لم یستطیع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (متفق علیہ) وعن انس بن مالک قال: کان رسول اللہ ﷺ یقول: تزوجوا الولود الودود، فانی مکاثر بکم الانبیاء یوم القیامۃ (رواہ احمد وصححہ ابن حبان).

(بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام ۳۲۵ کتاب النکاح)

اورایمان مجمل ومفصل کادہرانا وغیرہ کیا حکم رکھتا ہے؟ بدعت تونہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغنی ڈوبل سی بنگ راولپنڈی.....۲۳/ذی الحجۃ ۱۳۹۶ھ

الجواب: نکاح سے قبل قرآن پڑھوانا یا ایمان مجمل وغیرہ پڑھوانا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع، لہٰذا اسے مباح کہا جائے گا نہ کہ بدعت یا سنت، البتہ نکاح سے قبل ایمان کی تلقین مصلحت سے خالی نہیں، **وهو تيقن الشرط من الايمان فافهم ﴿۱﴾. وهو الموفق**

﴿۱﴾**قال الشيخ العلامة عبد العزيز المحدث الدهلوى:** شرعاً مومن اور کافر کے درمیان نکاح منعقد نہیں ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ لاعلمی سے یا سہواً کفر کا کلمہ اکثر صادر ہو جاتا ہے اور لوگوں کو اس امر کی خبر نہیں ہوتی اس وجہ سے علماء متاخرین جو محتاط ہیں احتیاطاً ایسا کرتے ہیں کہ ایمان مجمل اور مفصل کی صفت زوجین کے سامنے کہتے ہیں اور ان سے کہلاتے ہیں تاکہ نکاح حالت اسلام میں منعقد ہو، علماء متاخرین نے جو احتیاطاً یہ امر عقد نکاح میں بڑھا دیا ہے یہ فی الواقع برکت اسلامی سے خالی نہیں، جن لوگوں کو اسلام سے بہرہ نہیں ان لوگوں کو اس کا کیا لطف ملے، کیا یہ معلوم نہیں کہ اموات کی تلقین اکثر فرقہ خلافیہ کے نزدیک جائز ہے اس امر کا سبب ان لوگوں کے نزدیک کیا ہے کیونکہ کل فرقۂ اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایمان بعد البعث درست نہیں بعث سے مراد انتقال روحانی ہے۔(فتاویٰ عزیزی ۵۴۲ مسائل نکاح)

وقال الشيخ عزيز الرحمن الديوبندى: (صفت اسلام وایمان سے) ناواقف لوگوں کو صرف یہ تعلیم کرادی جائے کہ کہو! اللہ ایک ہے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اس کو دل سے سچا جانو، پس اس سے آدمی مؤمن اور مسلمان ہوجاتا ہے اس اقرار لینے کے بعد اس سے نکاح درست ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ بدون تصدیق قلبی کے ایمان حاصل نہیں ہوتا لیکن جاہلوں اور ناواقفوں سے صرف یہ کہلا لیا جاوے جو اوپر مذکور ہے، ان سے یہ نہ پوچھا جاوے کہ ایمان کیا ہے اور تصدیق کیا ہے اور ایمان مفصل کونسا ہے اور ایمان مجمل کونسا ہے، غرض یہ ہے کہ ایسی بات کی جاوے جس سے اس کو مسلمان بنایا جاوے نہ یہ کہ اس سے تحقیقات کر کے اس کو کافر بنایا جاوے، (بہرحال جب بندہ اپنے کو مسلمان کہتی ہے اور درحقیقت ہے بھی مسلمان تو اس سے نکاح درست ہے تعلیم کی کمی ہے لہٰذا کلمہ وغیرہ احتیاطاً پڑھا دیا جائے۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۷: ۱۴۷ دوسرا باب متعلقات نکاح)

نکاح کے وقت دولہا دولہن سے شش کلمہ اور ایمان مجمل وغیرہ پڑھوانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خوانی کے وقت نکاح خواں دولہا دولہن سے شش کلمہ اور ایمان مجمل و مفصل پڑھاتے ہیں بعض کند ذہن لوگ وہ الفاظ اچھے طریقے سے ادا نہیں کر سکتے کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید جہلم ۳/نومبر۱۹۷۴ء

الجواب: نکاح کا دارمدار گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول پر ہے ﴿۱﴾ نہ کہ شش کلمہ وغیرہ پڑھنے پر لہٰذا ایسا نکاح جائز ہوگا۔ وھو الموفق

خطبہ نکاح نہ پڑھنے سے فساد نکاح نہیں آتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک نکاح میں ایجاب وقبول ہو گیا اور سب تقاضے پورے کئے البتہ خطبہ نکاح نہیں پڑھا گیا کیا یہ نکاح فاسد ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نورالحسن موہڑہ بیروت ہزارہ

الجواب: نکاح سے قبل خطبہ پڑھنا مندوب ہے ﴿۲﴾ اسلئے اس کے عدم سے فساد نکاح لازم نہیں آتا۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابو البركات عبد الله النسفي: النكاح هو عقد...... ينعقد بايجاب وقبول...... عند حرين او حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين.

(كنز الدقائق ۱:۹۷ كتاب النكاح)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ويندب اعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۴ كتاب النكاح)

نکاح کا خطبہ پہلے پڑھا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں نکاح اور ایجاب وقبول کے بعد خطبہ نکاح پڑھا جاتا ہے جبکہ بعض علماء پہلے خطبہ پڑھ کر بعد میں ایجاب وقبول کرتے ہیں اس میں کونسا عمل صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گوہر رحمٰن کائیلی سوات.....۱۹۷۴ء/۳/۱۰

الجواب: خطبہ نکاح عقد سے پہلے پڑھنا مستحب ہے لما رواہ الدارمی﴿۱﴾ وفی الدرالمختار ویندب اعلانه وتقدیم خطبة﴿۲﴾ فتاخیرها عن العقد مخالفة الحدیث والفقه. وهو الموفق

عقد نکاح مسجد میں افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح مسجد میں پڑھنا بہتر ہے یا گھر پر، جبکہ بعض لوگ مسجد میں جانے سے انکار کرتے ہیں اس بارے میں شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید جہلم......۸/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: اگر منکرات کا خطرہ نہ ہو تو مسجد میں عقد نکاح افضل ہے﴿۳﴾ لحدیث رواہ

﴿۱﴾ عن عبد الله قال علمنا رسول الله ﷺ خطبة الحاجة الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره...... ثم يتكلم بحاجته.

(سنن الدارمی ۲: ۱۹۱ باب فی خطبة النکاح)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۴ کتاب النکاح)

﴿۳﴾ قال الملا علی قاری: قوله (واجعلوه فی المساجد) وهو اما لانه ادعی الی الاعلان او لحصول برکة المکان وینبغی ان یراعی فیه ایضا فضیلة ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الترمذی: اعلنوا هذا النکاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه بالدفوف﴿۱﴾.

حدیث "لانکاح بین العیدین" ثابت نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام لوگوں کا خیال ہے کہ عیدین کے درمیان نکاح کرنا درست نہیں اوراس پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں "لا نکاح بین العیدین" اس مسئلہ اورحدیث کی حقیقت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقیوم کامونکی گجرانوالہ......۲۷/رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: دونوں عیدوں کے درمیان نکاح بلاریب اور بلاکراہت جائز ہے، حضورﷺ کا نکاح مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسی ماہ میں ہوا ہے، نیز لا نکاح بین العیدین اولا حدیث نہیں ہے یااس کا مطلب جمعہ اور صلاۃ العید ہے اور یہ واقعہ جزئیہ ہے نہ کہ کلیہ، کما فی الشامیة ۲: ۲۸۴ وتاؤیل قوله علیه السلام لا نکاح بین العیدین ان صح انه علیه السلام کان رجع عن صلوٰة العید فی اقصر ایام الشتاء یوم الجمعة فقاله حتی لا یفوته الروح فی الوقت الافضل الی الجمعة﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه)الزمان لیکون نورا علی نور وسرورا علی سرور قال ابن الهمام یستحب مباشرة عقد النکاح فی المسجد لکونه عبادة وکونه فی یوم الجمعة وهو اما تفاؤلا للاجتماع او توقع زیادة الثواب اولانه یحصل به کمال الاعلان.

(مرقاة المفاتیح ۶: ۲۱۷ باب اعلان النکاح الفصل الثانی)

﴿۱﴾ (سنن الترمذی ۱: ۱۲۹ باب ماجاء فی اعلان النکاح)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸۴ کتاب النکاح تحت قوله فی مسجد یوم جمعة)

نکاح پڑھانے کا حقدار کون ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں امام وقاضی مقرر ہو، کیا اس امام کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر دوسرا آدمی نکاح پڑھا سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یعقوب آزاد کشمیر.....۱۹۷۴ء/۷/۶

الجواب: طرفین کی اجازت سے ہر شخص نکاح پڑھا سکتا ہے شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، البتہ امام کی اجازت کے بغیر نکاح پڑھانے میں بے انتظامی کا خطرہ موجود ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

زانی اور مزنیہ کا نکاح پڑھانے والے عالم کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام نے بے خبری میں زانیہ اور مزنیہ کا نکاح پڑھایا بعد میں اسے معلوم ہوا، اب بعض لوگ اس سے ناراض ہیں کہ اس نے زانیہ مزنیہ کا نکاح پڑھایا ہے جبکہ امام صاحب کہتا ہے کہ مجھے اس کی کوئی خبر نہیں تھی کیا اس نکاح خوان پر کوئی عتاب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رحیم خان ہزار مری.....۱۹۸۴ء/۱۲/۳۱

الجواب: زانی اور مزنیہ کا جب آپس میں نکاح کرنا صحیح ہے تو پڑھانے والے پر عتاب کی کوئی وجہ نہیں ہے، فی الدرالمختار وصح نکاح حبلی من زنا...... ولو نکحها الزانی حل له ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الشیخ عزیز الرحمن الدیوبندی: نکاح خوانی کسی خاص خاندان یا کسی خاص شخص کا حق شرعاً نہیں ہے جس سے نکاح پڑھوالیا جائے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، انتظامی قضیہ جداگانہ ہے جیسا حکام مصلحت سمجھیں انتظام کریں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۷:۱۶۳ مسائل متعلقات نکاح)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۳۱۷ قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ امته)

شیعہ کا نکاح خواں ہونا اور بعد میں تجدید نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنے بیٹے کے نکاح کیلئے جب بکر کے گاؤں ساتھیوں سمیت گئے تو بوقت نکاح معلوم ہوا کہ نکاح خواں مولوی شیعہ تھا، دولہا نے جب اعتراض کیا تو لڑکی والوں نے کہا کہ تم اپنے گھر جا کر اہل سنت مولوی صاحب سے نکاح کی تجدید کرالیں کیونکہ یہاں یہ مسئلہ اٹھانا مصلحت کے خلاف ہے، اسلئے زید جب واپس آیا تو اپنی مسجد کا امام جو اہل سنت ہیں کو بلا کر تجدید نکاح کرالیا، تجدید میں حق مہر وغیرہ سب کچھ سابقہ رکھا گیا، اب اگر کوئی شخص اس تجدید نکاح کرنے والے نکاح خواں پر اعتراض کرے کہ یہ نکاح کیوں کیا گیا ہے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور یہ تجدید نکاح کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ بشیر احمد نعمانی گوجرانوالہ......۹/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: نکاح خواں کی حیثیت صرف معلم کی ہے نہ کہ شاہد کی، لہٰذا یہ نکاح اول درحقیقت نکاح ہے اور نکاح دوم افضل اور مستحب ہے منکر نہیں ہے، کما فی الدر المختار ۳: ۲۰ ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف﴿۱﴾ وبمعناه فی الهندیة فلیراجع﴿۲﴾. وهو الموفق

نکاح خوانی پر اجرت لینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خوانی پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور قرون ثلاثہ میں نکاح خوانی پر اجرت لی جاتی تھی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل زمان......۱۹۷۵ء/۱۲/۲۹

﴿۱﴾ (الدر المختار هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۴ باب الولی)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: واذا زوج غیر الاب والجد الصغیرة...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: نکاح خواں کی اجرت انعام ہے کما لا یخفیٰ علی من راجع الی العرف، اور اگر اجرت ہوتب بھی جائز ہے، لکونها اجرة علی تعلیم الایجاب والقبول وتلقینها﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فالاحتیاط ان یعقد مرتین مرة بمهر مسمی ومرة بغیر مهر مسمی لامرین احدهما الخ. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۵ الباب الرابع فی الاولیاء)

﴿۱﴾شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بوادرالنوادر میں الصراح فی اجرة الانکاح کے نام سے ایک مقالہ لکھا ہے جس میں بحوالہ مسائل اربعین از مولانا محمد اسحاق الدہلوی رحمہ اللہ آپ کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے فرماتے ہیں: مسئلہ: بعد نکاح بقاضی ووکیل وشاہدان کہ از طرف عروس می آیند بخوشی خود بدون مطالبہ شان چیزے دادن جائز است یا نہ؟ جواب: دادن ایں مرد مان بدون مطالبہ وجبر از طرف ایشان مباح است واگر جبر کنند وخواہ مخواہ بکد واصرار طلب نمایند وبگیرند پس مباح نیست چنانچہ در کتاب خزانۃ الروایات مرقوم است، ومما سنه القضاة فی دارالاسلام ظلم صریح وهو ان یاخذوا من الانکحة شیئا ثم یجیزون اولیاء الزوج والزوجة بالمناکحة فانهم مالم یرضوا بشیئ من اولیاء هما لم یجیز وبذلک فانه حرام للقاضی والمناکح.

اس فتویٰ کے نقل کرنے کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی چار اقسام بنائے ہیں کہ جو چیز کسی کو دی جاتی ہے تو وہ یا بالعوض دی جاتی ہے یا بلاعوض، اگر بالعوض دی جاتی ہو تو وہ شرعاً مال متقوم کے بدلے دی جائے گی، یا غیر متقوم اور غیر قابل عوض کے مقابلے میں دی جائے گی، پس اگر اول ہے تو وہ اجر اور ثمن کہا جاتا ہے اور اگر دوم ہے تو وہ رشوت یا ربا ہوگا۔ اور اگر بلاعوض دی جاتی ہو تو وہ بھی دو حال سے خالی نہ ہوگی یا تو طیب خاطر سے دی جائے گی تو وہ ہدیہ اور عطیہ کہلاتا ہے اور یا طیب خاطر سے نہ ہوگی، بلکہ تنگی وکراہت سے ہوگی، تو یہ ظلم وجبر فی التبرع کے زمرہ میں سے ہے۔

یہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تقسیم کا خلاصہ ہے اب اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمارے دیار میں جو عرف ہے اور ائمہ مساجد کو نکاح خوانی پر جو کچھ دی جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اعطاء بلاعوض ہے، اور پھر عوام بھی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ اور کم دیتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہدیہ، عطیہ اور انعام ہوتا ہے نہ اس میں جبر ہوتا ہے اور نہ اولیاء زوج وزوجہ اس میں کوئی تنگی وکراہت محسوس کرتے ہیں، اور اگر اسے نکاح خواں کے اس عمل کی اجرت قرار دی جائے اگرچہ اس پر صحت اجارہ کے لوازم صادق نہیں آتے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

باقاعدہ ایجاب وقبول اورشہادت نہ ہوتو یہ نکاح نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادانے نابالغہ پوتی کے نکاح کا پروگرام ایک شخص سے بنایا، اس آدمی کو سامنے بٹھایا اور ایک عورت مجلس میں موجود تھی، دادا نے نابالغہ کی جانب سے ایجاب کیا مگراس آدمی نے قبول نہیں کیا، اب دادامر گیا ہے اورلڑکی بھی بالغہ ہوگئی ہے اوردادا کے نکاح پرراضی نہیں ہے، اورقبول کرنے والے نے بھی قبول نہیں کیا تھا اب شرعی حکم کیا ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: مولوی عبدالحق برہان کیمل پور

(بقیہ حاشیہ) لیکن بالفرض جولوگ اسے اجارہ کہتے ہیں تو پھربھی جائز ہے کہ یہ ایجاب وقبول کی تلقین وتعلیم پر اجرت ہے، **ویجوز بالاتفاق الاستئجار علی تعلیم اللغة والادب والحساب والخط والفقه والحدیث ونحوها وبناء المساجد والقناطر والرباطات لانها لیست بفرض ولا بواجب وقد تقع قربة تارة وتارة غیر قربة**، اور "**الصراح فی اجرة الانکاح**" کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جوقاضی وغیرہ اس کیلئے مقرر ہیں اور باقاعدہ تنخواہ دار ہیں اور اگر اسے کچھ نہ دی جائے تو پھر وہ نکاح کی اجازت نہیں دیتے تو خزانۃ الروایات کا قول بھی اس قسم کے لوگوں پر صادق آتا ہے کہ وہ کام ان کی ذمہ داری ہوتی ہے اور باوجود اس کے ظلما وصولیاں کررہے ہیں لہٰذا خزانۃ الروایات کا قول عام ائمہ مساجد پر صادق نہیں آتا کہ وہ نہ اس کی تنخواہ لیتے ہیں اور نہ حکومت سے کوئی معاوضہ ملتا ہے بخلاف قاضی کے اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جس قاضی پر نکاح کی مباشرت لازم ہو جیسے نکاح صغائر، تو اس کیلئے اس نکاح پر کچھ لینا جائز نہیں اور اس کے علاوہ پر جائز ہے، **کما قال القاضی محمد بن الحسینی: ولا یحل للقاضی اخذ شیئ علی النکاح ان کان نکاحا یجب علیه مباشرته کنکاح الصغائر وفی غیره یحل.**

(فتاویٰ انقرویه ۱: ۱۵۴ فصل فی اجرة المشخص الخ)

وقال العلامة مفتی کفایت الله الدهلوی: نکاح پڑھانے والے کونکاح خوانی کی اجرت دینا جائز ہے اورنکاح خواں پہلے اجرت مقرر کر کے نکاح پڑھائے تو یہ بھی جائز ہے اوراس کومقرر شدہ اجرت جبراً وصول کرنے کا حق ہے۔ **(کفایت المفتی ۵: ۱۵۴ کتاب النکاح)**.....**(ازمرتب)**

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ معاملہ نکاح نہیں ہے اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح سے دینا درست ہے، لان رکن النکاح هو الایجاب والقبول والشرط هی الشهادة﴿۱﴾ وفی الصورة المسئولة لا یوجد القبول ولا الشرط ولان عقد الابعد یتوقف علی اجازة الاقرب ولم توجد. (ماخوذ از هندیه ۱:۲۸۴ ﴿۲﴾ والدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۴۳۲ فلیراجع)﴿۳﴾. وهوالموفق

نکاح باقاعدہ ایجاب وقبول کا نام ہے نہ کہ شہرت کا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے ساتھ ایجاب وقبول نہیں ہوا ہو صرف نکاح کی شہرت گاؤں میں ہوگئی ہو، کیا اس سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رسول محکمہ زراعت کوہاٹ.....۱۹۷۴ء/۷/۱۱

الجواب: جب گواہوں کے روبرو باقاعدہ ایجاب وقبول نہ ہوا ہو تو نکاح شرعی موجود نہیں ہوگا، اگرچہ شہرت ہوئی ہو، لعدم الرکن والشرط﴿۴﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾ قال الشیخ عبد الغنی الغنیمی المیدانی: وهو ینعقد بالایجاب من احد المتعاقدین والقبول من الآخر...... ولا ینعقد نکاح المسلمین بصیغة المثنی الا بحضور شاهدین حرین بالغین الخ. (اللباب فی شرح الکتاب ۳:۱۴۰ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ولو زوجها الا بعد حال قیام الاقرب حتی توقف علی اجازة الاقرب. (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۸۵ الباب الرابع فی الاولیاء)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: فلو زوج الا بعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته، قال ابن عابدین: ای حضوره وهو من اهل الولایة الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۴۳۱ باب الولی)

﴿۴﴾ قال الدکتور وهبة الزحیلی: ورکن الزواج عند الحنفیة الایجاب والقبول فقط...... واما الشهود فشرط ایضا الخ. (الفقه الاسلامی وادلته ۹:۶۵۲۱ المبحث الثانی ارکان الزواج)

نابالغ اورنابالغہ کے ایجاب وقبول کامسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغہ لڑکی اورنابالغ لڑکا جب والدکی اجازت دلالۃً موجودہونکاح کرسکتے ہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:عمران اللہ چارسدہ......۱۹/رجب ۱۳۹۷ھ

الجواب: نابالغ اورنابالغہ کابذات خودایجاب وقبول کرنے سےنکاح منعقدہوتاہےجبکہ اذن سابق یااجازت لاحقہ سےمصحوب ہو، **كما في تنقيح الفتاویٰ ۲: ۱۶۶ ان الصبي المحجور لو تصرف تصرفا يجوز عليه لو فعله وليه في صغره كبيع وشراء وتزوج وتزويج امته وكتابة قنه ونحوه فاذا فعله الصبي بنفسه يتوقف على اجازة وليه مادام صبيا﴿۱﴾ وفي الهداية ۳: ۳۷۱ واذا اذن ولي الصبي للصبي في التجارة فهو في البيع والشراء وكذا كل ما هو دائر بين النفع والضرر كالتزوج كالعبد الماذون﴿۲﴾ وبمعناه في ردالمحتار ﴿۳﴾، وفي الهداية ۳: ۳۷۲ ويصير (الصبي) ماذونا بالسكوت كما في العبد ﴿۴﴾**

﴿۱﴾ (تنقيح الفتاویٰ الحامدية ۲: ۱۶۶ كتاب الوديعة ومطالبه)

﴿۲﴾ (هدايه ۳: ۳۷۱ كتاب الماذون فصل واذا اذن ولي الخ)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله يدور بين نفع وضر) اما النفع المحض فيصح كقبوله الهبة والصدقة وكذا اذا آجر نفسه ومضى على ذلك العمل وجبت الاجرة استحسانا ويصح قبول بدل الخلع من العبد المحجور بغير اذن المولیٰ لانه نفع محض وتصح عبارة الصبي في مال غيره وطلاقه وعتاقه اذا كان وكيلا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۱۰۱ كتاب الحجر)

﴿۴﴾ (هدايه ۳: ۳۷۲ قبيل كتاب الغصب)

وبمعناه فی ردالمحتار ۵: ۱۲۵ ﴿۱﴾ وشرح المجلة ۵۴۳ ﴿۲﴾. وهوالموفق

مجنون ایجاب وقبول کا اہل نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا دماغی توازن خراب ہے اِدھر اُدھر پھرتا ہے اور فحش وغیرہ بکتا رہتا ہے یہاں تک کہتا ہے کہ میں خدا ہوں اور زمین وآسمان میں نے پیدا کئے ہیں اسی حالت میں زید نے چند لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی لڑکی جو کہ نابالغ تھی کا نکاح کر دیا، اب زید صحت مند ہے اور اپنی لڑکی کے نکاح پر نادم ہے کیا ذہنی توازن اور پاگل پن کی وجہ سے اس کا یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ظاہر شاہ دارالعلوم قاسمیہ شبہ پشاور

الجواب: اگر عقد نکاح کے وقت اس والد کا دماغی توازن خراب ہونا مسلم یا مبرہن ہو تو یہ نکاح کالعدم اور باطل شمار ہوگا ﴿۳﴾ کما فی التنویر بشرط حریة وتکلیف واسلام ﴿۴﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو اشترىٰ العبد وباع ساكتا عن اذنه وحجره كان ماذونا. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۵: ۱۲۱ كتاب الماذون)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد خالد الآتاسي: فان اذن لهما الولي فهما في شراء وبيع كعبد ماذون في كل احكامه فيصير ماذونا بالسكوت. (شرح المجلة للآتاسی ۳: ۵۳۰ الماده : ۹۷۲)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله ولا ولاية لعبد وصغير ومجنون) لانه لا ولاية لهم على انفسهم فاولىٰ ان لا يثبت على غيرهم ولان هذه ولاية نظرية ولا نظر في التفويض الى هؤلاء...... واراد بالمجنون المطبق وهو شهر وعليه الفتوىٰ وفي فتح القدير لا يحتاج الى تقييده به لانه لا يزوج حال جنونه مطبقا او غير مطبق ويزوج حالة الافاقة عن جنون مطبق او غير مطبق لكن المعنى انه اذا كان مطبقا تسلب ولايته فتزوج ولا ينتظر الافاقة وغيرالمطبق الولاية ثابتة له فلا تزوج وتنتظر الافاقة كالنائم الخ. (البحر الرائق ۳: ۱۲۳ باب الاولياء والاكفاء)

﴿۴﴾ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۳۸ باب الولی)

شاہدین حاضر مجلس نہیں دیوار کے پیچھے سامعین ہیں اس نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرد اور عورت خود بخود نکاح پڑھ لیتے ہیں اور ایجاب وقبول بھی خود کر لیتے ہیں اور دو آدمیوں کو دیوار کے پیچھے بٹھائے ہیں جو کہ حاضر مجلس نہیں البتہ سامعین ضرور ہیں کیا یہ نکاح درست ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا ظفر الحق آزاد ناظم دار العلوم حقانیہ......۱۹۸۶ء/۱۱/۲۷

الجواب: اگر اس گھر میں صرف یہ دو شخص موجود ہوں تو تحمل شہادت کی صحت کی وجہ سے نکاح درست ہے (ماخوز از ردالمحتار ۲: ۳۷۴)﴿۱﴾. وهو الموفق

جہیز کا معاملہ طے کرنا ایجاب وقبول نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جوان لڑکی کے والدین نے لڑکی کے روبرو گواہوں کے سامنے جہیز وغیرہ کا معاملہ طے کیا مگر دو مہینے بعد والدین اس لڑکی کو دوسری جگہ دینا چاہتے ہیں کیا یہ نکاح درست ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ہمیش گل تو ڈھیر صوابی......۱۹۸۵ء/۳/۱۳

الجواب: اگر اس لڑکی کے اذن واجازت سے گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول تسلیم شدہ یا شہادت شرعیہ سے ثابت ہو﴿۲﴾ تو یہ معاملہ نکاح ہے ورنہ نکاح نہیں ہے (قواعد

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ولا بد من تمييز المنكوحة عند الشاهدين لتنتفي الجهالة فان كانت حاضرة منتقبة كفى الاشارة اليها والاحتياط كشف وجهها فان لم يروا شخصها وسمعوا كلامها من البيت ان كانت وحدها فيه جاز ولو معها اخرىٰ فلا لعدم زوال الجهالة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۹۵ مطلب الخصاف كبير في العلم)

﴿۲﴾ قال الفقيه عبيد الله بن تاج الشريعة: النكاح ينعقد......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فقہ) ﴿۱﴾۔وهو الموفق

وکیل نکاح کا کہنا کہ ''میں نے قبول کیا'' صحیح ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مجلس نکاح میں اپنا وکیل مقرر کیا مولوی صاحب نے وکیل کو کہا کہ فلانہ بنت فلاں کو آپ نے زید کیلئے قبول کیا؟ وکیل نے جواب میں کہا کہ ہاں مجھے قبول ہے تین بار یہ کہا، مولوی صاحب نے کہا کہ نہیں ایسا کہو کہ میں نے اس شخص کیلئے قبول کیا ہے، وکیل نے پھر وہ الفاظ بولیں، کیا پہلے الفاظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید محمد کوئٹہ بلوچستان

الجواب: وکیل کا یہ جواب صحیح ہے﴿۲﴾ لان الوكيل لم يقل لنفسي بل اراد النكاح

(بقيه حاشيه) بايجاب وقبول لفظهما ماض...... عند الشهود الخ.

(شرح الوقاية ۲: ۶، ۹ كتاب النكاح)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (فلا ينعقد بقبول بالفعل كقبض مهر ولا بتعاط) قال في البحر وهل يكون القبول بالفعل كالقبول باللفظ كما في البيع قال في البزازية اجاب صاحب البداية في امرأة زوجت نفسها بالف من رجل عند الشهود فلم يقل الزوج شيئا لكن اعطاها المهر في المجلس انه يكون قبولا وانكر صاحب المحيط وقال الامام مالم يقل بلسانه قبلت بخلاف البيع لانه ينعقد بالتعاطي والنكاح لخطره لا ينعقد حتى يتوقف على الشهود .

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸۷ قبيل مطلب التزوج بارسال كتاب)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وينعقد ملتبسا بايجاب من احدهما وقبول من الآخر وضعا للمضي كزوجت نفسي او بنتي او موكلي منک وبقول الآخر تزوجت، قال ابن عابدين: قوله كزوجت نفسي، اشارة الى عدم الفرق بين ان يكون الموجب اصيلا اووليا او وكيلا...... ويقول الآخر تزوجت اى او قبلت لنفسي او لموكلي او ابني او مؤكلتي.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۸۵ كتاب النكاح)

لـلموکل ولو سلم انه اراد النکاح لنفسه فکلامه ایجاب ولم یتحقق القبول فانعدم رکن النکاح فی حقه نعم وجد الایجاب للموکل وتحقق القبول له وکالة فی ذلک المجلس فوجد الرکن فی حق الموکل ، والامر واضح ﴿۱﴾. وهو الموفق

''فلاں بیٹی فلاں کیلئے کہا ہے'' خطبہ ہے نکاح نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی ایک لڑکے کو بخشش کے طور پر دی، نکاح نہیں پڑھا گیا بلکہ یہ کہا'' دا فلانکئی لور می فلانی ته وئیلے ده'' یعنی میں نے فلاں بیٹی فلاں کیلئے کہا ہے اب نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۲۷/ دسمبر ۱۹۸۳ء

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح شرعی نہیں ہے لعدم وجود الرکن وهو الایجاب والقبول ولعدم وجود الشرط وهی الشهادة ﴿۲﴾. وهو الموفق

ایجاب وقبول کے الفاظ تین بار دہرانا ضروری نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خواں حضرات ایجاب وقبول

﴿۱﴾ وفی الهندیة: واما اذا قال الوکیل هب ابنتک من فلان فقال الاب وهبت لا ینعقد النکاح مالم یقل الوکیل قبلت فاذا قال قبلت لفلان او قال قبلت مطلقا ففی الوجهین ینعقد العقد للموکل هکذا فی المحیط.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۹۸ الباب السادس فی الوکالة بالنکاح)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: واما رکن النکاح فالایجاب والقبول کذا فی الکافی...... واما شروطه فمنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النکاح هکذا فی البدائع.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

کے الفاظ تین بار دہراتے ہیں کیا کسی کتاب میں اس کا استحباب یا سنت ہونا مذکور ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولوی اعظم خان جنوبی وزیرستان

الجواب: ان الفاظ کی تکرار (تین بار دہرانا) نہ ضروری ہے اور نہ مستحب ہے، بل موهم لکون النکاح قبل المرة الثالثة ضعيفا ذا وهن كالطلاق ﴿۱﴾. وهو الموفق

لڑکی کیلئے صرف کپڑے بھیجنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ناصر سے کہا کہ اپنی لڑکی مجھے دے دو ناصر نے کہا کہ رشتہ داروں کے ساتھ مشورہ کر کے دے دوں گا، اب زید نے بازار جا کر لڑکی کیلئے کپڑے وغیرہ خریدے اور ناصر کے گھر بھیج دیئے، ناصر نے کپڑے واپس کئے مگر زید نے کہا کہ اگر مشورہ نہیں ہوا تو میں کپڑے واپس لے جاؤں گا جب ناصر نے مشورہ کیا تو رشتہ داروں نے انکار کیا اور قطع تعلق کی چیلنج دے دی، اسلئے ناصر نے اپنی بیٹی کا رشتہ دوسرے شخص سے کر دیا اور شادی بھی ہوئی اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ رشتہ صحیح نہیں ہے اور اولاد بھی حرامی ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ اس میں کون سا نکاح صحیح ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولانا نور رحمٰن لانڈھی کراچی......۱۹۷۵ء/۹/۲۹

الجواب: صورت مسئولہ میں اس لڑکی کا یہ نکاح درست ہے حرام اور مکروہ نہیں ہے ﴿۲﴾،

﴿۱﴾ وفي المنهاج: وائمة المساجد يؤخرون (الخطبة) عن العقد ويخالفون الحديث والفقه، وكذا يكررون الايجاب والقبول من عند انفسهم وهذا موهم لكون النكاح قبل المرة الثالثة ضعيفا ذا وهن كالطلاق وكذا يعبرون عن الماضي المطلق بلفظ الماض البعيد والماض القريب، ويعبرون عن اللفظ الواحد بالمعنيين وهذا احتياط بارد.
(منهاج السنن شرح ترمذی ۴: ۲۶۳ باب ماجاء في الخطبة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الشحنة: وينعقد بالايجاب والقبول ......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

لعدم النكاح والرضاء بالخطبة﴿۱﴾ تمام اولاد حلالی ہیں۔ وھو الموفق

ناکح (نکاح پڑھانے والا) گواہ بن سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور ہندہ کے درمیان ان کے ماں باپ نے روبروئے گواہان عقد نکاح کرلیا، بوقت نکاح دونوں بالغ تھے اور رخصتی نہیں ہوئی تھی تقریباً سات سال بعد زید کے چھوٹے بھائی اور ہندہ کہیں چلے گئے اور کسی شہر میں نکاح کرلیا، جس میں یہ چھوٹا بھائی اور ہندہ خود موجود تھے اور ایک گواہ اور ایک ناکح یعنی نکاح پڑھانے والا تھا کیا یہ نکاح درست ہے؟ کیا ناکح گواہ بن سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حلیم شاہ گجرات مردان......۱۹۸۵ء/۷/۱۱

الجواب: اگر زید اور ہندہ کے درمیان عقد نکاح ہوا ہو اور تسلیم شدہ یا شہادت شرعیہ سے ثابت شدہ ہو تو یہ دوسرا عقد نکاح کالعدم ہے، لقوله تعالىٰ (والمحصنت من النساء)﴿۲﴾ اور اگر یہ عقد ثابت نہ ہو تو یہ دوسرا عقد درست ہے کیونکہ نکاح خواں صرف معلم ہوتا ہے عاقد یا وکیل نہیں ہوتا ہے(فیصیر الشاهد) . وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)بلفظين بعبر بهما عن الماضي...... ولا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين الخ.

(لسان الحكام في معرفة الاحكام ۳۱۵ الفصل الثالث عشر في النكاح)

﴿۱﴾ قال الوهبة الزحيلي: الخطبة مجرد وعد بالزواج وليست زواجا، فان الزواج لا يتم الا بانعقاد المعروف، فيظل كل من الخاطبين اجنبيا عن الآخر، ونص قانون الاحوال الشخصية السورى: الخطبة والوعد بالزواج وقرأة الفاتحة وقبض المهر وقبول الهدية لا تكون زواجا.

(الفقه الاسلامي وادلته ۹: ۶۴۹۳ مقدمات الزواج)

﴿۲﴾ قال الجلال السيوطي: وحرمت عليكم (المحصنت)......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح میں ایک آدمی طرفین کا قائم مقام ہوسکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیٹی نابالغہ کا روبرو گواہان کے عمرو کو بکر کیلئے بایں الفاظ ایجاب کیا کہ میں نے اپنی بیٹی فاطمہ بکر کو اختیار نکاح دے دیا، عمرو نے کہا کہ میں نے فاطمہ کو بکر کیلئے مبلغ آٹھ صد روپیہ مہر مقرر کر کے قبول کرلیا ہے، اب کیا حکم ہے؟ کہ یہ نکاح الفاظ مذکورہ سے بکر کے ساتھ منعقد ہوتا ہے؟ اگر عندالشرع یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے تو بغیر جدائی شرعی کے بکر کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ......۱۹۷۵ء/۳/۱۲

الجواب: واضح رہے کہ زید کا کلام توکیل ہے ایجاب نہیں ہے، پس اگر عمرو یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ فلانہ فلاں کو نکاح کر دیا تو یہ کلام ایجاب وقبول دونوں کا قائم مقام ہوتا اور نکاح درست ہوتا، اسی طرح یہ کلام کہ فلانہ فلاں کیلئے قبول کرلیا ہے بھی ایجاب وقبول کا قائم مقام ہوگا، اور یہ نکاح منعقد ہوگا، کما فی الدرالمختار: وینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدهما له للمضی والآخر للاستقبال او للحال فالاول الامر کزوجنی اوزوجینی نفسک او کونی امرء تی فانه لیس بایجاب بل هو توکیل ضمنی فاذا قال فی المجلس زوجت او قبلت او بالسمع والطاعة بزازیة قام مقام الطرفین. (هامش ردالمحتار ۲: ۳۱۱، ۳۱۲) ﴿۱﴾ پس اس عورت کا دوسری جگہ نکاح حرام ہوگا۔ وهوالموفق

(بقیه حاشیه) ای ذوات الازواج (من النساء) ان تنکحوهن قبل مفارقة ازواجهن حرائر مسلمات کن اولا.

(التفسیر الجلالین ۱: ۸۲ پاره: ۵ سورة النساء آیت: ۲۴)

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۵، ۲۸۶ کتاب النکاح)

خطبہ اور نکاح میں ''ایجاب'' کا عرفی مطلب اور اس کے بعد عقد ثانی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی نابالغ بچی بکر کے نابالغ لڑکے کو ایجاب بایں الفاظ کہ ''میری نابالغہ بچی فلاں نام والی بکر کے نابالغ بچے فلاں کا ایجاب بکر کو دیا''، اور بکر نے اپنے بچہ کیلئے روبرو عام اجلاس کے قبول کیا اور یہ کام امام مسجد کی سرپرستی میں ہوا بحیثیت قانون مجوزہ کے رجسٹرڈ نہیں کیا گیا، اور امام مسجد کو عطیہ بھی پیش کیا گیا، دو سال بعد یہ لڑکی اغوا کی گئی اور ایک ماہ سے مفقود الخبر ہے کیا شرعا ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوسکتا ہے؟ اگر ان الفاظ سے نکاح درست ہوسکتا ہے تو اس لڑکی کے ساتھ نکاح ثانی ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۲ء/۹/۲۶

الجواب: اگر آپ کی اصطلاح اور رواج میں ''ایجاب'' سے مراد خطبہ اور رضامندی ہو تو یہ معاملہ نکاح شرعی نہیں ہے اور اگر ایجاب سے مراد نکاح ہو تو یہ معاملہ نکاح ہے ﴿۱﴾ اور اس لڑکی کے ساتھ عقد ثانی باطل اور کالعدم ہے، **وفی الهندية: اما ركنه فالايجاب والقبول واما شروطه فمنها العقل والبلوغ...... ومنها الشهادة باختصار (۱: ۲۸۴) ﴿۲﴾. وهو الموفق**

صغیرہ کے نکاح کی شہرت اور دعویٰ اور مدعا علیہا کے انکار کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے فوت ہوکر ایک دس

﴿۱﴾ قال القاضي القضاة محمد بن الحسيني: ولو قال بزني داري فبعض مشائخ بلخ جعلوه استفهاما وبعضهم امرا، قال عمر النسفي ومعنى الامر راجح في العرف قلت فهذا يدل على ان بالاستفهام لا ينعقد وفي شط قال له هل اعطيتها فقال اعطيت فان كان المجلس للوعد فوعدوان كان لعقد النكاح فنكاح. (فتاویٰ انقرويه ۱: ۳۳ كتاب النكاح)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگيريه ۱: ۲۶۷ كتاب النكاح الباب الاول)

سال کی لڑکی اور بیوی چھوڑ دی، لڑکی بالغ ہو کر ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکی میرے بیٹے کا منکوحہ ہے کیونکہ لڑکی کے والد نے زندگی میں دو گواہوں کے سامنے میرے بیٹے کو نکاح پر دی ہے، جبکہ گواہ اشرف اور شبیر لڑکی کے والد سے بغض رکھتے تھے اور لڑکی کہتی ہے کہ نہ مجھے اس نکاح کا علم ہے اور نہ مانتی ہوں اور نہ میرے والد نے وصیت کی تھی، لہٰذا میں یہ جھوٹا دعویٰ تسلیم نہیں کرتی اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) لڑکی کا یہ انکار منظور ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر منظور ہے تو کیا سنی سنائی باتوں یا شہرت کے گواہوں سے نکاح ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(۳) ان دو مذکورہ گواہوں کی تکذیب دو گواہ اور کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) کیا لڑکی اس مقدمہ میں اپنی والدہ یا کسی اور کو وکیل بنا سکتی ہے؟

(۵) گواہ نہ ہونے کی صورت میں لڑکی قسم کھا سکتی ہے؟

المستفتی: مولانا عبدالرشید راولپنڈی

الجواب: (۱) لڑکی نکاح کا انکار کرتی ہے اور شرعاً مدعیٰ علیہا ہے، پس مدعی اگر مطابق شرع شریف اپنے دعویٰ کو ثابت کر سکے تو لڑکی کا انکار قضاءً رد ہو جائے گا اور نکاح ثابت ہو جائے گا ورنہ نکاح ثابت نہ ہوگا ﴿۱﴾۔

(۲) نکاح کے اثبات کیلئے دو گواہ ایسے چاہئے کہ وہ مجلس عقد میں حاضر ہوں یا مجلس عقد میں حاضر تو نہ ہوں مگر اپنے کانوں سے مجلس کا ایجاب وقبول سنا ہو یا حاضرین سے سنا ہو ویسے عام شہرت اور افواہ کا کچھ اعتبار نہیں، **قال الشامی ناقلا عن جامع الفصولین الشهادة بالسماع من الخارجين من بين جماعة حاضرين في بيت عقد النكاح بان المهر كذايقبل لا ممن**

﴿۱﴾ **قال الفقيه ابو الليث السمرقندي: لوادعى رجل على امرأة نكاحا وهي تجحده واقام الرجل بينة عليها يقضى له بالنكاح. (فتاوى النوازل ۱۸۹ مسائل متفرقة كتاب النكاح)**

سمع من غیرهم ﴿۱﴾.

(۳) کوئی وجہ پیش کریں گے یا جرح موجب تکذیب شہادت بیان کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ ان کی شہادت قاضی رد کردے یہ بات اسی محل اور موقع کے ساتھ تعلق رکھتی ہے قاضی کے سامنے پیش ہو کر جو شہادت دی جائے گی اس کے رد اور قبول کا اس وقت ہی پتہ چل سکے گا۔

(۴) لڑکی اپنے مقدمہ چلانے کیلئے کسی کو بھی وکیل بنا سکتی ہے۔

(۵) کھاسکتی ہے۔ وهو الموفق

مفرور اور مجرم شخص نکاح میں گواہ بن سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انعام اور روخانئی کے درمیان نکاح کیا گیا مجھے لڑکی نے وکیل بنایا تھا، مولوی صاحب نے جب نکاح پڑھایا تو بعد میں مجھے پتہ چلا کہ گواہوں میں ایک شخص حکومت کا مفرور اور مجرم ہے اس لئے میں نے نکاح کو ناجائز قرار دیا کیا یہ نکاح منعقد ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی شائستہ خان گاڑ ونوشہرہ......۱۹۸۵ء/۹/۱۹

الجواب: مفرور گواہ بن سکتا ہے ﴿۲﴾ اس کی وجہ سے نکاح کو ناجائز اور کالعدم قرار دینا غلط اور بے فائدہ ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۴:۷ ۴۱ قبیل باب القبول وعدمه)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ویصح بشهادة الفاسقین والاعمیین کذا فی فتاویٰ قاضی خان وکذا بشهادة المحدودین فی القذف وان لم یتوبا کذا فی البحر الرائق وکذا یصح بشهادة المحدود فی الزنا کذا فی الخلاصة الخ.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲٦۷ کتاب النکاح الباب الاول)

بالغہ لڑکی سے اذن طلب کرنا اورتوکیل پرگواہ مقرر کرنے کا معروف طریقہ

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والد کیلئے عاقلہ بالغہ بیٹی سے نکاح کی اجازت مانگنی ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہوتو اس کی کیفیت کس طرح ہوگی؟ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ بعض علماء حضرات دوگواہ عورت کے پاس بھیجتے ہیں اور گواہوں کے سامنے عورت باہر ایک آدمی کو اپنی نفس کے بارے میں ایجاب وقبول کیلئے وکیل مقرر کرتا ہے پھر دوگواہ باہر آ کر شہادت دیتے ہیں امام الحیّ کے سامنے کیا اس وکیل کا ایجاب وقبول صحیح ہے جبکہ اندران دوگواہوں نے اس موکلہ عورت کے ساتھ بالمشافہ باتیں نہیں کی ہوں؟ یا کوئی دوسرا طریقہ بھی ہے؟ بینوا توجروا جزاکم الله احسن الجزاء فی الدارین وعم فیوضاتکم

المستفتی: عبداللہ

الجواب: چونکہ عاقلہ بالغہ پر اجبار جاری نہیں ہوتا ہے لہٰذا نکاح سے پہلے اذن طلب کرنا یا بعد میں مطلع کرنا ضروری ہے ﴿۱﴾ اور اس اذن واجازت پر گواہ قائم کرنا مستحب ہے تاکہ ضرورت کے وقت پریشانی نہ ہو ﴿۲﴾ اور یہی معروف طریقہ صحیح ہے۔ وهو الموفق

شرعی مجبوری کے بغیر لڑکی نکاح میں دے کر رخصتی نہ کرانا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے نوجوان لڑکی چار پانچ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ فان استأذنها هو اى الولي وهو السنة او وكيله اورسوله او زوجها وليها واخبرها رسوله او فضولي عدل الخ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۴ باب الولي)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: واعلم انه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل وانما ينبغي ان يشهد على الوكالة اذا خيف جحد الموكل اياها.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۵۲ مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح)

سال سے بھلا رکھی ہے اور نکاح کر کے اب دیتا نہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نواز کرنالوی بھکر میانوالی

الجواب: بغیر شرعی مجبوری کے یہ عمل مکروہ ہے **کما یقتضیه قوله علیه السلام فان بلغ ولم یزوجه فاصاب اثما فانما اثمه علی ابیه، ومن بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة ولم یزوجها فاصابت اثما فاثم ذلک علیه (مشکواة شریف ۲: ۲۷۱ باب الولی)﴿۱﴾**

لیکن یہ درحقیقت ارشاد ہے جس کا تارک فاسق نہیں ہوسکتا ہے۔ وھو الموفق

نکاح شغار کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ تم اپنی بیٹی میرے بیٹے کو دے دیں اور میں اپنی لڑکی آپ کے بیٹے کو دے دوں گا اور یہ معاملہ بلا ذکر مہر ہو، فقط یہ کہدے کہ یہ لڑکی آپ کی لڑکی کے عوض میں دے دوں گا، اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور اگر صورت بالا میں یہ کہدے کہ میری لڑکی کا مہر مثل دو ہزار کالدارے (روپیہ) ہیں اور آپ کی لڑکی کا مہر بھی دو ہزار کالدارے ہیں پھر آپس میں ایک دوسرے کو دو ہزار کالدارے نہ دیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی محمد بلوچستانی......۱۹۸۵ء/۱۱/۵

الجواب: (۱) یہ نکاح شغار ہے اور نکاح شغار منعقد اور شرط باطل اور مہر مثل واجب ہوتا ہے (ہندیہ) ﴿۲﴾۔ (۲) یہ نکاح، نکاح شغار نہیں ہے لوجود الامہار۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ رواهما البیهقی فی شعب الایمان.

(مشکواة المصابیح ۲: ۲۷۱ باب اعلان النکاح والخطبة والشرط)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: وقد قالوا ان نکاح الشغار منعقد..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نکاح شغار کا حکم اور مہر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پٹھان لوگ جو بدل پر نکاح کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ اور اس صورت میں مہر کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اکثر مہر مقرر نہیں کیا جاتا، اور اختلاف کی صورت میں طلاق دینے کا کیا مسئلہ ہے کہ اگر ایک کو طلاق دی جائے تو کیا دوسری خود بخود طلاق ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم دارالعلوم حقانیہ.....۱۹۸۳ء/۱۲/۱۸

الجواب: نکاح کے بدل میں نکاح صحیح اور درست ہے اور بدل کی جگہ مہر مسمی یا مہر مثل لازم ہوگی ﴿۱﴾ اور اگر ان دونوں میں سے ایک ناشزہ ہو یا ایک کو طلاق دی جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری عورت بھی طلاق ہو جائے یہ جہالت پر مبنی امور ہیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) والشرط باطل ولكل واحدة من المرأتين مهر مثلها وهو ان يزوج الرجل ابنته على ان يزوجه الزوج اخته او امه على ان يكون بضع كل واحدة منها صداق الاخرىٰ كذا في الجوهرة النيرة. (فتاوىٰ عالمگیریه ۱ :۳۰۳ الباب السابع في المهر)

﴿۱﴾ وفي الهندية: قد قالوا ان نكاح الشغار منعقد والشرط باطل ولكل واحدة من المرأتين مهر مثلها وهو ان يزوج الرجل ابنته على ان يزوجه الزوج اخته اوامه على ان يكون بضع كل واحدة منهما صداق الاخرىٰ.

(فتاوی عالمگیریه ۱ :۳۰۳ قبیل الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمتعة)

﴿۲﴾ قال الشيخ محمد خالد الآتاسي: عن ابي سعيد الخدري قال قال رسول اللهﷺ لا ضرر ولا ضرار، وهو من جوامع الكلم وفي الفرق بين الضرر والضرار اقوال قيل: الضرر الحاق مفسدة بالغير مطلقا، والضرار الحاق مفسدة بالغير على وجه المقابلة اى كل منهما يقصد اضرار صاحبه من غير جهة الاعتداء بالمثل الخ. (شرح المجله ۱ :۲۴ الماده:۷ الضرر لا يكون قديما)

''ایک بیٹی تمہاری ایک تمہاری'' نہ نکاح ہے نہ خطبہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے مرض الموت میں اپنی دو بیٹیوں کو چچازاد برادران کو اس طرح کہہ کردے ''ایک تمہاری ایک تمہاری'' جسے پشتو میں بخنہ کہتے ہیں اب یہ لڑکیاں والد کے اس کہنے سے دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد امین چھوٹا لاہور صوابی......۱/۳/۱۹۸۴ء

الجواب: بظاہر یہ معاملہ نہ نکاح ہے اور نہ خطبہ ﴿۱﴾ یہ لڑکیاں آزاد اور خود مختار ہیں۔ وھو الموفق

جھوٹ بول کر لڑکی کسی کے نام کرنے سے نکاح نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے زید کی بیٹی زید سے نکاح پر مانگی، زید نے اسے کہا کہ میں نے اسے بکر کے بھائی کو دی ہے، بلکہ ایک دفعہ کہا تھا کہ میں نے بکر کے بھائی کو دیے دی ہے دیے، پھر ایک دفعہ زید نے ہمیں کہا کہ میں نے بیٹی بکر کے بھائی کو نہیں دی ہے بلکہ دراصل میں آپ سے چھپا تا تھا اسلئے اب اگر آپ مانگتے ہیں تو میں دینے کو تیار ہوں، کیا اس اقرار کے بعد یہ لڑکی ہمارے لڑکے کیلئے جائز ہوگی کہ پہلے بکر کے بھائی کو دی ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ مسلم دوست شموزی مردان......۱۲/ رمضان ۱۴۱۵ھ

الجواب: اس صورت میں زید کے یہ الفاظ ایجاب نہیں ہیں بلکہ جھوٹ ہے آپ کے لڑکے کیلئے جائز ہوگی ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ان المجلس للنكاح وان للوعد فوعد.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۷ قبيل مطلب التزويج بارسال كتاب)

﴿۲﴾ يدل عليه ما قال الشيخ طاهر بن عبد الرشيد: رجل خطب بنتا صغيرة لرجل منه لاجل ابنه الصغير وقال ابو البنت زوجتها من فلان قبل هذا ......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

نکاح میں لڑکی کی جانب سے داڑھی منڈوانے کی شرط لگانے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مقامات میں عورت نکاح کرنے کیلئے یہ شرط لگاتی ہے کہ داڑھی منڈوالے، شریعت میں اس شرط کی کیا حیثیت ہے؟ بینوا اتوجروا

المستفتی: مفقود العنوان......۱۹۷۸ء/۱۰/۹

الجواب: یہ وہ لوگ ہیں جو کہ شہوت کو شریعت پر فوقیت دیتے ہیں اوراعذار باردہ سے اپنے نفوس پر پردہ ڈالتے ہیں، اعاذنا اللہ منھا، نیک خاندانوں اور صالح بیویوں سے نکاح کرنے میں یہ خطرات نہیں ہوتے ہیں ﴿۱﴾☆۔ وھو الموفق

نکاح کا ثبوت شہادت شرعی پر ہے نکاح خواں کا انکار نا منظور ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیسوں لوگوں کا حلفیہ بیان ہے کہ مسماۃ کفری کا نکاح مولوی رحمت نے اسلام نامی شخص سے پڑھا ہے کفری کا والد بھی یہی کہتا ہے

(بقیہ حاشیہ)فلم یصدقه الخاطب فقال ان لم اکن زوجتها من فلان فقد زوجتها ابنک فلان وقبل ابو الابن بمحضر من الشهود ان لم یکن زوجها من احد قبل هذا صح النکاح.
(خلاصة الفتاویٰ ۲: ۳ کتاب النکاح)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: (قوله فاظفر بذات الدین) ای فز بنکاحها قال القاضی رحمه الله من عادة الناس ان یرغبوا فی النساء ویختاروها لاحدی اربع خصال عدها (المال، والحسب، والجمال، والدین) واللائق بذوی المروات وارباب الدیانات ان یکون الدین من مطمح نظرهم فیما یأتون ویذرون لا سیما فیما یدوم امره ویعظم خطره.
(مرقاة المفاتیح شرح المشکوٰة ۶: ۱۸۸ کتاب النکاح الفصل الاول)

......☆ نکاح میں اس قسم کی شرائط باطل اور ناجائز ہوتی ہیں بلکہ بعض دفعہ (استخفاف) کی صورت میں کفر کا خطرہ بھی ہوتا ہے، بہرحال یہ شرط باطل اور نکاح درست ہے جبکہ نکاح کے لوازمات پورے کئے گئے ہوں۔ (از مرتب)

لیکن نکاح خواں مولوی رحمت اس نکاح سے منکر ہے، بالآخر کفری کا نکاح دوسری جگہ کردیا گیا ہے اب کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: معززین موچی گڑھی

الجواب: طرفین با قاعدہ کسی مستند عالم کے پاس حاضر ہوکر تصفیہ کرادیں یعنی اسلام نکاح کا دعوی کرے گا اور اس پر شہادت قائم کرنے کے بعد یہ لڑکی اسلام کے حوالہ کی جائے گی ﴿۱﴾ اگر چہ نکاح خواں انکاری ہو اس کا انکار نامنظور قرار دیا جائے گا۔ وھو الموفق

نکاح پر نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح خود دو گواہوں کے روبرو بایں الفاظ پڑھا کہ میں نے ایک ہزار روپیہ کے بدلے اپنی لڑکی کا نکاح فلاں شخص کے ساتھ کردیا، مروجہ رجسٹریشن نہیں کی گئی، ایک سال تک میاں بیوی رہے ہے، بعد ازاں لڑکی ناراض ہوکر کراچی بھاگ گئی، والد بھی کراچی چلا گیا اور لڑکی کا نکاح جو اب بالغ ہوچکی تھی با قاعدہ رجسٹریشن کے ذریعہ دوسرے شخص کے ساتھ کرادی، اب سوال یہ ہے

(۱) پہلا نکاح درست تھا یا نہیں؟ (۲) دوسرا نکاح منعقد ہوا ہے یا نہیں؟......

﴿۱﴾ قال القاضی القضاۃ محمد بن الحسینی: لو ادعی النکاح بمحضر من الشھود لابۃ وان یذکر سماع الشھود کلام المتعاقدین اذالعلماء اختلفوا فی ان سماع الشھود کلامھما ھل ھو شرط والاصح انہ شرط فلا بد من ذکرہ لتصح الدعوی.

(الفتاوی انقرویۃ ۲: ۱۱۴ العاشر فی دعوی النکاح وفسادہ)

وقال: واذا ادعت المرأۃ علی رجل نکاحا فجھد فاقامت البینۃ یقضی لھا ولا یفسد النکاح بجحودہ. (فتاوی انقرویۃ ۱: ۳۷ الباب الثانی فی الوکالۃ فی النکاح والفضولی)

(۳)اگر پہلا نکاح صحیح ہے اور دوسرا مردود ہے تو دوسرے نکاح کے حق مہر وغیرہ کا کیا ہوگا؟

(۴)لڑکی کے والد کے متعلق کیا حکم ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میری لڑکی ہے میں نے صحیح کام کیا ہے۔

(۵)اس دوسرے ناکح کا کیا حکم ہے؟ جبکہ اسے معلوم تھا کہ یہ منکوحہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بخشش الٰہی کیمل پور اٹک......۱۹۷۰ء/۴/۲۷

الجواب: (۱)اگر گواہوں کے روبرو اسی مجلس میں قبول بھی ہوا ہو تو پہلا نکاح بلا شک وشبہ درست ہے لوجود الرکن والشرط﴿۱﴾۔

(۲)اگر پہلا نکاح باقی ہو اور بوساطت طلاق یا با قاعدہ تنسیخ حاکم کے ذریعہ ختم نہ کیا گیا ہو تو دوسرا نکاح مردود ہے﴿۲﴾۔

(۳)چونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک شبہۃ العقد کی وجہ سے حد ساقط ہے لہٰذا مال اس پر واجب ہوگا﴿۳﴾۔

(۴)بشرط بقانکاح اول یہ شخص (والد) فاسق ہے بشرطیکہ مستحل نہ ہو ورنہ کافر ہے۔

(۵)اگر مستحل نہ ہو تو فاسق ہے ورنہ کافر ہے بشرطیکہ نکاح اول باقی ہو﴿۴﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال عبد اللہ بن مودود الموصلی: ورکنہ الایجاب والقبول ...... ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بخضور رجلین او رجل وامرأتین فالشھود شرط لقولہ علیہ السلام لانکاح الا بشھود. (الاختیار لتعلیل المختار ۲: ۱۰۹ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ وفی الھندیۃ: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ وکذلک المعتدۃ. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر)

﴿۳﴾ قال فی الشامیۃ: وفی الخانیۃ لو تزوج محرمہ لاحد علیہ عند الامام وعلیہ مھر مثلھا بالغا مابلغ. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۳۸۱ مطلب فی النکاح الفاسد)

﴿۴﴾ قال الملا علی قاری: ان استحلال المعصیۃ ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح بر نکاح حرام اور خطبہ پر خطبہ مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی ہمشیرہ کا رشتہ قرآن پاک کے عہد سے دیا اور مہر میں پانچ کنال زمین ہمشیرہ کی اجازت سے لی، اب اس شخص کے چھوٹے بھائی نے اس لڑکی کا رشتہ دوسری جگہ دے دیا، اب کونسا نکاح باقی ہے اور کونسا باطل؟ بینوا توجروا

المستفتی: قمر علی کوہالہ راولپنڈی.....۱۹۷۵ء/۸/۲۶

الجواب: اگر پہلے خاطب کے ساتھ باقاعدہ نکاح کا عقد کیا گیا ہوتو دوسری جگہ نکاح کرانا حرام ہوگا، قال اللہ تعالیٰ (والمحصنت من النساء)﴿۱﴾ اور اگر نکاح نہ ہوا ہوتو دوسری جگہ نکاح کرانا مکروہ تحریمی ہوگا لحدیث لا یخطب الرجل علی خطبة اخیه﴿۲﴾ وفی الخیریة علی

(بقیہ حاشیہ)صغیرة کانت او کبیرة کفر، اذا ثبت کونها معصیة بدلالة قطعیة وکذا الاستهانة بها کفر بان یعدها هینة سهلة ویرتکبها من غیر مبالاة بها ویجریها مجری المباحات فی ارتکابها.

(شرح فقه الاکبر للقاری ۱۵۲ ومنها استحلال المعصیة)

﴿۱﴾(سورة النساء پارہ:۵ آیت: ۲۴)

﴿۲﴾ رواه البخاری فی کتاب النکاح باب لا یخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح او یدع (حدیث رقم :۵۱۴۴) ومسلم فی باب تحریم الجمع بین المرأة وعمتها فی النکاح (حدیث رقم ۱۴۰۸) وفی باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیه حتی یأذن او یترک (۱۴۱۳) وابوداؤد فی باب کراهة ان یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۲۰۸۰) والترمذی فی باب ماجاء ان لا یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۱۱۳۴) والنسائی فی باب النهی ان یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۲: ۷۱) وابن ماجة فی باب لا یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۱۸۶۷) ومالک فی باب لا یخطب علی خطبة اخیه(۲: ۵۲۳) واحمد فی مسنده (۲: ۴۲)

هامش تنقيح الفتاویٰ الحامدية ۱ : ۱۴ قال في الذخيرة كما نهى النبي ﷺ عن الاستيام على سوم الغير نهى عن الخطبة على خطبة الغير وان من ارتكب محرما لم يرد فيه حد مقرر يعزر وكما تحرم الخطبة تحرم اجابتها لانه اعانة على المعصية فيعزر المجيب القادر على المنع﴿۱﴾. وهو الموفق

ہمارے عرف میں ''دے دی'' الفاظ کنائی اور نکاح وخطبہ دونوں کے محتمل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادا نے اپنی پوتی کا نکاح اپنے پوتے سے ان الفاظ کے ساتھ کیا کہ میں نے فلاں کی بیٹی فلاں کے بیٹے واقف خان کو دے دی، اس مجلس میں ان کے بیٹے بھی موجود تھے جبکہ لڑکی کا والد بھی یہی اقرار کرتا ہے کہ دادا نے یہ الفاظ کہے ہیں. باقی رشتہ دار بھی موجود تھے اور سب نے کہا تھا کہ بہت اچھا اور ایک دوسرے کو مبارکباد دے دی، اس طریقہ سے عند الشرع نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل مست خان مانکی صوابی......۱۹۶۹ء/۱/۸

الجواب: اگر دادا کی مراد نکاح ہو کہ یہ لڑکی بغیر طلاق وغیرہ کے اور کسی کو نہیں دی جائے گی اور یہ لڑکی مہر مثل کی مستحقہ ہوگی، اور دادا نے اپنی مراد پر گواہوں کو خبردار کیا تھا یا دیگر قرائن نکاح موجود تھے تو اس صورت میں یہ لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں داخل ہوئی ہے، اور اگر دادا کی مراد اور مقصد یہ تھا کہ اس لڑکی کو میں نے اس لڑکے کے نام کر دیا ہے اور اس کیلئے متعین کیا ہے تا کہ دیگر کوئی رشتہ دار وغیرہ اس کے طمع اور امید میں نہ رہے، تو اس صورت میں یہ نکاح نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ ''دے دی'' الفاظ کنایات سے ہے اور نکاح وخطبہ دونوں کا محتمل ہے پس بغیر ان شرائط کے اس لفظ سے انعقاد نکاح نہیں ہو سکتا ہے، في الدر المختار:

﴿۱﴾ (الفتاویٰ الخيرية على هامش تنقيح الفتاویٰ الحامدية ۱ : ۱۴ كتاب النكاح)

وانما یصح بلفظ تزویج ونکاح لانهما صریح وما عداهما کنایة وهو کل لفظ وضع لتملیک عین﴿۱﴾ وقال الشامی فی ردالمحتار ۲: ۲۷۰ هذا حاصل ما فی الفتح وملخصه: انه لا بد فی کنایات النکاح من النیة قرینة او تصدیق القابل للموجب وفهم الشهود المراد واعلامهم به انتهیٰ﴿۲﴾ ویدل علی کونه محتملا ما فی الهندیة ۱: ۲۸۸ وفی مجموع النوازل عن الشیخ الامام نجم الدین النسفی ان فی قوله "دختر خویش مراده" لا بد ان یقول "بزنی" ویقول الآخر "بزنی دادم" فاما بدون ذلک فلا ینعقد النکاح عند بعض المشائخ وعند بعضهم ینعقد فلا بد من هذه الزیادة لتصیر المسئلة متفقا علیها کذا فی المحیط انتهیٰ﴿۳﴾ نیز ہمارے عرف میں کہا جاتا ہے کہ فلانہ فلاں کو دی گئی ہے لیکن نکاح نہیں ہوا ہے۔ وهو الموفق

خطبہ ووعدہ میں ایک کا نام لیا اور نکاح میں دوسری کا نام......؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی دینے کا وعدہ کیا اور دوسری جانب لڑکا بھی نابالغ تھا، اور دونوں کو منظور تھا لیکن جب نکاح روبروئے گواہان پڑھایا گیا تو لڑکی کے والد نے بڑی نابالغہ لڑکی کا نام لیا اور لڑکے کے والد نے بھی اپنے بڑے لڑکے کیلئے منظور کیا کیونکہ وہ بھی نابالغ تھا اس بات کی سمجھ دوسرے دن آ گئی اب سوال یہ ہے کہ اس بڑی نابالغہ لڑکی کا نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: میاں اشتیاق احمد تلہ گنگ چکوال......۲۲/شعبان ۱۴۰۸ھ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۹۰ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۹۲ قبیل مطلب هل ینعقد النکاح بالالفاظ المصحفة)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۱ الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح ومالا)

الجواب: جس لڑکی کا نام لیا گیا ہے اس کے ساتھ نکاح منعقد ہو چکا ہے (ہندیہ ۱:۲۸۷) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نکاح میں دلہن کی بجائے دلہن کی والدہ کا نام لینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح کے وقت دلہن کے نام کی بجائے دلہن کی والدہ کا نام لیا گیا کیا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سعد اللہ جلبی صوابی ......۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: بہ شرط صدق وثبوت اگر اس عقد سے قبل یا بعد صحیح نام پر عقد نکاح نہیں ہوا ہو تو یہ عقد کالعدم اور واجب الاعادہ ہے، **کما فی شرح التنویر : وکذا لو غلط فی اسم بنته (هامش ردالمحتار ۲:۳۷۸)﴿۲﴾ قلت: والعقد علی ام المخطوبة لم یصح لعدم الاصالة ولا الوکالة ولعدم الاجازة. فافهم**

نکاح میں آدھا نام صحیح لیا اور آدھا غلط نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کے نانا جو وکیل نکاح تھا بندھوایا لڑکی کا اصلی نام جمال بانو ہے اور نانا صاحب واحد شخص ہے کہ اسے جمال آرا کے نام سے پکارتے ہیں، اور خود لڑکی اور والدین جمال آرا کے نام سے انکار کرتے ہیں، بوقت نکاح جمال آرا ہی لکھوایا، اب

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ولو کان لرجل بنتان کبریٰ اسمها عائشة وصغریٰ اسمها فاطمة واراد یزوج الکبریٰ وعقد باسم فاطمة ینعقد علی الصغریٰ.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۷۰ قبیل الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح ومالا)

﴿۲﴾(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۲۹۸ قبیل فصل فی المحرمات)

نکاح دوبارہ کیا جائے گا یا نہیں؟ اور اگر پہلا نکاح شرعی منعقد نہیں ہوا تو گناہ کس کا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالاحد میاں مردان.....۱۹۷۲ء/ ۲۴/۸

الجواب: اگر یہ لڑکی ''جمالہ'' نام سے مشہور ہو اور اختلاف تمہ میں ہو تو جزمی طور سے فساد نکاح کا فیصلہ کرنا درست نہیں البتہ احتیاطاً تجدید نکاح ضروری ہے، اور اگر یہ لڑکی جمال بانو کے نام سے مشہور ہو اور نانا غلط فہمی میں مبتلا ہو تو نکاح اول کالعدم ہے اور عقد ثانی ضروری ہے (لعدم رفع الجهالة)﴿۱﴾ اور لاعلمی کی وجہ سے فساد سے گناہ نہیں ہے۔ وهو الموفق

لے پالک لڑکی کے نکاح میں والد کے نام لینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی زیب النساء کو پیدائش کے دس دن بعد کسی نے لے لی، اور اسے پالا، لڑکی کے اصل والد کا نام اسلام اور والدہ کا نام خدیجہ تھا، پالنے

﴿۱﴾وفی الهندية: جارية سميت فی صغرها باسم فلما كبرت سميت باسم آخر قال تزوج باسمها الاخر اذا صارت معروفة باسمها الآخر والاصح عندی ان يجمع بين الاسمين كذافی الظهيرية رجل له بنت واحدة اسمها فاطمة قال لرجل زوجت منک ابنتی عائشة ولم تقع الاشارة الی شخصها ذكر فی فتاویٰ الفضلی انه لا ينعقد ا[illegible] الخ.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۰ قبيل الباب الثانی فيما ينعقد به [illegible])

وقال العلامة الافندی: وظاهره انها لو جرت ال[illegible] مقدمات الخطبة علی معينة وتميزت عند الشهود ايضا يصح العقد وهی واقعة الفتویٰ لا[illegible] المقصود نفی الجهالة وذلک حاصل بتعينها عند العاقدين والشهود وان لم يصرح باسمها كما اذا كانت احداهما متزوجة ويؤيده ماسيأتی من انها لو كانت غائبة وزوجها وكيلها فان عرفها الشهود علموا انه ارادها كفی ذكر اسمها والا لا بد من ذكر الاب والجد.

(ردالمحتار ۲: ۳٦٧ كتاب النكاح قوله ولا المنكوحة مجهولة)

والے کا نام ہاشم ہے، جب لڑکی بیس سال کی ہوگئی تو نکاح کے وقت اصل والد کے بجائے پالنے والے کا نام ہاشم لیا گیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور محمد گلبرک: ۲ پشاور......۲۸/شعبان ۱۴۰۸ھ

الجواب: اگر یہ لڑکی اس مجلس میں موجود نہ تھی تو یہ نکاح درست نہیں ہے ﴿۱﴾ کما فی فتاویٰ قاضی خان: امرأة وکلت رجلا بان یزوجها فزوجها وغلط فی اسم ابیها لا ینعقد النکاح اذا کانت غائبة (هامش الهندية ۱: ۳۲۴) ﴿۲﴾، ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: لو کانت غائبة وزوجها وکیلها فان عرفها الشهود علموا انه ارادها کفی ذکر اسمها والا لابد من ذکر الاب والجد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۶۷ کتاب النکاح ولا المنکوحة مجهولة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية ۱: ۳۲۴ الفصل الاول فیما یتعلق به انعقاد)

﴿۳﴾ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے: سوال: بوقت نکاح عمرو نے بوجہ عار حبیبہ کے والد کا نام بجائے بکر کے زید بتلایا، حبیبہ مجلس نکاح میں حاضر نہ تھی، گواہوں میں سے اکثر کو علم تھا کہ منکوحہ زید کی بیٹی نہیں بکر کی ہے اور ناکح کو مطلقاً علم نہ تھا، کیا حکم ہے نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب: چونکہ شہود کے نزدیک حبیبہ مجہولہ نہیں ہے اور عمرو کا باوجود علم کے حبیبہ کو بنت زید بتلانا قرینہ مجاز کا ہے اس لئے نکاح صحیح ہوگیا، جیسا کہ شامی میں ہے: ولا المنکوحة کی شرح میں لکھا ہے: فلو زوج بنته منه وله بنتان لا یصح الا اذا کانت احدهما متزوجة فینصرف الی الفارعة الخ وفی معناه ما اذا کانت احداهما محرمة علیه قلت وظاهره انها لو جرت مقدمات الخطبة علی معینة وتمیزت عند الشهود ایضا یصح العقد وهی واقعة الفتویٰ لان المقصود نفی الجهالة وذلک حاصل بتعینها عند العاقدین والشهود الخ. (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۷: ۱۱۶)

نیز فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے: جانی پہچانی عورتوں کے باپ کے نام بدل بھی جائیں تو نکاح ہوجاتا ہے، سوال: ایک لڑکی کا باپ مرگیا اس کی ماں نے اپنے شوہر کے حقیقی بھائی سے...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بیوہ کا ایجاب وقبول اور شرط لگا کر پوری نہ ہونے پر انکار کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسماۃ ہندہ بیوہ اور صاحب اولاد عورت ہے زید نے ہندہ کے بھائی خالد سے کہا کہ اپنی بہن مجھے دے دو، خالد نے ہندہ سے دریافت کیا

(بقیہ حاشیہ) نکاح کرلیا اس لڑکی کا نکاح اس کے چچا یعنی سوتیلی باپ کی اجازت سے ہوا اور بوقت نکاح بجائے نام اصل باپ کے سوتیلے باپ کا نام لیا گیا، پس اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب: ظاہر یہ ہے کہ نکاح صحیح ہوگیا اگر چہ درمختار کی ایک عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسی غلطی میں نکاح صحیح نہیں ہوتا، وہ عبارت یہ ہے: غلط وكيلها بالنكاح في اسم ابيها بغير حضورها لم يصح للجهالة الخ، اس پر علامہ شامی نے یہ لکھا ہے: قوله لم يصح لان الغائبة يشترط ذكر اسمها واسم ابيها وجدها وتقدم انه اذا عرفها الشهود يكفي ذكر اسمها فقط خلافا لابن الفضل وعند الخصاف يكفي مطلقا والظاهر انه في مسئلتنا لا يصح عند الكل لان ذكر الاسم وحده لايصرفها عن المراد الى غيره بخلاف ذكر الاسم منسوبا الى اب آخر فان فاطمة بنت احمد لا تصدق على فاطمة بنت محمد تامل وكذا يقال فيما لو غلط في اسمها الخ. لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو درمختار کے اس قول للجهالة سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم جواز نکاح کی غلطی مذکور میں جہالت ہے جو صورت مسئولہ میں مفقود ہے، دوسرے درمختار کا مسئلہ بصورت غلطی کے فرض کیا گیا ہے کہ وکیل نے غلطی سے نام بدل دیا، اور صورت مسئلہ میں غلطی سے ایسا نہیں کیا گیا ہے بلکہ بر بناء على المعروف والشهرة ایسا کیا گیا ہے، کیونکہ عرف میں والدہ کے شوہر ثانی کو باپ کہا جاتا ہے، غرض جو رفع جہالت ہے وہ اس صورت میں حاصل ہے کیونکہ مطلب اس نسبت کا یہ ہے کہ فلاں لڑکی جو فلاں شخص کی تربیت میں اور فلاں لڑکا جو فلاں شخص کی تربیت میں ہے ان کا عقد ہوا ہے بلکہ عجب نہیں کہ اصل باپ کی طرف نسبت کرنے میں وہ تعرف نہ ہو جو اس نسبت میں حاصل ہے اور مقصود اصلی رفع جہالت ہی ہے جیسا کہ شامی میں درمختار کے اس قول ولا المنكوحة مجهولة کے تحت میں ہے، قلت وظاهره انها لو جرت المقدمات على معينة وتميزت عند الشهود ايضا يصح العقد وهي واقعة الفتوىٰ ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ہندہ نے کہا کہ میں اس شرط پر زید کے ساتھ شادی کروں گی کہ میری چھوٹی بچیوں کو میرے شوہر کے بھائی میرے ساتھ زید کے پاس چھوڑ دے، زید نے کہا کہ یہ اجازت میں اس سے لے چکا ہوں اب خالد اور زید کے درمیان ایجاب وقبول ہوا، زید نے ایک جوڑہ کپڑے ہندہ کو دیئے اور ہندہ نے اس کو پہن لئے، چند ہفتوں کے بعد شادی کی تیاریاں ہورہی تھیں کہ اچانک شوہر کا بھائی آکر ہندہ سے ان کی بچیوں کو لیکر چلا گیا اور کہا کہ نہ میں اپنے بھائی کی یتیم بچیوں کو زید کے پاس چھوڑوں گا اور نہ میں نے زید کو ایسی اجازت دی ہے، ہندہ نے جب یہ حالت دیکھی تو زید کے کپڑوں کو اتار کر کہنے لگی کہ اب میں زید کے ساتھ شادی نہیں کروں گی کیونکہ شرط پوری نہیں ہوئی۔ اب زید کہتا ہے کہ ہندہ میرے نکاح میں ہے ایجاب وقبول ہوا ہے حالانکہ خود زید اور خالد کی اپنی عرف ورواج میں اس قسم کے ایجاب وقبول کو نکاح نہیں سمجھا جاتا، اب اگر خدانخواستہ اسی رسمی ایجاب وقبول کے بعد خاطب مخطوبہ پر بری نیت سے ہاتھ ڈالے تو معاملہ قتل ومقاتلہ تک پہنچتا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ ہندہ آزاد ہے یا زید کی منکوحہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: احمد میمن دارالتوحید شہداد پور سانگھڑ...... ۱۰/ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

الجواب: اگر یہ ایجاب وقبول دومرد یا ایک مرد اور دوعورتوں کے روبرو ہوا ہو تو یہ معاملہ نکاح شرعی ہے، خطبہ نہیں ہے، **فی الدر المختار: وینعقد ملتبسا بایجاب من احدهما وقبول الخ وفیه ایضا وما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضة المالیة القرض والهبة والصدقة والنکاح الخ. وهو الموفق**

(بقیه حاشیه)لان المقصود نفی الجهالة وذلک حاصل بتعینها عند العاقدین والشهود وان لم یصرح باسمها کما اذا کانت احداهما متزوجة ویؤیده ماسیأتی من انها لو کانت غائبة وزوجها وکیلها فان عرفها الشهود وعلمه انه ارادها کفی ذکر اسمها والا لابد من ذکر الاب والجد ایضا الخ شامی الحاصل صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہوگیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۷:۱۲۳)

فتاویٰ فریدیہ اور فتاویٰ دیوبند کے ان فتاویٰ میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے مگر فی الواقع نہیں کیونکہ فتاویٰ فریدیہ کا فتویٰ محمول ہے مجہولہ پر اور فتاویٰ دیوبند کا فتویٰ محمول ہے معروفہ ومشہورہ اور جانی پہچانی پر ...... (سیف اللہ حقانی)

عورت کے قول ''کہ میں طلاق یافتہ ہوں'' پر اعتماد کر کے نکاح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک منکوحہ عورت نے کسی شخص کو کہا کہ میں طلاق یافتہ ہوں اور زوج اول نے مجھے طلاق دی ہے کیا عورت کے زبانی قول پر اس کے ساتھ نکاح درست ہے؟ کیا اس میں مولوی صاحب نکاح خواں اور گواہ یکساں مجرم ہیں؟ ان لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہوکر نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا سید محمد صابر شاہ ضلع بنوں......۱۹۶۹ء/۱/۲۰

الجواب: چونکہ نکاح خواں اور گواہوں نے عورت کے قول پر اعتماد کیا ہے اور دیدہ دانستہ یہ عقد اور گواہ ہونا نہیں کیا ہے لہٰذا یہ مولوی صاحب اور گواہ مجرم نہیں ہیں، بے شک یہ ناکح مجرم ہے اگر اس سے دیدہ دانستہ عقد کیا ہو، وفی الهداية (۴: ۴۷۳): وکذا لو قالت لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی فلا بأس ان یتزوجها ﴿۱﴾. اور کسی مسلمان کو نماز اور مسجد سے منع کرنا جائز نہیں ہے، بدلیل قصة الثلاثة الذین خلفوا ﴿۲﴾، ان کے ساتھ صف میں کھڑا ہونا جائز ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (هداية ۴: ۴۶۹ کتاب الکراهية فصل فی البیع)

﴿۲﴾ قال کعب بن مالک...... ونهی رسول الله ﷺ المسلمین عن کلامنا ایها الثلاثة من بین من تخلف عنه فاجتنبنا الناس وتغیروا لنا حتی تنکرت فی نفسی الارض فما هی التی اعرف فلبثنا علی ذلک خمسین لیلة فاما صاحبای فاستکانا وقعدا فی بیوتهما یبکیان واما انا فکنت اشب القوم واجلدهم فکنت اخرج فاشهد الصلوٰة مع المسلمین واطوف فی الاسواق ولا یکلمنی احد واتی رسول الله ﷺ فاسلم علیه وهو فی مجلسه بعد الصلوٰة فاقول فی نفسی هل حرک شفتیه برد السلام علی ام لا ثم اصلی قریبا منه فاسارقه النظر فاذا اقبلت علی صلاتی اقبل الی واذا التفت نحوه اعرض عنی الخ.

(صحیح البخاری ۲: ۶۳۵ باب حدیث کعب بن مالک کتاب المغازی)

شادی کرنے کیلئے والد سے مکان لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی ہیں والدین بھی زندہ ہیں، تین بھائیوں کی شادیاں ہوگئی ہیں میں سب سے چھوٹا اور غیر شادی شدہ ہوں اب میں کہتا ہوں کہ میری شادی کر کے گھر میں جو حصہ بنتا ہے دے دیں، اور اگر آپ میری شادی نہیں کراتے تو سارا مکان مجھے دے دیں جبکہ والد صاحب گھر کو فروخت کرنا چاہتے ہیں میرے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رحیم کالاڈیر سوات

الجواب: آپ کا والدین یا برادران پر شادی کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ آپ کسی چیز کے خرید وفروخت سے والد کو منع کر سکتے ہیں وہ مالک ہے البتہ اگر والد وغیرہ بطور احسان و مروت کچھ کریں تو منع نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ایک جگہ خطبہ منظور کر کے پھر دوسری جگہ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی زید نے سب سے پہلے اپنی لڑکی کا رشتہ زبانی وعدہ کر کے دیا، اس کے بعد دوسری جگہ پوری شرائط کے ساتھ بحکم شریعت وعدہ کیا اور موجود جرگہ اور لڑکی نے خود اپنے والد کو قرآن مجید کا واسطہ دیا کہ میرا رشتہ یہاں پر ہی دے دیں اور نقدی روپیہ بھی لے کر وعدہ کیا کہ فلاں دن رشتہ دیدیں گے ہم لوگ اس دن کے انتظار میں تھے کہ انہوں نے فوری

﴿۱﴾ یدل علیه مافی الدر المختار قال العلامة الحصکفی: و لا یطالب الاب بمهر ابنه الصغیر الفقیر اما الغنی فیطالب ابوه بالدفع من مال ابنه لامن مال نفسه اذا زوجه امرأة الا اذا ضمنه علی المعقد کما فی النفقة فانه لا یؤخذ بها الا اذا ضمن .

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲ ۔ ۳۸۷ قبیل مطلب فی منع الزوجة نفسها)

طور پر تیسری جگہ رشتہ دے دیا، اب اس آدمی کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید صابر حسین کوہالہ.....۱۹۷۵ء/۶/۳

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ شخص زید ارتکاب حرام کی وجہ سے لائق تعزیر ہے، کما فی الخیریة علی هامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۴۱ و کما تحرم الخطبة تحرم اجابتها لانه اعانة علی المعصیة فیعزر المجیب الیها القادر علی المنع ﴿۱﴾. وهو الموفق

بعد البلوغ خطبہ نکاح کا فسخ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نابالغہ لڑکی کا خطبہ نکاح کیا گیا تھا کیا بعد البلوغ اسے حق فسخ حاصل ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد سلیمان مظفر آباد

الجواب: اگر دو گواہوں کے روبرو باقاعدہ ایجاب وقبول نہ ہوا ہو تو یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے﴿۲﴾ اور یہ لڑکی جب خیار بلوغ کی وجہ سے نکاح.....

﴿۱﴾ قال العلامة خیر الدین المنیف: سئل فی رجل خطب من آخر بنته البالغة العاقلة وسمی المهر وقبل الاب ورکن قلبها الی الخاطب واحضر المهر ومابقی الا العقد فرجع الاب لطروخاطب عالم بخطبة الاول فما الحکم الشرعی فی ذلک، اجاب المصرح فی کتب الحنفیه وغیرهم حرمة الخطبة علی خطبة الغیر قال فی الذخیرة کما نهی النبی ﷺ عن الاستیام علی سوم الغیر نهی عن الخطبة علی خطبة الغیر وان من ارتکب محرما لم یرد فیه حد مقدر یعزرو کما تحرم الخطبة الخ.

(الفتاویٰ الخیریة علی هامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۴۱ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال الفقیه ابواللیث السمرقندی: ورکن (النکاح) الایجاب والقبول وحکمه الاثر الثابت بالعقد وانما حضور الشاهد عند العقد وهو شرط الصحة. (فتاویٰ النوازل ۱۶۰ کتاب النکاح)

......فسخ کرسکتی ہے﴿۱﴾تو خطبہ بطریق اولیٰ کالعدم کرسکتی ہے پس یہ لڑکی اپنی مرضی سے دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے۔وھو الموفق

بالغہ لڑکی کا ایک جگہ طے شدہ منگنی سے انکار اور دوسری جگہ نکاح کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نوجوان لڑکی ہوں بچپن میں والدین نے ایک جگہ رشتہ کا وعدہ کیا تھا، چونکہ اب میں بالغہ ہوں اور عقل سلیم سے سوچا کہ جہاں میرے والدین میرا رشتہ کرنا چاہتے ہیں وہاں میرے لئے زندگی گزارنا مشکل ہے،اس لئے میں اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور اس طے شدہ رشتہ جہاں نکاح نہیں ہوا ہے صرف وعدہ ہوا ہے میں انکاری ہوں اور حالات اتنی دگرگوں ہے کہ اگر میرا رشتہ وہاں کیا گیا تو شائد کہ میں خودکشی پر امادہ ہو جاؤں جو کہ حرام موت ہے،اب شریعت کی رو سے اس سابقہ رشتہ سے میرا انکار جائز ہے یانہیں؟بینو اتو جروا

المستفتی:ن،ت،ج،بکوٹ ایبٹ آباد......۱۹۷۳ء/۳/۵

الجواب: اگرآپ کے والد نے صرف وعدہ کیا ہو اور عقد نکاح نہ کیا ہو تو آپ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہیں، **فی الھندیة ۱:۳۰۵ ولایجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب اوسلطان بغیر اذنھا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتھا﴿۲﴾. وھو الموفق**

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ولھما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الاب والجد بشرط القضاء ای للصغیر والصغیرة اذا بلغا وقد زوجا ان یفسخا عقد النکاح الصادر من ولی غیر اب ولا جد بشرط قضاء القاضی بالفرقة.

(البحر الرائق ۳:۱۲۰ باب الاولیاء والاکفاء)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۸۷ الباب الرابع فی الاولیاء)

بغیر مجبوری کے خطبہ کا عہد ایفاء نہ کرنے سے گناہ لازم آتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی شہباز کے لڑکے کیلئے نامزد کی مٹھائی بھی تقسیم کی گئی عام لوگ بھی خبردار ہوئے کہ فلاں نے اپنی لڑکی فلاں کو دیدی، لیکن نکاح نہیں پڑھا گیا، اب وہ شخص لڑکی دینے سے انکاری ہے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: زیارت گل کتوزی شبقدر پشاور...... ۱۸/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے لعدم تحقق الایجاب والقبول فی حضور الشهداء ظاهراً ﴿۱﴾ پس یہ شخص مجبوری کی صورت میں ایفاء نہ کرنے سے گنہگار نہیں ہوتا اور بغیر کسی مجبوری کے گنہگار ہے ﴿۲﴾ ویدل علی عدم کون الخطبة نکاحا ما قال القاری ایضا:

﴿۱﴾ قال الامام شمس الدین محمد الخراسانی القهستانی: النکاح ینعقد بایجاب...... وقبول...... لفظهما ماض...... او امر...... وماض...... وشرط لصحة النکاح سماع کل منهما ای المتعاقدین لفظ الآخر وشرط ایضا حضور شاهدین حرین عند العقد الخ.

(جامع الرموز ۱:۴۴۶ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال الشیخ العلامة زینة المحدثین مولانا نصیر الدین الغرغوشتوی: الوعد الاخبار بایصال الخیر فی المستقبل فاذا اخبر انسان بانه یهب احدا او یتصدق علیه او یکرمه او غیر ذلک فهل یجب الوفاء به فیه اختلاف قال طائفة قلیلة یجب الوفاء بالوعد استدلالا بظاهر الحدیث وذهب الجمهور منهم ابوحنیفة والشافعی الی انه یستحب الوفاء بالوعد استحبابا مؤکدا ویکره خلافه کراهة تنزیهیة لا تحریم ویحمل الحدیث عندهم علی العزم علی الاخلاف حال الوعد فانه لا شک فی حرمته...... اقول ویؤیده ایضا حدیث زید بن ارقم عن النبی ﷺ قال اذا وعد الرجل اخاه ومن نیته ان یفی له فلم یف ولم یجیئ للمیعاد فلا اثم علیه رواه ابوداؤد والترمذی.

(حاشیة الغورغشتویة علی المشکوٰة ۱:۱۸ باب الکبائر وعلامات النفاق)

وھو ما نصه لکن ان تزوج الثانی تلک المرأة بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یاثم. (مرقاۃ ۲: ۲۱۱)﴿۱﴾. وھو الموفق

منگنی کے بعد انکار مخالفت وعدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور عمرو نے نابالغ دختران کے رشتے ایک دوسرے کے لڑکوں کیلئے دینے کا وعدہ اور اقرار کیا ہے اب زید اپنے وعدہ سے انکاری ہے اور رشتہ نہیں دیتا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید اعظم کوہالہ مری ......۱۰/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: یہ شخص وعدہ کی مخالفت کرتا ہے اور اگر معذور شرعی نہ ہو تو اس میں شعبہ نفاق موجود ہے﴿۲﴾ کما فی الحدیث اذا وعد اخلف﴿۳﴾. وھو الموفق

ضرورت کی وجہ سے منگنی کا وعدہ توڑنے سے گناہ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کی منگنی عرصہ دو سال

﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکواۃ ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)

﴿۲﴾قال العلامۃ المحدث امین اللہ فی الارض مولانا نصیر الدین الغورغشتوی: ان الوفاء بالوعد لیس بواجب شرعی بل ھو من مکارم الاخلاق بعد ان کان بنیۃ الوفاء واما جعل الخلف فی الوعد من علامات النفاق کما مر فمعناہ الوعد علی نیۃ الخلف وقیل الخلف فی الوعد من غیر مانع حرام وھو المراد ھنا وکان الوفاء بالوعد ماموراً بہ فی الشرائع السابقۃ ایضا. (حاشیۃ غورغشتویۃ علی المشکوۃ ۲: ۴۱۶ باب الوعد الفصل الاول)

﴿۳﴾ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: آیۃ المنافق ثلاث، اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان، رواہ البخاری (۳۳) ومسلم (الایمان / ۵۹) وغیرھما. (بلوغ المرام ۱: ۴۸۵ باب الترھیب من مساوئ الاخلاق)

سے ایک لڑکے کے ساتھ ہوئی، کئی بار لڑکی کے والدین نے انہیں کہا کہ شادی کرالو لیکن تا حال ٹال مٹول کرتے رہیں، اب اس لڑکے نے ایک رشتہ دار لڑکی کو ورغلا کر کہیں لے گیا ہے، اور وہ لڑکی شادی شدہ بھی ہے علاوہ ازیں یہ لڑکا چند ماہ پہلے آیا تھا اور میری بیوی سے کہا تھا کہ چونکہ میرے والدین اس منگنی پر خوش نہیں ہیں لہٰذا میری طرف سے یہ لڑکی آزاد ہے لیکن لکھ کر نہیں دیا، اب میری لڑکی بالغ اور تعلیم یافتہ ہے اسلئے اسے گھر پر بٹھانا مناسب معلوم نہیں ہوتا نیز اب یہ لڑکی اس سے شادی کرنے سے بھی انکار کرتی ہے اب سوال یہ ہے کہ وہ لڑکا روپوش ہے اور اس کی والدہ اور بہنیں کہتی ہیں کہ جب وہ آ جائے فیصلہ کیا جائے گا، اب ہمارے لئے کیا راستہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد زرین نوشہرہ

الجواب: واضح رہے کہ منگنی جبکہ گواہوں کے روبرو باقاعدہ ایجاب وقبول نہ ہوا ہو نکاح نہیں ہے ایسی عورت آزاد ہوتی ہے، لان الخطبة ليس بنكاح لعدم وجود الركن والشرط ﴿۱﴾ وكما في المرقاة ۵: ۲۱۱ في حديث لا يخطب الرجل على خطبة اخيه لكن ان تزوج الثاني تلك المرأة بغير اذن الاول صح النكاح ولكن يأثم انتهىٰ ﴿۲﴾، **قلت ولا اثم** عند تحقيق الضرورة التي جاز عندها تطليق الحاكم اياها. وهو الموفق

خطبہ کرنے والے انکار کریں تو دوسری جگہ نکاح میں دینے کی کراہت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کیلئے

﴿۱﴾ وفي الهندية: واما ركن (النكاح) فالايجاب والقبول كذا في الكافي ..... واما شروطه فمنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النكاح هكذا في البدائع.
(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶۷ كتاب النكاح الباب الاول)

﴿۲﴾ (مرقاة المفاتيح شرح المشكوة ۶: ۲۱۱ باب اعلان النكاح والخطبة والشرط)

نکاح کے بارے میں صرف گفتگو اور وعدہ کیا باقاعدہ نکاح نہیں ہوا تھا، پھر اس شخص نے انکار کیا کہ ہم دوسری جگہ نکاح کرتے ہیں، کیا اب یہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حفیظ اللہ کمین وزیرستان......۱۹۷۲ء/۱۱/۲۶

الجواب: واضح رہے کہ اس قسم کے معاملہ کو خطبہ کہا جاتا ہے یہ نکاح نہیں ہے نکاح بغیر ایجاب وقبول اور گواہوں کے منعقد نہیں ہوسکتا، فی تنقیح الفتاویٰ ۱: ۳۱ لا تکون الخطبة واقعة موقع النکاح اصلا ﴿۱﴾ وفی المرقاة ۶: ۲۱۱ لکن ان تزوج الثانی تلک المرأة بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یأثم انتهیٰ ﴿۲﴾ قلت ولا اثم فی هذه الصورة المسئولة لوجود الترک وقال النبی ﷺ لا یخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح او یترک ﴿۳﴾ پس بہرحال لڑکی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے. وهو الموفق

خطبہ کی وصیت کی خلاف ورزی اور دوسری جگہ نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مرتے وقت اپنی نابالغہ بچی کے متعلق بچی کے تایا کو وصیت کی کہ میں اپنی لڑکی عمرو کے لڑکے کے ساگ میں دیتا ہوں اس میں تمہارا کوئی دخل نہیں، اب لڑکی کی والدہ لڑکی کو لے کر دوسری جگہ چلی گئی ہے اور وہاں پر اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کراتی ہے ابھی لڑکی نابالغہ ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راجہ محمد یوسف سبزی منڈی کیملپور......۱۹۷۲ء/۷/۱۵

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۳۱ قبیل فوائد ذکرها المؤلف متفرقة)

﴿۲﴾ (مرقاة المفاتیح شرح المشکوٰة ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)

﴿۳﴾ (مشکوٰة المصابیح ۲: ۲۷۱ کتاب النکاح باب اعلان النکاح)

الجواب: چونکہ صورت مذکورہ میں ایجاب وقبول موجود نہیں ہے ﴿۱﴾ لہٰذا اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح میں دینا درست ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ وصیت پوری کی جائے۔ وھو الموفق

ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لوگ ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کراتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی رشید الدین واہ کینٹ......۱۹۷۸ء/۷/۳۰

الجواب: جو شخص ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کرتا ہو اور وہ لاہور میں ہو اور عورت لندن میں ہو مثلاً تو یہ شخص اس لڑکی یا اس کے ولی کو بذریعہ ٹیلی فون کہدے کہ اپنی بیٹی کے ساتھ میرا نکاح پڑھے تو وہ گواہوں کے روبرو یہ کہے کہ فلاں نے بذریعہ ٹیلی فون یہ پیغام دیا ہے کہ میرا فلانہ کے ساتھ نکاح پڑھے تو میں نے فلانہ کو فلاں کے نکاح میں دیدیا خواہ یہ ولی (والد) لاہور والے کو کلام بذریعہ ٹیلی فون سنادے یا نہ سنادے، نکاح منعقد ہوگا، (ماخوذ از فتح القدیر بحوالہ شامی ۲: ۳۶۴) ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة علاء الدین السمرقندی: واما (النکاح) فی الشرع فعبارة عن وجود رکن العقد مع شروطه امارکنه فهو الایجاب والقبول من الزوجین وهما لفظان یعبر بهما عن الماضی او یعبر باحدهما عن الماضی والاخر عن المستقبل.

(تحفة الفقهاء ۲: ۱۷۶ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله بل غائب) الظاهر ان المراد به الغائب عن المجلس وان کان حاضرا فی البلد......وصورته ان یکتب الیها یخطبها فاذا بلغها الکتاب احضرت الشهود وقرأته علیهم وقالت زوجت نفسی منه او تقول ان فلانا کتب الی یخطبنی فاشهدوا انی زوجت نفسی منه اما لو لم تقل بحضرتهم سوی زوجت نفسی من فلان لا ینعقد لان سماع الشطرین شرط صحة النکاح وباسماعهم الکتاب...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خط وکتابت کے ذریعہ نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شخص انگلینڈ میں ہے اور اس کی منگیتر پاکستان میں ہے تو نکاح کیسے کیا جائے گا، اس نوعیت کا ایک مسئلہ ماہنامہ طیبہ سیالکوٹ فروری ۱۹۵۶ص ۳۱ کے آخر میں بشکل سوال وجواب درج ہے، سوال یہ ہے کہ لڑکا برطانیہ میں ہے اور لڑکی یہاں، کیا خط وکتابت کے ذریعہ نکاح ہوسکتا ہے؟ جواب یہ ہے: ہوسکتا ہے اس طرح کہ لڑکی خود یا اس کی مرضی سے اس کا وکیل لڑکے کو لکھ دے کہ فلاں لڑکی تمہارے نکاح میں دی اور لڑکا اس خط کو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سنادے اور پھر ان گواہوں کے سامنے قبول کرے، **ینعقد بکتابه..... غائب شرط اعلام الشهود كما في الكتاب (درمختار ۱۸۰)** التماس ہے کہ جواب مذکور (مع تکمیل عبارت) وصحیح ترجمہ بہ ثبت مہر تصدیق فرما کر ہدیہ تشکر قبول فرمایا جائے۔

المستفتی: شیر محمد قریشی کھوڑ راولپنڈی......۱۹۷۲ء/۴/۱۲

الجواب: مکمل عبارت یہ ہے: **ولا بكتابة حاضر بل غائب بشرط اعلام الشهود بما في الكتاب مالم يكن بلفظ الامر فيتولى الطرفين فتح (هامش ردالمحتار ۲: ۳۶۴)**﴿۱﴾ یعنی مجلس نکاح میں حاضر شخص کا نکاح خط وکتابت کے ذریعہ درست نہیں ہے بلکہ صرف

(بقيه حاشيه) اوالتعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين بخلاف ما اذا انتفيا قال في المصفى هذا اى الخلاف اذا كان الكتاب بلفظ التزوج اما اذا كان بلفظ الامر كقوله زوجي نفسك منى لا يشترط اعلامها الشهود بما في الكتاب لانها تتولى طرفي العقد بحكم الوكالة ونقله عن الكامل وما نقله من نفي الخلاف في صورة الامر لا شبهة فيه على قول المصنف والمحققين اما على قول من جعل لفظة الامر ايجابا كقاضي خان على ما نقلناه عنه فيجب اعلامها اياهم ما في الكتاب. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸۸ مطلب التزوج بارسال كتاب)

﴿۱﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۸ كتاب النكاح)

غائب شخص کا نکاح بذریعہ خط وکتابت درست ہے، بشرطیکہ مرسل الیہ گواہوں کو خط کے مضمون سے آگاہ کرے لیکن اگر مرسل نے خط میں امر کا صیغہ لکھا مثلا میرا نکاح اپنے ساتھ منعقد کرو، تو اس مضمون سے گواہوں کو خبردار کرنا ضروری نہیں بلکہ یہ کافی ہے کہ گواہوں کے سامنے کہدے کہ میں نے مثلا فلانہ کو نکاح میں قبول کیا۔ وھو الموفق

مفقود الخبر منگیتر کی مخطوبہ کے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی لڑکی کی عمرو کے لڑکے کے ساتھ منگنی ہوگئی تھی، منگنی کی کئی رات رواج کے مطابق لوگ جمع ہوگئے تھے کھانا وغیرہ تقسیم ہوا تھا، لیکن خطبہ نکاح نہیں پڑھا گیا تھا اب عمرو کا لڑکا بارہ سال سے لاپتہ ہے کافی کوششوں کے بعد بھی پتہ نہیں چل سکا اب زید کی بیٹی بالغہ ہوچکی ہے کیا وہ دوسرے شخص کے نکاح میں دی جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مسافر شاہ کتوزئی چارسدہ......۱۹۷۷ء/۸/۲۴

الجواب: واضح رہے کہ خطبہ ''منگنی'' نکاح نہیں ہے لعدم الرکن والشرط﴿۱﴾ **ویدل علیہ مافی المرقاۃ ۶: ۲۱۱ لکن ان تزوج الثانی تلک المرأۃ بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یأثم** ﴿۲﴾. پس صورت مسئولہ میں اس لڑکی کا دوسری جگہ عقد نکاح کرنا جائز اور نافذ ہے، اور گناہ بھی نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں جب منکوحہ کیلئے تنسیخ نکاح کرنا جائز ہے تو مخطوبہ کیلئے (دوسری جگہ) نکاح کا اقدام بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ **قال العلامۃ المرغینانی: النکاح ینعقد بالایجاب والقبول...... ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاھدین حرین عاقلین...... ان الشھادۃ شرط فی باب النکاح لقولہ علیہ السلام لانکاح الا بشھود. (ھدایہ ۲: ۳۰۵،۳۰۶ کتاب النکاح)**

﴿۲﴾ **(مرقاۃ المفاتیح شرح المشکواۃ ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)**

صلح میں رشتہ دینے کی ایجاب وقبول اور خطبہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور سلمان قریبی رشتہ دار ہیں ان میں کچھ تنازعہ چلا آ رہا تھا اور ناراضگی نے شدت اختیار کی زید نے سلمان کے خاندان والوں سے کہا کہ ہم صلح کرنا چاہتے ہیں اور رشتہ بھی، چنانچہ زید ایک جرگہ حیات نور کی سربراہی میں لے گیا، زید نے اپنی لڑکی مسماۃ گل مکئی جو کہ نابالغہ تھی اس کا وکیل ومختار حیات نور مقرر کیا، حیات نور نے کہا کہ اگر مجھے مختار بناتے ہو تو میں یہ رشتہ سلمان کے بھائی لقمان کیلئے لوں گا کیونکہ وہ آپ سے زیادہ ناراض ہے، زید نے کہا کہ میری طرف سے تجھے مکمل اختیار ہے چنانچہ زید نے تین دفعہ اختیار دے دیا یعنی یہ ایجاب وقبول تین دفعہ ہوا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس تین دفعہ ایجاب وقبول سے اس لڑکی کا نکاح لقمان کے ساتھ ہوا ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی دوسری جگہ یہ رشتہ دیا جائے تو یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالحیٔ ضلع ہزارہ......۱۲/ اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: یہ تین دفعہ ایجاب وقبول توکیل کیلئے ہوا ہے اس سے حیات نور کا وکیل ہونا ثابت ہوتا ہے، اور جس ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے اس کا کوئی تذکرہ مسطور نہیں ہے لہٰذا یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے پس دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح باوجود کراہیت کے نافذ ہوگا، **کما فی المرقاۃ ۶: ۲۱۱ لکن ان تزوج الثانی تلک المرأۃ بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یأثم﴿۱﴾. وھو الموفق**

کیا رسم سورہ میں لڑکی دے کر نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء اور مشران قوم دشمنوں

﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکواۃ ۲: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الثانی)

کے درمیان صلح کرتے ہیں مثلاً کہیں قتل ہوا ہو خواہ عمداً ہو یا خطاء، تو صلح میں قاتل کی بیٹی یا بہن خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ وہ مقتول کے گھر والوں میں سے ایک کو نکاح پر دی جاتی ہے تاکہ رشتہ اری قائم ہوکر دلی صلح ہوجائے، اسے رسم سورہ کہا تا ہے اس رسم میں نکاح منعقد ہوجا تا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عدم پتہ......۳۰/صفر۱۴۰۲ھ

الجواب: لا ضير في هذا النوع من النكاح لان سد باب الفتنة مصلحة عظيمة ﴿۱﴾ وليس هذا نكاح الشغار لوجود الامهارفيه دون نكاح الشغار ولان نكاح الشغار منهي مادام كان شغاراوالامر ان نكاح الشغار يلزم فيه مهر المثل فينقلب الى النكاح الشرعي ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ رسم سورہ کی صورت میں دو باتیں عموماً پیش آتی ہے ایک وہ جو سوال میں ذکر ہے کہ پھر دلی محبت اور رشتہ داری قائم ہوکر دشمنی ختم ہوجاتی ہے اور اقارب ورشتہ داروں کی طرح رہتے ہیں، اور دوسری بات یہ کہ بعض علاقوں میں سورہ کی آڑ میں انتقام اس مظلوم لڑکی سے لیا جاتا ہے اور اس سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک روا رکھا جاتا ہے پس جن علاقوں میں رسم سورہ سے مصلحت اور صلح وصفائی حاصل ہوتو پھر یہ لاباس بہ ہے اور دوسری صورت میں کہ لڑکی کو دشمنی کے بھینٹ چڑھایا جائے اور لڑکی کو آگ میں دھکیل کر خود کو آرام سے بیٹھ جائے تو پھر یہ رسم سورہ ظلم کی ایک قسم ہوگی اور جائز نہ ہوگی اور نکاح کا جو معاملہ ہے پس اگر نکاح کے شرعی تقاضے پورے ہوجاتے ہیں تو دونوں صورتوں میں نکاح بہرحال جائز رہے گا، البتہ عاقلہ بالغہ پر جبر نکاح نہیں کیا جاسکتا ہے......(ازمرتب)

﴿۲﴾ قال العلامه الحصكفي: ووجب مهر المثل في الشغار ان يزوجه بنته على ان يزوجه الآخر بنته او اخته مثلا معاوضة بالعقدين وهو منهي عنه لخلوه عن المهر فاوجبنا فيه مهر المثل فلم يبق شغاراً.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۶۱ مطلب نكاح الشغار)

رخصتی کے بعد شوہر کے گھر پر نکاح پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک خاص برادری شادی کے موقع پر اپنی بچیوں کا نکاح رخصتی کے بعد شوہر کے گھر پر پڑھاتے ہیں کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرحمٰن خطیب کوٹ نجیب اللہ ہزارہ.....۱۳/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: رخصتی کے بعد شوہر کے گھر پر نکاح پڑھنا خلاف سنت، خلاف تعامل سلف اور خلاف تعامل امت ہے، البتہ ممنوع یا حرام نہیں ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد تجدید نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد تجدید نکاح کرنا چاہئے بندہ کو اب یہ فکر لاحق ہوئی ہے کہ ابھی تک میں نے یہ کام نہیں کیا ہے لہٰذا مسئلہ کی وضاحت چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: امان اللہ

الجواب: تجدید نکاح کوئی ضروری امر نہیں ہے البتہ مستحب ہے، کما فی ردالمحتار ۱: ۳۹ والاحتیاط ان یجدد الجاهل ایمانه کل یوم ویجدد نکاح امرء ته عند شاهدین فی کل شهر مرة او مرتین﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ یدل علیه ما فی الدر المختار : ولذا ستحسنوا التجدید عند الزفاف.
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۵ باب الولی)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۳۲ قبیل مطلب فی فرض الکفایة وفرض العین)

ہر مہینہ تجدید نکاح اور عام آدمی سے تجدید کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایک عام شخص تجدید نکاح کیلئے شوہر بیوی سے ایجاب وقبول کراتا ہے کیا یہ درست ہے؟ نیز شریعت میں کتنے دنوں کے بعد تجدید نکاح کی گنجائش ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صالح مسعود اسلام آباد سیکٹریٹ......۱۹/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: یہ تجدید درست اور موافق شریعت ہے اور تجدید نکاح ہر ماہ یا نصف ماہ میں جائز ہے، کما فی ردالمحتار ۱: ۳۹ ویجدد نکاح امرء ته عند شاهدين فی کل شهر مرة او مرتين اذا لخطأ وان لم یصدر من الرجل فهو من النساء کثير ﴿۱﴾. وهو الموفق

معشوقہ سے شادی نہ ہونے کی صورت میں آخرت میں ملنے کی دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص چچازاد بہن سے محبت کرتا ہے اور وہ اس کا معشوقہ ہے لیکن باوجود کوششوں کے نکاح نہ ہو سکا اب اگر زید یہ دعا کرے کہ آخرت میں مجھے یہ چچازاد بہن مل جائے تو اس دعا کے مانگنے پر وہ گنہگار ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن نوشہرہ......۱۹۸۵ء/۱۲/۲۹

الجواب: یہ سوال نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی، مسلمان کیلئے قطعاً یہ مناسب نہیں ہے کہ حالت نزع، عذاب قبر، عذاب حشر اور عذاب جہنم سے غافل ہو کر خواہش نفس کا متمنی ہو جائے ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱، ۳۲ قبل مطلب فی فرض الکفاية وفرض العين)

﴿۲﴾ قال لله تبارک وتعالیٰ: من کان يريد حرث الآخرة نزدله فی حرثه ومن کان يريد حرث الدنيا نؤته منها وماله فی الآخرة من نصيب.

(سورة الشوریٰ آيت: ۲۰ پاره: ۲۵)

حضرت آدم اور حواء علیہما السلام کے نکاح مہر اور گواہوں کی تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا نکاح کس مقام میں کس نے کیا، اور گواہ کون بنے تھے اور مہر کیا مقرر ہوا تھا؟ بینوا توجروا

المستفتی: فریق اللہ صالح

الجواب: (۱) اس کے متعلق وحی (قرآن وحدیث) میں تفصیل نہیں ملتی اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے اذن استمتاع ملا تھا جیسا کہ ہمیں روبروئے گواہان ایجاب وقبول کرنے سے اذن ملتا ہے۔

(۲) مہر کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام پر درود شریف بھیجنا حق مہر قرار دیا گیا تھا کما فی الصاوی﴿۱﴾ وغیرہ﴿۲﴾ فلیراجع. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الفقير احمد الصاوی المالكي: وقد خلقت بعد دخول الجنة نام فلما استيقظ وجدها فاراد ان يمديده اليها فقالت له الملائكة مه ياآدم حتى تؤدى مهرها، فقال وما مهرها فقالوا ثلاث صلوات او عشرون صلاة على سيدنا محمد ﷺ ولا يقال ان شرط الصداق عود منفعته للزوجة لاننا نقول ليس المقصود منه حقيقة المهر وانما هو ليظهر قدر محمد لآدم من اول قدم اذ لولاه ما تمتع بزوجة فهو الواسطة لكل واسطة حتى آدم.

(حاشية الصاوی علی تفسير الجلالين ۱: ۶۲ تحت الآیت اسكن انت وزوجك الجنة)

﴿۲﴾ قال الشيخ محمد ابن احمد بن اياس الحنفي: فلما نزل آدم عن المنبر جلس بين الملائكة فالقى الله عليه النوم لان فيه راحة للبدن فلما نام رأى حواء في منامه قبل ان تخلق فمال اليها حين نظرها ثم اخرجها من ضلعه الايسر فخلقت منه حواء على هيئته وان الله خلقها واعطاها حسن الف حورية فكانت احسن النساء اللآتی من بناتها الى يوم القيامة وكان لها سبع مأة ضفيرة من الشعر فكانت على طول..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

(بقیه حاشیه)آدم والبسها الله من الجنة الحلی والحلل فکانت تشرق اشراقا ابهی من الشمس فانتبه آدم من منامه فوجدها بجانبه فاعجبته والقی الشهوة فی آدم فهم بها فقیل له لاتفعل حتی تؤدی صداقها فقال وما صداقها قال نهیتک عن شجرة الحنطة فلا تأکل منها فهو صداقها وقیل ان الله قال اعطها صداقا، قال وما صداقها قال الصلواة علی نبی وحبیبی محمد، فقال آدم یارب ومایکون محمد، قال انه من اولادک وهو آخر الانبیاء ولولاه ما خلقت خلقا...... ثم زوج الله تعالیٰ آدم بحواء وکان ذلک یوم الجمعة بعد الزوال ولهذا سن عقد التزوج فی یوم الجمعة الخ.

(بدائع الزهور فی وقائع الدهور ۳۶،۳۵ ذکر قصة آدم علیه السلام)




.......: قال اللّٰه تعالىٰ :.......
حرمت عليكم امهٰتكم وبنٰتكم
واخوٰتكم وعمٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ
وبنٰت الاخت وامهٰتكم الّٰتی ارضعنكم واخواتكم
من الرضاعة وامهٰت نسآئكم وربائبكم الّٰتی فی حجوركم
من نسائكم الّٰتی دخلتم بهن فان لم تكونوا دخلتم بهن
فلا جناح عليكم وحلآئل ابنائكم الذين من اصلابكم
وان تجمعوا بين الاختين الا ماقد سلف،
ان الله كان غفورا رحيما.
......﴿النساء:٢٣﴾......



الله
الله
فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ
باب مایجوز
تزویجها ومالا یجوز

باب مایجوز تزویجها ومالا یجوز (المحرمات)

قانونی پابندی کے باوجود ہر شخص کو شرعاً چار بیویوں کی اجازت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے تقریباً آٹھ سال پہلے شادی کی ہے اولاد بھی موجود ہے اب اس شخص نے دوسری شادی کی، اگر چہ شریعت کی رو سے جائز اور درست ہے لیکن حکومتی قانون کی رو سے ناجائز ہے اور اس شخص نے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حکومت سے بھی اجازت نہیں لی ہے اور نہ اپنی بیوی سے اجازت لی ہے کیا یہ دوسرا نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود العنوان

الجواب: ہر شخص کیلئے شریعت میں چار بیویوں کی اجازت ہے ﴿۱﴾ خواہ پہلی بیوی اجازت دے یا نہ دے، خواہ حکومت اجازت دے یا نہ دے، بشرطیکہ حق تلفی نہ کرے، قال لله تعالیٰ: فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث ورباع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة (الآیة) ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: لا یحل للرجل ان یجمع بین اکثر من اربع نسوة کذا فی محیط السرخسی. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۷ المحرمات بالجمع)

وقال العلامه الحصکفی: وصح نکاح اربع من الحرائر والاماء فقط للحر لا اکثر. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۱۶ قبیل مطلب لو زوج المولیٰ امته)

﴿۲﴾ قال جلال الدین السیوطی: (فانکحوا) تزوجوا ... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

پہلا نکاح شرعی رجسٹر میں درج نہ ہونے کے باوجود دوسری جگہ نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے عائلی قوانین سے پہلے شادی کی تھی لیکن نکاح رجسٹرار میں نکاح نہیں تھا، اب دوسرے آدمی نے اس عورت کو اغوا کر کے خود اس سے نکاح پڑھایا اور نکاح رجسٹرار کے رجسٹر میں درج کروایا، پہلے شوہر نے مرد وزن دونوں کے خلاف عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا، عدالت نے شہادتوں کے باوجود ساتھ اس کے کہ مولوی صاحب نے بھی شہادت دی کہ یہ نکاح میں نے پہلے پڑھوایا ہے لیکن عدالت نے عورت کے بیان اور رجسٹرڈ کو ترجیح دے کر مقدمے کا فیصلہ دوسرے شوہر کے حق میں دے دیا، کیا شرعاً یہ دوسرا نکاح درست ہے؟ اگر درست نہیں تو کیا یہ دوسرا شوہر واجب القتل ہے؟ یہ عورت اور اس نکاح میں معاونین وغیرہ واجب القتل ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیع کیولری لاہور......۱۹۶۹ء/۴/۱۲

الجواب: شرعی لحاظ سے منکوحہ کا دوسرا نکاح حرام ہے، **قال اللہ تعالیٰ:** **والمحصنت من النساء (الآیۃ)** ﴿۱﴾ اور یہ تمام کے تمام واجب التعزیر ہیں عوام کیلئے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ تعلقات ختم کریں اور حاکم کیلئے ضروری ہے کہ ان کو مناسب سزا دے دیں، **وفی الھندیۃ (۲:۱۸۷) وینقسم الی ما ھو حق اللہ وحق العبد والاول یجب علی الامام**

(بقیہ حاشیہ) (ما) بمعنی من (طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع) ای اثنین اثنین وثلاثا ثلاثا واربعا اربعا ولا تزیدوا علی ذلک (فان خفتم ان لاتعدلوا) فیھن بالنفقۃ والقسم (فواحدۃ) انکحوھا (او) اقتصروا علی (ماملکت ایمانکم) من الاماء اذ لیس لھن من الحقوق ما للزوجات (ذلک) ای نکاح الاربع فقط او الواحدۃ او التسری (ادنی الا تعولوا) تجوروا۔ (التفسیر الجلالین ۱:۷۷ سورۃ النساء آیت۳ پارہ: ۴)

﴿۱﴾ (سورۃ النساء پارہ:۵ آیت:۲۴)

ولا یحل له ترکه..... قالوا لکل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصیة واما بعد المباشرة فلیس ذلک لغیر الحاکم﴿۱﴾ وقال رسول اللهﷺ من رءیٰ منکم منکرا فلیغیره بیده (الحدیث)﴿۲﴾. وهو الموفق

حمل کا حمل کے ساتھ نکاح شرعی نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چھ افراد اکٹھے بیٹھے تھے پانچ افراد نے زید کو چائے پلانے کا کہا زید نے کہا کہ چائے تو کسی معاملہ طے ہونے کے بعد پلائی جاتی ہے باتوں باتوں میں زید نے کہا کہ طالب کی شادی ہوئی ہے شاید بیوی حاملہ ہوگی، طالب نے کہا کہ ہاں حاملہ ہے زید نے کہا کہ میری بیوی بھی حاملہ ہے تو سودا یہ ہوگا کہ اگر ایک کی لڑکی اور دوسرے کا لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکی لڑکے کی منکوحہ ہوگی، طالب نے بھی منظوری دے دی اور ہاں کر دیا، اس کے بعد زید نے اہل مجلس کو چائے پلا دی اور دعا کے ساتھ مجلس ختم ہوئی، اب اللہ تعالیٰ کا کرنا تھا کہ زید کو لڑکا اور طالب کو لڑکی دی، زید نے کچھ مدت کے بعد کسی عالم سے پوچھا، آپ نے کہا کہ نکاح ہوا ہے لیکن طالب نے ہنسی میں ٹال دیا، اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاسم نائب قاصد ماتو نگی لکی مروت.....۲۴/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ محل نکاح عورت ہے﴿۳﴾ کما فی ردالمحتار ۲: ۳۵۶ ﴿۴﴾ اور

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۲: ۱۶۷ فصل فی التعزیر)

﴿۲﴾ (رواه مسلم، مشکوٰة المصابیح ۲: ۴۳۶ باب الامر بالمعروف)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: (ومن شروطها) المحل القابل وهی المرأة التی احلها الشرع بالنکاح کذا فی النهایة. (فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۶۷ کتاب النکاح)

﴿۴﴾ قال العلامة الشامی: (قوله من امرأة) والمراد بها ..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اضافت الی المستقبل نامنظور ہےاور کالعدم ہے کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۴: ۲۳۴﴿۱﴾، پس یہ مذکورہ وعدہ شرعی نکاح نہیں ہوسکتا، وقد کان من امر الجاهلیة ومضی. وهو الموفق

کسی عورت کا جن مرد سے نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت یہ دعوی کرے کہ میں نے جن سے نکاح کیا ہے کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رازق کوہالہ مری

الجواب: فقہاء نے انس کیلئے جن سے نکاح ناجائز کہا ہے اس سے زنا کا دروازہ کھل جائے گا، والتفصیل فی ردالمحتار فلیراجع﴿۲﴾. وهو الموفق

مخطوبة الاب سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کسی عورت کو نکاح کا

(بقیه حاشیه)المحققة انوثتها بقرینة الاحتراز عن الخنثی...... والاولیٰ ان یقال ان محلیته انثیٰ محققة من بنات آدم لیست من المحرمات الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولا اضافته الی المستقبل کتزوجتک غدا او بعد غد لم یصح. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۰ قبیل باب الولی)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: فی الاشباه عن السراجیة لا تجوز المناکحة بین بنی آدم والجن وانسان الماء لاختلاف الجنس ومفادالمفاعلة انه لا یجوز للجنی ان یتزوج انسیة ایضا...... الاصح انه لا یصح نکاح آدمی جنیة کعکسه لاختلاف الجنس فکانوا کبقیة الحیوانات. (ردالمحتار هامش الدرلمختار ۲: ۲۸۲ کتاب النکاح)

پیغام دیا لیکن نکاح نہیں ہوا، اب اس شخص کے فوت ہو جانے سے اس شخص کا بیٹا اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عدم پتہ......۱۹۸۵ء/۵/۲۵

الجواب: اگر باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوا ہو، تو اعراض یا وفات کے بعد بیٹا اس سے نکاح کرسکتا ہے، **لان العقد یتم حقیقة بالایجاب والقبول لا الخطبة﴿۱﴾ ویدل علیه ما فی الهندیة ۱: ۲۸۵ وتثبت حرمة المصاهرة بالنکاح الصحیح دون الفاسد فلو تزوجها نکاحا فاسدا لا تحرم علیه امها بمجرد العقد بل بالوطء﴿۲﴾. وهو الموفق**

مقتول کی بیوی سے قاتل کا نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک شخص کو اسلئے قتل کرتا ہے تاکہ اس کی بیوی سے نکاح کرلے کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خورشید گنڈھیری نوشہرہ

الجواب: قتل بہت بڑا ظلم اور گناہ ہے لیکن اس سے نکاح کا حرمان نہیں آتا، البتہ میراث کا حرمان آتا ہے﴿۳﴾ اس قسم کا وقوع ہابیل اور قابیل کے متعلق منقول ہے﴿۴﴾۔ **وهو الموفق**

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: وینعقد النکاح ای ذلک العقد الخاص ینعقد بالایجاب والقبول حتی یتم حقیقة فی الوجود. (البحر الرائق ۳: ۸۱ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۴ القسم الثانی المحرمات بالصهریة)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: القاتل بغیر حق لا یرث من المقتول شیئا عندنا سواء قتله عمدا او خطأ. (فتاویٰ عالمگیریه ۲: ۴۵۴ الباب الخامس فی الموانع)

﴿۴﴾ قال العلامة عماد الدین ابن کثیر: کان لا یولد...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

شاگرد کیلئے پیر اور استاذ کی بیوی یا بہن جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیر یا استاد کی بیوی یا بہن شاگرد یا مرید کیلئے نکاح میں لانا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ولی اللہ......۱۹۷۳ء/۲/۱۰

الجواب: اجماعاً جائز اور حلال ہے﴿۱﴾۔وهو الموفق

وکیل کا موکلہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وکیل کا اپنی مؤکلہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ ہمارے معاشرہ میں عموماً اسے ناجائز قرار دیا جاتا ہے از روئے شریعت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شفیع اللہ مغلپورہ لاہور......۱۲/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

(بقیہ حاشیہ) لآدم مولود الاولد معه جارية فكان يزوج غلام هذا البطن جارية هذا البطن الآخر ويزوج جارية هذا البطن غلام هذا البطن الآخر، حتى ولد له ابنان يقال لهما: هابيل وقابيل وكان قابيل صاحب زرع وكان هابيل صاحب ضرع وكان قابيل اكبرهما وكان له اخت احسن من اخت هابيل، وان هابيل طلب ان ينكح اخت قابيل فابى عليه، وقال هي اختي ولدت معي وهي احسن من اختك وانا احق ان اتزوج بها فامره ابوه ان يزوجها هابيل فابى وانهما قربا قربانا الى الله عزوجل ايهما احق بالجارية...... فلما انطلق آدم قربا قربانا، وكان قابيل يفخر عليه، فقال: انا احق بها منك هي اختي وانا اكبر منك وانا وصي والدي...... فاكلت قربان هابيل وتركت قربان قابيل فغضب وقال: لاقتلنك حتى لا تنكح اختي فقال هابيل انما يتقبل الله من المتقين . رواه ابن جرير. (تفسير ابن كثير ۲: ۵۹ سورة المائدة آيت:۲۷)

﴿۱﴾ قال الله تبارک وتعالىٰ: واحل لكم ما ورآء ذلكم. (سورة النساء آيت:۲۴ پاره:۵)

الجواب: وکیل کا اپنی مؤکلہ کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے یہ اس کے محرمات میں سے نہیں ہے جبکہ عدم جواز صرف محرمات تک محدود ہے کما فی کتب الفقہ﴿۱﴾. وھو الموفق

دینی بھائی سے نکاح اور مہر میں شریک ہونے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی بھائی (منہ بولا بھائی) سے نکاح جائز ہے یا نہیں اور یہ بھائی مہر میں حصہ دار ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عارف ژوب ملیشا بلوچستان......۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: وکیل نکاح خواہ اسے نکاح کا باپ کہا جائے یا بھائی اسی طرح دینی بھائی مہر کا نہ کلاً اور نہ بعضاً مستحق ہوتا ہے اور نہ اس کے ساتھ نکاح حرام ہے اور نہ اس کے سامنے بے پردہ ہونا جائز ہے ونظیرہ کالمتبنیٰ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الامام اکمل الدین البابرتی: (بیان المحرمات) لما کانت من بنات آدم من اخرجها الله عن محلیة النکاح بالنسبة الی بعض بنی آدم احتاج الی ذکرها فی فصل علی حدة واسباب حرمتهن تتنوع الی تسعة انواع القرابة والمصاهرة والرضاع والجمع وتقدیم الحرة علی الامة وقیام حق الغیر من نکاح او عدة والشرک وملک الیمین والطلقات الثلاث وکل ذلک مذکور فی الکتاب.

(شرح العنایة علی هامش فتح القدیر ۳:۱۱۷ فصل فی بیان المحرمات)

﴿۲﴾ قال الله تعالیٰ: وما جعل ازواجکم الئی تظهرون منهن امهتکم وما جعل ادعیآئکم ابنآئکم، ذلکم قولکم بافواهکم والله یقول الحق وهو یهدی السبیل، ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله فان لم تعلموا اباءهم فاخوانکم فی الدین وموالیکم.

(سورة الاحزاب پاره: ۲۱ آیت: ۴،۵)

اجنبی شخص وکیل نکاح بننے سے بھائی نہیں بنتا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی کے دوران میں کسی بعید رشتہ دارکو وکیل نکاح بنانے کیلئے بھائی بنادیا جاتا ہےاوراس کے بعداس بہن سے رابطہ قائم کرتا ہےاس کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: نعیم الرحمٰن ارباب روڈ پشاور......۲/شعبان۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ شخص اگراس عورت کے محارم سے نہ ہوتو وکیل نکاح بننے سے بھائی نہیں بنتا ہے، یہ اجنبی ہوتا ہے اس سے پردہ کرنا ضروری ہے یہ مضرات اور مفاسد سے بھرا ہوا جاہلانہ رسم ہے﴿۱﴾۔وھوالموفق

دینی بھائی بہن بننا کید شیطانی ہےاوردونوں میں نکاح جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک عورت کو دینی بہن کہا ہے کیا میں اس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہوں؟بینوا توجروا

المستفتی: شبیر حسین کوہاٹ

الجواب: یہ عورت نہ آپ کی بہن ہےاورنہ اس سے بہن جیسا برتاؤ جائز ہے، یہ ایک کید شیطانی ہے جو کہ ناجائز تعلقات پر پردہ ڈالنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، بہر حال ایسی عورت کا اس دینی بھائی سے نکاح باقاعدہ جائز ہے۔وھوالموفق

﴿۱﴾ قال عبد الله النسفی: (ذلکم قولکم بافواھکم) ای ان قولکم للزوجة ھی ام وللدعی ھو ابن قول تقولونه بألسنتکم لا حقیقة له اذ الابن یکون بالولادة وکذا الام (والله یقول الحق) ای ما حق ظاھره وباطنه.

(التفسیر النسفی ۲: ۳۳۳ سورة الاحزاب پاره: ۲۱ آیت: ۵)

انشورنس کے کاروبار کرنے والے کی لڑکی سے رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک معتبر دیندار آدمی کے سامنے یہ الفاظ کہے کہ مولانا صاحب میں نے ایک سال تک سوچ بچار کے بعد انشورنس کا کاروبار شروع کیا ہے اور میں اسے عبادت سمجھ کر کرتا ہوں جو شخص اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال سمجھے اور صرف سمجھتا ہی نہیں بلکہ عملاً اس کا کاروبار کرتا ہے ایسے آدمی کی بیٹی سے رشتہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: بشیر احمد جامعہ شرقیہ سرگودھا......۱۹۷۴ء/۷/۱۲

الجواب: چونکہ بظاہر بیٹی کا یہ عقیدہ رکھنا معلوم نہیں ہے لہٰذا اس رشتہ میں کوئی حرج نہ ہوگا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مغویہ کا نکاح نہ مسلم ہو نہ مبرہن تو دوسری جگہ نکاح جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک لڑکی اغوا کی جس کی رپورٹ تھانہ اسلام آباد میں درج ہے بڑی جدوجہد کے بعد ہم نے مغویہ کو دو ماہ بعد برآمد کیا لڑکی کا اقرار یہ ہے کہ اس شخص نے نکاح نہیں کیا تھا ملزم کے رشتہ دار بھی یہی اقرار کرتے ہیں جبکہ ملزم خود روپوش ہے کیا ہم اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اصبر کوہستانی اسلام آباد......۱۹۷۸ء/۸/۹

الجواب: اگر اس اغوا کنندہ سے باقاعدہ نکاح کرنا ﴿۲﴾ نہ مسلم ہوا اور نہ مبرہن ہو تو یہ مغویہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۳:۳۲۸ باب المرتد)

﴿۲﴾ قال العلامه الحصكفي: النكاح هو عقد يفيد ملك...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نابالغ دیور کے ساتھ نکاح کے بعد دوسری جگہ نکاح باطل ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ عورت عدت گزارنے کے بعد اپنے خاوند مرحوم کے چھوٹے بھائی کے ساتھ نکاح کرے جو کہ اس وقت نابالغ ہولڑکی اپنی مرضی سے مہر مقرر کرے وکیل مقرر کرے، بوقت نکاح دو گواہ بھی موجود ہوں امام مسجد کو اپنی رضا سے عقد کرانے کی تحریر بھی دے پھر چھ ماہ بعد والدین کے کہنے پر ان کے گھر چلی جائے، اب والدین اس کو دوسری جگہ شادی کرکے دینا چاہتے ہوں کیا یہ نکاح برنکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صوفی محمد اسماعیل سکوائر روڈ راولپنڈی

الجواب: اگر یہ عقد عدت گزرنے کے بعد (یعنی وضع حمل یا چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد) ہوا ہو﴿۲﴾ نیز لڑکے کی طرف سے کوئی وکیل یا ولی موجود ہو اور اس کے ذریعہ سے ایجاب یا قبول کیا گیا ہو﴿۳﴾ تو اس بیوہ کا دوسری جگہ نکاح حرام اور کالعدم ہے لقال لله تعالیٰ: والمحصنت من

(بقیہ حاشیہ)المتعة ای حل استمتاع الرجل من امرأة لم یمنع من نکاحھا مانع شرعی فخرج الذکر...... والمحارم.

(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح)

﴿۱﴾ وفی الھندیة: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ وکذلک المعتدة.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر)

﴿۲﴾ وفی الھندیة: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ وکذلک المعتدة سواء کانت العدة عن طلاق او وفاة او دخول فی نکاح فاسد الخ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر)

﴿۳﴾ وفی الھندیة: واما شروطه فمنھا العقل والبلوغ ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

النساء، ﴿۱﴾ وصرح به جمیع ارباب الفتاویٰ﴿۲﴾. وهو الموفق

سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا داماد (خوش دامن کے علاوہ) اس شخص کی دوسری بیوی سے نکاح کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خان نوشہرہ.....۴/صفر ۱۴۰۵ھ

الجواب: یہ محرمات سے نہیں ہے (ماخوذ از شامی ۲: ۳۹۰، ۳۹۱) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

بیٹے کی بیوی کا ساس کے دوسرے شوہر سے نکاح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا زوج اول سے ایک بیٹا تھا اس عورت نے دوسری شادی کی، بیٹے نے بھی شادی کی اور مر گیا، اب بیٹے کی بیوی نے اس عورت

(بقیه حاشیه) والحرية في العاقد الا ان الاول شرط الانعقاد فلا ينعقد نكاح المجنون والصبى الذى لا يعقل والاخيران شرطا النفاذ فان نكاح الصبى العاقل يتوقف نفاذه على اجازة وليه.
(فتاوىٰ عالمگیریه ۱: ۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

﴿۱﴾ (سورة النساء آیت: ۲۴ پاره: ۵)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: وانتفاء محلية المرأة للنكاح شرعا باسباب تسعة...... السادس المحرمة لحق الغير كمنكوحة الغير ومعتدته الخ.
(البحر الرائق ۳: ۹۲ فصل فى المحرمات)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفى: فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها او امرأة ابنها او امة ثم سيدتها لانه لو فرضت المرأة او امرأة الابن او السيدة ذكرا لم يحرم بخلاف عكسه.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۹ فصل فى المحرمات)

کے زوج ثانی سے نکاح کیا، کیا اس عورت یعنی لڑکے کی ماں اور لڑکے کی بیوی ایک نکاح میں جمع ہو سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ نیک محمد ہائی سکول شیخان پشاور...... ۶/ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ جمع جائز ہے، کما فی شرح التنویر ۲: ۳۹۱ علی هامش ردالمحتار: فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها او امرأة ابنها ﴿۱﴾. وهو الموفق

ماموں بھانجے کی مطلقہ سے نکاح کرسکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی منکوحہ زبیدہ کو طلاق دے دی، جبکہ زبیدہ کا زید سے ایک لڑکی بھی ہے عدت پوری ہونے کے بعد زید کا حقیقی ماموں زبیدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید حیات شاہ کریمی انڈسٹریز سٹیل ورکس نوشہرہ

الجواب: زید کے ماموں کیلئے زید کی مطلقہ سے نکاح جائز ہے، قال اللہ تعالیٰ: واحل لکم ما وراء ذلکم (الآیۃ) ﴿۲﴾. وهو الموفق

زید کی علاتی بہن کا نکاح زید کے ماموں کے ساتھ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی علاتی بہن فاطمہ ہے یعنی باپ سے ہے اور ماں سے نہیں ہے، اس کا نکاح زید کے اپنے ماموں بکر سے صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجوا

المستفتی: حاجی فضل غفار خیبر بوٹ ہاؤس منگورہ سوات

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۹ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے، قال للہ تعالیٰ: واحل لکم...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: صورت مسئولہ میں بکر کا نکاح فاطمہ سے درست ہے﴿۱﴾۔وهو الموفق

چچی اور ممانی کے ساتھ نکاح جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھتیجا اپنے چچا مرحوم کی بیوی اور بھانجا اپنے ماموں مرحوم کی بیوی کے ساتھ شادی کرسکتا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:منتظر شاہ پاک جرمن فارم ملتان......۱۹۷۲ء/۴/۱۷

الجواب: چچا اور ماموں کی بیویوں کے ساتھ نکاح جائز ہے، لعدم ورود النهي عنه في القرآن والحديث وكتب الفقه﴿۲﴾ وقال الله تعالىٰ: احل لكم ما ورآء ذلكم﴿۳﴾ ويدل عليه مفهوم الدر المختار وزوجة اصله وفرعه مطلقا﴿۴﴾ فافهم. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) ما ورآء ذلكم اى سوى ما حرم عليكم من النساء.

(تفسير جلالين ۱: ۸۲ پاره: ۵ آيت: ۲۴)

﴿۱﴾ اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے،لقوله تعالىٰ: واحل لكم ما ورآء ذلكم.

(پاره: ۵ آيت: ۲۴)

﴿۲﴾ قال العلامة الكاساني: فالمحرمات بالقرابة سبع فرق الامهات والبنات والاخوات، والعمات، والخالات، وبنات الاخ وبنات الاخت...... ثم اخبر سبحانه وتعالىٰ انه احل ما وراء ذلك بقوله (واحل لكم ما ورآء ذلكم) وبنات الاعمام والعمات والاخوال والخالات لم يذكرن في المحرمات فكن مما وراء ذلك فكن محللات ، وكذا عمومات النكاح لا توجب الفصل ثم خص عنها المحرمات المذكورات في آية التحريم فبقي غيرهن تحت العموم الخ. (البدائع الصنائع ۲: ۵۲۹، ۵۳۱ كتاب النكاح المحرمات بالقرابة)

﴿۳﴾ (سورة النساء پاره: ۵ آيت: ۲۴)

﴿۴﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۲ فصل في المحرمات)

سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ایک سے لڑکا پیدا ہوا تھا، اب یہ شخص وفات پا گیا اور دوسری بیوی نے دوسری جگہ نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی کیا اس لڑکے اور لڑکی کے درمیان نکاح جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی :مفقود العنوان......۱۹۷۲ء/۲۲/۵

الجواب: اس لڑکے کیلئے سوتیلی ماں کی وہ اولاد جو کہ اس کے والد سے پیدانہیں ہے جائز ہے، **لقوله تعالیٰ: واحل لکم ما ورآء ذلکم﴿۱﴾ وفی الدر المختار: واما بنت زوجة ابیه او ابنه فحلال (۲:۳۸۳) ﴿۲﴾. وهو الموق**

بیٹے کی بیوی کی بہن سے نکاح کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے والد نے یکے بعد دیگرے چار بیویاں کیں، زید کے والد کی پہلی بیوی کی ایک بہن تھی جس کا نکاح دوسری جگہ ہوا تھا اور اس سے ایک لڑکا بکر موجود ہے، اور بکر کی دولڑکیاں ہیں بکر کی بڑی لڑکی کی شادی ہوئی لیکن بعد میں طلاق ہوگئی، اب وہ عدت پوری کر چکی ہے اب بکر کی چھوٹی لڑکی کا نکاح زید کے بڑے لڑکے اظہر سے ہو چکا ہے اب زید خود بکر کی بڑی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا شرعاً یہ جائز ہے کہ دو بہن ایک گھر میں ایک باپ کے پاس اور ایک بیٹے کے پاس ہو؟بینوا توجروا

المستفتی :عادل محمود قریشی ریاض سعودی عرب......۲۱/ رمضان ۱۴۰۵ھ

﴿۱﴾ (سورة النساء پاره:۵ آیت:۲۴)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲:۲۰۲ فصل فی المحرمات)

الجواب: جب زید کیلئے اپنے والد کی بیوی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے جیسا کہ شرعی حکم یہی ہے﴿۱﴾تو اس کی بیٹیاں کس طرح محرمات ہوں گی، بہر حال یہ زید اس مطلقہ سے نکاح کرسکتا ہے،قال اللہ تبارک وتعالیٰ: واحل لکم ما ورآء ذلکم﴿۲﴾. وھو الموفق

اخیافی بھتیجی سے نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سکینہ بی بی نے اللہ وسایا سے شادی کرلی،اس سے ایک لڑکا غفران پیدا ہوا،غفران سے پھر ایک لڑکی شگفتہ پیدا ہوئی اب اللہ وسایا فوت ہوگیا،اس کے بعد سکینہ بی بی نے اللہ دتہ سے شادی کرلی،اور اس شوہر سے ایک لڑکا مہربان پیدا ہوا،اب مہربان اور شگفتہ کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:محمد نواز لغاری آئی ڈی او مردان.....۱۹۷۲ء/۲/۹

الجواب: چونکہ شگفتہ بی بی مہربان کی بھتیجی ہے لہٰذا ان دونوں کے درمیان نکاح حرام قطعی ہے، قال اللہ تبارک وتعالیٰ: وبنات الاخ (الآیة)﴿۳﴾ وفی الدرالمختار: حرم علی المتزوج اصله وفروعه وبنت اخیه الخ﴿۴﴾ والمسئلة واضحة﴿۵﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه الحصکفی: واما بنت زوجة ابیه او ابنه فحلال.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۳۰۳ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ سورۃ النساء پارہ:۵ آیت:۲۴)

﴿۳﴾ (سورۃ النساء پارہ:۴ آیت:۲۳)

﴿۴﴾ (الدرلمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۳۰۱ فصل فی المحرمات)

﴿۵﴾ قال العلامة الکاسانی: وتحرم علیه بنات الاخ وبنات الاخت بالنص وھو قوله تعالیٰ (وبنات الاخ وبنات الاخت) وان سفلن بالاجماع.
(بدائع الصنائع ۲:۵۳۰ المحرمات بالقرابة)

بھانجے کی بیوی سے ماموں کا نکاح جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھانجے کی بیوی ماموں کیلئے جائز ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: شیرزمین چارسدہ روڈ پشاور......۱۴ / جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: تمام ارباب فتاویٰ نے زوجہ اصل یا زوجہ فرع کومحرمات سے شمار کئے ہیں ﴿۱﴾ نہ کہ زوجہ برادر یا عم وغیرہ کو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

سوتیلے باپ کی بیوی اور بیٹی سے نکاح کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائی عبداللہ اورشریف اللہ ہیں، عبداللہ نے ایک عورت شریفہ سے نکاح کیااوراس کا ایک بیٹا عابد پیدا ہوا عبداللہ فوت ہوکرشریفہ کوشریف اللہ نے نکاح میں لے لیا، شریفہ بھی فوت ہوکرشریف اللہ نے زینب سے دوسرا نکاح کیاجس کی عابدہ بیٹی پیدا ہوئی، پھرشریف اللہ بھی فوت ہوا، اب عابد کا نکاح زینب یاعابدہ سے ہوسکتا ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاکم گل مدرسہ انجمن تعلیم القرآن کوہاٹ......۱۴/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: چچا کی بیوی اور چچا کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یہ دونوں محارم میں سے نہیں

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وزوجة اصله وفرعه مطلقا ولو بعيدا الخ.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۲ فصل في المحرمات)

﴿۲﴾ قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: ان المحرمات بكتاب الله وسنة نبيه ﷺ تسعة اقسام: بالقرابة وبالصهرية...... فالمحرمات بالقرابة سبعة انواع...... وما عداهن من القرابات محللات بقوله تعالىٰ واحل لكم ما وراء ذلكم (الآية).
(الاختيار لتعليل المختار ۲: ۱۱۲ فصل في المحرمات)

ہیں﴿۱﴾ ناکح کی والدہ کا ناکح کے چچا سے نکاح کرنا اس حلت کیلئے ضرر رسان نہیں ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

بیوی کی موجودگی میں بیوی کی بہن سے نکاح باطل اور بیوی کے نکاح کیلئے مضر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کی بہن کو اغوا کیا نکاح کیا ہے یا نہیں، شہادت فی الحال موجود نہیں، البتہ اگر شہادت دی جائے تو کیا پہلی بہن کا نکاح باطل ہوگا یا دوسری کا، اگر نکاح نہ ہوا ہو تو پہلی بہن کے نکاح پر اثر پڑنے کا کیا مسئلہ ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالحق امام مسجد نیلان مانسہرہ

الجواب: بیوی کی بہن سے نکاح کرنا باطل اور کالعدم ہے﴿۳﴾ (اگر بیوی مطلقہ یا فوت شدہ نہ ہو) نیز اس دوسری بہن سے جماع کرنا حرام اور زنا ہے، البتہ بہر حال پہلی بہن (بیوی) کے نکاح

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: وبنات الاعمام والعمات والاخوال والخالات لم يذكرن في المحرمات فكن مما وراء ذلک فكن محللات ، وكذا عمومات النكاح لا توجب الفصل، لم خص عنها المحرمات المذكورات في آية التحريم فبقي غيرهن تحت العموم وقد ورد نص خاص في الباب. (البدائع الصنائع ۲: ۱۵۳۱ المحرمات بالقرابة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: واما بنت زوجة ابيه او ابنه فحلال.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۲ فصل في المحرمات)

﴿۳﴾ قال العلامة الموصلي: ولايجوز الجمع بين الاختين نكاحا..... لقوله تعالىٰ وان تجمعوا بين الاختين الا ما قد سلف، وقال عليه السلام : من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يجمعن ماء ه في رحم اختين ..... ولو تزوج اختين في عقدتين ولا يدرى ايتهما اولىٰ فرق بينه وبينهما لان نكاح احداهما باطل بيقين الخ.
(الاختيار لتعليل المختار ۲: ۱۱۴ فصل في المحرمات)

اورحلت پراس دوسری کے نکاح یا جماع سے کوئی اثر نہیں پڑتا ہے،یدل علی الاول ما فی الهندیة (۱:۲۹۵) وان تزوجهما فی عقدتین فنکاح الاخیرة فاسد ﴿۱﴾ وفی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲:۳۸۶ وفی الخلاصة وطئ اخت امرأته لا تحرم علیه امرأته ﴿۲﴾. وهو الموفق

علاتی بھائی کیلئے اخیافی بہن سے نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں، وہ شخص مرگیا اور دونوں بیویوں کی اس شخص سے اولاد بھی ہے،ان میں سے ایک بیوی نے دوسری شادی کی اور اولاد پیدا ہوئی اب اس دوسرے زوج اور زوجہ کی اولاد کا نکاح دوسری بیوی کی اولاد سے جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:محمد نور عدم پتہ......۹/ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: علاتی بھائی کی اخیافی بہن سے نکاح جائز ہے، کما فی شرح التنویر: وكذا نسبا بان یکون لاخیه لابیه اخت لام (هامش ردالمحتار ۲:۱ ۵۶) ﴿۳﴾. وهو الموفق

باپ بیوہ سے بیٹے بیوہ کی بیٹیوں سے نکاح کرے تو یہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ کی دو بیٹیاں تھیں،اسی طرح ایک شخص کے دو بیٹے تھے اس شخص نے اس بیوہ کے ساتھ نکاح کیا،کیا اب ان بیٹیوں اور بیٹوں

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۳۰۵ وحرم بالصهریة فصل فی المحرمات)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۴۴۳ باب الرضاع)

میں نکاح جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:محمد خلیل اللہ تھائی لینڈ......۱۹۷۷ء/۸/۱۲

الجواب: اس شخص کا نکاح اس بیوہ کے ساتھ اور اس کے بیٹوں کا نکاح بیوہ کی بیٹیوں کے ساتھ جائز ہے،اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے،قرآن وحدیث اور فقہ میں جتنی محرمات مذکور ہیں ان میں یہ صورت داخل نہیں ہے﴿۱﴾،وفی شرح التنویر: واما بنت زوجة ابیه او ابنه فحلال، هامش ردالمحتار ۲:۳۸۳، وفی ردالمحتار ولا ام زوجة الابن﴿۲﴾. وهو الموفق

سالی کی بیٹی کو نکاح میں لینے کی مختلف صورتیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں:

(۱)بیوی کی حیات میں سالی حرام ہے لیکن سالی کی بیٹی کا کیا حکم ہے؟

(۲)بیوی کے انتقال کے بعد سالی نامحرم ہے لیکن سالی کی بیٹی کا کیا حکم ہے؟

(۳)بیوی کی حیات میں سالی کا اگر انتقال ہو جائے تو سالی کی بیٹی کا کیا حکم ہے؟

(۴)بیوی کی زندگی میں سالے کی بیٹی محرم ہے یا غیر محرم؟......

﴿۱﴾قال العلامة فخر الدین الزیلعی: ان المحرمات انواع الاول المحرمات بالنسب وهن انواع فروعه واصوله وفروع ابویه وان نزلوا وفروع اجداده وجداته اذا انفصلوا ببطن واحد، والنوع الثانی المحرمات بالمصاهرة وهن انواع اربعة...... والنوع الثالث المحرمات بالرضاع والواعهن کالنسب والنوع الرابع حرمة الجمع...... والنوع الخامس المحرمة لحق الغیر کمنکوحة الغیر ومعتدته والحامل بثابت النسب والنوع السادس المحرمة لعدم دین سماوی...... والنوع السابع المحرمة للتنافی کنکاح السیدة مملوکها.

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ۲:۱۰۱ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۳۰۲،۳۰۳ فصل فی المحرمات)

(۵) بیوی کی موت کے بعد سالے کی بیٹی محرم ہے یا غیر محرم؟ بینوا توجروا

المستفتی: راشد محمود ملتان...... یکم صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: (۱) سالی (بیوی کی بہن) اور سالی کی بیٹی کا یکساں حکم ہے جو حرام ہے (شامی)۔

(۲) دونوں حلال ہیں لان الممنوع هو الجمع (شامی).

(۳) بیوی کی زندگی میں سالی کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے خواہ سالی زندہ ہو یا وفات پا گئی ہو (شامی)۔

(۴) حرام ہے عمہ اور بنت الاخ کے درمیان جمع حرام ہے (شامی)۔

(۵) حلال ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

پھوپھی اور اس کی بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے اور ہدایہ کی عبارت کی توضیح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قوله: ولا على ابن اخيها الخ ذكر النهي من الجانبين للمبالغة في التحريم او لازالة الاشكال ، فربما يظن ان نكاح ابنة الاخ على العمة لا يجوز ونكاح العمة على بنت الاخ يجوز لفضل العمة كما لا يجوز نكاح الامة على الحرة ويجوز نكاح الحرة على الامة كذا في الكافي، کیا اس حکم کے تحت بھتیجی کے ہوتے ہوئے عورت کی بھتیجی سے نکاح جائز ہے؟ یا کیا پھوپھی کو طلاق دے کر بھتیجی کے ساتھ نکاح

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وحرم الجمع بين المحارم نكاحا اى عقدا صحيحا وعدة ولو من طلاق بائن وحرم الجمع وطأ بملك يمين بين امرأتين ايتهما فرضت ذكرا لم تحل للاخرىٰ ابدا لحديث مسلم لا تنكح المرأة على عمتها وهو مشهور يصلح مخصصا للكتاب الخ.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۹ فصل في المحرمات)

کرسکتا ہے اور پھر دوبارہ بھتیجی کی موجودگی میں اس کی اسی پھوپھی سے نکاح کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولوی عبدالخالق کوہالہ راولپنڈی......۱۹۷۰ء/۹/۱۴

الجواب: عمہ اور بنت الاخ کے درمیان جمع کرنا حرام ہے، خواہ پہلے بنت الاخ سے نکاح ہوا ہو یا عمہ کے ساتھ، قال رسول اللہ ﷺ لا یجمع بین المرأة وعمتها، (متفق علیه) ﴿۱﴾ نھی رسول اللہ ﷺ ان تنکح المرأة علی عمتها او العمة علی بنت اخیها، (رواہ الترمذی ﴿۲﴾ وابو داؤد)﴿۳﴾، وصرح به فی الھندیة (۱:۲۹۵) ﴿۴﴾ وغیر واحد من کتب الفروع، اور جو عبارات آپ نے نقل کی ہے اس کا مقصد جواز نہیں ہے بلکہ صاحب ہدایہ کی عبارت کا سراور حکمت ذکر کرنا ہے۔ وھو الموفق

لڑکی کے ساتھ عمہ یا خالہ ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ الف ایک مرد ہے جس کا منکوحہ با موجود ہے، با کی بہن جیم ہے جیم کا ایک بیٹا دال ہے دال کی بیٹی ہا ہے، کیا با کی موجودگی میں الف یعنی شوہر

﴿۱﴾ عن ابی ھریرة رضی اللہ عنه ان رسول اللہ ﷺ قال لا یجمع بین المرأة وعمتها ولابین المرأة وخالتها. (رواہ البخاری ۱۵/۷ ومسلم ۴:۳۳)

﴿۲﴾ (سنن الترمذی ۱:۱۳۴ باب لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها)

﴿۳﴾ (سنن ابی داؤد ۱:۲۸۹ باب ما یکرہ ان یجمع بینھن من النساء)

﴿۴﴾وفی الھندیة: ولا یجوز الجمع بین امرأتین کل منھما عمة للاخریٰ ولا بین امرأتین کل منھما خالة للاخریٰ وصورة ذلک ان یتزوج کل من رجلین ام الآخر ویولدھا بنتا فیکون کل واحدة من البنتین عمة للاخریٰ ولو تزوج کل من رجلین بنت الآخر واولدھا کانت بنت کل واحد منھما خالة للاخریٰ کذا فی الھدایة.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۷۹ قبیل القسم الخامس الاماء المنکوحة الخ)

ہا کو نکاح میں لاسکتا ہے یعنی باا ور ہا کو ایک نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا سراج الدین ملازئی ڈی آئی خان

الجواب: باءاور ہاء کے درمیان نکاحا جمع کرنا حرام ہے، قال رسول اللہ ﷺ **لا یجمع بین المرأة وعمتها ولا بین المرأة وخالتها (متفق علیه)** ﴿۱﴾ **قلت استنبط منه الفقهاء، لا یجمع بین امرأتین لو کانت احداهما رجلا لم یجز له ان یتزوج باخرىٰ (هدایة ۲۸۹)** ﴿۲﴾. **وهوالموفق**

خالہ بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے خواہ خالہ اعیانیہ ہوں یا غیر اعیانیہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے اپنی لڑکی کا نکاح اس آدمی سے کیا جس کے نکاح میں اس آدمی کی لڑکی کی لڑکی موجود ہے، یہ دونوں عورتیں آپس میں خالہ بھانجی بنتی ہیں جبکہ مذکورہ بالا آدمی کے نکاح میں دو بیویاں ہیں، اسلئے بعض جہال کہتے ہیں کہ چونکہ مائیں جدا جدا ہیں اسلئے یہ نکاح صحیح ہے، اور حقیقت میں یہ رشتہ سورہ میں دیا گیا ہے، اور وہ اس پر بضد ہیں اب ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کریں؟ اور اس نکاح خواں اور گواہوں وغیرہ سے کیا سلوک کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد عثمان مدرسہ قاسم العلوم ضلع سکھر.....۱۹۷۲ء/۱۲/۷

الجواب: اس لڑکی کا (یعنی بیوی کی خالہ کا) نکاح باطل ہے خواہ اعیانی خالہ ہو یا غیر اعیانی ﴿۳﴾ تمام مسلمانوں اور خصوصاً حکام پر ضروری ہے کہ اس آخری عورت کو اس آدمی سے

﴿۱﴾ (مشکواة المصابیح ۱ :۲۷۳ باب المحرمات الفصل الاول)

﴿۲﴾ (هدایة ۲ : ۳۰۹ فصل فی بیان المحرمات)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: فلا یجوز الجمع بین امرأة وعمتها نسبا او رضاعا وخالتها کذلک.
(فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

جدا کریں، لما روی عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول اللهﷺ نهی ان تنکح المرأة علی عمتها والعمة علی بنت اخیها والمرأة علی خالتها او الخالة علی بنت اختها (رواه الترمذی) ﴿۱﴾ یہ شخص واجب القتل ہے﴿۲﴾(لو کان مستحلاً، (سیف) لیکن قتل کرنا چونکہ ہماری طاقت میں نہیں ہے﴿۳﴾ لہٰذا کم ازکم اس کے ساتھ ترک موالات کرنا تو طاقت سے خارج نہیں ہے﴿۴﴾۔وهو الموفق

﴿۱﴾ (سنن الترمذی ۱: ۲۱۳۴ باب لا تنکح المرأه علی عمتها ولا علی خالتها)

﴿۲﴾ وعن البراء بن عازب قال مربی خالی ابوبردة بن نیار ومعه لواء فقلت این تذهب قال بعثنی النبیﷺ الی رجل تزوج امرأة ابیه آتیه برأسه، رواه الترمذی وابوداؤد وفی روایة له وللنسائی وابن ماجه والدارمی ان اضرب عنقه وآخذماله، ذهب اکثر اهل العلم الی ان المتزوج کان مستحلا له علی ما یعتقده اهل الجاهلیة فصار بذلک مرتدا محاربالله ولرسوله فلذلک امر بقتله واخذماله وکان ذلک الرجل یعتقد حل هذا النکاح فمن اعتقد حل شیئ محرم کفر وجاز قتله واخذماله ومن جهل تحریم نکاح واحدة من محارمه فتزوجها لم یکفر ومن علم تحریمها واعتقدالحرمة فسق وفرق بینهما وعزر هذا اذا لم یجربینهما دخول والا فان علم تحریمها فهو زان..... وان قال علمت انها علی حرام ولکن یجب المهر ویعاقب عقوبة هی اشد ما یکون من التعزیر سیاسة لاحدا مقدرا شرعا..... قالا والشافعی ومالک واحمد یجب حده اذا کان عالما قال ابن الهمام وفی مسئلة المحارم روایة عن جابر انه یضرب عنقه الخ. (مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۲: ۲۲۸،۲۲۷ التعزیر علی النکاح بالمحارم)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: وینقسم الی ماهو حق الله وحق العبد والاول یجب علی الامام...... قالوا لکل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصیة واما بعد المباشرة فلیس ذلک لغیر الحاکم الخ. (فتاویٰ عالمگیریه ۲: ۱۶۷ فصل فی التعزیر)

﴿۴﴾ قال الحافظ ابن الحجر العسقلانی: (قوله باب مایجوز من الهجران لمن عصی) اراد بهذه الترجمة بیان الهجران الجائز لان عموم النهی (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

خالہ اور بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اگر چہ علاتی ہوں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حبیبہ اور صائمہ علاتی بہنیں ہیں یعنی والد ایک ہے اور مائیں جدا جدا ہیں، اب حبیبہ کا شوہر چاہتا ہے کہ صائمہ کی لڑکی زینبہ کے ساتھ نکاح کرے اب اعیانی کی صورت میں تو مطلقاً ناجائز ہے، لیکن علاتی ہونے اور اخیافی ہونے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر شہزادہ خارڈ اگئی ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: خالہ اور بنت الاخت کے درمیان نکاح میں جمع کرنا مطلقاً ناجائز ہے کسی نے تخصیص پر قول نہیں کیا ہے، فی الهداية: لا يجمع بين المرأة وعمتها او خالتها او ابنة اخيها او ابنة اختها، لقوله عليه السلام لا تنكح المرأة الحديث (۲: ۵)﴿۱﴾ وفي الهندية: فلا يجوز الجمع بين امرأة وعمتها نسبا او رضاعا وخالتها كذلك الخ (۱: ۲۹۵)﴿۲﴾. وهو الموفق

بیوی اور اس کی بھانجی کو نکاحاً جمع کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی بیوی یعنی منکوحہ کی

(بقیہ حاشیہ) مخصوص بمن لم یکن لهجرة سبب مشروع فتبين هنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها...... قال المهلب غرض البخاری فی هذا الباب ان يبين صفة الهجران الجائز وانه يتنوع بقدر الجرم...... الهجران على مرتبتين الهجران بالقلب والهجران باللسان فهجران الكافر بالقلب وبترك التودد والتعاون والتناصر لا سيما اذا كان حربيا الخ. (فتح الباری شرح البخاری ۱۳: ۵۹۷ باب مایجوز من الهجران لمن عصی)

﴿۱﴾ (هداية ۲: ۳۰۸ كتاب النكاح فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع ای الجمع بين ذوات الارحام)

بھانجی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے کیاان دونوں کوایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:مفقودالخبر ۱۹۷۶ء/۱۱/۱۱

الجواب: بیوی اوراس کی بھانجی کے درمیان جمع حرام ہےالبتہ انفرادا جائز ہےیعنی منکوحہ کو طلاق دینے کے بعد اس کی بھانجی سے نکاح کرنا یا صرف بیوی کو برحال آباد کرنا، **لان المحرم هو الجمع دون غيره﴿۱﴾ قال الله تعالىٰ: واحل لكم ما ورآء ذلكم﴿۲﴾. وهو الموفق**

ماں بیٹی دو بھائیوں کے نکاح میں ہوان کی اولاد کے درمیان نکاح کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو سگے بھائی ہیں انہیں میں سے ایک بھائی نے ایک عورت سے نکاح کیااور دوسرے بھائی نے اس عورت کی بیٹی سے نکاح کیا،اب دونوں سےاولاد پیداہوگئی پھران اولاد کی اولاد پیداہوگئی اب اس بیٹی کے بیٹیوں کے بیٹیوں کا نکاح ماں کےلڑکوں کے ساتھ جائز ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:مرزاجان ٹیکسلا

الجواب: یہ لڑکیاں اورلڑکیوں کی لڑکیاں ان لڑکوں کے بھانجیاں اور بھانجیوں کی بیٹیاں ہیں

﴿۱﴾ وفي الهندية: وان اراد ان يتزوج احداهما بعد التفريق فله ذلك ان كان التفريق قبل الدخول وان كان بعد الدخول فليس له ذلك حتى تنقضي عدتهما وان انقضت عدة احداهما دون الاخرىٰ فله ان يتزوج المعتدة دون الاخرىٰ مالم تنقض عدتها وان دخل باحداهما فله ان يتزوجها دون الاخرىٰ مالم تنقض عدتها.

(فتاویٰ عالمگيريه ۱ :۲۷۸ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

﴿۲﴾ (سورة النساء پاره:۴ آیت:۲۴)

جوکہ محرمات میں سے ہیں﴿۱﴾قال اللہ تعالیٰ وبنات الاخت (الآیۃ)﴿۲﴾. وھو الموفق

ایک بیوی سے بیٹی اور دوسری بیوی سے نواسی ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علم کے مطابق تو یہ صورت جائز نہیں لیکن آپ کے علم کے مطابق رائے معلوم کرنے کا حصول بھی لازمی ہے، وہ یہ کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں اور ہر ایک بیوی سے ایک ایک بیٹی تھی اور ایک بیٹی کی ایک بیٹی ہے ان میں سے ایک بیٹی کا نکاح کسی شخص کے ساتھ کیا گیا، کچھ عرصہ بعد اس دوسری لڑکی کی لڑکی یعنی نواسی کا نکاح بھی اس شخص کے ساتھ کیا گیا، اس صورت میں اس دوسرے نکاح کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: مولوی ولی محمد بابر مدرسہ شمس المدارس ژوب شہر.....۱۹۹۰ء/۹/۳

الجواب: صورت مسئولہ میں پہلا نکاح (بیٹی کے ساتھ) درست اور دوسرا نکاح کالعدم اور حرام قطعی ہے، للاصل الشھیر: حرم الجمع بین المحارم نکاحا ووطأ بملک یمین بین امرأتین ایتھما فرضت ذکرا لم تحل للاخریٰ ابدا﴿۳﴾ پس اس شوہر پر ضروری ہے کہ دوسری عورت سے قبضہ اٹھائے، علماء اور تمام قوم اور تمام اہل اسلام پر ضروری ہے کہ اگر یہ شوہر مصر (مستحل) ہو تو اس مرتد سے مقابلہ کریں﴿۴﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن الشحنۃ: ویحرم علی الرجل نکاح اصولہ..... وفروعہ..... وفروع اصولہ ای الاخوۃ والاخوات واولادھم واولاداولادھم وان نزلوا.

(لسان الحکام یلی معین الحکام ۱:۷ ۳۱ الفصل الثالث عشر فی النکاح)

﴿۲﴾ (سورۃ النساء پارہ:۴ آیت:۲۳)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۸ ۳۰ فصل فی المحرمات)

﴿۴﴾ قال العلامۃ علی بن سلطان محمد: ذھب.....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علاتی دادی اور پوتی کوایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادا کی علاتی بہن ہے اور ایک آدمی کے نکاح میں ہے، اب وہ آدمی دادا کی پوتی کو نکاح میں لانا چاہتا ہے کیا ان دونوں کا جمع کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سراج الدین کانگڑہ چارسدہ

الجواب: ان دونوں کے درمیان جمع ناجائز ہے، وفی الھندیة: والاصل ان کل امرأتین لو صورنا احداهما من ای جانب ذکرا لم یجز النکاح بینهما برضاع او نسب لم یجز الجمع بینهما (۱:۲۹۵)﴿۱﴾. وھوالموفق

عدت کے دوران میں نکاح کالعدم ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہوگیا ہے شوہر کے بھائی نے اس عورت کے ساتھ عدت گزرنے سے پہلے نکاح کیا، کیا یہ نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد قدیر سواتی......۱۹۷۴ء/۳/۱۲

(بقیہ حاشیہ) اکثر اهل العلم الی ان المتزوج کان مستحلا له علی ما یعتقده اهل الجاهلیة فصار بذلک مرتدا محاربالله ولرسوله فلذلک امر بقتله واخذ ماله وکان ذلک الرجل یعتقد حل هذا النکاح فمن اعتقد حل شیئ محرم کفر وجاز قتله واخذماله ومن جهل تحریم نکاح واحدة من محارمه فتزوجها لم یکفرو من علم تحریمها واعتقد الحرمة فسق وفرق بینهما وعزر هذا اذا لم یجر بینهما دخول الخ.

(مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۶:۲۲۸ باب المحرمات الفصل الثانی)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

الجواب: معتدہ کا نکاح ناجائز اور کالعدم ہے،لما فی الھندیة ۱ :۲۹۸ لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ وکذلک المعتدة کذا فی السراج الوھاج سواء کانت العدة عن طلاق او وفاة او دخول فی نکاح فاسد﴿۱﴾. وھو الموفق

عدت وفات گزارنے والی حاملہ عورت سے نکاح کرنے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص عدت وفات گزارنے والی حاملہ ثابت النسب عورت سے نکاح کرے، کیا یہ جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو اس کے حلال سمجھنے والے کا کیا حکم ہے اور وہ جانتا بھی ہو کہ یہ حاملہ ہے اگر وہ اس نکاح کی وجہ سے وطی کرے تو کیا اس پر حد جاری کیا جائے گا یعنی تعزیر دی جائے گی؟بینوا توجروا

المستفتی:ضیاء المرسلین دارالعلوم ربانیہ ہری پور ہزارہ......۲۱/ ذی قعدہ۱۳۸۹ھ

الجواب: خروج عدت سے قبل یہ نکاح حرام ہے،قال اللہ تعالیٰ: ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ (الآیة)﴿۲﴾ وقال تعالیٰ: واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (الآیة)﴿۳﴾ فالناکح ان کان جاھلا فلا یکفر وان کان عالما بالحرمة فعند الاستحلال یکفر والافیفسق ﴿۴﴾ ولا سبیل لنا الی الجزم. وھو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱ :۲۸۰ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر)

﴿۲﴾ (سورة البقرة پارہ: ۲ آیت: ۲۳۵)

﴿۳﴾ (سورة الطلاق پارہ: ۲۸ ایت: ۴)

﴿۴﴾ قال الملا علی بن سلطان محمد: فمن اعتقد حل شیئ محرم کفر وجاز قتلہ واخذمالہ ومن جھل تحریم نکاح واحدة من محارمہ فتزوجھا لم یکفر ومن علم تحریمھا واعتقد الحرمة فسق وفرق بینھما وعزر ھذا اذا لم یجر بینھما دخول.

(مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح ۶ :۲۲۸ التعزیر علی النکاح بالمحارم)

دوران عدت نکاح کرنے والے کا طلاق ثلاثہ دینے کے بعد دوبارہ نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران عدت ایک شخص نے بیوی کو طلاق ثلاثہ دے دی، طلاق کے وقت حمل کا پتہ نہیں تھا، ظاہری عدت کے بعد دوسرے آدمی نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا، نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ اس عورت کا زوج اول سے حمل ہے، وضع حمل کے بعد دوسرے شوہر نے بھی طلاق ثلاثہ دیدی اب یہ دوسرا شوہر پھر چاہتا ہے کہ اس عورت سے نکاح کرے کیا یہ نکاح درست ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: تقدیر اللہ جہانگیرہ نوشہرہ.... ۱۹۸۴ء/۲/۲۱

الجواب: اس دوسرے آدمی سے نکاح کالعدم تھا ﴿۱﴾ اور اس کا طلاق ثلاثہ دینا بھی کالعدم تھا ﴿۲﴾ پس یہ دوسرا شوہر اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے اگر چہ اس نے وضع حمل کے بعد جماع کیا ہو ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة سواء کانت العدة عن طلاق او وفاة او دخول فی نکاح فاسد الخ.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر)

﴿۲﴾ وقال العلامة النظام: واما شرط (الطلاق) فشیآن احدهما قیام القید فی المرأة نکاح او عدة والثانی قیام حل محل النکاح حتی لو حرمت بالمصاهرة بعد الدخول بها حتی وجبت العدة فطلقها فی العدة الخ. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۳۴۸ کتاب الطلاق الباب الاول)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: ولو تزوج بمنکوحة الغیر وهو لا یعلم انها منکوحة الغیر فوطئها تجب العدة وان کان یعلم انها منکوحة الغیر لا تجب حتی لا یحرم علی الزوج وطؤها ویجوز لصاحب العدة ان یتزوجها کذا فی المحیط للسرخسی.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات لحق الغیر)

مطلقہ مغلظہ باقاعدہ نکاح و جماع وطلاق کے بعد اول شوہر سے نکاح کرسکتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں جو کہ آٹھ بچوں کی ماں ہے عدت ختم ہونے کے بعد اس عورت نے دوسرے شخص کے ساتھ نکاح شرعی کیا اور خلوت صحیحہ بھی ہوگئی مہر بھی دیا گیا، اس دوسرے شوہر نے کسی مصلحت کی وجہ سے اس عورت کو تین طلاق دیں اور عدت گزاری، اب اس عورت کا نکاح سابقہ شوہر سے ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسحاق عرشی مسجد راولپنڈی.....۱۹۷۵ء/۶/۳

الجواب: اگر اس دوسرے شوہر نے ایک دفعہ جماع اس عورت کے ساتھ کیا ہو تو یہ عورت زوج اول کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے، لوجود التحلیل هو وطی الزوج الثانی ﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلاحاجة الی نقل العبارات . وهو الموفق

شوہر کیلئے عدت وفات نہیں ہے بیوی کی بہن سے ایک دودن بعد نکاح کرسکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک شخص کی بیوی فوت ہوجائے تو کیا شوہر کیلئے یہ جائز ہے کہ ایک یا دودن کے بعد بیوی کی بہن سے نکاح کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شاہد لوند خوڑ.....۱۹۸۵ء/۸/۲۹

﴿۱﴾ وفی الهندیة: واذا کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها کذا فی الهدایة.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۴۷۳ فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به)

الجواب: خاوند پر نہ سوگ منانا ہے نہ عدت گزارنا ہے اس لئے بیوی کی وفات کے بعد ہر وقت نکاح کرسکتا ہے﴿۱﴾ وفی الهندية ۱: ۲۷۹ ویجوز لزوج المرتدة اذا لحقت بدار الحرب تزوج اختها قبل انقضاء عدتها كما اذا ماتت ﴿۲﴾. وهو الموفق

حرام زادہ کا نکاح اور بعض دیگر احکام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) حرام زادہ اور حلال زادہ بچوں بچیوں کے مراتب میں قیامت کے دن کچھ فرق ہوگا یا نہیں جبکہ دونوں کے نیکیاں برابر ہوں؟

(۲) حرام زادی بچی کے ساتھ حلال زادہ کا نکاح درست ہے؟ اسی طرح حرام زادہ کے ساتھ حلال زادی کا نکاح درست ہے؟

(۳) کیا حرام زادوں پر شرعی لحاظ سے حقیقی والدین کی طرح حقوق ہوں گے؟ جبکہ ان حرام کار والدین نے ان کو پالے ہوں تعلیم دلائی ہوں وغیرہ۔

(۴) حرام زادہ والد کا کتنے عرصہ تک فرمانبردار رہے اور والدہ کا کتنا عرصہ تک؟

(۵) اگر یہ حرام زادہ بعد از بلوغ والدین سے علیحدگی اختیار کرے تو اس کا حشر میں کیا ہوگا؟

المستفتی: زرولی خان تربیلا ڈیم

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدين: ماتت امراته له التزوج باختها بعد يوم من موتها كما فى الخلاصة ..... واما ما عزى الى النتف من وجوب العدة فلا يعتمد عليه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۰۸ فصل فى المحرمات وحرم الجمع نكاحا)

﴿۲﴾ (فتاوى عالمگيريه ۱: ۲۷۹ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

الجواب: (۱) حلالی اور حرامی کا فرق دنیا تک محدود ہے﴿۱﴾ آخرت میں دارمدار ایمان اور عمل پر ہوگا۔

(۲) ان تمام عورتوں کے ساتھ نکاح درست ہے﴿۲﴾۔

(۳) والدہ کا حق اور احترام بلاشک وشبہ ثابت ہے، البتہ والد درحقیقت والد نہیں ہے اس کا کوئی پدرانہ حق نہیں ہے البتہ تربیت کا حق رکھتا ہے۔

(۴) جائز امور میں والدہ کا ہمیشہ کیلئے فرمانبردار رہے گا اور زانی والد کیلئے خاص فرمان برداری نہیں ہے۔

(۵) بلوغ کے بعد جدا ہونے میں ہر حلالی وحرامی معاف شرعی ہے۔ وھو الموفق

ولدالزنا مسلمان لڑکے لڑکی سے نکاح صحیح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خارو نے نے دلبر کی بیوی اغوا کر کے دور دراز مقامات میں لے گیا اور مدت دراز تک بیوی کی حیثیت سے رکھا، عورت مذکورہ نے خارو نے سے کئی اولاد کو جنا، اب وہ لڑکے لڑکیاں جوان ہو چکے ہیں کیا ان کے ساتھ نکاح جائز ہے جبکہ

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدين: والولد له ان جاء ت بعد النكاح لستة اشهر فلو لاقل من ستة اشهر من وقت النكاح لا يثبت النسب ولا يرث منه الا ان يقول هذا الولد مني ولا يقول من الزنا، والظاهر ان هذا من حيث القضاء اما من حيث الديانة فلا يجوز له ان يدعيه لان الشرع قطع نسبه منه فلا يحل له استلحاقه به ولذا لو صرح بانه من الزنا لا يثبت قضاء ايضا وانما يثبت لو لم يصرح لاحتمال كونه بعقد سابق الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۱۷ قبيل مطلب فيما لو زوج المولىٰ امته)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي فخرج الذكر والخنثىٰ مشكل والوثنية والمحارم والجنية وانسان الماء.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۰ كتاب النكاح)

عورت مذکورہ کے دونوں شوہر بقید حیات ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد کمال اتمان زئی چارسدہ......۱۹۶۹ء/۳/۹

الجواب: چونکہ یہ لڑکے اور لڑکیاں انسان اور مسلمان ہیں لہٰذا ان کے ساتھ نکاح صحیح ہے، کیونکہ فقہاء نے مسلمان کا نکاح غیر انسان اور غیر مسلم (علی التفصیل المشھور) سے ناجائز کہا ہے، فلیراجع الی الھندیة﴿۱﴾ والدرالمختار﴿۲﴾. وھو الموفق

مزنیہ کے ساتھ زانی کا نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شادی شدہ شخص نے ایک بیوہ عورت کے ساتھ خفیہ طور پر مہر مقرر کر کے ایک دوسرے کو تن وجود بخش دیا اور اس کے بعد دونوں ہمبستری بھی کرتے رہے، عرصہ دو ماہ بعد وہ شخص اس بیوہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکم دار خان کوہ مری راولپنڈی......۱۹۷۳ء/۳/۵

الجواب: مزنیہ کے ساتھ زانی کا نکاح جائز ہے اور نکاح کے بعد جماع بھی جائز ہے، فی الدرالمختار ولونکحھا الزانی حل له وطؤھا اتفاقا (ھامش ردالمحتار ۲: ۴۰۱)﴿۳﴾.

﴿۱﴾ وفی الھندیة: ومن شروطھا المحل القابل وھی المرأة التی احلھا الشرع بالنکاح کذا فی النھایة. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: النکاح عقد یفید ملک المتعة ای حل استمتاع الرجل من امرأة لم یمنع من نکاحھا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثیٰ المشکل والوثنیة لجواز ذکورته والمحارم والجنیة وانسان الماء لاختلاف الجنس.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۱۷ قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ امته)

مزنیہ کی بیٹی سے زانی کا نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید پر ایک عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات کی تہمت لگائی گئی، اور حمل بھی ٹہر گیا، لیکن زید انکار کررہا ہے بعد میں زید نے اسی عورت کی لڑکی سے نکاح بھی کیا، کیا یہ نکاح درست ہے؟ نکاح خواں گنہگار ہے؟ اور جو لوگ اس مجلس میں بیٹھے تھے ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ادریس مسجد مانسرہ کیملپور.....۱۹۷۲ء/۴/۵

الجواب: اگر اقرار یا شہادت سے زنا ثابت ہو جائے تو زید کیلئے اس عورت کی بیٹی سے نکاح حرام ہے اور اس میں تعاون بھی حرام ہے اور ثبوت سے قبل نہ حرمت نکاح موجود ہے اور نہ حرمت تعاون، وفی الهندیة: فمن زنی بامرأة حرمت علیه امها وان علت وابنتها وان سفلت. (۱: ۲۹۱) ﴿۱﴾ . وقال الله تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (المائدة) ﴿۲﴾. وهو الموفق

زانی کے بھائی کا مزنیہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک عورت جو شادی شدہ ہے سے زنا کیا، اب اس مزنیہ کی بیٹی زانی کے بھائی کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مسئلہ میں اختلاف مذاہب ہیں یا نہیں پوری تفصیلات سے آگاہی پر بندہ شکر گزار رہے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یوسف شریک دورہ حدیث.....۱۹۷۲ء/۵/۳۱

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۴ القسم الثانی المحرمات بالصهریة)

﴿۲﴾ (سورة المائدة پاره: ۶ آیت: ۲)

الجواب: جس طرح زانی کے بھائی کیلئے زانی کی بیوی کی بیٹی جو دوسرے شوہر سے ہو جائز ہے، اسی طرح مزنیہ کی بیٹی بھی جائز ہے، لان حکم الحلال والحرام واحد من الحدیث ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها، (ردالمحتار ۲: ۳۸۴)﴿۱﴾ قلت فالجواز للاخوة یکون باولیٰ. وهو الموفق

زانی مزنیہ کے بیٹے بیٹی کا آپس میں نکاح کا مسئلہ

سوال: محترم المقام شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دارالعلوم حقانیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ایک منکوحہ عورت کے ساتھ زنا کیا، پھر منکوحہ زانیہ کی لڑکی پیدا ہوئی جبکہ زانی کا لڑکا پیدا ہوا، اب زانی کہتا ہے کہ یہ لڑکی مجھ سے ہے، اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مضطرب الذہن ہوں ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب نے یہی استفتاء مولانا رسول خان صاحب کو لکھا، مولانا رسول خان صاحب نے یہ جواب لکھا ہے "الولد من النکاح لامن السفاح (شرح وقایه باب النسب ۱۵۰) جبکہ فتاویٰ عبدالحیٔ باب ثبوت النسب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرے نطفہ زنا سے پیدا ہوا ہے تو نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟ جواب میں لکھتے ہیں" ثابت نہیں ہوگا عالمگیری میں ہے: قال انه منی من الزنا لا یثبت نسبه ولا یرث منه کذا فی الینا بیع، اگر کہا کہ یہ میرے زنا کے نطفے سے ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور وارث نہ ہوگا جیسا کہ ینابیع میں ہے"۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ بالا ینابیع کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کا نسب ثابت نہ ہوا تو

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قال فی البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسبا ورضاعا کما الوطٔ الحلال ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۰۲ فصل فی المحرمات)

اس زانی کو مزنیہ کی لڑکی کو خود بھی نکاح کرسکتا ہے اور اپنے بیٹے کیلئے بھی کرسکتا ہے کیونکہ یہ لڑکی زانی کا کچھ بھی نہیں لگتی، اب اگر مسئلہ اسی طرح ہے تو فقہ احناف میں فقہاء جو لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی عورت کو چوم لیا یعنی قبلها تو اس سے حرمت مصاہرت ہو جاتی ہے اگر کسی نے عورت کے فرج داخل کو دیکھ کر تلذذ حاصل کیا یا زنا کیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اور مزنیہ کی اولاد سے نکاح کرنا حرام اور ناجائز ٹھہرتا ہے اور ان دونوں کی اولاد میں بھی نکاح جائز نہیں اب ان عبارات میں تناقض معلوم ہوتا ہے مسئلہ کی صحیح صورت واضح فرما کر خلجان کو دور فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی حفظ الرحمٰن خدہ بانڈہ تخت نصرتی کرک......۱۹۶۹ء/۳/۲۳

الجواب: اس زانی کا بیٹا اور زانیہ کی بیٹی باہم نکاح کرسکتے ہیں اگرچہ احتیاط نہ کرنے میں ہے کیونکہ فقہاء کرام نے اگرچہ یہ لکھا ہے، حرم اصله وفروعه وبنت اخيه واخته وبنتها ولو من زنا (درمختار) لیکن صورت مسئولہ میں یہ متعین نہیں کہ یہ لڑکی زانی سے پیدا ہوئی ہے ممکن ہے کہ اس عورت نے دوسرے شخص سے بھی زنا کیا ہو اور اس سے حاملہ ہوئی ہو، قال العلامة الشامي: ۲: ۳۸۱ (قوله ولو من الزنا) بان يزني الزاني ببكر ويمسكها حتى تلد بنتا بحر عن الفتح، قال الحانوتي ولا يتصور كونها ابنته من الزنا الا بذلك ﴿۱﴾ پس اگر زانی نے ایسا طریقہ کیا ہو جیسا کہ شامی نے ذکر کیا ہے پھر حرمت نکاح بلا شک وشبہ ثابت ہے، ورنہ احتیاط یہ ہے کہ نکاح نہ کرے، لوجود الشبهة فليراجع الى حديث ابن زمعة ﴿۲﴾ یہاں حرمت مصاہرت کی وجہ سے حرمت متصور

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۳۰۱ فصل في المحرمات)

﴿۲﴾ عن عائشة قالت كان عتبة بن ابي وقاص عهد الى اخيه سعد بن ابي وقاص ان ابن وليدة زمعة مني فاقبضه اليك فلما كان عام الفتح اخذه سعد فقال انه ابن اخي وقال عبد بن زمعة اخي فتساوقا الى رسول الله ﷺ فقال سعد يا رسول الله ان اخي كان عهد الى فيه وقال عبد بن زمعة اخي وابن وليدة ابي ولد على فراشه ......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

نہیں کیونکہ زانی کے فروع کیلئے مزنیہ کے فروع حرام نہیں ہیں ﴿۱﴾۔وھو الموفق

......(محمد فرید عفی عنہ)

حبلیٰ من الزنا سے نکاح صحیح اور غیر زانی کی صورت میں وضع حمل تک جماع حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنواری لڑکی سے ایک غیر مرد نے ہم بستری کی جس کی وجہ سے اسے حمل ہوگیا، والدین نے غیرت بچانے کی خاطر کسی آدمی سے اس لڑکی کا نکاح کروادیا، چار ماہ بعد بچہ پیدا ہوا اور کچھ دیر بعد مر گیا، کیا اس حبلیٰ من الزنا کے ساتھ یہ نکاح جائز تھا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد آفتاب بٹالین......۱۹۷۴ء/۷/۱۸

الجواب: اس لڑکی کے ساتھ اس لڑکے کا نکاح درست ہے لیکن وضع حمل سے پہلے جو جماع کیا ہے وہ حرام ہے، بشرطیکہ یہ حمل اس لڑکے سے نہ ہو، کما فی الدر المختار: وصح نکاح حبلی من زناً لامن غیرہ وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع لئلا یسقی مائہ زرع غیرہ(فروع) لو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا (بحذف یسیر)(ھامش ردالمحتار ۲: ۴۰۱ قبیل الولی)﴿۲﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فقال رسول اللہ ﷺ ھو لک یاعبد بن زمعۃ الولد للفراش وللعاھر الحجر ثم قال لسودۃ بنت زمعۃ احتجبی منہ لما رأی من شبھہ بعتبۃ فما راھا حتی لقی اللہ، وفی روایۃ قال ھو اخوک یا عبد بن زمعۃ من اجل انہ ولد علی فراش ابیہ ، متفق علیہ.

(مشکواۃ المصابیح ۲: ۲۸۷ باب اللعان الفصل الاول)

﴿۱﴾ قال العلامۃ الافندی: ویحل لاصول الزانی وفروعہ اصول المزنی بھا وفروعھا.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۴۰۳ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۴۱۶ قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ امتہ)

مزنیہ کی پھوپھی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک رشتہ دار کنواری عورت سے زنا کرتا رہا، تین سال تک ان کے درمیان زن وشوہر کے تعلقات قائم رہے، بالآخر حمل ہو کر ساقط کردیا گیا، اور بے خبری میں اس مزنیہ کی پھوپھی سے نکاح پڑھایا گیا، جب یہ راز افشا ہوا تو اس لڑکی کے اقرباء نے اس بات کا بے حد برامانا، کہ ایسے گنہگار کو ہم ہرگز لڑکی دینے کو تیار نہیں، اور پھر سورۃ النور کی اس تشریعی حکم کہ ''حرام ہے اہل ایمان کیلئے کہ وہ جانتے بوجھتے اپنی لڑکیاں ایسے فاجروں (عام زانیوں) کو دیں'' کا بھی ان پر اطلاق ہوتا ہے اور ''الزانی لا ینکح الا زانیة او مشرکة والزانیة لا ینکحها الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المؤمنین''، ویسے بھی زانی کے ساتھ نکاح حرام ہونے کا مطلب امام احمد رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ سرے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، اب اسلامی قوانین کے مطابق کیا اس مظلومہ منکوحہ کا نکاح اس شخص سے ختم نہیں ہو جاتا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد بشیر حلیم کیملپور

الجواب: یہ دوسرا نکاح درست ہے کیونکہ مزنیہ کی پھوپھی محرمات میں سے نہیں ہے، قال اللہ تعالیٰ: واحل لکم ما وراء ذلکم (الآیة)﴿۱﴾، واما قوله تعالیٰ: الزانی لا ینکح (الآیة) فقیل منسوخ وقیل المقصود نفی اللیاقة الایه فافهم ﴿۲﴾. وللتفصیل موضع آخر. وهو الموفق

﴿۱﴾ (سورۃ النساء پارہ: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۲﴾قال العلامة علاؤالدین علی بن محمد: وقال سعید بن المسیب وجماعة ان حکم الایة منسوخ وکان نکاح الزانیة حراما بهذه الآیة ثم نسخت بقوله تعالیٰ (وانکحوا الایامیٰ منکم) فدخلت الزانیة فی هذا العموم واحتج من جوز نکاح الزانیة بما روی عن جابر...... وقیل فی معنی الآیة ان الفاجر الخبیث لا یرغب فی نکاح الصالحة ... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاملہ مزنیہ سے نکاح اور اس شخص پر جرمانہ عائد کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نوجوان عاقل بالغ لڑکی بقائمی ہوش وحواس رضامندی ایک جوان العمر شخص کے ساتھ شادی کرنے کی غرض سے عدالت میں بیان قلم بند کر کے اس سے شادی کرے، گاؤں میں پارٹی بازی ہے اور ہمارا امام صاحب جو مستند عالم نہیں ہے، بلکہ ریٹائرڈ فوجی ہے اور اب امام بن گیا ہے مسمی مذکورہ کے خلاف شرعاً حکم صادر کیا، جبکہ امام خود بھی ۴۵/ سال ہونے کے باوجود غیر شادی شدہ ہے، امام صاحب کو کہا گیا ہے کہ لڑکی حاملہ ہے لیکن حاملہ ہونے کا کوئی ثبوت کسی کے پاس نہیں ہے، امام صاحب نے اسی بنیاد پر شادی کرنے والے شخص پر ایک سوبیس آدمی کی روٹی بطور ڈنٹ عائد کی اور اس کے ساتھ سلام وکلام کو بند کیا، سوال یہ ہے کہ کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ نیز شادی کرنے والے پر ڈنٹ عائد ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور الحق کوہالہ مری براستہ آزاد کشمیر

الجواب: اگر یہ لڑکی حاملہ ہو تو تب بھی نکاح صحیح ہے لیکن وضع حمل سے پہلے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا جاوے گا، جبکہ حمل اس لڑکے سے نہ ہو، اور اگر حمل اس لڑکے سے ٹھہرا ہو تو جماع بھی جائز ہے،

في الدرالمختار: وصح نكاح حبلى من زنا وان حرم وطؤها حتى تضع (فروع) لو نكحها

(بقیه حاشیه)من النساء وانما يرغب في نكاح فاجرة خبيثة مثله او مشركة والفاسقة الخبيثة لا ترغب في نكاح الصلحاء من الرجال وانما ترغب في نكاح فاسق خبيث مثلها او مشرك وحرم ذلك على المؤمنين اى صرف الرغبة بالكلية الى نكاح الزواني وترك الرغبة في الصالحات العفائف محرم على المؤمنين ولا يلزم من حرمة هذا حرمة التزوج بالزانية.

(تفسير خازن ۳: ۲۸۰ سورة النور آيت: ۲)

الزانی حل له وطؤها اتفاقا والولد له انتهیٰ باختصار یسیر ﴿۱﴾.

ملاحظہ:.....غیر کفو کے ساتھ نکاح نامنظور ہے ﴿۲﴾ اور ڈنٹ رسم جاہلیت ہے۔ وھو الموفق

مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح کالعدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت مسلمان ہوگئی اور دادا نے جبراً ایک غیر مسلم کو نکاح پر دے دی کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عصمت بیگم زیدہ مردان.....۱۴/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

الجواب: مسلمان عورت اور غیر مسلم مرد کے درمیان عقد نکاح نامنظور اور کالعدم ہے، خواہ یہ نکاح طوعاً ہو یا کرہاً ہو، اور خواہ یہ غیر مسلم اہل کتاب ہو یا غیر اہل کتاب، کما فی البدائع (۲: ۲۷۱) ومنها اسلام الرجل اذا کانت المرأة مسلمة فلا یجوز النکاح المؤمنة الکافر لقوله تعالیٰ: ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا (الآیة) ...... والنص وان ورد فی المشرکین لکن العلة وهی الدعاء الی النار یعم الکفرة اجمع فیتعمم الحکم بعموم العلة فلا یجوز انکاح المسلمة الکتابی کما لا یجوز انکاحها الوثنی والمجوسی لان الشرع قطع ولایة الکافرین عن المؤمنین بقوله تعالیٰ: ولن یجعل الله للکافرین علی المؤمنین سبیلا (الآیة) ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۱۶، ۳۱۷ قبیل مطلب فی ما لوزوج المولیٰ امته)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: نفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضاولی...... وله ای للولی اذا کان عصبة ...... الاعتراض فی غیر الکف فیفسخه القاضی ویتجدد بتجدد النکاح مالم تلدمنه ویفتی فی غیر الکف بعدم جوازه اصلا وهو المختار للفتویٰ لفساد الزمان.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۲ باب الولی)

﴿۳﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۵۵۴ من شروط صحة النکاح ان لا تکون مشرکة)

عیسائی عورت سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیسائیہ عورت سے نکاح کا کیا حکم ہے کہ وہ اپنے مذہب پر ہو، اگر ایک مسلمان عیسائیہ عورت سے اس امید پر نکاح کرے کہ وہ مسلمان بنا ظاہر کرے کہ نکاح کی وجہ سے مسلمان ہو جائے گی تو اس صورت میں اس عیسائیہ سے نکاح کرنے میں زیادہ ثواب ہے یا مسلمان عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: سید رحیم اللہ شاہ اضاخیل بالا نوشہرہ.....۱۴۰۲ھ

الجواب: موجودہ دور کے عیسائی مسئلہ نبوت، قیامت، اور جنت و دوزخ سے منکر ہوئے ہیں لہٰذا ان سے نکاح جائز نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ اگر ان میں سے کوئی عورت ان امور پر قائل ہو تو اس سے نکاح

﴿۱﴾ **قال الشاه اشرف علی التهانوی:** لیکن اس زمانہ میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں مذہبی حیثیت سے محض دہری و سائنس پرست ہیں ایسوں کیلئے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں ہے۔

(امداد الفتاویٰ ۲: ۲۱۳ کتاب النکاح وتفسیر بیان القرآن ۳: ۹)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے: آج کل جو لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو دہری ہیں کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں یہ لوگ اگر چہ باعتبار مردم شماری نصاریٰ کہلاتے ہیں مگر حکم شرع میں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہو سکتے۔

(فتاویٰ دار العلوم قدیم ۱، ۲: ۱۶۰)

وقال العلامة شبير احمد العثماني: ہمارے زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں نہ مذہب کے نہ خدا کے، ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا لہٰذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا..... موجودہ زمانہ میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانا پینا، بے ضرورت اختلاط کرنا، ان کی عورتوں کے جال میں پھنسنا یہ چیزیں جو خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں وہ مخفی نہیں۔

(فوائد عثمانیه علی تفسیر عثمانی ۱۴۹ سورة المائدة پاره: ۶)

درست ہے، لیکن بہتر نہیں ہے، کما فی الهندية ١ : ٢٨١ ويجوز للمسلم نكاح الكتابية الحربية...... والاولیٰ ان لا يفعل ﴿١﴾. اور بسا اوقات ایک غیر افضل کام عوارض خارجیہ کی وجہ سے افضل ہو جاتا ہے، پس اگر اس کتابیہ کا اسلام قبول کرنا متیقن یا مظنون ہو تو یہ نکاح مصلحتاً افضل ہے، ذاتاً افضل نہیں ہے، لیکن واقعات یہ ہے کہ ان کا اسلام قبول کرنا موہوم ہوتا ہے اور شوہر کا اور شوہر کی اولاد کا خلاف اسلام امور سے مالوف ہونا مظنون ہوتا ہے پس یہ حیلہ اور بہانہ سودمند نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

عیسائی عورت سے نکاح اور ماں باپ کے ساتھ معاملات کے متفرق احکام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ ایک مسلمان نوجوان عرصہ سات سال سے اعلیٰ تعلیم کیلئے ایک عیسائی ملک چلا گیا ہے اس وطن کے قوانین کے مطابق وہاں سکونت اختیار کرنے کیلئے عیسائی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے از روئے شریعت والدین مندرجہ ذیل امور میں رہنمائی چاہتے ہیں:

(۱) کیا موجودہ زمانہ کے عیسائی کتاب وسنت میں مذکور عیسائیوں جیسے اہل کتاب سمجھے جاتے ہیں؟

(۲) جن کو اہل کتاب سمجھا جاتا ہے ان میں تثلیث پرست شامل ہیں یا نہیں؟......

﴿١﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ١ : ٢٨١ القسم السابع المحرمات بالشرک)

﴿٢﴾ قال العلامة عبد الرحمن الجزيری: الحنفية قالوا يحرم تزوج الكتابية اذا كانت فی دارالحرب غير خاضعة لاحكام المسلمين لان ذلک فتح لباب الفتنة فقد ترغمه على التخلق باخلاقها التی يأباها الاسلام ويعرض ابنه للتدين بدين غير دينه ويزج بنفسه فيما لا قبل له به من ضياع سلطته التی يحفظ بها عرضها وغير ذلک من المفاسد فالعقد وان كان يصح الا ان الاقدام عليه مكروه تحريما لما يترتب عليه من المفاسد اما اذا كانت ذمية ويمكن اخضاعها للقوانين الاسلامية فانه يكره نكاحها تنزيها.

(الفقه على المذاهب الاربعة ۴ : ۷۴ مبحث المحرمات لاختلاف الدين)

(۳) اور لڑکی عیسائی رہے کیا ان کا نکاح جائز ہوگا؟

(۴) نکاح کرنے سے پہلے یا بعد یہ لڑکی سسر کے ساتھ خط وکتابت شروع کرے کیا اس کا جواب دینا چاہئے؟

(۵) شادی کے بعد وہ بہو ہر مسلم وغیر مسلم سوسائٹی میں شوہر کے ہمراہ یا اس کے بغیر نقل وحرکت کرتی ہے اس صورت میں خواہ بہو عیسائی رہے یا مسلمان ہوجائے تو سسر بہو سے خط وکتابت اور لڑکی کے پاس آجاسکتا ہے؟......

(۶) بیٹا عیسائی مذہب اختیار کرلے تو اس صورت میں عیسائی بیٹے اور بہو سے کون سی تعلقات کی ممانعت ہوگی؟

نوٹ:......لڑکے نے والدین کو اس طرح کا ایک خط لکھا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

''میں لڑکی کو ایک انسان کی حیثیت سے دیکھتا ہوں اس کی ذات پات، اس کے رنگ، مذہب اور ملکیت وغیرہ کو نہیں پرکھتا اور نہ ہی مجھے اس کا حق ہے جو باتیں پاکستان میں ضروری سمجھی جاتی ہیں ان کا یہاں شمار نہیں ہوتا مشرق اور مغرب کا ملاپ نہ ہوا ہے اور نہ ہوسکے گا، شادی کے بعد بھی میری طرف سے آپ سے وہی رشتہ رہے گا''۔

المستفتی: غلام نبی مدرسہ عربیہ عیدگاہ طوغی روڈ کوئٹہ......۱۹۷۲ء/۳/۱۶

الجواب: (۱) چونکہ موجودہ زمانہ کے عیسائی اکثر طور دہری بن چکے ہیں لہٰذا ان پر بلا تحقیق اہل کتاب کے احکام جاری نہیں کئے جائیں گے، ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے ہیں یا نبوت اور ارسال کتب سے منکر ہیں یا قیامت اور جنت ودوزخ سے منکر ہیں وہ اہل کتاب نہیں ہوں گے۔﴿۱﴾......

﴿۱﴾ قال الشیخ العلامة الحافظ محمد ادریس الکاندهلوی: اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جو کہ مذہباً اہل کتاب ہوں نہ کہ وہ صرف قومیت کے لحاظ سے یہودی یا...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲)اعتقاد تثلیث اور بنوت عیسیٰ (عیسیٰ ابن اللہ) اہل کتاب ہونے میں مخل نہیں ہے، لانهم کانوا یعتقدون بهما فی زمنه ﷺ وهو ظاهر المذهب﴿ ا ﴾.

(۳)اگر یہ لڑکی اہل کتاب ہو یعنی پیغمبر اور کتاب منزل کو مانتی ہو تو نکاح جائز ہے۔

(۴)خط وکتابت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۵)نقل وحرکت میں مسلمہ وغیر مسلمہ کا خاص فرق نہیں ہے، خط وکتابت اور آنا جانا جائز ہے جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

(٦)اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے۔

نوٹ:...... یہ زندقہ کے الفاظ ہیں۔ وهو الموفق

شیعہ سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سنی عورت کا شیعہ

(بقیہ حاشیہ) نصرانی ہوں خواہ عقیدۃً وہ دہریہ ہوں، اس زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت ایسے ہیں جو نہ خدا کے قائل ہیں اور نہ مذہب کے قائل ہیں اور نہ آسمانی کتاب کے قائل، ایسے لوگوں پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا لہٰذا ان کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا۔
(تفسیر معارف القرآن ۲: ۴۴٦ سورة المائدة آيت: ۵ پاره: ٦)

﴿ ا ﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال في البحر وحاصله ان المذهب الاطلاق لما ذكره شمس الائمة في المبسوط من ان ذبيحة النصراني حلال مطلقا سواء قال بثالث ثلاثة او لا لاطلاق الكتاب هنا والدليل ورجحه في فتح القدير بان القائل بذلك طائفتان من اليهود والنصارىٰ انقرضوا لا كلهم مع ان مطلق لفظ الشرك اذا ذكر في لسان الشرع لا ينصرف الى اهل الكتاب الخ.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۱۴ قوله وصح نكاح كتابية باب المحرمات)

آدمی سے نکاح جائز ہے یانہیں؟ جبکہ لڑکی کی مرضی نہ ہو اور اس کے والدین نے پیسوں کی خاطر نکاح کرکے دے دیا ہو پھر یہ لڑکی اس سے بھاگ کے آگئی اور دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، کیا یہ دوسرا نکاح بھی جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد اکرم مین بازار سرگودھا......۱۹۷۲ء/۴/۲۵

الجواب: اگر والدین نے اس لڑکی کو بغیر اس کی مرضی کے نکاح سے دیا ہو تو یہ نکاح نامنظور اور کالعدم ہے بشرطیکہ لڑکی بالغہ ہو اور اطلاع نکاح پاتے ہی رد کردیا ہو، (فی الهندية ۱: ۳۰۵) لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها ﴿۱﴾ اور اگر نکاح حالت عدم بلوغ میں ہوا ہو اور یہ شیعہ کافر ہو یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کا قائل ہو یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قاذف ہو وهکذا، تو یہ نکاح کالعدم اور نامنظور ہے اور دوسرا نکاح (سنی مسلمان) کے ساتھ درست ہے، لانه کافر صرح به فی ردالمحتار ۳: ۴۲۸ ﴿۲﴾ ونکاح المسلمة من الکافر لا یصح اجماعا ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۷ الباب الرابع فی الاولیاء)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله عنها او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی او ان جبرئیل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳: ۳۲۱ مطلب فی حکم سب الشیخین)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الرحمن الجزیری: ولا یحل للمسلمة ان تتزوج الکتابی، کما لایحل لها ان تتزوج غیره (ای غیر الکتابی من الکافر) فالشرط فی صحة نکاح المسلمة ان یکون الزوج مسلماً ودلیل ذلک قوله تعالیٰ: ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن، (البقرة) وقوله مخاطباً للرجال: ولا تنکحوا المشرکین حتی...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

شیعہ عورت یا مرد سے سنی کا نکاح جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات سے نکاح کا کیا حکم ہے، کیا عدم جواز اس صورت میں ہے کہ عورت شیعہ ہو اور مرد سنی ہو یا عورت سنی اور مرد شیعہ ہو، تفصیل سے مطلع فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سردار کوہاٹ......۱۹۷۸ء/۱۰/۵

الجواب: پاکستانی اور ایرانی شیعہ اسلام سے خارج ہیں کیونکہ یہ لوگ ضروریات دین سے منکر ہیں، کما یدل علیه مافی ردالمحتار ۳: ۴۲۸ وکذا قال فی شرح منیة المصلی ان ساب الشیخین ومنکر خلافتهما ممن بناه علی شبهة له لا یکفر بخلاف من ادعی ان علیا اله وان جبرئیل غلط (الی ان قال الشامی) وکذا یکفر قاذف عائشة ومنکر صحبة ابیها لان ذلک تکذیب صریح القرآن کما مر فی الباب السابق﴿۱﴾. لہٰذا شیعہ عورت یا مرد سے نکاح ان کی کفر کی وجہ سے جائز نہیں﴿۲﴾ ای لکفرهم بعد ادعاء اسلامهم وهو ارتداد

(بقیه حاشیه) یؤمنوا، (البقرة) فهاتان الآیتان تدلان علی انه لا یحل للرجل ان ینکح المشرکة علی ای حال کما لایحل للمرأة ان تنکح المشرک علی ای حال الابعد ایمانهم ودخولهم فی المسلمین. (الفقه علی المذاهب الاربعة ۴: ۷۳ مبحث المحرمات لاختلاف الدین)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳: ۳۳۹ قبیل مطلب الامام یصیر اماما بالمبایعة)

﴿۲﴾ قال العلامة علاء الدین السمرقندی: لا یحل وطٔ المشرکات بنکاح ولا بملک یمین لقوله تعالیٰ: ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن، (الآیة)...... واما المرتدة فلا یجوز لمسلم ولا لکافر ولا لمرتد نکاحها لانه لاملة لها للحال لانها ترکت ملة الاسلام فلا تقر علی ما صارت الیه من الملة.

(تحفة الفقهاء ۲: ۱۹۲، ۱۹۳ بحث التحریم بسبب الشرک)

في الحقيقة﴿ ۱ ﴾. فافهم، وهو الموفق

رافضی اور شیعی سے نکاح باطل اور کالعدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے چچا اہل سنت والجماعت قریشی ہاشمی فرقہ حنفیہ سے تعلق رکھتا ہے بدقسمتی سے میرے بڑے چچا نے نو دس سال گزشتہ جنگ عظیم کے دوران میں ایران میں بسر کر کے جب واپس پاکستان آئے تو کٹر قسم کے رافضی اور شیعہ بن کر آئے اور آج تک اس مسلک پر قائم ہے، بدقسمتی سے میرے چھوٹے چچا نے اپنے بھتیجے کو اپنی لڑکی دینے کا ابھی تک صرف وعدہ ہی کر رکھا ہے جبکہ وہ داماد بھی اپنے والد کے مسلک پر مضبوطی سے قائم ہے ہم سب خاندان نے ان سے قطع تعلق کر لیا ہے اب اس رشتہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور محمد قریشی راولپنڈی......۷/ رمضان ۱۳۹۵ھ

الجواب: واضح رہے کہ ایران اور پاکستان کے روافض اسلام سے خارج ہیں ان کے ساتھ مسلمانوں کا نکاح باطل اور کالعدم ہے، **اما خروجهم عن الاسلام فلانهم يعتقدون بتحريف القرآن سراً ويتهمون بالافک علي الصديقة وينكرون صحبة ابيها، وفي ردالمحتار ۲: ۳۹۸ وبهذا ظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية في علي (رضي الله عنه) او ان جبرئيل غلط في الوحي او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة**

﴿ ۱ ﴾ قال العلامة الحصكفي: (المرتد) شرعا الراجع عن دين الاسلام وركنها اجراء كلمة الكفر على اللسان بعد الايمان، قال ابن عابدين: هذا بالنسبة الى الظاهر الذي يحكم به الحاكم والا فقد تكون بدونه كما لو عرض له اعتقاد باطل او نوى ان يكفر بعد حين.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۳: ۳۰۹ باب المرتد)

فهو کافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدین بالضرورة﴿۱﴾، انتهیٰ بقدر الضرورة.
واما عدم صحة النکاح فلقوله تعالیٰ: فان علمتموهن مؤمنات (الآیة) (ممتحنة)﴿۲﴾
قلت: انهم ادعو الاسلام اجمالا فی بدء الامر ثم خرجوا منه فی العاقبة فیکونون مرتدین ولا یکونون مثل اهل الکتاب لانهم یدعوا الاسلام فافهم، فانه من مزال الاقدام﴿۳﴾ اوراگر یہ ثابت ہوجائے کہ یہ رافضی (ناکح) اسلام سے خارج نہیں ہے ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہے﴿۴﴾تو اس میں عدم کفاءت کے احکام جاری ہوں گے﴿۵﴾ پس بہرحال اس نکاح سے اجتناب ضروری ہے۔وهو الموفق

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۳۱۴ فصل فی المحرمات کتاب النکاح)
﴿۲﴾ (سورة الممتحنة پاره:۲۸ آیت:۱۰)
﴿۳﴾ قال العلامه محمد امین افندی: ویجب اکفار الروافض بقولهم برجعة الاموات الی الدنیا وتناسخ الارواح وانتقال روح الا له الی الائمة وان الائمة آلهة وبقولهم بخروج امام ناطق بالحق وانقطاع الامر والنهی الی ان یخرج وبقولهم ان جبریل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمدﷺ دون علی کرم الله وجهه واحکام هؤلاء احکام المرتدین...... اعلم ان المفهوم من هذه النقول المنقولة عن علماء مذهبنا وغیرهم ان المحکوم علیه بالکفر فی هذه المسائل حکمه حکم المرتد.
(رسائل ابن عابدین ۱:۳۵۹ تنبیه الولاة والحکام علی احکام شاتم خیر الانام)
﴿۴﴾ قال العلامة الآفندی: واما المعتزلة فمقتضی الوجه حل مناکحتهم لان الحق عدم تکفیر اهل القبلة وان وقع الزاما فی المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدین. (فتاویٰ الشامیة ۲:۳۱۴ تحت قوله وصح نکاح کتابیة فصل فی المحرمات)
﴿۵﴾ وفی الهندیة: تعتبر الکفاءة فی الدیانة...... فلا یکون الفاسق کفأ للصالحة سواء کان معلن الفسق اولم یکن. (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۹۱ الباب الخامس فی الاکفاء)

شیعہ سنی کے نکاح میں اہل سنت مولوی کے بیٹھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نکاح منعقد ہوا جس میں لڑکی کا والد شیعہ تھا اس مجلس میں ایک مولوی صاحب بھی بیٹھا ہوا تھا جو اہل سنت سے تھا، ان کے متعلق اب بعض حضرات پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ نکاح اگرچہ اہل سنت کا تھا مگر لڑکی کا والد شیعہ تھا اسلئے اس مجلس میں یہ مولوی صاحب جو بیٹھا تھا یہ مجرم ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینو اتو جروا

المستفتی: انسپکٹر غلام رسول......۱۹۷۸ء/۷/۲۹

الجواب: ایسی مجلس میں شامل ہونے کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے البتہ نکاح محرم میں شمولیت کرنا محرم ہے، لکونہ تعاونا علی المعصیة﴿۱﴾ وتقریرا للمنکر﴿۲﴾. وھو الموفق

سنی شیعہ نکاح کرنے والوں اور اس مجلس میں شرکت کرنے والوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید سنی المذہب ہے اور صالح شیعہ غالی ہے اب زید نے اپنی سنی لڑکی کا نکاح صالح کے لڑکے کے ساتھ کردیا ہے جو کہ باپ جیسا غالی شیعہ ہے، اس مجلس نکاح میں عام مسلمانوں نے بھی شرکت کی، اب دریافت طلب یہ ہے کہ ان شرکاء عقد کو تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ان مذکورہ شرکاء کو نماز عید، جمعہ، جنازہ وغیرہ میں شریک ہونے دیا جائے یا

﴿۱﴾ قال اللہ تعالیٰ: ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان(الآیة).

(سورة المائدة پارہ: ۶ آیت: ۲)

﴿۲﴾ عن جریر بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیروا علیہ ولا یغیرون الا اصابھم اللہ منہ بعقاب قبل ان یموتوا ، رواہ ابوداؤد وابن ماجة.

(مشکوٰة المصابیح ۲: ۴۳۷ باب الامر بالمعروف الفصل الثانی)

نہیں؟اورلڑکی کا نکاح بغیر طلاق کے کسی اور جگہ کیا جاسکتا ہے یانہیں؟بینو اتو جر وا

المستفتی:مولوی عطاء اللہ چکڑ الوی میانوالی......۵/۲/۱۹۷۶ء

الجواب: یہ نکاح باطل اور کالعدم ہے، لکون الزوج کافراً کما فی ردالمحتار ۲:۳۹۸ وبهذا ظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية في علي او ان جبرئيل غلط في الوحي او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة﴿۱﴾ یہ لڑکی بغیر طلاق حاصل کرنے کے دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے،اور یہ ناکح اور گواہ اور نکاح خوان اگر مستحل ہوں تو ان پر توبہ﴿۲﴾اور تجدید نکاح ضروری ہے﴿۳﴾ورنہ ضروری نہیں ہےاور نماز وعبادت سے ان کا روکنا حرام ہے۔وهو الموفق

قادیانی سے نکاح باطل اور کالعدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین سال قبل ایک عورت کا نکاح ایک آدمی سے ہوگیا تھا ابھی معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے اس کے دو بچے بھی ہوگئے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟بینو اتوجروا

المستفتی:اختر......۳۰/۱۰/۱۹۷۷ء

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۱۴ فصل في المحرمات كتاب النكاح)

﴿۲﴾ قال الملا علي قاري: اذا اعتقد الحرام حلالا فان كان حرمته لعينه وقد ثبت بدليل قطعي يكفر والا فلابان تكون حرمته لغيره اوثبت بدليل ظني، وبعضهم لم يفرق بين الحرام لعينه ولغيره فقال من استحل حراما وقد علم في دين النبي ﷺ تحريمه كنكاح ذوي المحارم او شرب الخمر او اكل ميتة او دم اولحم خنزير من غير ضرورة فكافر.
(شرح فقه الاكبر ۱۵۲ ومنها استحلال المعصية)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: ما يكون كفرا اتفاقا......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: چونکہ قادیانی ضروریات دین سے انکار اور زندقیت کی وجہ سے کافر ہیں ﴿۱﴾ لہٰذا اس کا یہ نکاح باطل اور کالعدم ہے اور عورت کو جلدی جدا ہونا چاہئے ﴿۲﴾ اور اہل اسلام پر اس کی معاونت ضروری ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) یبطل العمل والنکاح.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۳: ۳۲۸ باب المرتد)

﴿۱﴾ قال العلامة مفتی کفایت الله الدهلوی: مرزا قادیانی نے اپنی تالیفات میں نبوت، مجددیت، محدثیت، مسیحیت، مہدیت کا اتنی صراحت اور اتنی کثرت سے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا انکار یا اس کی تاویل ناممکن ہے، خاتم المرسلین ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے، ملت اسلامیہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی مدعی نبوت کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کیلئے قطعاً تیار نہیں خواہ وہ نبوت ظلیہ بروزیہ جزئیہ کی تاویلات رکیکہ کی پناہ لے یا کھلم کھلا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہو مرزا قادیانی کے کفر کی اور بھی وجوہ ہیں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کی توہین، معجزات قرآنیہ کا انکار اور ناقابل اعتبار تاویلات سے ان کو رد کرنا یا استہزاء کرنا، اور چونکہ یہ امور مرزا صاحب کی تالیفات میں آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہیں اسلئے لاہوری جماعت کا انکار اور تاویلیں بھی لاہوری جماعت کو کفر سے نہیں بچا سکتیں، اگر چہ یہ دونوں جماعتیں اسلام کی مدعی ہیں لیکن عالم اسلام کے معتمد علیہ علماء ان دونوں کو ملت اسلامیہ سے خارج قرار دے چکے ہیں۔

(کفایة المفتی ۱: ۳۲۳ فصل چهارم فرقه قادیانی)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (وحرم نکاح الوثنية) ...... ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التی استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية وفی شرح الوجيز وکل مذهب یکفر به معتقده قلت وشمل ذلک الدروز والنصیریة والتیامنة فلا تحل مناکحتهم الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۱۴ فصل فی المحرمات)

﴿۳﴾ قال الله تعالیٰ: وتعاونوا علی البر والتقویٰ.

(سورة المائدة پاره: ۶ آیت: ۲)

مرزائیوں کے نکاح میں رجسٹرار کے تعاون کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرزائی شخص نے اپنی لڑکی کی مرزائی شخص سے شادی کردی، جس کا عقد نکاح مرزائی نکاح خواں سے کرایا گیا، اور نکاح نامہ کی چار فہرستیں ٹائپ کر کے متعلقہ وارڈ نکاح رجسٹرار کو روانہ کیں، یعنی دفتر ٹاؤن کمیٹی میں فارم بھیج دیئے، نکاح رجسٹرار نے ان فارموں کو پڑھے بھی نہیں ہیں اب صرف فارم بوساطت نکاح رجسٹرار ٹاؤن کمیٹی کو روانہ کرنے ہیں کیا اس روانہ کرنے پر شرعی گرفت ہوگی؟ کیونکہ یہ تو مالا یطاق ترک موالات کی صورت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل کریم کہوٹہ راولپنڈی

الجواب: اگرچہ اس میں حرج نہیں ہے لیکن آپ کیلئے ضروری ہے کہ ایسے عمل سے بھی بچنے کی کوئی تدبیر کیا کریں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

قادیانی عورت مسلمان ہوکر دوبارہ قادیانی کے حوالے کرنا حرام ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت شادی شدہ جو مرزائی عقیدہ رکھتی تھی، قادیانی شوہر اور اس کے درمیان بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر اختلاف پیدا ہوگیا، ذہنی تضاد کے باعث شوہر سے قانونی طور پر علیحدگی اختیار کرلی، اور آٹھ ماہ تک ایک سنی العقیدہ شخص کی کفالت میں رہی، اسی دوران میں اس کا شوہر مباشرت کرنے اور نان نفقہ دینے میں ناکام رہا، عورت نے دو مسلمان گواہوں کے روبرو عدالت میں پیش ہوکر مرزا غلام احمد کی نبوت سے انکار کردیا اور ایک ممتاز عالم دین کے دست مبارک پر

﴿۱﴾ قال العلامة عمادا لدین ابن کثیر: یامرا لله تعالیٰ عباده المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات وهو البر، وترک المنکرات وهو التقویٰ وینهاهم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم.

(تفسیر ابن کثیر ۲: ۱۰ سوره المائدة آیت: ۲)

اسلام قبول کیا، علماء دین نے فتویٰ صادر کیا کہ اگر عدت کے دوران میں شوہر نے بھی اسلام قبول کرلیا، تو صحیح ورنہ بعد از عدت یہ اس کے نکاح سے خارج ہو جائے گی، لیکن حکام نے اس فتویٰ کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے ملکی عائلی قوانین کے تحت اسے قادیانی کی بیوی قرار دے کر اس کے ساتھ جانے کا حکم دے دیا، کیا شرعاً یہ اس قادیانی کی بیوی ہو سکتی ہے؟ نیز ہم مذکورہ حکام کے خلاف دعویٰ دائر کرنے کے مستحق ہیں کہ ایک مسلمان عورت کو مرزائی کی زوجیت میں دے کر زنا کاری پر مجبور کر کے اسلام کی توہین کی جا رہی ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عجائب گوندل تھرپارکر، ۹/۱۰/۱۹۶۹ء

الجواب: اگر اس عورت نے مرزا غلام احمد کی نبوت اور مجددیت دونوں سے انکار کیا ہو اور مرزائیوں کے تمام عقائد سے بیزار ہوئی ہو تو اس عورت کو قادیانی کے حوالہ کرنا حرام ہے ﴿۱﴾ اور ہمیشہ کیلئے زنا پر مجبور کرنا ہے جو کہ مسلمان حاکم اور محکوم تمام کیلئے بدنما داغ ہے۔ وھو الموفق

قادیانی سے نکاح کالعدم اور حرام ہے اور اولاد صرف والدہ سے ثابت النسب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلمان لڑکی کا نکاح قادیانی (لاہوری) سے کیا گیا، اور اولاد بھی پیدا ہوئی، پھر پوتے پوتیاں اب جبکہ وہ غیر مسلم قرار دیئے گئے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملازم حسین راولپنڈی ......۱۷/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: یہ نکاح حرام اور کالعدم ہے اور اولاد کا نسب صرف والدہ سے ثابت ہے اور اسی مرزائی سے ثابت نہیں، کما فی الدر المختار ۳: ۵۵۵ وفی مجمع الفتاویٰ نکح کافر مسلمة

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: واذا اسلم احد الزوجین عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم فبها والا بان ابی اوسکت فرق بینهما.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۴۲۲ باب نکاح الکافر)

فولدت منه لا یثبت النسب منه ولا تجب العدة لانه نکاح باطل ﴿۱﴾. وهوالموفق

لاعلمی کی وجہ سے قادیانیہ کے ساتھ نکاح کرنے اور کرانے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں گجرات کا رہائشی ہوں میں نے جنوری ۱۹۷۵ء میں شہباز یہ نوشہرہ صدر سے اسلامی فقہ کے مطابق نکاح کیا نکاح مولانا.........خطیب مسجد درزیان نے پڑھایا، اس دوران میں لڑکی نے خودکو مسلمان حنفی مذہب ظاہر کیا، ساڑھے تین سال جدہ میں میرے پاس آباد رہی، میں نے مسمی مذکورہ کو فریضہ حج کی ادائیگی کا کہا تو اس نے نازیبا الفاظ استعمال کئے اور کہا کہ میرا حج اکبر دسمبر میں ربوہ میں ہوتا ہے میں نے اس کو اسلام کی دعوت دی لیکن انکار کے بعد میں نے طلاق ثلاثہ دے کر پاکستان رخصت کیا، پوچھنا یہ ہے:

(۱) کہ بوجہ لاعلمی اس نکاح کے دوران میں جماع کا کیا حکم ہے؟ کیا شرعاً کوئی تعزیر ہے؟

(۲) بعد میں سول جج بااختیارات فیملی جج گجرات نے نکاح کو غیر شرعی قرار دے دیا ان کی قادیانیت ثابت ہوگئی، تاہم اس نکاح کے کرنے والے مولوی پر کوئی گناہ ہوگا؟ یا گواہان گنہگار ہوں گے؟

(۳) بوقت نکاح حق مہر پانچ ہزار معجل اور پانچ ہزار مؤجل رکھا تھا وہ نکاح کے دوسرے دن دے دیا تھا اب انکاری بھی ہے۔ اور عدالت سے رجوع کیا ہے اس مہر کا کیا حکم ہے؟......

(۴) اپنے سامان کے علاوہ تقریباً پچیس ہزار کا میرا سامان بھی لے گئی ہے اس کو واپس کر سکتا ہوں یا وہ اس کا ہوگا؟

(۵) ربوہ کا عقیدہ اور غلام احمد کو نبی کہنے والے اگر مسلمان کے ساتھ دھوکہ یا مذہبی توہین کا ارتکاب کریں تو حاکم وقت ان کا محاسبہ کرے گا یا نہیں؟ نیز حکومت نے ان کو غیر مسلم قرار دیئے ہیں، مگر یہ لوگ شناختی

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۶۸۷ قبیل باب الحضانة)

کارڈ، پاسپورٹ اور مسلم فیملی لاء ۱۹۶۸ء کی عدالتوں کو دھوکہ دینے کیلئے اسلام کا نام استعمال کرتے ہیں کیا یہ لوگ مسلم فیملی لاء ۱۹۶۹ء کے تحت مسلمان کے خلاف دعویٰ کرنے کے مجاز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اورنگزیب خان لودھی کنجاہ گجرات......۱۶/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: (۱) قادیانیہ عورت مرتدہ ہے اور مرتدہ سے نکاح ناجائز اور کالعدم ہوتا ہے (شامی﴿۱﴾ بحر)﴿۲﴾. اور لاعلمی کی وجہ سے اس خاوند پر کوئی حد یا تعزیر نہیں ہے، خصوصاً جبکہ شبہ عقد موجود ہے (شامی)﴿۳﴾.

(۲) چونکہ ناکح، خطیب (نکاح خوان) اور گواہان نے لاعلمی کی وجہ سے متعلقہ کارروائی کا ارتکاب کیا ہے لہٰذا ان میں سے کوئی بھی مجرم اور گنہگار نہیں ہوگا، لحدیث ورد بذلک﴿۴﴾.......

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ويبطل من النكاح والذبيحة والصيد والشهادة والارث، قال ابن عابدين: النكاح اى ولو لمرتدةمثله.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۳: ۳۳۰ باب المرتد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: فلا يتزوج المرتد مسلمة ولا كتابية ولا مرتدة ولا يتزوج المرتدة مسلم ولا كافر ولا مرتد.

(البحر الرائق ۳: ۲۰۹ باب نكاح الكافر)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا حد ايضا بشبهة العقد اى عقد النكاح، قال ابن عابدين: اى ما وجد فيه العقد صورة لاحقيقة...... او لكون اختها مثلا في نكاحه او هي مجوسية او مرتدة فلا حد عليه وان علم الحرمة.

(الدرلمختار مع ردالمحتار ۳: ۱۶۸ مطلب في بيان شبهة العقد كتاب الحدود)

﴿۴﴾ عن ابن عباس ان رسول اللهﷺ قال ان الله تجاوز عن امتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه رواه ابن ماجة والبيهقي وفي الجامع رواه ابن ماجة عن ابى ذر والطبراني والحاكم في مستدركه عن ابن عباس وفي......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

(۳)صورت مسئولہ میں شبہ عقد کی وجہ سے حد ساقط ہےاور جماع کی وجہ سے مہر لازم ہے (شامی)﴿۱﴾
(۴) آپ اپنے سامان یا اس کی قیمت لینے کے مجاز ہیں۔
(۵)مرتد لوگ اس دعویٰ کے مجاز نہ ہوں گے بلکہ فراڈ کرنے وغیرہ جرائم کی سزا ملنے کے مستحق ہیں۔وھوالموفق

مشرکہ عورت سے دیو بندی عقیدہ رکھنے والے کا نکاح

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صحیح العقیدہ متشرع دیوبندی مسلک رکھنے والے مسلمان نوجوان مرد کا نکاح ایک بریلوی عقیدہ عورت جس کا عقیدہ یہ ہو کہ حضورﷺ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہے، عالم الغیب حاضر وناظر اور کارساز بھی ہے بشریت سے منکر ہے، نیز تمام انبیاء عظام اور اولیاء کرام حاجت روا، مشکل کشا، عالم الغیب اور حاضر وناظر ہیں وغیرہ، سے نکاح ہوسکتا ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سیف الدین اٹک شہر.....۱۹۸۳ء/۸/۷

(بقیہ حاشیہ) روایة للطبرانی عن ثوبان. (مرقاۃ المفاتیح ۱۱: ۴۷۱ باب ثواب ھذہ الامة)وفی انجاح الحاجة ھامش ابن ماجة: ان اللہ تعالیٰ رفع عن امتی الخ (ابن ماجة ۱: ۶۵)
وقال العلامة ابن عابدین: (رفع عن امتی الخطأ) قال فی الفتح ولم یوجد بھذا اللفظ فی شیئ من کتب الحدیث بل الموجود فیھا ان اللہ وضع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرھوا علیہ رواہ ابن ماجة وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرطھما.
(ردالمحتار ۱: ۴۵۴ مطلب فی الفرق بین السھو والنسیان)
﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وفی مسئلة النسیان اذالحکم فی تزوجھما معا البطلان وعدم وجوب المھر الا بالوطٔ کما فی عامة الکتب الخ.
(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۱۰ باب المحرمات)

الجواب: ایسی عورت سے مسلمان کا نکاح درست نہیں ہے،ایسی عورت مرتدہ ہے اور اہل کتاب سے بھی بدتر ہے ﴿۱﴾لقوله تعالیٰ: ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن (الآیة)﴿۲﴾. وهو الموفق

قبر پرست اور غیر اللہ کے نام نذر و نیاز کرنے والے کے ساتھ نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قبر پرست، پیر پرست غیر اللہ کے نام نذر و نیاز دینے والے اور دوسرے شرکیہ عقائد رکھنے والے شخص کے ساتھ نکاح کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:صوفی محمد شریف کیملپور.....۱۰/۲/۱۹۷۵ء

الجواب: بشرط صدق وثبوت ایسے شخص کے ساتھ مسلمان لڑکی کا نکاح درست نہیں ہے، کما فی الهندیة ۱: ۲۹۹ ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التی استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية وكل مذهب يكفر به معتقده كذا فی فتح القدیر﴿۳﴾. وهو الموفق

پرچمی و خلقی پارٹی والوں سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو لوگ افغانستان میں پرچمی اور

﴿۱﴾ وفی الهندیة: لا یجوز نکاح المجوسیات ولا الوثنیات ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التی استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية وكل مذهب يكفر به معتقده كذا فی فتح القدیر.
(فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۸۱ القسم السابع المحرمات بالشرک)

﴿۲﴾ (سورة البقرة پاره: ۲ آیت: ۲۲۱)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۱ القسم السابع المحرمات بالشرک)

خلقی ہیں اور مجاہدین کے مقابلہ میں لڑتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ نکاح کا کیا حکم ہے اور ان کے نکاح ختم ہو چکے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمود حقانی ۔۔۔ ۱۹۸۷ء/۲/۱۴

الجواب: ہر اس شخص جس کا عقیدہ کمیونزم ہو اور کمیونزم کو موجب ترقی اور اسلام کو موجب تنزل کہتا ہو وہ مرتد ہے﴿۱﴾ ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں، اور ان کی زوجات کے ساتھ بعد از عدت نکاح کیا جاسکتا ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

فسخ نکاح کیلئے ارتداد موجب فسخ اور مجوز نکاح ثانی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت جو کسی آدمی کا منکوحہ ہو اور صرف اسی ارادے پر کہ میرا نکاح ختم ہو جائے ارتداد اختیار کرے اور دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح

﴿۱﴾قال العلامة الافندی: ذکر فی المسایرة ان ماینفی الاستسلام او یوجب التکذیب فھو کفر، وقال الحصکفی: من ھزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف فھو ککفر العناد والکفر شرعا تکذیبه ﷺ فی شیئ مماجاء به من الدین ضرورة.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۳: ۳۱۱ باب المرتد)

وفی الھندیة: وبتحسین امر الکفار اتفاقا. (فتاویٰ عالمگیریة ۲: ۲۷۷ کتاب الارتداد)

﴿۲﴾قال العلامة الحصکفی: لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلاثة اشھر قبل اسلام الآخر اقامة لشرط الفرقة مقام السبب، قال ابن عابدین: وھل تجب العدة بعد مضی ھذه المدة فان کانت المرأة حربیة فلا لانه لا عدة علی الحربیة وان کانت ھی المسلمة فخرجت الینا فتمت الحیض ھنا فکذلک عند ابی حنیفة خلافا لھما لان المھاجرة لاعدة علیھا عنده خلافا لھما کما سیأتی بدائع وھدایة وجزم الطحاوی بوجوبھا قال البحر وینبغی حمله علی اختیار قولھما.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۴۲۴ باب نکاح الکافر)

کرے تو کیا یہ پہلا نکاح ختم ہوجاتا ہے اور جب اسلام قبول کرے تو یہ دوسرا نکاح دوسرے آدمی کے ساتھ منعقد ہوجاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم جامعہ حقانیہ.....۱۴۰۴ھ/۴/۴

الجواب: عورت کی ارتداد جب خاوند سے جدائی کیلئے ہو تو موجب فسخ نکاح نہیں ہے اور دوسرے خاوند کیلئے مجوز نکاح نہیں ہے، والتفصیل فی ردالمحتار ۲: ۵۴۰ ﴿۱﴾. وهو الموفق

شیعہ بن جانے سے سابقہ نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا ایک لڑکی سے چھوٹی عمر میں نکاح ہوا ہے نکاح کے وقت دونوں مسلمان تھے بعد میں مرد نے شیعہ عورت کے ساتھ نکاح کیا، واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آدمی بھی شیعہ ہو چکا ہے لیکن آدمی خود انکاری ہے کہ میں شیعہ نہیں ہوں اس صورت میں اس شخص کا پہلی عورت کے ساتھ نکاح باقی ہے یا ختم ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ٹانک ڈی آئی خان......۱۹۶۹ء/۱/۱۲

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: لو ارتدت لمجئ الفرقة منها ...... تجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجرا لها بمهر يسير كدينار وعليه الفتوىٰ ولو الجية وافتى مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرا وتيسيرا لا سيما التي تقع في المكفر ثم تنكر قال في النهر والافتاء بهذا اولىٰ من الافتاء بما في النوادر لكن قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا وما يقع منهن من موجبات الردة مكررا في كل يوم لم يتوقف في الافتاء برواية النوادر قال ابن عابدين: (قوله زجرا لها) عبارة البحر حسما لباب المعصية والحيلة للخلاص منه ولا يلزم من هذا ان يكون الجبر على تجديد النكاح مقصورا على ما اذا ارتدت لاجل الخلاص منه بل قالوا ذلك سدا لهذا الباب من اصله سواء تعمدت الحيلة ام لا كي لاتجعل ذلك حيلة...... ولا يخفىٰ ان الافتاء بما اختاره بعض ائمة بلخ اولىٰ من الافتاء بما في النوادر الخ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۴۲۶ باب نكاح الكافر)

الجواب: تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہو کہ یہ شخص شیعہ کے اس طائفہ میں داخل ہوا ہے جو کافر ہیں اس وقت تک پہلا نکاح باقی رہے گا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مہرِ معجّل کی عدم ادائیگی سے نکاح کو نقصان نہیں پہنچتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے لڑکے بکر کے رشتہ کے واسطے خالد کے گھر جرگہ لے جاتا ہے خالد انکار کرتا ہے لیکن زید اور خالد کے سسرال خالد کو مجبور کرتے ہیں بالآخر خالد نے ایک شرط لگائی کہ زید بکر کی طرف سے لڑکی کو دس ہزار روپیہ نقد یا اس مالیت کی زمین مہر میں دے، اس شرط کو مانتے ہوئے سسرال یعنی زینب کا جد فاسد نکاح کرا دیتا ہے جبکہ زینب اس وقت نابالغ تھی، بالغ ہونے پر زینب نے انکار کیا خالد نے متعدد دفعہ بکر سے بذریعہ جرگہ کہا کہ شرط پوری کر دو تو رشتہ اٹھالو ورنہ رشتہ نہیں دوں گا، اس بات پر زینب کا جد فاسد اپنی جائیداد بکر کے نام بیع کر دیتا ہے کہ تم شرط پوری کرو، بکر انتقال درج کراتا ہے اور بوقت تصدیق انتقال بکر اس شرط وفاء کو فسخ کر کے روپوش ہو جاتا ہے اور درج شدہ انتقال کا غذات محکمہ مال سے خارج ہو جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اگر بکر اس شرط کو پورا کرے تو زینب کا نکاح جو جد فاسد نے کیا ہے درست ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ شرط پورا نہ کرے تو بھی یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور زینب اس صورت حال میں دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عظیم اللہ خان چھٹہ بٹہ ہزارہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وبهذا ظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية في علي او ان جبريل غلط في الوحي او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما اذا كان يفضل عليا او يسب الصحابة فانه مبتدع لا كافر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۱۴ فصل في المحرمات قوله وصح نكاح كتابية)

الجواب: زینب نابالغی بچی کا نکاح بکر کے ساتھ تا حال موجود ہے لہٰذا دوسری جگہ نکاح درست نہیں ہے کیونکہ مہر معجل کے فیصلہ نہ ہونے سے نکاح کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، نیز خیار بلوغ کی صورت میں بغیر قضاء قاضی کے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ لان الحکم عند عدم قبض المعجل المنع الوطی وغیره في الدرالمختار: ولها منعه من الوطی ودواعیه لاخذ ما بین تعجیله انتهٰی مختصرا، قال العلامة الشامی ۲: ۳۶۷ وکذا لولی الصغیرة المنع المذکور﴿۱﴾ وفی الهندیة ۱: ۳۰۴ ویشترط فیه القضاء بخلاف خیار العتق کذا فی الهدایة فان اختار الصغیر او الصغیرة الفرقة بعد البلوغ فلم یفرق القاضی بینهما حتی مات احدهما توارثا ویحل للزوج ان یطأها مالم یفرق القاضی بینهما﴿۲﴾. وهو الموفق

بیوی کو بلا تحقیق خنثیٰ کہہ کر باپ کے گھر بٹھانا ظلم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو سن بلوغ پہنچ جانے پر حیض آتا رہتا ہے پستان عورتوں کی طرح ہیں اس کے علاوہ دایہ بھی اس کی عورت ہونے کا اعتراف کرتی ہے، اس عورت کی شادی ہوگئی اور تین ماہ تک شوہر کے پاس خلوت میں رہی، اب شوہر نے بیوی سے کہا کہ اپنے باپ کے گھر بیٹھ جا کیونکہ میرے پاس آپ کا رہنا گناہ ہے، تو عورت نہیں ہے خنثیٰ ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عمر متعلم حقانیہ.....۱۶/۱/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر عقد نکاح ان علامات کے ظہور کے بعد ہوا ہو تو یہ عقد لازم ہے اور یہ عورت

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۳۸۸، ۳۸۹ مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المهر)
﴿۲﴾ (فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۸۵ الباب الرابع فی الاولیاء)

منکوحہ ہے﴿۱﴾بغیر طلاق کے آزاد نہیں ہوسکتی اور یہ شوہر اس اقدام میں ظالم ہے،**یدل علی اصل المسئلة ما فی الهندیة ۶: ۴۶۳ ولو ظهر له ثدی کثدی المرأة اونزل له لبن فی ثدیه او حاض...... فهو امرأة﴿۲﴾. وهو الموفق**

لڑکی کے نکاح میں فریقین کا دعویٰ اور صورت فیصلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی مطلقہ کا نکاح تیرہ جون کو زید کے ساتھ اجلاس عام میں کیا گیا بعد میں اکرم نے اسے اغوا کیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے ۲۳/ مئی کو اس کے ساتھ نکاح کیا ہے جبکہ اکرم اس تاریخ کو جیل میں پابند سلاسل تھا، اس کے چچا کا بیان ہے کہ میں نے اس سے جیل میں وکالت لی تھی اور لڑکی کا ماموں کہتا ہے کہ میں نے لڑکی سے وکالت لی تھی، اور یہ دونوں گواہ بھی پیش کرتے ہیں اور زید دعویٰ کرتا ہے کہ ۱۳/ جون کے نکاح کے علاوہ ۲۶/ اپریل پر بندہ نے اس کے ساتھ گندم کی کٹائی کے دوران میں دو گواہوں کے سامنے نکاح کیا ہے اب متواتر دو جرگوں نے لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ ثابت کیا ہے، علاوہ ازیں امام صاحب مسجد کا بیان ہے کہ میں تیرہ جون سے ایک ہفتہ قبل اس لڑکی کو اپنے بھتیجے کے نکاح میں لانے کیلئے اس کے گھر گیا لیکن مہر میں راضی نہ ہونے کی وجہ سے واپس آیا، اب اس لڑکی کا نکاح کس کے ساتھ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نور حسین شاہ ڈم کلہ کرک...... ۱۹۶۹ء/۱/۲

﴿۱﴾قال العلامة الافندی: لو زوجه ابوه او مولاه امرأة او رجلا لا یحکم بصحته حتی یتبین حاله انه رجل او امرأة فاذا ظهر انه خلاف مازوج به تبین ان العقد کان صحیحا والافباطل لعدم مصادفة المحل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح)

﴿۲﴾(فتاویٰ عالمگیریه ۶: ۴۵۷ الباب التاسع فی میراث الخنثیٰ)

الجواب: اگر زید نے ۲۶/اپریل کے عقد نکاح کے گواہ حکم یا حاکم کے سامنے پیش کئے تو سبقت تاریخ کی وجہ سے اس کا دعویٰ ثابت ہوگا، اور فریقین کیلئے شہادت پیش کرنے سے قبل عورت اس کی ہوگی، جس کیلئے عورت اقرار کرتی ہو، **صرح بہ فی جمیع معتبرات الفقہ، قال صاحب الهداية ۳:۲۱۲ ویرجع الی تصدیق المرأۃ لاحدهما وهذا اذالم یوقت البینتان فاما اذا وقتا فصاحب الوقت الاول اولیٰ (یعنی اذا لم یکن الدعویٰ بعد الطلاق) وان اقرت لاحدهما قبل اقامة البینة فهی امرأته لتصادقهما وان اقام الآخر البینة قضیٰ بها لان البینة اقویٰ من الاقرار انتهیٰ باختصار یسیر﴿۱﴾. وهو الموفق**

کنیز کے ساتھ جماع کرنے اور نکاح نہ کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ سچ ہے کہ ایک مسلمان چار عدد بیویاں رکھنے کے باوجود بے شمار کنیز بھی رکھ سکتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ جبکہ جس کتاب کو میں مطالعہ کررہا تھا اس میں لونڈیوں سے نکاح نہ کرنے کا لکھا تھا، صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی غلام نبی مردان......۱۹/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: مسلمان لونڈی سے مالک بغیر نکاح کے جماع کرسکتا ہے، **لقوله تعالیٰ: الا علی ازواجهم او ماملکت ایمانهم﴿۲﴾** لیکن بشرطیکہ یہ کنیز مسلمان یا اہل کتاب ہو **لان محل الجماع هو هذا کما فی ردالمحتار﴿۳﴾......**

﴿۱﴾ (هداية ۳:۲۱۸ باب مایدعیه الرجلان)

﴿۲﴾ (سورة المؤمنون آیت: ۶ پارہ: ۱۸)(وسورة المعارج آیت: ۳۰ پارہ: ۲۹)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: وحرم نکاح المولیٰ امته والعبد سیدته لان المملوکیة تنافی المالکية...... وحرم نکاح الوثنیة بالاجماع قال ابن عابدین:......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

...... والبدائع﴿۱﴾ اپنی کنیز سے نکاح نہیں کیا جائے گا، لانہ کاستیجار مملوکہ﴿۲﴾ وایضا لقولہ تعالیٰ: کمامر. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وافاد بحرمة النكاح حرمة الوطء بملك اليمين كما يأتی...... قوله كتابية اطلقه فشمل الحربية والذمية والحرة والامة الخ.

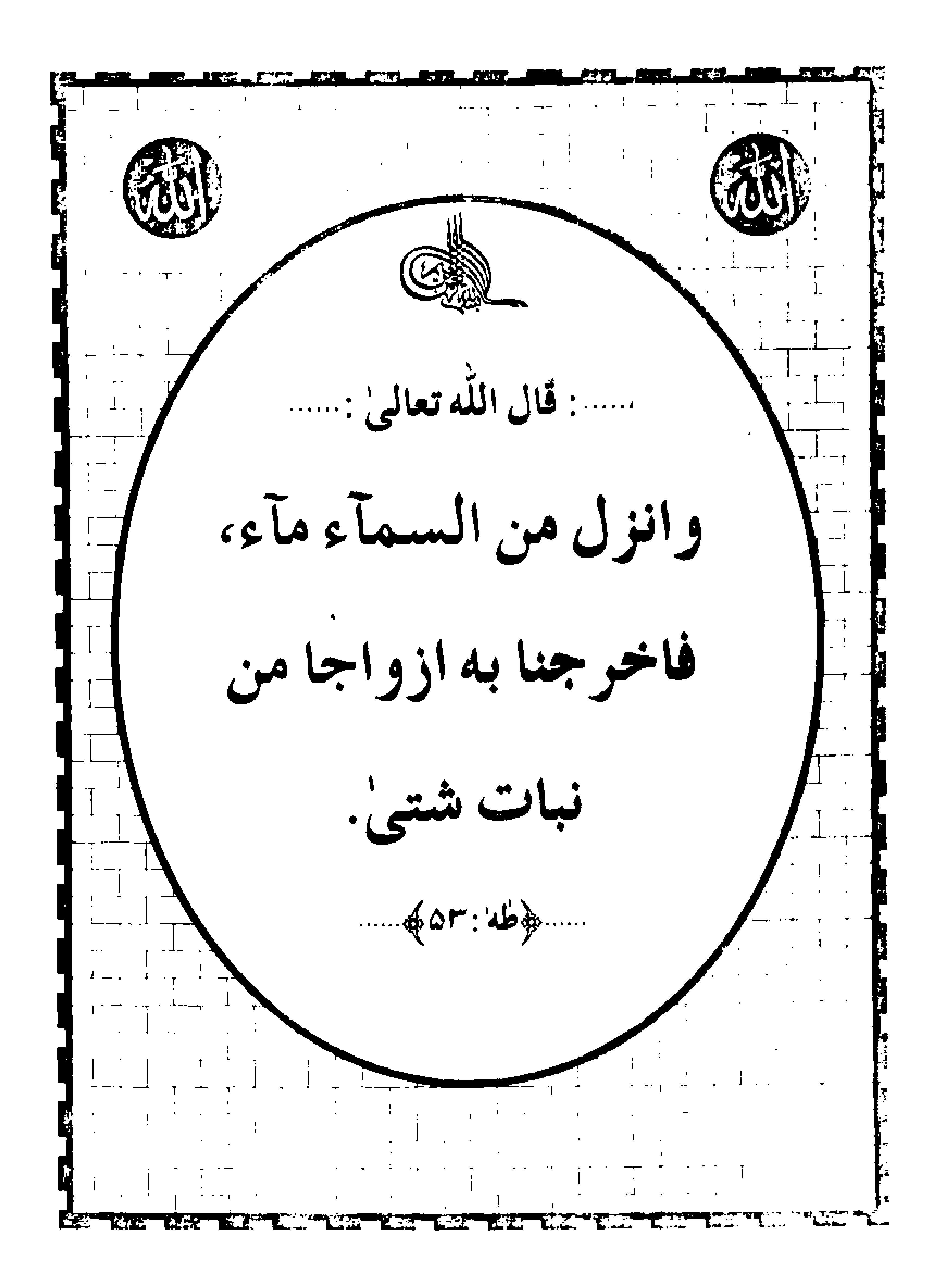
(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۳۱۴ قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ امته)

﴿۱﴾ قال العلامة الكاسانی: والاصل ان لا يحل وطء كافرة بنكاح ولا بملك يمين الا الكتابيات خاصة.

(البدائع الصنائع ۲: ۵۵۴ مبحث عدم نكاح المشركة)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغينانی: ولا يتزوج المولیٰ امته ولا المرأة عبدها لان النكاح ما شرع الامثمراً بثمرات مشتركة بين المتناكحين والمملوكية تنافی المالكية فيمتنع وقوع الثمرة على الشركة. (هداية ۲: ۳۱۰ فصل فی بيان المحرمات)




قال اللّٰه تعالیٰ :
وانزل من السمآء مآء، فاخرجنا به ازواجا من نبات شتیٰ.
﴿طٰه : ۵۳﴾


الله
الله
مسائل شتی

مسائل شتیٰ

اس عنوان کے تحت وہ مسائل جمع کئے گئے ہیں جو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے بیماری کی حالت میں لکھے اور سہ ماہی الفرید میں دارالافتاء کے عنوان سے شائع ہوتے رہے، سہ ماہی الفرید جلد: ۷ شمارہ: ۱ سے جلد: ۸ شمارہ: ۴ تک کے ان مسائل کو جمع کر کے مسائل شتیٰ کے عنوان سے برائے افادہ عام شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے۔...... (از مرتب)

سلام کے الفاظ میں اضافی کلمات کی مقدار

سوال: اگر کوئی شخص السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته کہدے تو جواب دینے والا اس پر اضافی کلمات کہیں گے یا نہیں؟ مثلاً ومغفرته وغیرہ؟

الجواب: افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والا اور مجیب دونوں "وبرکاته" تک الفاظ کہدیں، کما فی الهندية ۵: ۳۲۵ والافضل للمسلم ان يقول السلام عليكم ورحمة الله وبركاته والمجيب كذلك يرد، ولا ينبغي ان يزاد على البركات شيئ قال ابن عباس رضي الله عنهما لكل شيئ منتهىٰ ومنتهى السلام البركات كذا في المحيط﴿۱﴾.

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگيريه ۵: ۳۲۵ الباب السابع في السلام وتشميت العاطس)

البتہ ابو داؤد۲:۳۵۹ باب کیف السلام میں ومغفرتہ کالفظ آیا ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

زلزلہ کے وقت مکان سے باہر نکلنا مستحب ہے

سوال: زلزلہ کے وقت مکان سے باہر فضا میں نکلنا جائز ہے یا مکروہ؟

الجواب: زلزلہ کے وقت چونکہ مکان اور چھت گرنے کا خطرہ ہوتا ہے اسلئے فضا میں نکلنا مستحب ہے، کما فی الهندية ۵: ۳۷۹ رجل كان فی البيت اخذته الزلزلة لا يكره له الفرار الى الفضاء بل يستحب لما روى عن النبی ﷺ انه مر بحائط مائل فاسرع فی المشی فقيل له أتفر من قضاء الله قال أفر من قضاء الله الى قضاء الله الخ ﴿۲﴾ وهكذا فی البزازية على هامش الهندية ۶: ۳۷۱ ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ عن سهل بن معاذ بن انس عن ابيه عن النبی ﷺ بمعناه زاد ثم اتى آخر فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته فقال اربعون قال هكذا تكون الفضائل.
(سنن ابی داؤد ۲: ۳۵۹ باب كيف السلام)

وقال الشيخ محمد زكريا الكاندهلوی: وفی الدر المختار لا يستحب ان يزيد على وبركاته وقد ورد فی ذلک روايات مرفوعة فی مجمع الزوائد وفی جمع الفوائد عن ابن عباس ان السلام قد انتهى الى البركة وكذا عن ابن عمر انه كره الزيادة وفی الدر المنثور حكى الانتهاء الى البركة عن عروة بن الزبير وهكذا فی العالمگيرية عن علی وابن عباس واورد الحافظ الآثار فی ذلک فی الفتح.
(التعليق على بذل المجهود فی حل ابی داؤد ۵: ۳۲۲ باب كيف السلام)

وقال فی اوجز المسالک بعد ما نقل كلام الحافظ: فغاية ما يثبت به الجواز والسنة ما عليها الروايات المعروفة. (هامش عمل اليوم والليلة للدينوری ۱۹۳ باب ثواب السلام)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ۵: ۳۷۹ الباب الثلاثون فی المتفرقات)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن البزاز الكردری: واذا تزلزلت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حدیث ”من بشرني بخروج صفر بشرته بالجنة“ ثابت نہیں ہے

سوال: کیا یہ حدیث ثابت ہے ”من بشرني بخروج صفر بشرته بالجنة“۔

الجواب: ملا علی قاری نے کہا ہے، لا اصل له كما في الموضوعات الكبرىٰ صفحہ: ۲۲۵﴿۱﴾۔ وفي الهندية ص ۵: ۳۸۰ اما ما يقولون في حق صفر فذلك شيئ كانت العرب يقولونه (واماالخبر المذكورة) فهو كذب محض كذا في جواهر الفتاوىٰ ﴿۲﴾.وهو الموفق

گرد وغبار ختم کرنے کیلئے راستوں میں بقدر حاجت پانی چھڑکنا

سوال: بارش وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے گرد وغبار ختم کرنے کیلئے سڑکوں اور راستوں پر پانی ڈالنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: بقدر حاجت جائز ہے، کمافي الملتقط (۲۱) لا بأس برش الماء في الطريق لتسكين الغبار فالزيادة على الحاجة لا تحل﴿۳﴾، وهكذا في

(بقيه حاشيه) الارض وهو في بيته له الفرار الى الصحراء لقوله تعالىٰ ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة وفيه قيل الفرار مما لا يطاق من سنن المرسلين.

(فتاوىٰ بزازية على هامش الهندية ۶: ۳۷۱ كتاب الكراهية التاسع في المتفرقات)

﴿۱﴾ قال العلامة نورالدين ملا على قارى الهروى: حديث ”من بشرني بخروج صفر بشرته بالجنة“ لا اصل له. وعلى هامشه ذكره تذكرة الموضوعات ۱۱۶ وكشف الخفاء ۲: ۳۲۷.

(الموضوعات الكبرىٰ للقارى ۲۲۵ رقم حديث: ۸۸۹)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ۵: ۳۸۰ الباب الثلاثون في المتفرقات)

﴿۳﴾ (الملتقط في الفتاوىٰ الحنفية ۲۱ كتاب الطهارات)

الهندية ۵: ۳۸۱ ﴿۱﴾. وهو الموفق

نوافل میں آیت واحدہ کی تکرار مکروہ نہیں

سوال: بعض کتابوں نے نماز حاجت کے مختلف طریقے بتائے ہیں۔ مثلاً پہلی رکعت میں حسبنا الله ونعم الوكيل سو بار دوسری میں وافوض امری الی الله سو بار یا سورۃ اخلاص کو اتنی بار وغیرہ، کیا تکرار آیات ایک رکعت میں جائز ہے؟

الجواب: نفلی نماز میں یہ تکرار مکروہ نہیں اور فرض نماز میں بغیر کسی عذر اور نسیان کے مکروہ ہے، كمافي الهندية ۱: ۱۰۷ واذا كرر آية واحدة مراراً فان كان في التطوع الذي يصلي وحده فذلك غير مكروه، وان كان في الصلوٰة المفروضة فهو مكروه في حالة الاختيار واما في حالة العذر والنسيان فلا بأس هكذا في المحيط ﴿۲﴾. وهو الموفق

روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر دوسروں کا سلام پہنچانا جائز ہے

سوال: بعض لوگ روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر دوسرے لوگوں کا سلام پہنچاتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟ وہاں پر بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں۔

الجواب: یہ سلام پہنچانا جائز ہے، كما في الهندية ۱: ۲۶۵ ويبلغه سلام من اوصاه فيقول السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بك الى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين ﴿۳﴾، اور یہ سلف صالحین کا معمول رہا ہے، كما في الملتقط ۹۴

﴿۱﴾ وفي الهندية: لا بأس برش الماء في الطريق لتسكين الغبار والزيادة على الحاجة لا تحل. (فتاوىٰ عالمگيريه ۵: ۳۸۱ قبيل كتاب التحرى)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۱۰۷ الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومالايكره)

﴿۳﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۲۶۵ خاتمة في زيارة قبر النبي ﷺ)

قال عمر بن عبد العزیز لرجل اذا قدمت المدینة واتیت قبر النبیﷺ فاقرأه منی السلام﴿۱﴾، سوائے نجدی لوگوں کے کسی نے اس پر نکیر نہیں کیا ہے۔

نابالغ یا کافر نے آیت سجدہ پڑھ لیا تو مکلّف سامع پر سجدہ واجب ہے

سوال: کسی کافر یا نابالغ نے آیت سجدہ تلاوت کی یہ دونوں چونکہ اہل نہیں ہیں تو ان سے سننے پر سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: نابالغ اور کافر پر سجدہ نہیں البتہ سننے والا اگر اہل اور مکلّف ہے تو اس پر واجب ہے، کما فی الملتقط ۵۲ الصبی اذا تلا آیة السجدة لا یجب علیه السجدة وتجب علی من سمع ذلک وکذلک الکافر والحائض﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیة ۹۴ مطلب فی الحاج عن الغیر)

وقال الشاہ اشرف علی التھانوی: حضرت عمر بن عبدالعزیز (جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں) سے ثابت ہے کہ روضہ اقدس پر سلام پہنچانے کیلئے قصداً قاصد کو بھیجتے تھے اور کسی سے نکیر منقول نہیں تو یہ ایک قسم کا اجماع ہوگیا اور جب دوسرے کا سلام پہنچانے کیلئے سفر جائز ہے لانه اقرب الی الضرورة لکونه عملا لنفسه، اور وہ روایت یہ ہے: فی خلاصة الوفاء ۴۷ للسمهودی المتوفی ۱۰۱۱ھ وقد استفاض عن عمر بن عبد العزیز انه کان یبرد البرید من الشام یقول سلم لی علی رسول اللهﷺ، وقال الامام ابوبکر بن عمر بن ابی عاصم النبیل من المتقدمین فی مناسک له التزم فیها الثبوت (لعل المراد انه لا یروی فیها الا الروایات الثابتة المقبولة عند اهل الفن) وکان عمر بن عبد العزیز یبعث بالرسول قاصدا من الشام الی المدینة لیقرئ النبیﷺ السلام ثم یرجع. (کذا کتب الی المولوی محمد شفیع من الدیوبند).

(بوادر النوادر ۴۰۳ تحقیق اعراس وزیارت روضه مقدسه)

﴿۲﴾ (الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیة ۵۲ مطلب فی زیارة القبور)

کھانا کھانے کے بعد ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرنا

سوال: کیا کھانا کھانے کے بعد ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرنا جائز ہے۔ کیا یہ کاغذ کی بے حرمتی نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: کھانا کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ صاف کرنا مکروہ ہے، کما فی الھندیۃ ۵: ۳۲۲ حکی الحاکم عن الامام انه کان یکره استعمال الکواغذ فی ولیمة لیمسح بها الاصابع وکان یشدد فیه ویزجر عنه زجراً بلیغاً کذا فی المحیط﴿۱﴾، البتہ یہ مخصوص قسم کا کاغذ جو صفائی کیلئے بنایا گیا ہے مکروہ نہیں، لانه لا قیمة له بعد القطع وکذا لیس ھذا للکتابة فافھم﴿۲﴾، البتہ انگلیوں کو صاف کرنے سے پہلے چاٹنا سنت ہے، کما فی الھندیۃ ۵: ۳۴۷ ومن السنة لعق الاصابع قبل المسح بالمندیل کذا فی الوجیز للکردری﴿۳﴾. وھو الموفق

امام مالک رحمہ اللہ تابعی ہے یا تبع تابعی؟

سوال: امام مالک رحمہ اللہ تابعی ہے یا تبع تابعی؟

﴿۱﴾(فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۲۲ الباب الخامس فی اداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: واذا کانت العلة فی الابیض کونه آلة للکتابة کما ذکرناه یؤخذ منها عدم الکراھة فیما لا یصلح لها اذا کان قالعا للنجاسة غیر متقوم کما قدمناه من جوازه بالخرق البوالی وھل اذا کان متقوما ثم قطع منه قطعة لا قیمة لها بعد القطع یکره الاستنجاء بها ام لا الظاھر الثانی لانه لم یستنج بمتقوم نعم قطعه لذلک الظاھر کراھته لو بلا عذر بان وجد غیره لان نفس القطع اتلاف.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ۲۵۰ فصل فی الاستنجاء)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۴۷ الفصل الحادی عشر فی الکراھة فی الاکل وما یتصل به)

الجواب: تبع تابعی ہونے میں کوئی شک نہیں، البتہ آپ کو تابعی شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص کی صحابیت اور امام مالک کا ان سے روایت کرنا ثابت ہے، ذکرہ فی المرقاۃ ۱۸:۱ وقیل من التابعین اذروی انہ روی عن عائشۃ بنت سعدبن ابی وقاص وصحبتہا ثابتۃ﴿۱﴾. وھو الموفق

موبائل میں گھنٹی کی بجائے آیات قرآن یا ذکر اللہ کی آواز بھر دینا

سوال: موبائل سیٹوں میں گھنٹی کی بجائے آیات قرآن یا کسی دوسرے ذکر وغیرہ کی آواز بھر دی جاتی ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: چونکہ اس سے مقصود اخبار اور اعلام ہوتا ہے اور فقہاء نے ذکر وغیرہ کو آلہ اعلام واخبار بنانا مکروہ کہا ہے۔ کما فی الدر المختار: وقد کرھوا واللہ اعلم ونحوہ لإعلام ختم الدرس حین یقرر، وقال الشامی: فإنہ استعملہ آلۃللإعلام ونحوہ إذا قال الداخل یا اللہ مثلاً لیعلم الجلاس بمجیئہ لیھیئوا لہ محلاً ویوقروہ. (۵: ۳۰۶قبیل کتاب احیاء الموات)﴿۲﴾ البتہ اس میں ساز وسرود نصب کرنا بھی جائز نہیں۔ عام گھنٹی جو بغیر ساز کی ہو نصب کرنے کی اجازت ہے۔ وھو الموفق

مخصوص قسم کے کتوں کے ذریعے قاتل وچور کا کھوج لگانا

سوال: فوجی لوگ مخصوص قسم کے بیرونی ممالک سے کتے لاکر ان کے ذریعہ قاتل، چور وغیرہ کا کھوج لگاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ ۱۸:۱ تذکرۃ الامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۵: ۳۰۶ قبیل کتاب احیاء الموات کتاب الحظر والاباحۃ)

الجواب: یہ یقینی نہیں بلکہ ظنی امر ہے، اور تجربہ سے یہ غلط بھی ثابت ہوا ہے، لہٰذا ایک شخص کے متہم ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے یہ عمل جائز نہ ہوگا﴿۱﴾ اور اگر اتباع قرائن میں معتبر مانا جائے تو آیت قرآن کو مدنظر رکھنا چاہئے، قال اللہ تعالیٰ: **ولا تقف ما لیس لک به علم (الآیة)**﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ کسی بھی ملزم پر فرد جرم عائد کرنے کیلئے شریعت مقدسہ نے ظاہر پر بنا کیا ہے کہ یا شہادت شرعیہ موجود ہو جائے یا اقرار سے ثابت ہو جائے تب کوئی ملزم مجرم ثابت ہو سکتا ہے، قال العلامة عبد الله الموصلي: وتثبت السرقة بما يثبت به القذف يعني بالاقرار مرة وبشهادة شاهدين كسائر الحقوق ... وينبغي ان يلقن المقر الرجوع احتيالا للدرء فقد روى: انه عليه الصلاة والسلام اتى بسارق فقال له: اسرقت؟ ما اخاله سرق؟ ... ويسأل الشهود عن كيفيتها وزمانها ومكانها وما هيتها ... ولا بد من حضور المسروق منه عند الاقرار والشهادة والقطع الخ (الاختيار لتعليل المختار ۲: ۳۵۷ كتاب السرقه)

اس کے علاوہ کتوں کے ذریعہ معلوم کرنا یا عملیات کے ذریعہ کسی چور وغیرہ یا سحر کرنے والا معلوم کرنا مفید شبہ ہو سکتا ہے لیکن مفید ظن غالب اور یقین ہرگز نہیں ہے، اور شبہات یا ظنیات کی بنا پر کسی کو مجرم ٹھہرانا ہرگز شریعت میں جائز نہیں اور کتوں کے بارے میں تو عام قومی اخبارات میں بھی یہ بیان آیا تھا کہ ضلع کرک میں کتوں کے ذریعے ایک قاتل کا کھوج لگایا گیا تھا پھر مہینہ بعد وہ غلط نکلا اور اصل قاتل کوئی اور تھا، اور امام ولی اللہ الدہلوی نے برائے شناختن دزد القول الجمیل میں ایک عمل لکھا ہے اور اس کے بعد خود فرمایا ہے: قلت ويجب على من اطلع على السارق بامثال هذه ان لا يجزم بسرقته ولا يشيع فاحشته بل يتبع القرائن فانما هي طريق اتباع القرائن قال الله تعالىٰ ولا تقف ما ليس لک به علم (القول الجميل ۱۷۲).

اور حضرت شاہ اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاویٰ میں حضرت شاہ صاحب کے اس عمل کے بارے میں استفسار کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جس کا اس طرح سے پتہ لگے اس کا تفحص بطریق شرعی کریں لیکن عوام اس حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور پھر اس سوال کے جواب میں کہ یہ عمل کیسا ہے فرماتے ہیں: میرے نزدیک بالکل ناجائز اس لئے کہ عوام حد تفحص سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ۴: ۸۸ تعویذات و اعمال) (از مرتب)

﴿۲﴾ (سورة بنی اسرائیل پاره: ۱۵ آیت ۳۶)

مردوں کیلئے سرخ کپڑے پہننا جائز نہیں

سوال: بعض لوگ قومی یا طبقاتی تعصب میں سرخ کپڑے پہنتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: مردوں کیلئے سرخ لباس پہننا جائز نہیں ہے کمافی ردالمحتار﴿۱﴾وایضاً رجح الحرمة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدية﴿۲﴾،قلت ويؤيدالحرمةالروايات الحديثية ايضا﴿۳﴾.وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله فا فادانها تحريمية الخ) هذا مسلم لو لم يعارضه تصريح غيره بخلافه ففي جامع الفتاوىٰ قال ابو حنيفة والشافعي ومالک يجوز لبس المعصفر وقال جماعة من العلماء مكروه بكراهة التنزيه وفي منتخب الفتاوى قال صاحب الروضة يجوز للرجال والنساء لبس الثوب الاحمر والاخضر بلا كراهة وفي الحاوى الزاهدى يكره للرجال لبس المعصفر والمزعفر والمورس والمحمر اى الاحمر حريرا كان او غيره اذا كان في صبغه دم والا فلا ونقله عن عدة كتب وفي مجمع الفتاوىٰ لبس الاحمر مكروه ... اقول ولكن جل الكتب على الكراهة كالسراج والمحيط والاختيار والمنتقى والذخيرة وغيرها وبه افتى العلامة قاسم.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۵: ۲۵۲ فصل في اللبس كتاب الحظر والاباحة)

﴿۲﴾قال العلامة محمد امين: وما في المجتبىٰ وشرح النقاية لابى المكارم الحنفى لابأس بلبس الثوب الاحمر يفيد كراهة التنزيه لكن صرح صاحب تحفة الملوک بالحرمة فافادان المراد كراهة التحريم وهو المحمل عند الاطلاق ... ومثله في معين المفتي وفي الاختيار شرح المختار ويكره الاحمر والمعصفر لانه عليه السلام نهى عن لبس المعصفر، وفي المحيط ويكره لبس الثوب الاحمر والمعصفر قال عليه الصلاة والسلام اياكم والحمرة فانها زى الشيطان ولا نها كسوة النساء ويكره التشبيه بهن وللعلامة قاسم فتوى مفصلة طويلة في حرمة لبس الاحمر كمافي فتاوىٰ الكازرونى الخ.
(تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ۲: ۳۵۵ تحرير مسئلة لبس الاحمر)

﴿۳﴾عن عبد الله بن عمر وقال مر رجل وعليه ثوبان احمران ... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خراب انڈا خریدنے کے بعد دکاندار کو واپس کرنے کا مسئلہ

سوال: کسی نے انڈے خریدے، توڑنے پر معلوم ہوا کہ وہ گندے اور بے کار ہیں، کیا دکاندار کو واپس کرکے وہ رقم واپس لے سکتا ہے؟

الجواب: دکاندار کو واپس کرکے رقم (قیمت) واپس لے سکتا ہے، کما فی الھدایة من اشتری بیضاً او بطیخاً او قثاءً او خیاراً او جوزاً فکسرہ فوجدہ فاسداً فان لم ینتفع به رجع بالثمن (باب خیار العیب ۳:۲۷)﴿۱﴾. وھو الموفق

منگنی ہونے کے بعد ایک دوسرے کے گھر عیدی وغیرہ بھیجنا

سوال: یہاں جب منگنی ہو جاتی ہے تو جانبین ایک دوسرے کے گھر عید کے موقع پر عیدی وغیرہ بھیجتے ہیں شرع میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع بلکہ مباح ہے۔

لاوارث میت کے حقوق مالی کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: ایک شخص کی میرے پاس کچھ رقم تھی، میں انکار کر رہا تھا، اب اس کا کوئی وارث نہیں ہے، اس کی ادائیگی کا کیا طریقہ اختیار کروں؟

الجواب: اس لاوارث میت کی جانب سے اس کا وہ مال صدقہ کرے، فی شرح فقه الاکبر:

(بقیہ حاشیہ) فسلم علی النبی ﷺ فلم یرد علیه رواہ الترمذی وابوداؤد، وعن عمران بن حصین ان نبی اللہ ﷺ قال لا ارکب الارجو ان الخ رواہ ابوداؤد.

(مشکواۃ المصابیح ۲:۳۷۵ کتاب اللباس)

﴿۱﴾ (ھدایة علی صدر فتح القدیر ۶:۱۸ باب خیار العیب)

رجل له حق علی خصم فمات ولا وارث له تصدق عن صاحب الحق بقدر ماله علیه لیکون ودیعة عند الله، یوصلها الی خصمائه یوم القیامة (۱۵۸)﴿۱﴾.وھو الموفق

وضو میں گردن کا مسح مشروع اور ثابت ہے

سوال: یہاں ایک مولوی صاحب لاؤڈ اسپیکر پر ترجمہ کررہا ہے کہتا ہے کہ مسح عنق حدیث سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ بدعت ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: مسح عنق مشروع اور مستحب ہے۔عندنا وعنداحمد وعند الشافعی فی روایة،اورروایات سے ثابت ہے، رواہ ابوعبید والدیلمی وتاریخ اصفهان عن ابن عمر مرفوعاً وموقوفاً انه امان من الغل ومن توضأ ومسح عنقه وقی الغل یوم القیمة،وکذامارواہ ابوداؤد مرفوعاًیمسح راسه حتی بلغ القذال وھواول القفا وجه الدلالة ان بلوغ منتهی الیدالی القذال یستلزم مسح العنق،وقال مسدد مسح رأسه من مقدمته الی مؤخرہ حتی اخرج یدیه تحت اذنیه وھو واضح الدلالة﴿۲﴾.وھو الموفق

﴿۱﴾ (شرح فقه الاکبر للقاری ۱۵۸ بحث التوبة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: اعلم ان مسح العنق مستحب عندنا وعند احمد وقال به الامام الشافعی فی روایة، والحجة علی مشروعیته ما رواہ ابوعبید والدیلمی وتاریخ اصفهان عن ابن عمر مرفوعا وموقوفا انه امان من الغل ومن توضأ ومسح عنقه وقی الغُل یوم القیامة وکذا ما رواہ ابوداؤد مرفوعا یمسح رأسه حتی بلغ القذال وھو اول القفا، وجه الدلالة ان بلوغ منتهی الید الی القذال یستلزم مسح العنق . وقال مسدد مسح رأسه من مقدمه الی مؤخرہ حتی اخرج یدیه تحت اذنیه وھو واضح الدلالة، واعلم انه لم یرو ان العنق من الرأس وکذا لم یثبت اخذ الماء الجدید له فالانسب ان یمسح ببلة ظهور الکفین بعد الاذنین.

(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اجتماعی ختم خواجگان پردوام مندوب اور التزام مکروہ ہے

سوال: بعض لوگ اجتماعی ختم خواجگان پڑھتے ہیں کیا اس کا ہمیشہ پڑھنا بدعت نہیں؟

الجواب: منکرات (مثلاً یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاًلله) سے خالی ختم خواجگان

(بقیہ حاشیہ)(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۱: ۱۲۸ باب ان الاذنين من الرأس)

وقال العلامة عبد الحئ اللكهنوى: ما روىٰ ابوداؤد واحمد من حديث طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده قال رأيت رسول اللهﷺ يمسح رأسه مرة واحدة حتى بلغ القذال، ووقع في سنن ابي داؤد هو اول القفا...... ومنها ما روى الطحاوى في شرح معانى الآثار......عن طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده قال رأيت رسول اللهﷺ مسح مقدم رأسه حتى بلغ القذال من مقدم عنقه ومنها ما ذكره ابن السكن في كتاب الحروف من حديث مصرف بن عمر...... قال رأيت رسول اللهﷺ توضأ فمسح لحيته وقفاه...... ومنها ما رواه ابونعيم في تاريخ اصبهان من حديث ابن عمر ان النبىﷺ قال من توضأ ومسح عنقه وقى الغل يوم القيامة ومنها ما رواه الديلمى في مسند الفردوس من حديث ابن عمر مسح الرقبة امان من الغل يوم القيامة...... ومنها ما رواه ابوعبيد في كتاب الطهور عن عبد الرحمن بن مهدى عن المسعودى عن القاسم بن عبد الرحمن عن موسىٰ بن طلحة انه قال من مسح قفاه مع رأسه وقى الغل يوم القيامة قال العينى في شرح الهداية هذا وان كان موقوفا لكن له حكم الرفع لانه لا مجال للرأى فيه، ومنها ما حكاه ابن الهمام من حديث وائل في صفة وضوء رسول اللهﷺ ثم مسح على رأسه ثلاثا وظاهر اذنيه ثلاثا وظاهر رقبته واظنه قال ظاهر لحيته ثم غسل قدمه اليمنىٰ الحديث رواه الترمذى ثم قال ابن الهمام فيه دليل على ان مسح الرقبة ادب الخ.

(مجموعة سبع رسائل ۵، ۶، ۷ تحفة الطلبة فى تحقيق مسح الرقبة)

حصول برکت کیلئے مشائخ کا مجرب عمل ہے ﴿۱﴾، اور کسی بھی امر مندوب اور مستحسن پر دوام مندوب اور التزام مکروہ ہوتا ہے، والمعروف هو الدوام لا الالتزام فافهم ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ ..... ☆قال الشيخ العالم الفاضل محمد مراد القزاني: واما هذه الختمات فالمروى منها من قدماء اكابر النقشبندية هو ختم خواجكان وكانوا يستعملونه عند ظهور حادثة ووقوع بلية برعاية شروطه من عدم الزيادة على الاعداد المعينة والنقص عنها ويصرفون همتهم لدفعها لا انهم كانوا يستعملونه في جميع الاوقات وانما كان استعماله واستعمال غيره من الختمات على سبيل الدوام عند مشائخنا المتأخرين ويمكن اختيارهم ذلك على الدوام لامرين احدهما كثرة الحوادث والبلية في زماننا بحيث لا يخلو منها وقت كما يحكم به المشاهدة والثاني ان لكل مقام مقالا ولكل ميدان رجالا فانهم لما رأوعدم تأثر بعض الطالبين من طريق الخفية واحتظاظهم به اختاروا المداومة على تلك الختمات من اجلهم وذلك جائز بل مطلوب الخ.

(هامش رشحات عين الحياة ۲۴۲ بيان الطريقة النقشبندية)

☆قال الاستاذ الكامل السيد محمد حقي النازلي: اعلم ان الامام جعفر الصادق وابويزيد البسطامي وابوالحسن الخرقاني ومن دونهم الى شاه النقشبندية قدس الله اسراهم انهم اتفقوا في قضاء الحاجات وحصول المرادات ودفع البلاء وقهر الاعداء والحساد ورفع الدرجات ووصول القربات وظهور التجليات قد استعملوا هذه الفائدة الجليلة والاسرار العربية وهي الاستغفار مأة مرة والفاتحة سبع مرات الخ.

(خزينة الاسرار الكبرىٰ للحقي ۲۲۰ باب خواص ختم خواجكان)

﴿۲﴾ التزام ما لا یلزم یعنی کسی شے کا اپنی حیثیت سے مافوق اہتمام کرنا بدعت ہوتا ہے التزام دو قسم کا ہے ایک التزام حقیقی کہ ایک شے لازم اور واجب نہ ہو اور اس کے لزوم اور وجوب کا اعتقاد کیا جائے تو یہ نذر کی صورت میں جائز ہے اور نذر کے علاوہ مکروہ اور بدعت ہے اور دوسرا التزام حکمی ہے کہ کسی چیز کو لازم اور واجب نہیں سمجھتا لیکن پابندی ایسے ہی اس کا اہتمام کرتا ہو جیسا کہ [illegible] کا اہتمام۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

روٹی کے اوپر سلاد کے پتے یا نمک رکھنا مکروہ نہیں

سوال: بعض علماء نے لکھا ہے کہ روٹی کے اوپر کاسہ وغیرہ رکھنا مکروہ ہے، لیکن عام طور پر سلاد اور نمکدان اس پر رکھے جاتے ہیں کیا یہ بھی مکروہ ہے؟

(بقیہ حاشیہ) اور اللہ تعالیٰ نے اس پر انکار کیا اور یہ آیت نازل ہوئی (یا یھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان (البقرۃ)) اور اسی طرح انصار کی ابتلاء میں یہ آیت نازل ہوئی (لیس البر بان تأتوا البیوت من ظھورھا) اور اللہ تعالیٰ نے اس پر انکار کیا، اسی طرح عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انکار کیا ان پر جو نماز کے بعد دائیں جانب پھیرنا لازمی سمجھ رہے تھے. حیث قال: لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلاتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الاعن یمینہ (بخاری ۱:۱۱۸) اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال. (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکواۃ ۲:۵۳)

البتہ التزام اور دوام میں فرق ضروری ہے کسی مستحب کا التزام ممنوع ہے اور اس پر دوام مطلوب ہے، قال رسول اللہ ﷺ خیر العمل ما دیم علیہ وقال رسول اللہ ﷺ احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل، (رواہ البخاری ومسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنھا) پس امر مندوب و مستحسن پر دوام مندوب ہے، الا تری الی مداومۃ المحقق البغدادی علی تلاوۃ سورۃ الملک کل لیلۃ حیث حمد اللہ بذلک مع ان تلاوۃ سورۃ الملک من المستحسنات لامن الواجبات وکذا اھتمام بلال رضی اللہ عنہ لتحیۃ الوضوء واھتمام الصلحاء القیام للتھجد وغیر ذلک من المستحبات.

التزام اور دوام کے درمیان میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے پس جو شخص کسی مستحب امر کو ہمیشہ کیلئے کرتا ہے اور التزام کے ساتھ کرتا ہے وہ دوام اور التزام دونوں کا مرتکب ہوا، اور جو شخص کسی مستحب کو کبھی کبھی کرتا ہے البتہ التزام کے اعتقاد کے ساتھ کرتا ہے تو اس نے التزام کیا اور دوام نہیں کیا، اور جو شخص کسی مستحب و مندوب امر کو ہمیشہ کیلئے کرتا ہے لیکن نہ اسے لازم سمجھتا ہے اور نہ تارک پر انکار کرتا ہے تو اس (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: یہ مکروہ نہیں ہے، فی الھندیة(۵ : ۱ ۳۴) ویجوز وضع کاغذ فیھا ملح علی الخبز ووضع البقول علیہ قال شمس الائمة الحلوانی کل ذلک جائز﴿۱﴾.

سنن قبلیہ نہیں پڑھے اور امامت کرے

سوال: جو امام ظہر کے پہلے چار سنن نہ پڑھے اور امامت کرے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: جائز ہے، عن عائشة ان النبی ﷺ کان اذا لم یصل اربعاً قبل الظھر صلاھن بعدھا (ترمذی ۱ :۵۷) قلت ظاھر ھذا الحدیث یدل علی جواز امامة الذی لم یصل الراتبة﴿۲﴾ .فافھم

دو آدمی اکٹھا ذبح کر رہے ہوں تو دونوں پر تسمیہ پڑھنا واجب ہے

سوال: کوئی شخص ذبح کر رہا ہو لیکن اس میں پوری قوت نہیں ہے، لہٰذا دوسرا شخص اس کے ساتھ چھری پکڑ کر ذبح کر رہا ہے، تو ان میں سے کس پر تسمیہ پڑھنا واجب ہے؟

الجواب: دونوں پر پڑھنا واجب ہے، فی الدر المختار : وضع یدہ مع ید القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمی کل وجوباً فلو ترکھا احدھما اوظن ان تسمیة احدھما تکفی حرمت (۵ :۲۳۵ کتاب الاضحیة)﴿۳﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) نے دوام کیا اور التزام نہیں کیا اور بدعت سے بچ گیا، ہمارے حضرت (مفتی) صاحب کے ایک مرید نے آپ سے کہا کہ ہمیں ختم خواجگان کی اجازت دیجئے تو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اسے فرمایا کہ یہ کوئی لازمی چیز نہیں البتہ مجرب اور مستحسن ہے اور پھر اجازت دیکر فرمایا کہ کبھی کبھی چھوڑ دیا کریں اور طریقے کے اسباق کی پابندی کیا کریں (ماخوذ از مقالات فریدیہ وغیرہ)۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵ : ۳۴۱ الباب الحادی عشر فی الکراھة فی الاکل)

﴿۲﴾ (منھاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۲ : ۲۹۴ باب ماجاء فی الرکعتین بعد الظھر)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار ۵ :۲۳۵ قبیل کتاب الحظر والاباحة)

پہلے سلام کرے یا اجازت طلب کرے؟

سوال: کوئی شخص مکان کے اندر یا کمرہ میں بیٹھا ہو اور دوسرا شخص آ جائے تو پہلے سلام کرے گا یا اجازت طلب کرے گا؟

الجواب: پہلے اجازت مانگے گا پھر سلام کرے گا، بخلاف الفضاء کہ پہلے سلام کرے گا پھر کلام کرے گا، کما فی الھندیة (۵: ۳۲۴) اذا اتی الرجل باب دار انسان یجب ان یستأذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم وان کان فی الفضاء یسلم اولا ثم یتکلم﴿۱﴾. وھو الموفق

کیک اور ڈبل روٹی چھری کے ساتھ کاٹنا جائز ہے

سوال: بعض لوگ چھری یا چاقو کے ساتھ ڈبل روٹی اور کیک کاٹتے ہیں کیا یہ بے ادبی نہیں؟

الجواب: جائز ہے بے ادبی نہیں ہے، وفی الھندیة (۵: ۳۴۱) وسئل عن (قطع الخبز بالسکین) علی بن احمد فقال ینظر ان کان خبز مکة معجونا بالحلیب فلا یکرہ ولا بأس واما اذا لم یکن کذلک فھو من اخلاق الاعاجم کذا فی التتارخانیة﴿۲﴾.

حدیث ''کل قرض جر نفعا فھو ربا'' کا ثبوت

سوال: کیا حدیث ''کل قرض جر نفعا فھو ربا'' ثابت ہے؟

الجواب: ثابت ہے۔ عن علی قال: قال رسول اللہ ﷺ کل قرض جر منفعة فھو رباً، قال العسقلانی: رواہ الحارث بن ابی اسامة واسنادہ ساقط ولہ شاھد ضعیف

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۲۴ الباب السابع فی السلام وتشمیت العاطس)

﴿۲﴾ (الفتاویٰ الھندیة ۵: ۳۴۱ قبیل الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات)

عن فضالة بن عبيد عند البيهقي و آخر موقوف عن عبد الله بن سلام عند البخاري، (بلوغ المرام لابن الحجر ۲۸۲ باب الربا)﴿۱﴾ قلت وله شواهد كثيرة تثبت صحته ومعناه، مثل مارواه ابن ماجة (۱۷۷) باب القرض، عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ اذا اقرض احدكم قرضا فاهدى له اوحمله على الدابة فلا يركبها ولا يقبله الا ان يكون جرى بينه وبينه قبل ذلك﴿۲﴾، وهكذا رواه البيهقي في شعب الايمان كمافي المشكوٰة (۱: ۲۴۶) الربا، وهكذا عن انس عن النبي ﷺ قال اذا اقرض الرجل الرجل فلا ياخذ هدية رواه البخاري في تاريخه هكذا في المنتقى (مشكوٰة)﴿۳﴾. وهو الموفق

زندہ آدمی کا اپنے لئے قبر تیار کرنے کا مسئلہ

سوال: بعض صوفی قسم کے لوگ اپنے لئے پہلے سے قبر تیار کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے بلکہ فقہاء نے لابأس به کہا ہے، كما في الشامية:

﴿۱﴾ (بلوغ المرام من ادلة الاحكام ۲۸۲ قبيل باب التفليس والحجر)

﴿۲﴾ سنن ابن ماجه ۱۷۷ باب القرض)

﴿۳﴾ (مشكواة المصابيح ۱: ۲۴۶ باب الربوا الفصل الثالث)

وفي المنهاج: قال النبي ﷺ كل قرض جر نفعا فهو ربا اخرجه الحارث بن ابي اسامة عن علي امير المؤمنين وله شواهد كثيرة روى ابن ماجه عن انس مرفوعا بمعناه وروى عن ابي بن كعب وابن عباس وابن مسعود وفضالة بن عبيد وغيرهم موقوفا او هو محمول على اختلاف الانواع كما قال الطبري.

(منهاج السنن شرح ترمذی ۵: ۲۴ باب ماجاء في الصرف)

ویحفر قبراً لنفسه ای ولابأس به وفی التارخانیة لابأس به ویؤجر علیه هکذا عمل عمر بن عبد العزیز والربیع بن خیثم وغیرهما (ردالمحتار کتاب الجنائز ۱:۲۰۲)﴿۱﴾.

وهوالموفق

نام مبارک نبی ﷺ کے ساتھ لفظ سیدنا پڑھنا

سوال: بعض لوگ درود شریف وغیرہ پڑھتے وقت نام مبارک نبی ﷺ کے ساتھ لفظ سیدنا پڑھنے کو بدعت کہتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: یہ بدعت نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے مارواہ مسلم (۲:۲۴۵) عن ابی هریرة قال: قال رسول اللهﷺ انا سید ولد آدم یوم القیامة، اور رسول اللہ ﷺ دنیا وآخرت میں سید ہیں، قال النووی: قولهﷺ یوم القیامة مع انه سیدهم فی الدنیا والآخرة فسبب التقیید ان فی یوم القیامة یظهر سودده لکل احد ولا یبقی منازع ولا معاند ونحوه بخلاف الدنیا الخ، (نووی علی مسلم ۲:۲۴۵)﴿۲﴾.

مدارس دینیہ میں دستار بندی کی شرعی حیثیت

سوال: مدارس دینیہ میں دستار بندی کی جو رسم جاری ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: دورہ حدیث کے طلباء کی دستار بندی تبرک اور اظہار اعتماد کیلئے کی جاتی ہے اس کیلئے اصل موجود ہے، اما التعمیم للتبرک فیدل علیه ما رواه ابو داؤد عن عبد الرحمن بن عوف وفی اسناده شیخ مجهول وکذا یدل علیه ما رواه ابونعیم ان رسول اللهﷺ عمم علی بن ابی طالب فی غدیر خم، وما رواه عن عمار بن یاسر ان

﴿۱﴾ ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱:۲۶۷ بعید مطلب فی اهداء ثواب القراءة للنبیﷺ)

﴿۲﴾ (شرح الکامل للنووی علی مسلم ۲:۲۴۵ کتاب الفضائل)

رسول اللہﷺ عمم علیا حین بعثہ الی خیبر، وکذا التعمیم لاظهار الاعتماد جائز ایضا یدل علیہ ما رواہ البخاری ان النبیﷺ عند اول الهجرة لم ینکر علی تعمیمهم عبد اللہ بن ابی، والتفصیل فی منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۵: ۲۱۲﴿۱﴾. وهو الموفق

ذبح کے وقت تسمیہ کس وقت کہنا چاہیے؟

سوال: ذبح کے وقت تسمیہ پہلے سے شروع کرنا چاہیے یا چھری رکھ کر پڑھنا چاہیے؟

الجواب: یہ دونوں ساتھ ساتھ کرنا چاہیے اگر کچھ سیکنڈ تقدیم ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، وفی الهندیہ: واما وقت التسمیة فوقتها علی الذکاة الاختیاریة وقت الذبح لا یجوز تقدیمها علیہ الابزمان قلیل لا یمکن التحرز عنہ واما وقت الاضطراریة فوقتها وقت الرمی والارسال ص: ۲۸۶:۵﴿۲﴾. وهو الموفق

حکومت کے خرچ پر حج کرنے سے فریضہ ساقط ہو جاتا ہے

سوال: حکومت اپنے ملازمین کو مختلف سکیموں کے ذریعے حج کراتے ہیں کیا اس طرح حج فرض شمار ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب: اس سے حج فرض ادا ہو کر اس کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے یہ حج کرانا اور رقم دینا بطور تعاون ہے نہ کہ حج بدل، فی ردالمحتار: بخلاف ما لو خرج لیحج عن نفسه وهو فقیر فانه

﴿۱﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ۵: ۲۱۱، ۲۱۲ باب سدل العمامة بین الکتفین)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۲۸۶ کتاب الذبائح الباب الاول)

وصوله الى الميقات صار قادرا بقدرة نفسه ص ۲۶۰: ۲ كتاب الحج﴿۱﴾.

عورت کیلئے پاکستان سے جدہ تک جہاز میں بغیر محرم کے سفر کرنا

سوال: اگر کوئی عورت صرف جہاز میں محرم کے بغیر سفر کرے پشاور ائیر پورٹ تک محرم ساتھ ہو پھر جدہ میں بھی ہوائی اڈے پر محرم کھڑا ہو، اور پھر اپنے بیٹے کے ساتھ افعال حج ادا کرے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: پشاور سے جدہ تک یہ بلا محرم سفر جائز نہیں ہے، كما في الصحيحين: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخرة تسافر مسيرة يوم وليلة الا مع ذى محرم عليها﴿۲﴾، اور حج ادا ہو جائے گا لیکن مکروہ ضرور ہے، في الدر المختار ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة ص ۴۶۵: ۲ كتاب الحج﴿۳﴾. وهو الموفق

صاحب استطاعت کیلئے تبلیغ پر حج مقدم ہے

سوال: ایک شخص پر استطاعت کی وجہ سے حج فرض ہو گیا ہے جبکہ وہ تبلیغ میں سال لگانے کا بھی ارادہ رکھتا ہے اب کونسی عبادت مقدم کرے؟

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۶۲ مطلب العمل على القياس دون الاستحسان)

﴿۲﴾ قال ابن الهمام: ما في الصحيحين عن قزعة عن ابى سعيد الخدرى مرفوعا لا تسافر المرأة يومين الا ومعها زوجها او ذومحرم منها واخرجا عن ابى هريرة مرفوعا لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تسافر مسيرةيوم وليلة الا مع ذى محرم عليها وفى لفظ لمسلم مسيرة ليلة وفى لفظ يوم وفى لفظ لابى داؤد بريد او هو عند ابن حبان فى صحيحه والحاكم وقال صحيح على شرط مسلم وللطبرانى فى معجمه ثلاثة اميال فقيل له ان الناس يقولون ثلاثة ايام فقال وهموا. (فتح القدير ۲: ۳۳۱ كتاب الحج)

﴿۳﴾ (الدر المختار هامش على ردالمحتار ۲: ۱۵۸ قبيل مطلب فى فروض الحج وواجباته)

الجواب: جب حج فرض ہو چکا ہے تو تمام چیزوں پر حج کو مقدم رکھے، تبلیغ میں جانا عذر شرعی نہیں، اگر ایک سفر میں دونوں ہو سکتے ہوں تو بہت اچھا ہے۔

حالت فقر میں حج کے بعد دوبارہ حج لازمی نہیں

سوال: بعض فقیر لوگ عمرہ پر جا کر وہاں حج کیلئے ٹھہرتے ہیں حالانکہ ان پر حج فرض نہیں ہوتا یہ شخص غنی ہو کر دوبارہ حج کرے گا یا اس سے فریضہ ساقط ہوا ہے؟

الجواب: فرضی حج کی ادائیگی کیلئے غنا شرط نہیں بلوغ کے بعد حج ادا کرنے سے فرضیت ساقط ہوجاتی ہے، قال ابن عابدین: الفقیر الافاقی اذا وصل الی میقات فھو کالمکی......ولیفید انہ یتعین علیہ ان لا ینوی نفلا علی زعم انہ لا یجب علیہ لفقرہ لانہ ما کان واجبا وھو آفاقی فلما صار کالمکی وجب علیہ﴿۱﴾، ردالمحتار ص ۴۲۰: ۲ مطلب فی من حج بمال حرام. وھو الموفق

خطبہ نکاح کا سننا واجب اور اس دوران باتیں وغیرہ کرنا جائز نہیں

سوال: خطبہ جمعہ کے دوران میں لوگ آرام سے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، کیا خطبہ نکاح میں بھی یہ احکام لاگو ہوں گے؟

الجواب: ہر خطبہ خواہ عیدین و جمعہ ہو یا نکاح اس کا سننا واجب اور اس دوران میں باتیں کرنا اور دوسرے امور میں مشغول رہنا وغیرہ ناجائز ہیں، کما فی الدر المختار: وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وخطبۃ عید وختم علی المعتمد ص: ۲۶۹: ۲﴿۲﴾.

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ۲: ۱۵۵ کتاب الحج)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۱: ۶۰۲ مطلب فی حکم المرقی بین الخ باب الجمعۃ)

مکانات پر ھذا من فضل ربی لکھنے کا حکم

سوال: بعض لوگ نئے مکانات بنا کر اس پر ھذا من فضل ربی کا بورڈ لگاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: اگر یہ مکان حرام مال سے بنایا گیا ہو تو اس پر یہ لکھنا جائز نہیں ہے۔

افطاری کے وقت دعا میں "وبک امنت" کہنے کا حکم

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ دعائے افطاری میں وبک آمنت کہنا بدعت ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: یہ الفاظ معنیً صحیح ہیں البتہ ماثور نہیں، قال الملا علی قاری : وبک امنت لا اصل لها وان كان معناها صحيحا وكذا زيادة عليک توكلت ولصوم غد نويت بل النية باللسان من البدعة الحسنة ، مرقاة شرح مشكواة ص ۲۶۸ : ۴ قبيل تنزيه الصوم﴿۱﴾. وهو الموفق

آب زمزم کی خرید وفروخت کا مسئلہ

سوال: حج سے واپسی پر بعض حاجی جدہ اور کراچی میں آب زمزم خرید کر لاتے ہیں کیا آب زمزم کی خرید وفروخت جائز ہے؟ بینوا توجروا

﴿۱﴾ (مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۴: ۲۶۸ قبيل تنزيه الصوم) وقال الشيخ محمد زكريا الكاندهلوى: وفي روضة المحتاجين ما اشتهر على الالسنة من زيادة (وبک آمنت) كذا زيادة (وعليک توكلت) لا اصل لها وان كان معناها صحيحا. ويظهر منه ان الزيادة ثابتة في رواية اخرىٰ قلت وزاد في الاذكار للنووى على رواية ابى داؤد من رواية ابن عباس فتقبل منا انک انت السميع العليم. (هامش بذل المجهود ۳: ۳۵۰ كتاب الصوم باب القول عند الافطار)

الجواب: آب محرز میں تقوم اور ملک صحیح ہے کما صرحوا به﴿۱﴾پس اس کی خرید وفروخت میں کوئی امر مانع نہیں ہے،واما کونه تبرکا فایضا لیس بمانع کبیع المصحف وغیره. وهو الموفق

متعدد اموات کوایک چیز کا ایصال ثواب ہر ایک کو پورا پورا ملتا ہے

سوال: ایصال ثواب مثلاً ختم قرآن یا صدقہ وغیرہ متعدد لوگوں کو متجزی ہوکر پہنچتا ہے یا بلا تجزی پورا پورا ملتا ہے؟بینوا توجروا

الجواب: بلا تجزی ہر ایک کو پورا پورا ملتا ہے، صرح به الفقهاء وقال الحافظ ابن الحجر المکی: وهو اللائق بسعة الفضل (ردالمحتار) ﴿۲﴾، ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: المعتمد عندنا ان شراء الشرب لا یصح وقیل ان تعارفوه صح...... نعم لو کان محرزا باناء فانه یملک.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۵۵ باب العشر)

﴿۲﴾قال العلامة الشامی: الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانها تصل الیهم ولا ینقص من اجره شیئ...... قلت لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاهل المقبرة الفاتحة هل یقسم الثواب بینهم او یصل لکل منهم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانه افتی جمع بالثانی وهو اللائق بسعة الفضل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱:۶۲۲ مطلب فی القراءة للمیت واهداء ثوابها له)

﴿۳﴾قال الشاه اشرف علی التهانوی: فی ردالمحتار ویوضحه انه لو اهدی الی اربعة یحصل لکل منهم ربعه فکذا لو اهدیٰ الربع لواحد وابقی الباقی لنفسه ملخصا قلت لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ...... مگر کسی نے دلیل میں کوئی نص ذکر نہیں کی اور ظاہر ہے کہ مسئلہ قیاسی ہے نہیں،اس لئے بدون نص اس پر کوئی حکم نہیں کیا جا سکتا،البتہ حدیث طبرانی (عن ابی عمرو قال قال رسول الله ﷺ اذا تصدق احدکم صدقة تطوعا فلیجعلها عن ابویه فیکون لهما اجرها ولا ینقص من اجره شیئا) کو ظاہر الفاظ سے عدم تجزی پر دال کہا جا سکتا ہے......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جنازہ کیلئے کئے گئے تیمّم پرفرض نماز پڑھنے کا مسئلہ

سوال: جنازہ کیلئے تیمم کیا، کیا اس تیمّم سے فرض نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب: پڑھی جاسکتی ہے، کما في الهندية ۱ : ۲٦ لو تيمم لصلاة الجنازة او لسجدة التلاوة اجزأه ان يصلي به المكتوبة بلا خلاف كذا في المحيط﴿۱﴾.

وهو الموفق

کفار کے شکار کئے ہوئے مچھلیوں کا حکم

سوال: عرب ممالک بلکہ اب پاکستان میں بھی کفار ممالک سے بند ڈبوں میں مچھلیاں آتی ہیں جو کفار کے شکار کئے ہوتی ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: کفار کے شکار کئے ہوئی مچھلی بشرطیکہ طافی نہ ہو﴿۲﴾ کھانا جائز ہے﴿۳﴾ ......

(بقیہ حاشیہ) کیونکہ اجرها کا مرجع صدقہ ہے جس کا حقیقی مفہوم كل الصدقة ہے نہ کہ جزو الصدقة اور لهما سے متبادر اور شائع اطلاق کے وقت كل واحد ہوتا ہے اور مجموعہ مراد ہونا محتاج قرینہ ہوتا ہے اور قرینہ کا فقدان ظاہر ہے پس معنیٰ یہ ہوئے کہ دونوں میں سے ہر واحد کو پورے صدقہ کا اجر ملے گا۔

(بوادر النوادر ۳۵۴ اسی ویں حکمت)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱ : ۲٦ الباب الرابع في التيمم)

﴿۲﴾ وفي الهندية: السمک والجراد يؤكلان غير ان الجراد يوكل مات بعلة او بغير علة والسمک اذا مات بغير علة لا يؤكل كذا في الظهيرية.

(فتاویٰ عالمگیریه ۵ : ۲۸ ۴ الباب السادس في صيد السمک)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الحئ اللكهنوى: محمد بن موسیٰ دمیری رحمہ اللہ حیاۃ الحیوان میں امام حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے ستر صحابی کو مجوسی کا شکار کھاتے ہوئے دیکھا ہے اور ابوالمکارم رحمہ اللہ شرح نقایہ میں لکھتے ہیں: وفي المحيط لا بأس باكل سمكة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لانها تحل بدون التسمية والذبح﴿۱﴾. وهو الموفق

چاند پر نماز پڑھنے کا حکم

سوال: بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ اب چاند پر لوگ آتے جاتے ہیں وہاں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے کیونکہ سجدہ تو زمین پر پیشانی رکھ کر ادا ہوتا ہے؟

الجواب: چاند پر نماز پڑھنا جائز ہے اس میں کوئی محظور شرعی نہیں اور تحری سے سمت قبلہ معلوم کیا کریں﴿۲﴾۔وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ)اصطادها المجوسی لانها تحل بدون التسمية فالمجوسی وغيره فيه سواء، مچھلی جسے مجوسی نے شکار کیا ہو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ مچھلی بغیر خدا کا نام لئے ہوئے بھی حلال ہے پس مجوسی اور دوسرے لوگ سب اس معاملے میں مساوی ہیں۔

(مجموعة الفتاوىٰ ۲: ۳۰۶ كتاب الاكل والشرب)

﴿۱﴾قال العلامة شمس الدين السرخسی: ذكاة السمک والجراد اخذه ومراده بيان ان الذكاة ليست بشرط فيهما بل يثبت الحل فيهما بالاخذ من غير ذكاة الاترىٰ انه لا تثبت الحرمة بكون الآخذ مجوسيا او وثنيا وما يشترط فيه الذكاة يشترط فيه الاهلية للمذكی وحيث لم يشترط فی السمک والجراد.

(كتاب المبسوط للسرخسی ۱۱: ۲۲۹ كتاب الصيد)

﴿۲﴾وفی المنهاج: فان قيل ان السجدة لا بد ان تكون علی الارض او علی ما قام مقام الارض والمعلق فی الجو والفضاء ليس هكذا قلنا: كما ان الماء جسم فاصل بين السفينة والارض لا يعتد بفصله فكذلک الريح جسم فاصل بين الطيارة والارض لا يعتد بفصلها وكما ان السمآء جسم ليس بارض ولا قام مقامها وتصح الصلوٰة فيها لقوله تعالىٰ: واوصانی بالصلوٰة والزكوٰة مادمت حيا، ولاستقرار الجبهة عليها، فكذلک يقال فی الصلوٰة فی القمر والمريخ وغيرهما. (منهاج السنن شرح ترمذی ۲: ۲۳۴ باب الصلوٰة علی الدابة)

صوفیاء کے اشغال واذکار کا حکم

سوال: صوفیاء کرام کے اشغال واذکار مثلاً حبس دم وغیرہ جو احادیث سے ثابت نہیں بدعت ہیں یانہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: احسان اور اخلاص عند اللہ محبوب اور بندہ سے مطلوب ہے، ان مدارج اور ان کے مبادی کا نظیر علم قرآن کے حصول جیسا ہے، پس جس طرح لسان عربی کے مبادی میں مشغول رہنا عبادت ہے بدعت نہیں ہے اسی طرح حصول احسان کے مبادی میں مشغول ہونا اور مجاہدات کرنا عبادت ہے بدعت نہیں ﴿۱﴾ اور مبادی میں یہ ضروری نہیں ہے کہ نص صریح سے ثابت ہوں البتہ یہ ضروری ہے کہ نص سے متصادم نہ ہوں **کما اشیر الیہ فی حدیث مسلم اعرضوا علی رقاکم لاباس بالرقی مالم یکن فیہ شرک﴿۲﴾. وھو الموفق**

تالی سوار ہے اور سامع پیادہ جارہا ہے سجدہ تلاوت کے تکرار کا کیا حکم ہے؟

سوال: ایک آدمی سوار ہے اور اس کے پیچھے دوسرا آدمی پا پیادہ جارہا ہے جبکہ سوار آدمی نے آیت سجدہ کئی بار تلاوت کیا اب ایک سجدہ کافی ہے یا سب سجدے؟ بینوا توجروا

الجواب: اتحاد مجلس کی وجہ سے تلاوت کرنے والے پر ایک سجدہ واجب ہے اور سامع پر سب

﴿۱﴾ قال الفقیہ العلامۃ رشید احمد الجنجوھی: اشغال صوفیا بطور معالجہ کے ہیں سب کی اصل نصوص سے ثابت ہے جیسا اصل علاج ثابت ہے مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہیں ایسا ہی سب اذکار کی اصل ہیئت ثابت ہے جیسا توپ بندوق کی اصل ثابت ہے اگرچہ اس وقت میں نہ تھی سو یہ بدعت نہیں، ہاں ان ہیئات کو سنت ضروری جاننا بدعت ہے اور اس کو بھی علماء نے بدعت لکھا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ۱۹۴ کتاب الاخلاق والتصوف)

﴿۲﴾ (صحیح مسلم ۲: ۲۲۴ قبیل باب جواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ)

واجب ہیں،لاختلاف المجلس (قاضی خان)﴿۱﴾. وھو الموفق

وساوس اور رغبت معصیت دور کرنے کا وظیفہ

سوال: وسوسوں اور گناہوں میں رغبت زیادہ ہے اور دل کی صفائی نہیں ہوتی اس کیلئے کونسا وظیفہ بہتر ہے؟بینوا توجروا

الجواب: اعوذبالله من الشیطن الرجیم لاحول ولا قوة الا بالله، کثرت سے پڑھا کریں﴿۲﴾یا۳۱۳بارروزانہ وظیفہ بنالے﴿۳﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة فخر الدین الفرغانی: المصلی اذا قرأ آیة السجدة علی الدابة مرارا وخلفه رجل یسوق الدابة یسجد المصلی سجدة واحدة والسائق یسجد لکل مرة.
(فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیه ۱: ۱۵۹ فصل فی قراءة القرآن)

﴿۲﴾عن مکحول عن ابی ھریرة قال قال لی رسول اللهﷺاکثر من قول لاحول ولا قوة الا بالله فانها من کنز الجنة، قال مکحول فمن قال لاحول ولاقوة الا بالله ولا منجاً من الله الا الیه کشف الله عنه سبعین بابا من الضر ادناھا الفقر، رواه الترمذی......وعن ابی ھریرة قال قال رسول اللهﷺ لا حول ولا قوة الا بالله دواء من تسعة وتسعین دآء ایسرھا الھم، وعنه قال قال رسول اللهﷺ الا ادلک علی کلمة من تحت العرش من کنز الجنة لا حول ولا قوة الا بالله یقول الله تعالیٰ اسلم عبدی واستسلم رواھما البیھقی فی الدعوات الکبیر.
(مشکوٰة المصابیح ۱: ۲۰۲ باب ثواب التسبیح الفصل الثالث)

﴿۳﴾قال الامام ولی الله الدھلوی: اعلم ان الشرع لم یخص عدداً ولا مقداراً دون نظیره الالحکم ومصالح وان کان الاعتماد الکلی علی الحدس المعتمد علی معرفة حال المکلفین وما یلیق بھم عند سیاستھم وھذه الحکم والمصالح ترجع الی اصول الاول ان الوتر عدد مبارک لا یجاوز عنه ما کان فیه کفایة الخ.
(حجة الله البالغة ۱: ۱۰۰ باب اسرار الاعداد والمقادیر)

قرآنی آیات اور دعائیں لکھ کر پینے اور پلانے کا مسئلہ

سوال: بعض عامل قرآنی آیات اور دعائیں وغیرہ لکھ کر اور پانی سے دھو کر مریضوں کو پلاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ یا بدعت اور ناجائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: جن تعویذات کا مضمون معلوم اور جائز ہو اس کا پینا اور پلانا برائے علاج جائز ہے، خیر القرون میں ﴿۱﴾ اور مشائخ کے ہاں معمول اور مجرب ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبیﷺ قال: اذا عسر علی المرأة ولدها اخذ اناء لطيفا يكتب فيه (كانهم يوم يرون ما يوعدون) الى آخر الآية، و(كانهم يوم يرونها لم يلبثوا الا عشية او ضحاها)، و (لقد كان في قصصهم عبرة لاولي الالباب) الى آخر الآية، ثم يغسل ويسقي المرأة منه وينضح على بطنها وفرجها. (الحديث)

قال عبد الرحمن البرني: ذكره السيوطي في الدر المنثور، وقال: اخرجه ابن السني والديلمي، وفيه عبد الله بن محمد المغيرة، قال ابو حاتم: ليس بالقوى، وقال ابن يونس، منكر الحديث. (عمل اليوم والليلة المعروف بابن السنى ٥٧٦ باب ما تعوذ به المرأة التى تطلق)

﴿۲﴾ قال العلامة عمر بن احمد الخربوتي: في المواهب نقل عن القشيري ان ولده مرض مرضا شديدا حتى اشرف على الموت واشتد عليه الامر قال فرأيت رسول اللهﷺ في المنام فشكوت اليه ما بولدى، فقال: اين انت من آيات الشفاء فانتبهت فتفكرت فيها فاذا هي في ستة مواضع من كتاب الله تعالىٰ(ويشف صدور قوم مؤمنين ، وشفاء لما في الصدور، يخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فيه شفاء للناس، وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين، واذا مرضت فهو يشفين، قل هو للذين آمنوا هدى وشفاء ٥) قال فكتبتها ثم محوتها بالماء وسقيته اياها فكانما نشط من عقال.

(شرح الخربوتي على قصيدة البردة ۱۴۶ كم ابرأت وصبا الخ)

حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی کی مبسوط اور مدلل عربی شرح

منهاج السنن

شرح

جامع السنن للامام الترمذی



لفضیلة الشیخ محدث کبیر فقیه العصر مفتی اعظم عارف بالله
مولانا مفتی محمد فرید الزروبوی المجددی النقشبندی
المفتی والشیخ بدار العلوم حقانیه اکوڑه خٹک

کل صفحات/ ۱۳۸۰

ناشر
مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی



من افاضات

المحدث الشهير والفقيه النبيل
الشيخ المفتی **محمد فريد** المجددی الزروبوی
جامعة دار العلوم الحقانية اكوره ختك پاكستان

ويليه

المقدمة فی مصطلحات علم الحديث

للشيخ عبد الحق الدهلوی رحمه الله

اعداد وتقديم
مفتی محمد وهاب المنجلوری
خادم العلم والافتاء بدار العلوم صديقيه

......: الناشر :......
مولانا حافظ حسین احمد صدیقی مدیر دار العلوم صدیقیہ زروبی (صوابی)